بسم اللہ الرحمن الرحیم
تذکرہ علمائے ہند
از
رحمٰن علی
ترجمۂ اردو
از
حضرت مولانا زین العابدین المعروفی الاعظمی
رئیس تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور
ناشر
مکتبہ قادریہ پورہ معروف بہ تعاون دار العلوم حیدرآباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرۂ علمائے ہند

از

رحمٰن علی

ترجمۂ اردو

از

حضرت مولانا زین العابدین المعروفی الاعظمی

رئیس تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

ناشر

مکتبہ قادریہ پورہ معروف و بہ تعاون دار العلوم حیدر آباد

مطبع الرحمن الاعظمی

نام کتاب ——— تذکرۂ علمائے ہند

تصنیف ——— رحمٰن علیؒ

صفحات ——— ۴۸۸

ترجمہ ——— حضرت مولانا زین العابدین المعروفی الاعظمی

ناشر ——— مکتبہ قادریہ پورہ معروف ضلع مئو (یوپی)

کتابت ——— مطیع الرحمٰن الاعظمی

تعداد طباعت ——— گیارہ سو ۱۱۰۰

سنِ اشاعت ——— ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۰۰۵ء
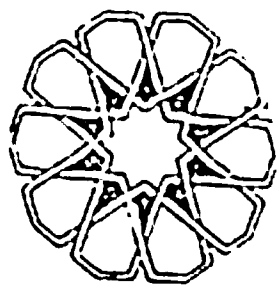
Rs. 200/-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ چند

علمائے کرام اور اکابرِ عظام کے حالات و خدمات کے تذکرے بعد والوں کیلئے سرچشمۂ بصیرت اور مشفق رہنما ہوتے ہیں اسلئے جنوبی ہند کا ممتاز و فعال دینی و تعلیمی ادارہ دارالعلوم حیدرآباد باذوق قارئین کی خدمت میں "تذکرۂ علمائے ہند" کا اردو ترجمہ انتہائی مسرت کے ساتھ پیش کر رہا ہے۔ یہ مثالی ادارہ حضرت مولانا سید محمد حمید الدین عاقل حسامی دامت برکاتہم کی سرپرستی میں پچھلے ۲۲ برسوں سے قوم و ملت کی ہمہ جہتی اور بیش بہا دینی و علمی خدمات وسیع پیمانہ پر انجام دیتا آرہا ہے۔ اس مختصر سے عرصہ میں یہاں کے شعبۂ اشاعت نے کئی مفید اور اہم کتابیں شائع کی ہیں۔ پیشِ نظر ترجمہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ آئندہ کیلئے پُرعزم منصوبہ ہے کہ علم و فن کی نایاب، اہم اور تحقیقی کتابیں منظرِ عام پر لائی جائیں، نیز جدید موضوعات پر اکابر و محقق علماء کو زحمت دیکر کتابیں تیار کرائی جائیں۔

مولانا رحمٰن علیؒ نے "تذکرۂ علمائے ہند" فارسی زبان میں لکھی تھی، جبکہ ملک میں فارسی کا چلن تھا، اب نہ تو فارسی کا چلن ہے اور نہ اصل کتاب ہی بازار میں دستیاب ہے اسلئے دارالعلوم نے اس کا اردو ترجمہ شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

ہماری درخواست پر اردو ترجمانی کا فریضہ حضرت مولانا زین العابدین معروفی زیدت فیوضہم نے انجام دیا ہے جو اس وقت فنِ اسماء الرجال پر امتیاز کی حد تک گہری نظر رکھتے ہیں۔ ترجمہ کی صحت و سلاست کیلئے حضرت موصوف کا اسم گرامی ہی ضمانت ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ "تذکرۂ علمائے ہند" کا یہ شگفتہ ترجمہ اہلِ علم کے حلقوں میں تحسین و قبول سے ضرور سرفراز ہوگا۔ فقط۔

محمد رحیم الدین انصاری معتمدِ جامعہ

۳۰ بر دسمبر ۱۹۹۶ء

عل افسوس کہ ایسا نہیں ہو سکا، تفصیلات صـ۱۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علی نبیہ

کتاب اور صاحبِ کتاب کا مختصر تعارف مترجم کے قلم سے

مصنف کا پورا نام جناب مولانا محمد عبد الشکور ساکن احمد آباد نارہ ضلع الٰہ آباد ہے۔ علماء کی زبان وقلم پر صرف "رحمان علی" کے نام سے معروف ومشہور ہیں۔ یہ حکیم شیر علی کے صاحبزادہ اور حکیم احسان علی مؤلف "طب احسانی" اور "قرابادین احسانی" کے چھوٹے بھائی ہیں۔

پیدائش ۲؍ ذوالحجہ ۱۲۴۴ھ مطابق ۵؍ جون ۱۸۲۹ء

تعلیم وتربیت رسم بسم اللہ ادا کرنے کے بعد گھر پر والد صاحب کی سرپرستی میں قرآن مجید ناظرہ اور فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، جب انکی عمر گیارہ بارہ برس کے درمیان تھی تو ان کے والد حکیم شیر علی سات لڑکوں اور پانچ لڑکیوں اور انکی اولاد کو چھوڑ کر رمضان ۱۲۵۶ھ {نومبر ۱۸۴۱ء} میں انتقال کر گئے، اس وقت ان کے بڑے بھائی حکیم احسان علی فتحپور میں مقیم تھے، والد کے انتقال کے بعد انھیں کی سرپرستی میں فتحپور جاکر بقیہ تعلیم مکمل کی۔

اساتذۂ کرام رحمان علی نے اس کتاب کے آخر میں جو اپنا مختصر تذکرہ لکھا ہے اس میں درج ذیل اساتذہ کا نام تحریر کیا ہے۔

(۱) مولانا محمد شکور مچھلی شہری صدر الصدور ضلع فتحپور (۲) مولانا ثابت علی بھگوی (۳) مولوی سید حسین علی فتحپوری (۴) مولانا شاہ محمد سلامت اللہ بدایونی کانپوری (۵) مولانا عبد اللہ زید پوری (۶) مولانا قاری عبد الرحمن پانی پتی۔

ان میں سے مولانا شاہ محمد سلامت اللہ، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کے بھائی مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی کے شاگرد تھے، مولانا سلامت اللہ نے حدیث و تفسیر انھیں دونوں بزرگوں سے دہلی جاکر پڑھی تھی اور انھوں نے کانپور میں ایک مسجد بھی بنوائی تھی۔ آپ کی وفات ۱۲۸۱ھ مطابق ۱۸۶۴ء میں ہوئی اور مولوی ثابت علی ساکن بھکا سے غازی پور میں جاکر شرح جامی پڑھی تھی۔

ان اساتذہ کے علاوہ آپ نے مفتی محمد اسد اللہ الٰہ آبادی سے، جو فتحپور کی عدالت کے مفتی تھے شرح عقائد نسفی اور مشکوٰۃ شریف سبقاً پڑھی تھی۔ (تذکرہ علمائے ہند ص۔۱۶ مفتی محمد اسد اللہ الٰہ آبادی)

بیعت و سلوک

مولانا حاجی محمد حسین الٰہ آبادی خلیفۂ مجاز قطب عالم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور خلافت سے سرفراز ہوکر مولانا محمد حسین کے ساتھ حج کرنے گئے، اس وقت حاجی امداد اللہ صاحب مکہ معظمہ میں رہتے تھے۔ مولانا محمد حسین نے اپنے مرید رحمان علی صاحب کے اوصاف بیان کرنے کے ساتھ حاجی صاحب سے ملایا تو حضرت حاجی صاحب نے بہت شفقت فرمائی اور خلافت بیعت کی تائید فرمائی۔

فارغ البالی

یتیمی کی حالت میں جو نونہال گلشن تعلیم میں لگایا گیا تھا وہ علم و تحقیق کا تناور درخت ہوکر ۱۲۶۷ھ مطابق ۱۸۵۱ء میں ریاست ریوان پہونچا اور اس ریاست میں جے پور کی سفارت سے ترقی کرتے ہوئے، ریاست کی کچہری کا پیشکار پھر فوج کا نظم و انصرام، پرمٹ کی منتظمی، ڈپٹی مجسٹریٹی، سول ججی کے منازل طے کرتا ہوا ریاست کی کونسل کی ممبری تک پہونچ گیا اور ۱۸۸۴ء میں سکریٹری کے اختیارات تک حاصل کرلئے اور پھر ۱۸۸۷ء میں خان بہادر کے خطاب سے سرفراز ہوگیا۔ یہ ہے قادرِ مطلق کی قدرت کا کرشمہ۔

دینی خدمات

یہ خدمت نہ صرف کتابوں کی تصنیف و تالیف، سیرت نبوی کے

مختصر رسالہ تحفۂ مقبول، اور سنن زوائد میں آداب احمدی، اور حدیث "بنی الاسلام علیٰ خمس" کی شرح وغیرہ تیرہ چودہ کتابوں تک محدود ہے بلکہ قصبہ ریوان میں ایک عظیم الشان سنگی مسجد بھی آپکی باقیات الصالحات میں سے ہے جسکو ۱۲۷۸ھ مطابق ۱۸۶۱ء میں اس لئے بنوایا تھا کہ "لوگ یکسو ہوکر صرف اللہ کی عبادت کریں جس کے لئے دین خالص ہے"۔ ذیل کی آیت کریمہ اس مسجد کے صدر دروازہ پر کندہ ہے جس سے تعمیر مسجد کی ہجری تاریخ بھی برآمد ہوتی ہے۔

لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء
۱۲۷۸ھ

پھر ریاست سے دوامی طور پر ملا ہوا گاؤں بھی اس مسجد پر وقف کردیا تاکہ پیش امام و مؤذن کی تنخواہ، اور جانماز کی فراہمی اور مسجد کی مرمت میں کوئی دشواری نہ پیدا ہو۔ اللہ تعالےٰ آپکی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین۔

وفات

تذکرہ قاریانِ ہند کے مصنف نے انکی وفات ۱۳۰۴ھ میں تقریباً تحریر کردیا ہے (ص ۲۹۴ / ج ۲) لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ مصنفؒ نے اس کتاب میں نواب صدیق حسن خانصاحب اور مولوی عبدالقادر صاحب ساکن ہوگلی کے حالات میں لکھا ہے کہ ان دونوں کی وفات ۱۳۰۷ھ میں ہوئی ہے۔ پس مصنف بالیقین اس سنہ تک زندہ سلامت تھے۔

مولانا اسیر ادروی ایڈیٹر "ترجمان الاسلام بنارس" نے انکی تاریخ وفات ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء بتائی ہے۔

تذکرۂ علمائے ہند

مصنفؒ نے اس کتاب کا نام "تذکرۂ علمائے ہند" اور اس کا لقب "تحفۃ الفضلاء فی تراجم الکبراء" رکھا ہے۔

ہمارے پیش نظر تذکرہ کا وہ ایڈیشن ہے جو ۱۹۱۴ء مطابق ۱۳۳۲ھ میں مطبع نامی نولکشور لکھنؤ سے چھپا ہے، یہ کتاب اختصار کے باوجود جامع ہے، اور سلیس و شگفتہ ہونیکے ساتھ ساتھ یہ کتاب فصاحت و بلاغت، اور بے تکلف سجع و قافیہ کو اپنے اندر سموتے ہوئے۔

ایسی جاذبِ نظر ہے کہ گویا اس کی عبارت "سہل ممتنع" ہے۔

اس کتاب کے مواد، اور اصحابِ تراجم کے زمانہ وغیرہ کا مختصر تعارف یہ ہے کہ اس میں ان تاریخی شخصیتوں کا نام زندہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن کا تعلق غیر منقسم ہندوستان سے رہا ہو خواہ یہاں پیدا ہو کر یہیں رہ گئے ہوں یا کسی دوسری سرزمین میں جا کر بس گئے ہوں (جیسے علامہ مرتضیٰ زبیدی وغیرہ) یا کہیں باہر سے آکر یہاں قیام کر لئے ہوں اور اس کتاب کا رقبہ ملک سندھ، سرحد، پنجاب، کشمیر، دہلی، لکھنؤ، جونپور، الٰہ آباد، اتر پردیش کی سرحدوں سے گذر کر بہار، پٹنہ، مرشد آباد پھر حیدر آباد دکن، مالوہ، مدراس، میسور، سورت، بمبئی وغیرہ سے ہوتے ہوئے غیر منقسم بنگال، چاٹ گام تک پھیلا ہوا ہے۔ اس طرح اس کتاب میں چھ سو بیالیس (۶۴۲) تاریخی شخصیات کے حالات اصل کتاب میں بیان کئے گئے ہیں، اور پانچ سو دو (۵۰۲) اشخاص کے حالات تکملہ میں انتہائی اختصار سے دیئے گئے ہیں۔

کارنامے

اصحابِ تراجم کے کارنامے جن کا اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے اکثر تو انکی تصنیفات کا تعارف ہے مگر اسی کے ساتھ دوسرے صنعتی اور انتظامی امور کا بھی خاصہ مواد اس کتاب میں موجود ہے، مثلاً میر فتح اللہ شیرازی کے بیان میں ہے کہ انھوں نے ایک ایسا آئینہ تیار کیا تھا جس میں دور اور نزدیک ہر جگہ کی چیزیں بہ آسانی دیکھی جا سکتی تھیں گویا کہ اس زمانہ کا دوردرشن تھا۔ ۲ے بارہ فیر کی بندوق بنائی تھی ۳ے ایک ایسی خودکار چکی جس کو دیکھ کر عقل دنگ ہو جاتی تھی۔

عالی تصنیفات

اس کتاب میں علماء، صلحاء، اولیاء اللہ، ماہرین علم ہیئت ونجوم کی ایک ہزار چھ سو چالیس (۱۶۴۰) سے زائد کتابوں کا مختصر مختصر تعارف ہے جو فنِ بلاغت، ادب، منطق، فلسفہ، ہیئت، ہندسہ، فارسی دیوان، عربی دیوان، اردو دیوان، صرف، نحو، تاریخ، تصوف، کلام، مواعظ اور مناظرہ وغیرہ علوم سے متعلق ہیں۔ اس کے علاوہ حدیث، شرح احادیث، فقہ، علوم قرآن اور تفسیر قرآن کی

بیش قیمت کتابوں کا تعارف بھی موجود ہے جن میں تیسیر الباری، مظاہر حق، شرح جامع صغیر تفسیر منظوم بھی ہے اور ان سب کو انھیں ہندوستانی اسلاف نے لکھ کر قوم کو مالا مال کر دیا ہے جن کا تذکرہ اس کتاب میں آپ کو ملے گا۔

اور بہت سی جگہوں میں ان کتابوں سے کچھ عجیب و غریب نمونے بھی پیش فرما دیئے ہیں مثلاً فیضی کی سواطع الالہام، اور مولانا فاروق چریاکوٹی کے عربی خطبے جن میں کہیں ایک حرف بھی نقطہ دار نہیں ہے۔

اور جیسے معین الدین طنطرانی کے قصیدہ ؎

یا خلیِّ البال قد بلبلتَ بالبلبالِ بال　　بالنویٰ زلزلتَ قلبی فہو بالزلزالِ زال

کا جواب شیخ فضیل کالپی نے دیا ہے، اس کا مطلع یوں مذکور ہے ؎

یا جمیلَ الوجہ وجہی عن قدیم الحالِ حال　　راح روحی بالنویٰ والدمع کالسلسال سال

طنطرانی کا شعر تنافر کلمات اور کراہت سماع سے بھرا پڑا ہے محض اس لئے کہ اس میں صنائع لفظی جناس اور مقابلہ کو لانا مقصود ہے جبکہ ہندوستانی عالم نے صنائع لفظیہ کو ادا کرتے ہوئے نہایت موزوں اور سامعہ نواز کلمات کو منظوم کر دیا ہے جسکی وجہ سے یہ جناس و مقابلہ کی صنعت محسنات شعریہ میں داخل ہو گئی۔

اسی طرح فارسی میں حافظ کی مشہور غزل ہے ؎

آناں کہ خاک را بنظر کیمیا کنند　　+　　آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند + اسکا مقطع ہے

حافظ مدام وصل میسر نمی شود　　+　　شاہاں کم التفات بحال گدا کنند

اسی زمین میں مولانا شاہ محمد سلامت اللہ کشفیؔ کانپوری نے غزل کہی جس کا مطلع ہے ؎

آناں کہ بر خیال تو جاں را فدا کنند　　+　　بینند اگر ندیدہ جمالت چہا کنند

غیر از جفا ندید دل من زمہ وشاں　　+　　ایں ہم حکایتے است کہ "خوباں وفا کنند"

آخر میں مقطع ہے جس میں حافظ کا پورا پاس ادب ملحوظ رکھا ہے ؎

حرفِ حزیں بگفتۂ حافظ نمی رسد + کشفی تو کیستی کہ ترا مرحبا کنند

یعنی علی حزیں جو فارسی الاصل اہلِ زبان ہے ان کا کلام تو کلام حافظ کو پا نہیں سکا تو اے کشفی آپکی کیا اوقات ہے کہ آپ کو شاباش کہا جائے۔

تاریخی ذمہ داری ایک مؤرخ کیلئے ضروری ہے کہ تاریخ بیان کرتے ہوئے ان واقعات کو ٹھیک ٹھیک بیان کردے جو اس کے نزدیک عقلاً ونقلاً ثابت شدہ ہوں، اس میں اپنے اعتقاد اور قلبی تاثر کو گھسیٹنے کی کوشش نہ کرے، اس کتاب میں اس تاریخی ذمہ داری کو بحسن وخوبی نبھایا ہے۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی اور ان کے والد مولوی نقی علی خاں کے تفصیلی حالات اور انکی کتابوں کا پورے حوصلہ سے تعارف کرایا ہے، اسی طرح مولوی محمد قاسم نانوتوی، اور مولوی محمد اسمعیل شہید دہلوی کا ذکرِ خیر بھی کیا ہے — اور جس طرح مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی اور مولانا شاہ محمد سلامت اللہ بدایونی کا ذکر ہے اسی طرح مولوی سید دلدار علی لکھنوی شیعی کا ذکر بھی فراخ حوصلگی کے ساتھ کیا ہے، اور جس طرح مولانا محمد زماں شاہجہانپوری کا ذکرِ خیر ہے اسی طرح سید محمد جونپوری مدعیٔ مہدویت کا بھی سیر حاصل تذکرہ موجود ہے۔ الغرض گروہی عصبیت کو تاریخ بیانی میں حائل نہیں ہونے دیا ہے۔

ترتیبِ رجال حدیث پاک کی باقاعدہ تدوین کرنے والوں میں چند محدثین کے اسمائے گرامی ملتے ہیں۔ (۱) سعید بن ابی عروبہ (۲) ابن جریج معمر بن راشد، ربیع بن صبیح وغیرہ۔ ان میں سے ربیع بن صبیح جہاد کرتے ہوئے ملک سندھ تشریف لائے تھے۔ آپکی کنیت ابو حفص تھی اس لئے تبرک کے طور پر سب سے پہلے آپ ہی کا تذکرہ کیا ہے اور بجائے نام کے کنیت میں الف کو ملحوظ رکھا ہے۔

اس کے بعد حروفِ تہجی کی ترتیب سے اسماء کو الف، ب، ت، وغیرہ کی ترتیب پر لائے ہیں تاکہ کسی نام کا تلاش کرنا آسان ہو جائے، البتہ اس میں محمد سے شروع ہونیوالے

ناموں کو میم کے باب میں لائے ہیں جیسے مولوی محمد علی صدر پوری، مولوی محمد عمر رامپوری، شیخ محمد غوث گوالیاری کا ذکر میم میں، اور کہیں کہیں محمد کے بعد والے حرف کا لحاظ کر گئے ہیں جیسے مولانا محمد سلامت اللہ بدایونی کانپوری کو حرف سین میں ذکر کیا ہے، اور کہیں تعظیمی لقب کو ملحوظ رکھا ہے نہ محمد کی میم کا اور نہ اس کے بعد والے حرف کا جیسے سید محمد گیسو دراز کو حرفِ میم یا گاف کے بجائے حرف سین میں ذکر کر دیا ہے۔

وفیات ابو حفص ربیع بن صبیح محدث بصری کی وفات سندھ میں سنہ ۱۶۰ھ ہجری میں ہوئی دوسری صدی کے صرف یہی ایک محدث اس کتاب میں مذکور ہیں۔ ان کے علاوہ جن اشخاص کا ذکر ہے چند اس میں چھٹی صدی ہجری کے وفات یافتہ ہیں اور سنہ ۶۰۰ھ کے بعد کے زیادہ لوگ ہیں پھر سنہ ۹۷۰ھ سے لیکر یعنی اکبر بادشاہ کے زمانہ سے سنہ ۱۲۰۰ھ کے بعد تک وفات پانیوالے بزرگوں کے حالات سب سے زیادہ ہیں اس کتاب میں جتنے اصحاب تراجم مذکور ہیں ان میں سب سے آخر میں انتقال کرنیوالے مولوی صدیق حسن خاں قنوجی ثم بھوپالی، اور مولوی عبد القادر ساکن ہوگلی ہیں کہ ان دونوں کی وفات بقول مصنف سنہ ۱۳۰۷ھ ہجری میں ہوئی۔ اس طرح اس کتاب کی تاریخ زمانی کا دائرہ دوسری صدی ہجری سے شروع ہو کر چودھویں صدی ہجری کی ابتدا تک پہنچ جاتا ہے۔

تاریخی مادے اس کتاب میں تاریخی مادے بھی بہت ہیں، جن میں سے بعضے انتہائی لطیف ہیں اور الہامی معلوم ہوتے ہیں۔ اور بعض ایسے بے تکلف ہیں جن کا تاریخی مادہ ہونا پہلے معلوم ہی نہیں ہوا بعد میں تحقیق کی گئی تو اس سے تاریخ واقعہ برآمد ہوتی تھی، اس کی ایک دلچسپ حکایت نقل کرتا ہوں۔

حکایت:۔ مولانا امیر الدین علی (امیر علی) امیٹھوی، ہنومان گڑھی کی مسجد بچانے اور بیراگیوں سے خالی کرانے کیلئے روانہ ہوئے، انگریزوں نے نواب واجد علی کے ذریعہ

اسمیں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی بات چیت شروع ہوگئی لیکن مسئلہ حل کرنیکے بجائے ٹال مٹول کی پالیسی اختیار کی گئی اور اسی دوران انگریزی فوج کا کمانڈر گناگا کر بے خبری میں مولانا اور ان کے ساتھیوں پر حملہ آور ہوا لوگوں نے چاہا کہ مولانا امیر جماعت ہیں انکو کسی محفوظ مقام میں پہونچا کر بقیہ ساتھی کمانڈر کے حملہ کا دفاع کریں مولانا سے کہا گیا، مولانا نے محفوظ مقام پر جانے سے انکار کیا اور میدانِ جنگ میں یہ کہتے ہوئے کود پڑے ؂

سر میداں کفن بردوش دارم

چنانچہ انگریزی حملہ میں شہید ہو گئے، اور ہنومان گڑھی کی مسجد کو بیراگیوں سے خالی نہ کرا سکے، ان کے کفن دفن سے فارغ ہونیکے بعد جب لوگوں نے غور کیا تو "سر میداں کفن بردوش دارم" (۱۲۷۲ھ) کے بے تکلف جملے سے تاریخ شہادت برآمد ہو رہی تھی۔

اس کے علاوہ تاریخ گوئی کے صنائع میں سے تعمیہ، تخرجہ، ایزاد کے علاوہ بھی بعض عجائب وغرائب ان تاریخی مادوں میں ملتے ہیں۔ جنکو ذکر کرنے میں تطویل ہوگی اسلئے اسکو یہاں چھوڑتا ہوں۔ البتہ ہم نے ان مادوں کی ایک فہرست مرتب کرلی ہے جسکو آخر میں شامل کتاب کردیں گے اس میں دو سو ایک تاریخی مادے ہیں، بعض مادوں سے تاریخیں صحیح نہیں نکلتیں، اسکی وجہ ہم نے کتابت کی غلطی کو سمجھا ہے۔ کہیں کہیں ہم نے دوسری کتابوں کی مدد سے کتابت کی غلطیوں کو صحیح کردیا ہے تو تاریخ بھی صحیح برآمد ہوگئی مثلاً ھوالفوز الکبیر اصل کتاب میں چھپا ہے جس سے تاریخ صحیح نہیں نکلتی تو ہم نے اسکو ھوالفضل الکبیر (۱۲۱۵ھ) کردیا اور اس سے تصنیف محلی شرح مؤطا کی تاریخ صحیح برآمد ہوگئی۔

ضبطِ مقامات اس کتاب میں بہت سے مقامات جو مختلف طریقہ سے پڑھے جا سکتے تھے اس کا ضبط بھی مصنف علیہ الرحمہ کرتے گئے ہیں

مثلاً بھیرہ یائے ساکن معروف انھوں نے بکسر با۔ مخلوط بہالکھا ہے۔ تلنبہ، تلنبی بضم تاء و فتح لام و بعدہٗ نون ساکن، اسی طرح غیر معروف مقامات کا فاصلہ مقامات مشہور سے بتایا ہے اس میں لفظ کروہ کا استعمال کیا ہے ہم نے ترجمہ میں اس کا تلفظ دیدیا ہے مثلاً ہم نے بھیرہ کا ضبط یوں کر دیا ہے (بھی رَہ) اور کروہ (   ) گز کا ہوتا ہے جو میل سے بڑا ہے تو ہم نے اندازہ سے اس کا میل لکھدیا ہے۔ اس طرح ہر جگہ لفظ کے بجائے مفہوم کی رعایت کی ہے۔

اردو ترجمہ

چونکہ اس دور میں عام اردو خواں حضرات کیلئے فارسی زبان کا سمجھنا مشکل ہے اس لئے کتاب کے عمومی فائدہ کے پیش نظر فارسی عبارتوں کا مفہوم اردو زبان میں سامنے کے کالم پر لکھنے اور اصل کتاب کو جو فارسی زبان میں ہے مِن و عَن باقی رکھنے کا فیصلہ کیا گیا تھا لیکن طباعت و کتابت کا خرچہ دوگنا بڑھ جائے گا اسلئے مجبوراً صرف ترجمہ پر اکتفاء کیا گیا۔

سنین ہجری و عیسوی کا تطابق

مصنف نے اس کتاب میں شروع سے آخر تک ہجری سنین ہی کو ذکر کیا ہے صرف اپنے تذکرہ میں ہجری اور عیسوی سنین کو خلط ملط کر دیا ہے، تو ہم نے مصنف کے لکھے ہوئے برسوں کو سنہ لکھ کر اوپر کر دیا ہے خواہ وہ ہجری سنہ ہو یا عیسوی اور اس کے نیچے اپنے تطبیق دیئے ہوتے سن کو لکھ دیا ہے مثلاً ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۱ء اور کہیں ہم نے اوپر نیچے لکھنے کے بجائے پہلے مصنف کا لکھا ہوا سال لکھ کر مطابق...... کرکے تطبیقی سال کو دیدیا ہے مثلاً ۲ ذوالحجہ ۱۲۴۴ھ جمعہ مطابق ۵ جون ۱۸۲۹ء۔

اور یہ سب تطبیق ہم نے برادر مکرم" مولانا محمد عثمان معروفی تاریخ گو" کی ایک غیر مطبوعہ تصنیف مفتاح التقادیم کے مسودہ سے لی ہے، لیکن وہ مسودہ ہمیں ترجمہ ختم ہونیکے قریب ملا ہے اس سے پہلے اگر اصل کتاب تذکرہ علمائے ہند میں کسی

عیسوی سال کی تصحیح کرنے کی ضرورت پڑی تو شیخ محمد اکرام کی رود کوثر سے اور ہجری تاریخ کی تصحیح شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اخبار الاخیار سے کی گئی۔

وَالحمدُ لِلّٰہِ وَسلامٌ علی المرسلین. وَالحمدُ لِلّٰہِ ربِّ العٰلمین

وَاٰخر دعوٰنا بتوفیق ربنا — اَنِ الحمدُ للّٰہ الذی وحدہٗ علا

(ص ۳ کا بقیہ)

اشاعت میں تاخیر

جامعہ دار العلوم حیدر آباد کے خرچ سے اس کتاب کی کتابت ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹۹۶ء میں مکمل ہو چکی تھی اور معتمد صاحب جامعہ پریس میں بھیجنے کی تیاری میں تھے کہ مدرسہ کو کچھ مالی مشکلات پیش آگئیں اور اب تک اس کتاب کی طباعت کی گنجائش نہ مل سکی تو مترجم عفی عنہ نے دار العلوم حیدر آباد کے مذکورہ تعاون کے شکریہ کے ساتھ اپنے مکتبہ قادریہ سے اس کی طباعت کی ہمت کی، اس سلسلہ میں چند مخلص کرم فرماؤں کا تعاون بھی حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اب یہ کتاب مکتبہ دار العلوم حیدر آباد اور مکتبہ قادریہ پورہ معروف دونوں کی مشترکہ اشاعت ہے اور دونوں مکتبات کے علاوہ دیوبند اور سہارنپور کے تجارتی مکتبات سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

زین العابدین الاعظمی المعروفی
شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم
سہارنپور (یوپی)
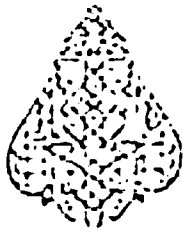
ترجمہ دیباچہ کتاب "تذکرہ علمائے ہند" از رحمان علی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خزانہ حکیم کے دروازہ کی کنجی ہے

اسی حکیم کے لئے بے انتہا تعریف اور غیر محدود ثنا ہے جس نے قلم سے علم سکھایا' اسی دانا کے لئے بے انداز توصیف ہے جس نے نادان انسان کو دانائی بخشی، وہ ایسا حکیم ہے جس نے مقرب فرشتوں سے یہ کہلوایا "سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا" سبحان اللہ! ہم کو تو اتنی ہی معلومات ہیں جتنی آپ نے سکھائی"۔ وہ ایسا علیم ہے جس نے انسانوں کو تسلی دیتے ہوئے یہ یاد دہانی کی "کہ تمھیں تو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے" پس دعا کرو کہ "اے رب میرے علم کو بڑھا دے"۔ اس کی شان بہت بلند' اور اس کی حکومت دائمی ہے۔

درود و سلام کا عطر بیز گلدستہ اس بارگاہ اقدس پر نچھاور ہو جن کی نبوت کے نقارہ نے آسمان کی بلندی تک یہ صدا پہونچا دی کہ "علماء انبیاء کے وارث ہیں" اور فرشتوں کو اس حکم سے گوش آشنا کر دیا کہ "میں علم کا شہر ہوں" اللہ پاک کیطرف سے آپکی ذات عالی پر درود ہو اور آپ کے آل و اصحاب پر درود ہو جو پاک و پاکیزہ ہیں اور ہدایت یافتہ' دوسروں کو ہدایت دینے والے ہیں۔

اس حمد و نعت کے بعد: یہ بات پوشیدہ نہ رہنی چاہئے کہ "ہندوستان" جیسے

عظیم المرتبت ملک میں جس کا جزء اول "ہند" جہاں کا ہم پلہ ہے۔ اسلام کی ابتدائی اشاعت سے لیکر آج تک بیشمار علماءِ عظام اور فضلاءِ کرام گذرے ہیں جن کا نام آج تک زندہ اور ان کے علوم وفنون آج تک کتابوں میں موجود ہیں اگرچہ وہ قبر کے گوشۂ عافیت میں آرام فرما رہے ہیں بقول جامی علیہ الرحمہ ؎

زدانایاں بود ایں نکتہ مشہور — کہ دانش در کتب دانا است در گور

عقلمندوں کے بارے میں یہ نکتہ مشہور ہے + کہ اہلِ علم قبروں میں ہیں اور انکی حکمت کتابوں میں موجود ہے۔

ان بیشمار علماءِ کرام کا پورا علم تو عالم الغیب ہی کو ہے دوسرا کوئی شخص حیزِ تحریر میں کیونکر لاسکتا ہے مگر انسانی فطرت میں یہ ہے کہ "جس کو مکمل دریافت نہیں کرسکتے اس کو مکمل چھوڑا بھی نہ جائے" اور دنیا کا کام کوئی بھی پورا نہیں کرسکتا تو تھوڑا ہی سا حاصل کرلیا جائے۔

پس جن بزرگوں کے حالات، سلف کی کتابوں یا دوستوں کے تعاون سے ہمیں حاصل ہوئے انھیں کو اس مختصر کتاب میں تحریر کررہا ہوں اور اس کا نام تو "تذکرہ علمائے ہند" ہے مگر اس کا لقب میں نے "تحفۃ الفضلاء فی تراجم الکبراء"[1] رکھا ہے۔

ناظرین باتمکین کے اخلاقِ حسنہ سے یہ بجا امید رکھتا ہوں کہ مجھ بے استعداد کی غلطیوں، اور میرے الجھے قلم کی بے ترتیب تحریروں میں میری مدد فرماتے ہوئے اصلاح کے دامن میں میری عیب پوشی فرمائیں گے۔

وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ

---

[1] کہ دونوں کے اعداد برابر (۵۹) نکلتے ہیں۔

ترتیب:- اس کتاب کی ترتیب میں نے زمانے کے لحاظ سے نہیں رکھی بلکہ حروف تہجی کے لحاظ سے رکھی ہے تاکہ کسی عالم کا تذکرہ تلاش کرنے میں دقت نہ ہو اور بسہولت ان کے حالات مل جائیں اور اسکے ماخذ اور معاونین کی تفصیل خاتمہ میں تحریر کی گئی ہیں۔

حرفُ الالف ۔ا

۱۔ مولانا ابو حفص ربیع محدث بصری

ولد صُبَیح[۱] (بہ تصغیر) السعدیؒ البصری، تاریخ کے طالبانِ علم جانتے ہیں کہ ملک ہندوستان میں اسلام کے سورج کے طلوع ہونیکی ابتدا رسب سے پہلے محمد بن قاسم بن عقیل کے ہاتھوں ہوئی جو حجاج بن یوسف ثقفی کے داماد اور ابنِ عم تھے[۲]۔ ولید بن عبدالملک اموی کی خلافت کے زمانہ میں محمد بن قاسم جن کی عمر سترہ[۳] برس کی تھی ۱۰ ارمضان ۹۳ھ پنجشنبہ (اور روایت ۹۹ھ کی بھی ذکر کی جاتی ہے) مجاہدینِ اسلام کا لشکر لیکر روانہ ہوئے اور ملک سندھ کو وہاں کے حاکم راجہ داہر ولد چج سے چھڑا کر فتح کر کے اسلامی جھنڈا ملک سندھ پر لہرایا، راجہ داہر دریائی راستہ سے بھاگتے ہوئے کشتی میں قتل ہوا، اسی وقت یا اس کے کچھ بعد مولانا ابو حفص ربیع بصری دیارِ سندھ میں تشریف لائے، آپ کامل محدثین اور تبع تابعین کے گروہ سے ہیں۔ حسن بصری اور عطاء سے روایت کرتے ہیں اور ان سے حدیث کی روایت کرنے

---

[۱] اصل فارسی نسخہ میں یہی ہے لیکن محدثین کے نزدیک باپ بیٹے دونوں کریم کے وزن پر ہیں۔

[۲] حجاج کا سلسلۂ نسب یہ ہے "حجاج بن یوسف بن الحکم بن ابی عقیل بن مسعود ثقفی" (تاریخ ذہبی) اس لئے محمد بن قاسم کو مجازاً ابن عم کہا گیا کیونکہ عقیل، حکم کے بڑے بھائی ہیں نہ یوسف کے۔

والے سفیان ثوری وکیع بن الجراح۔ عبدالرحمٰن بن مہدی جیسے اکابر ہیں۔ آپ کو ماہرین حدیث نے صدوق، عابد، مجاہد قرار دیا ہے، جن بزرگوں نے شروع شروع میں علم حدیث میں کتابیں لکھی ہیں ان میں آپ کا نام بھی آتا ہے۔

وفات:۔ ۱۶۰ھ (ایک سو ساٹھ ہجری) میں آپ کی وفات ملک سندھ میں ہوئی، اللہ تعالےٰ آپ کو اپنی رضامندی سے نوازے۔

۲۔ مولوی ابوالحسن فرنگی محلی

ولد مولوی عبدالجامع ولد مولوی محمد نافع ابن مولوی عبدالعلی بحرالعلوم۔ پہلے قرآن مجید حفظ کیا پھر مولوی عبدالحکیم کی خدمت میں علوم درسیہ حاصل کرکے جناب مولوی حافظ عبدالوالی کے ہاتھ پر بیعت کی، ۱۷ ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ (بارہ سو اسی ہجری) میں عین جوانی کی حالت میں عالم جاودانی کو روانہ ہو گئے۔

۳۔ مولوی ابوالحسن نصیرآبادی

لکھنؤ کے مضافات میں ایک قصبہ نصیرآباد کے رہنے والے تھے۔ عالم باعمل، زاہد، محتاط، متقی شخص تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت و خلافت جناب مولوی مراداللہ فاروقی سے حاصل تھی جن کا وطن تھانیسر اور مشرب مجددی مظہری تھا۔ اور مولوی مراداللہ صاحب جناب مولوی نعیم اللہ بہرائچی کے مرید اور خلیفہ تھے، اور وہ حضرت مرزا جان جاناں کے خلیفہ و مرید تھے۔ رحمہم اللہ تعالےٰ

آپ نے ایک جہاں کو شرک و بدعت کی ظلمات سے نجات بخشی، اور اتباع سنت مبارکہ کی توسیع میں برابر کوشش کرتے رہے۔

وفات:۔ ۲ شعبان ۱۲۷۲ھ (بارہ سو بہتر ہجری) میں اس خرابہ کو چھوڑ کر خلد مکیں ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۴۔ شاہ ابوسعید عمری دہلوی

آپ مفتی شرف الدین رامپوری اور مولانا

رفیع الدین دہلوی کے شاگرد تھے اور آپ کو اجازتِ عامہ مولانا عبدالعزیز دہلوی سے حاصل تھی، طریقۂ نقشبندیہ میں شاہ غلام علی دہلوی سے بیعت تھے۔

وفات:۔ ۱۲۴۹ھ (بارہ سو انچاس ہجری) کے عید الفطر کی صبح کو شہر ٹونک میں وفات پائی۔ اللہ پاک آپ کی مغفرت کرے۔

۵۔ میر ابو الغیث بخاری

جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے زمانہ میں ایک صوفی عالم گزرے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ انکی مبارک مجلس میں قال اللہ اور قال الرسول اور مشائخ کے ذکر واذکار کے علاوہ کسی دوسری چیز کا ذکر نہ ہوتا تھا۔

وفات:۔ درد قولنج کے عارضہ میں آپکی وفات بمقام لکھنؤ ۹۹۵ھ (نو سو پچانوے ہجری) میں ہوئی اور جنازہ دہلی لاکر دفن کیا گیا۔ تاریخ وفات کا مادہ "میر ستودہ سیر" ۹۹۵ھ سے برآمد ہوتا ہے۔

۶۔ شیخ ابو الفیض فیضی

شیخ مبارک ناگوری کے بڑے لڑکے اور انھیں کے شاگرد تھے۔ ۹۵۴ھ (نو سو چون ہجری) میں پیدا ہوئے، روشن ذہانت، اور درست سوچ پائی تھی۔ چودہ سال کی عمر میں علوم سے فارغ ہو گئے اور اکثر علوم میں بے نظیر تھے مثلاً شعر، معما، عروض، قافیہ، تفسیر، تاریخ، لغت، طب، خوشنویسی، انشاء پردازی میں کوئی ان کا مثل نہیں تھا۔ شروع میں فیضی تخلص کر کے شعر کہا کرتے تھے مگر جب ان کے چھوٹے بھائی ابو الفضل نے اپنا تخلص علاّمی رکھ لیا تو انھوں نے اپنی برتری جتانے کے لئے اپنا تخلص فیضی سے فیاضی کر لیا۔ ۹۷۴ھ (نو سو چوہتر ہجری) میں اکبر بادشاہ کے درباری مقرر ہو کر "مَلِکُ الشعراء" کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔

تصنیفات:۔ (۱) اکبر بادشاہ کی تعریف میں ایک لمبا قصیدہ لکھا ہے۔ (۲) علم

اخلاق میں بزبانِ عربی "موارد الکلم" لکھی۔ اس میں بھی صرف غیر منقوطہ حروف کا استعمال کیا ہے۔ (۳) علمِ تفسیر میں "سواطع الالہام" نامی مکمل قرآن کی تفسیر لکھی جس میں کہیں بھی بانقطہ حرف نہیں آئے ہیں، اس کی قدر اکبر بادشاہ نے کی کہ دس ہزار روپیہ انعام دیا۔ میر حیدر معمائی نے "سورہ اخلاص" سے اس کی تاریخ تکمیل نکالی۔
۹۹۳ھ
(۴) پنڈت بھاسکر بیدری کی کتاب "لیلاوتی" کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا (۵) فارسی زبان میں "رامائن" کا منظوم ترجمہ (۶) مثنوی نل دمن (۷) ایک فارسی دیوان جس میں پندرہ ہزار اشعار ہیں۔ یہ سب فیضی کی مشہور تصنیفات ہیں۔

وفات اور تحریک :- ۱۰ صفر ۱۰۰۴ھ (دس سو چار ہجری) بمقام اکبر آباد وفات پاکر مدفون ہوئے، اتنے بڑے عالم کے بارے میں مشہور رہی ہے کہ وہ کسی مذہب کے پابند نہیں تھے۔ اللہ تعالےٰ محفوظ رکھے۔

۷۔ ابوالفضل علامی

شیخ مبارک کے دوسرے فرزند ہیں۔ ۹۵۸ھ (نو سو اٹھاون ہجری) میں پیدا ہوئے۔ پندرہ سال کی عمر میں علوم عقلیہ و نقلیہ سے فارغ ہو کر تجرد اور گوشہ نشینی کے خیال میں تھے مگر دوستوں کے اصرار کی وجہ سے اکبر بادشاہ کے جلوس تخت کے انیسویں سال انکی خدمت میں پہونچ کر ملازمت اختیار کرلی، اور آیۃ الکرسی کی تفسیر جس کا تاریخی نام "تفسیرِ اکبری" (۹۸۳) ہے لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کی اور مراحم خسروانہ سے شاد کام ہونے لگے، پہلے منشی گری کی خدمت ملی پھر عہدۂ وزارت تک پہونچ گئے اور تھوڑے ہی دنوں میں اپنی لیاقت کا سکہ بادشاہ کے دل میں ایسا بٹھا دیا کہ امراء اور شاہزادے حسد کرنے لگے، اپنا تخلص علامی رکھتے تھے۔

دکن سے واپسی کے موقعہ پر شاہزادہ سلیم یعنی جہانگیر کے اشارہ سے راجہ ہر سنگھ دیو نے "دندیلہ" مقام پر ۱۰۱۱ھ (دس سو گیارہ ہجری) میں ابوالفضل کو قتل کر دیا۔

اور اس کا سر شہزادہ سلیم کے پاس جو ان دنوں الہ آباد میں تھا بھیج دیا۔ اس حادثہ سے جہاں شاہ زادہ کو خوشی ہوئی وہیں اکبر بادشاہ کو بہت افسوس ہوا۔

تصنیفات:۔ (۱) دفاتر کی تحریرات (۲) کتاب ابوالفضل (۳) آئین اکبری (۴) اکبرنامہ (۵) عیار دانش (۶) رسالہ اخلاق، وغیرہ اس کی قابلیت کی یادگار تصانیف ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ یہ بھی آزاد منش تھے اور کسی مذہب کے پابند نہ تھے۔

(۸) حافظ شاہ ابواسحٰق

جو شاہ ابوالغوث گرم دیوان فاروقی بھیروی کے صاحبزادہ اور خلیفہ تھے۔ شاہ ابوالغوث کو گرم دیوان اس لئے کہتے ہیں کہ بعض اوقات ان کا جسم مبارک خلاف عادت اتنا گرم ہو جاتا تھا کہ اس پر گیہوں کی روٹی پک سکتی تھی، انکی وفات ۱۱۷۸ھ (گیارہ سو اٹھتر ہجری) میں ہوئی ان کے دو نامور خلیفہ تھے۔ ایک شاہ معشوق علی غازی پوری، دوسرے ان کے یہی صاحبزادہ محترم حسن اخلاق کے مظہر تام شاہ ابواسحٰق، وہ نادرہ روزگار صحابہ کرام کے اخلاق حسنہ کی یاد تازہ کرنیوالے تھے، زہد و تقویٰ سے آراستہ ہونیکے ساتھ شریعت کے اسرار کو محفوظ رکھنا ان کا اوڑھنا بچھونا تھا اور آپ کو احادیث نبویہ کی جانچ پڑتال اور ان کو صحیح کرنیکا وہبی ملکہ تھا، علوم ظاہری و باطنی دونوں کی تعلیم میں مشغول رہتے اور سنت نبویہ میں معمولی غفلت بھی آپ کو برداشت نہیں تھی، چھوٹے، بڑے، مالدار اور فقیر سب کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں یکساں معاملہ فرماتے تھے۔ ۱۲۳۴ھ (بارہ سو چونتیس ہجری) میں خلد آشیاں اور جنت مکان ہوئے۔

بھیروی۔ موضع بھیرہ کیطرف منسوب ہے، جس میں با، ھ کے ساتھ مل کر بھ ہوا، اس کے بعد یائے معروف ہے اور را کے بعد ہائے ہے جو الف سے بدل کر بھیرا ہوا، ضلع اعظم گڈھ میں قصبہ چریاکوٹ سے تقریباً چودہ میل شمال میں واقع ہے۔

(۹) حکیم ابوالفتح گیلانی

ولد مولانا عبدالرزاق کمالات کے جامع، اکبر

بادشاہ کے ملازمین میں سے تھے۔ پنجشنبہ کے دن ۱۹ر شوال سنہ ۹۹۷ھ دسویں صدی کے ۹۷ والے سال میں وفات پائی۔

(۱۰) شیخ ابوالفتح علامی قریشی کالپوی

سید محمد گیسو دراز کے مرید اور خلیفہ اور علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور کتاب عوارف المعارف کو سید گیسو دراز کے سامنے پڑھ کر خلافت اور مقتدائیت کا خرقہ حاصل کیا، صاحب تصنیف بزرگ ہیں علم نحو میں تکمیل، اور علم تصوف میں مشاہد لکھی، ان کی قبر کالپی میں ہے۔ اللہ انکی قبر کو ٹھنڈی رکھے۔

(۱۱) قاضی ابوالفتح بلگرامی

آپ کا عرف قاضی کمال تھا۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے زمانہ میں بلگرام کی قضا پر مامور تھے، علم فقہ میں بے نظیر تھے۔ ۸۴ر (چوراسی) سال کی عمر میں سنہ ۱۰۰۱ھ (ایک ہزار ایک) ہجری میں رحلت فرمائی۔

(۱۲) خواجہ ابوالفتح کشمیری

محقق عقلمند اور مدقق عالم تھے خصوصًا علم کلام میں ید طولیٰ رکھتے تھے، آپ خواجہ حیدر چرخی کے شاگرد اور فقہی مسائل کے استخراج میں بے نظیر عالم تھے، شیعوں کے رد میں انکی ایک کتاب "سیف الساتین" نامی ہے۔ گیارہویں صدی ہجری میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ اللہ انکو جزائے خیر دے، انکی تاریخ وفات اس مصرعہ میں ہے ؎

رفت اندر ہزار و یکصد سال۔ یعنی سنہ ۱۱۰۰ھ میں کوچ کیا۔

(۱۳) شیخ ابوالفتح تھانیسری

زمانہ کے جوانمرد علماء اور بحر علم کے شناور بزرگوں میں سے ہیں، حدیث پاک کی سند سید رفیع الدین محدث سے حاصل کی اور پچاس برس تک اکبرآباد میں عقلی و نقلی

علوم کی تعلیم میں مشغول رہے بڑے بڑے چالاک صاحب استعداد حضرات انکی فیض رسانی کے دامن سے بامراد ہوئے، منتخب التواریخ کے مصنف مولوی عبدالقادر بدایونی انھیں کے شاگرد ہیں۔

(۱۴) مخدوم ابوالقاسم سندی

ولد مفتی داؤد۔ علم کے طلب گار، مدرسہ والے، اور زمانہ کے نامور عالم تھے بہت سے طالبانِ علم کو اپنے فیض سے پورا پورا نفع پہنچایا بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے ان کو اپنا شرعی وکیل بنایا تھا۔ سنہ ۱۱۱۳ھ (ایک ہزار ایک سو تیرہ ہجری) میں فوت ہوتے مخدوم رحمت اللہ سندی نے "ذھب العلم من السند" سے انکی تاریخ وفات نکالی۔ ۱۱۱۳ھ

(۱۵) قاضی ابوالمعالی ساکن آگرہ

عزیزان بخارا کے داماد، خلیفہ اور شاگرد تھے، علم فقہ میں اتنی بلند دسترس رکھتے تھے کہ اگر بالفرض فقہ حنفی کی تمام کتابیں دنیا سے ناپید ہو جاتیں تو ان تمام کو ازسرِنو لکھ سکتے تھے۔ سنہ ۹۶۹ھ (نوسو انہتر ہجری) میں توران سے ہندوستان تشریف لائے اور آگرہ میں آکر مقیم ہوئے وہیں وفات پائی، ان کا سالِ وفات نہ مل سکا منتخب التواریخ کے مصنف ملا عبدالقادر بدایونی اور میر غیاث الدین جن کا لقب میر خاں ہے دونوں نے آپ سے استفادہ کیا۔

(۱۶) شیخ ابوالمکارم اسمٰعیل

پسر شیخ صفی الدین ردولوی ۱۲ ربیع الثانی سنہ ۷۸۹ھ (سات سو نواسی ہجری) میں پیدا ہوئے چالیسویں دن والد صاحب نے اپنے شیخ سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کے قدموں پر لاکر ڈال دیا شیخ نے فرمایا کہ یہ بھی میرا مرید ہے، الغرض شیخ ابوالمکارم اپنے والد بزرگوار کے سایۂ عاطفت میں تربیت حاصل کر کے عمر کے سولھویں سال میں تمام مروجہ علوم سے فراغت حاصل کی اور رات دن درس تدریس ذکر و فکر میں مشغول رہے۔ اللہ کی رحمت ہو کہ آپ

تیرہ ربیع الاول ۸۶۰ھ (آٹھ سو ساٹھ ہجری) میں چہار شنبہ کو بوقت عصر ناپائیدار جہاں سے عالم جاودانی کو سدھارے ہوئے، آپ کے چار صاحبزادے تھے عبدالصمد، عزیز اللہ، عبدالقدوس اور حبیب اللہ، جن میں سے عبدالصمد، عزیز اللہ اور حبیب اللہ نے تو اپنے والد کی تربیت میں رہ کر راہِ سلوک طے کیا اور چشتیہ نظامیہ خاندان میں خلافت وارادت حاصل کی اور شیخ عبدالقدوسؒ نے چشتیہ صابریہ سلسلہ سے فیضیاب ہو کر قصبہ گنگوہ میں اقامت اختیار کی اور یہیں سے ہدایت وارشاد کے انوار سے لوگوں کو منور کیا۔

(۱۷) حاجی ابراہیم محدث اکبرآبادی

زہد وتقویٰ پرہیزگاری اور علوم دینی خصوصاً علم حدیث کی تدریس میں منہمک رہے، شریعت کی پابندی اور پرہیزگاری ان کو لوگوں سے میل جول اور خلط ملط سے مانع رہی ہمیشہ بھلائی کا حکم اور برائی سے روک ٹوک کرتے رہتے تھے اگر بادشاہ اکبر کا بلاوا آجاتا تو اس کے عبادت خانہ میں بھی چلے جاتے مگر رسم ورواج اور بادشاہی کے آداب کے پابند نہیں رہتے تھے اور جاتے ہی وعظ، نصیحت کرنے لگتے تھے، اللہ آپ پر رحم کرے آپ کی سالِ وفات معلوم نہیں ہوسکی

(۱۸) سید ابراہیم ایرچی

ابن معین بن عبدالقادر حسینی کامل دانشمند تھے تمام ہی علوم نقلی اور عقلی، رسمی اور حقیقی پر پورا عبور تھا۔ اور ہر فن کی بہت سی کتابوں کا مطالعہ کرتے اور اس کی تصحیح اور مشکلات کا حل اس طرح کردیتے کہ جس شخص کو معمولی مناسبت تھی اس کے لئے آپ کی کتاب کا مطالعہ کرلینا کافی ہوجاتا تھا استاذ کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ سچی بات یہ ہے کہ ان کے زمانہ میں دہلی میں ان جیسا کوئی دوسرا قابل شخص نہیں تھا مگر اہل زمانہ کی ناقدری کیوجہ سے اپنی کوٹی میں کتاب کے حل کرنے اور اس کی تصحیح میں مشغول رہتے بہت کم کسی کو درس دیتے تھے، بایں ہمہ ان کی نسبت قادریہ عالیہ ہر شخص پر غالب تھی آپ شیخ بہاء الدین شطاری کے

مرید تھے، سکندر لودھی کے آخری عہد حکومت ۹۲۰ھ (نوسو بیس ہجری) میں آپ دہلی آئے۔ یہاں پہونچکر تو شیخ عبداللہ دہلوی، میاں لادن اور مولانا عبدالقادر صابون گر وغیرہ اہل علم کا مرتبہ پہچاننے والے نامور حضرات آپکی بزرگی پر گرویدہ ہوگئے۔ آپ کی وفات اسلام شاہ کے زمانے میں ۹۵۳ھ (نوسو ترپن ہجری) میں ہوئی اور آپ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ ایرچی، قصبہ ایرچ کی طرف نسبت ہے۔ ایرچ الف کو زیر اور یائے مجہول ساکن اور رائے مفتوحہ اور فارسی جیم یعنی چ کے ساتھ ملک مالوہ کا ایک قصبہ ہے جو ان دنوں ضلع جالون سے متعلق ہے یہاں اکابر مشائخ اور سادات کرام آباد ہیں۔

(۱۹) معلم ابراہیم با عکظہ سورتی

متبحر عالم و نہایت مشہور فقیہ شافعی المسلک بمبئی بندر گاہ کی جامع مسجد کے امام تھے ہمیشہ تفسیر، حدیث اور فقہ کے درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے جناب مفتی عبداللطیف، سید عبدالفتاح جن کی عرفیت مولوی اشرف علی گلشن آبادی ہے اور سید عماد الدین ان کے شاگردان رشید ہیں ۱۲۸۲ھ (بارہ سو بیاسی ہجری) میں وفات ہوئی ان کا مرقد سورت بندر گاہ میں ہے۔ اور گلشن آباد کا مشہور نام ناسک ہے۔

(۲۰) مولوی احسان الغنی ساکن دل متو مضافات لکھنؤ

عالم باعمل زہد و تقوی انکا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ۱۲۸۱ھ (بارہ سو اکیاسی ہجری) کے ماہ رجب میں رحلت فرمائی۔

(۲۱) حکیم احسان علی ساکن احمد آباد نارہ

یہ حکیم شیر علی متوطن احمد آباد نارہ کے صاحبزادے اور مؤلف کتاب (رحمان علی صاحب) کے بڑے بھائی تھے۔ ۲۰ رشعبان ۱۲۲۹ھ (بارہ سو انتیس ہجری) میں قصبہ سلون میں پیدا ہوئے، رسمی اور مروجہ علوم کی تعلیم قاضی عبدالکریمؒ

سے رائے بریلی میں اور علم طب کو اپنے والد صاحب سے حاصل کر کے ماہر طبیب ہوتے پوری زندگی انگریزی وکالت میں ضلع فتحپور اور ضلع باندہ میں کامیابی سے گذار دی اور باندہ ہی میں ایک ہفتہ علیل رہ کر ۹ ذی الحجہ جمعہ کی رات ۱۲۹۴ھ (بارہ سو چورانوے ہجری) میں فوت ہوئے اور جمعہ کے دن باندہ میں دیوان محمد علی مرحوم کے احاطہ میں شیخ محمد شفیع الزماں کی قبر کے متصل مدفون ہوئے، شیخ فہیم الزماں نے فارسی میں "مقامش جنت الفردوس بادا" سے اور منشی نعمت حسن صاحب نے "داخل ہوئے بخلد ندا آئی غیب سے" انکی تاریخ وفات نکالی۔

تصنیفات:۔ طب احسانی، معالجات احسانی، مفردات احسانی، مرکبات احسانی، ارواد احسانی اور نکات احسانی وغیرہ اپنی یادگار چھوڑی۔ (احمد آباد نارہ اس وقت ضلع الہ آباد میں ہے۔ مترجم غفرلہٗ)

(۲۲) قاضی احمد مجد نارنولی

ولد قاضی مجد الدین پسر قاضی تاج الافاضل ابن قاضی شمس الدین شیبانی امام محمد بن حسن شیبانیؒ کی اولاد میں سے ہیں جو امام اعظم ابوحنیفہؒ کے خاص شاگرد تھے۔ انکی پیدائش نارنول میں اور نشوونما اجمیر میں ہوئی اور ان کا مزار ناگور میں ہے۔ خواجہ حسین ناگوری کے شاگرد اور مرید تھے، اٹھارہویں سال میں فارغ ہو کر نوع بنوع کے علوم کا درس دینے لگے تھے آپ کے والد محترم قاضی مجد الدین کے سات لڑکے تھے وہ سب کے سب انتہائی عقلمند، متقی دیندار تھے۔ ان میں سب سے بڑے لڑکے احمد مجد علم و عمل میں سب سے فائق تھے شریعت و طریقت کے تمام علوم کے جامع، صاحب ورع و تقویٰ اور صاحب حال و ذوق تھے بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روک ٹوک کرنے میں اتنے جانباز تھے کہ انکی نگاہ میں مالدار، فقیر، اپنا اور بیگانہ سب برابر تھے اس معاملہ میں کبھی مداہنت نہیں کرتے تھے، دنیا والوں کی ان کے نزدیک کوئی

قدر و قیمت نہ تھی طالب علمی ہی کے زمانے میں بڑے بڑے عقلمندوں سے بحث مباحثہ میں دونوں زبانوں فارسی اور عربی میں تقریر کرتے تھے، امیروں اور بادشاہوں کی مجلس میں جاکر علمی مباحثہ کیا کرتے تھے لیکن نو عمری ہی میں خواجہ حسین ناگوری کے دست حق پرست پر بیعت کرلیا پھر تو بحث مباحثہ اور امرار کی مجلسوں میں جانے سے توبہ کرلی اور اپنے شیخ سے علم طریقت حاصل کرنے لگے، اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں نارنول سے اجمیر تشریف لائے اور ستر (۷۰) برس اس بابرکت مقام میں گذار دینے کے بعد بھی زہد و ورع کو ہاتھ سے جانے نہ دیا اور مختلف خیر کے کاموں میں عمر صرف کی اجمیر میں ان کا یہ طریقہ تھا کہ آدھی رات کو خواجہ بزرگ کے مزار پر جاتے وہاں نماز تہجد ادا کر کے چاشت کی نماز تک وہیں رہتے اور کسی سے کوئی بات چیت نہیں کرتے تھے، چاشت سے فارغ ہوکر دینی علوم کا درس دینے لگتے تھے اس کے بعد تھوڑی دیر قیلولہ کر کے اٹھتے تو عصر تک اوراد و وظائف میں مشغول رہتے پھر اہل مجلس کے سامنے تفسیر مدارک بیان کرتے جیساکہ ان کے مشائخ کا یہی طریقہ چلا آرہا تھا۔

(حکایت) منقول ہے کہ ایک دفعہ دوستوں کے ساتھ طلب معاش میں مندو گئے تھے (مندو ملک مالوہ میں ایک شہر ہے جو سلاطین مالوہ کا پایۂ تخت رہ چکا ہے۔ محشی) یہ ابھی نو عمر تھے وہاں شیخ الاسلام شیخ محمود دہلوی علمار کے صدر تھے اتفاقاً شیخ نے امام سے پہلے نماز کا تحریمہ باندھ لیا، کسی کو کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہوئی اور سب لوگ شیخ الاسلام کے سامنے مداہنت کر رہے تھے تو شیخ احمد مجد سے رہا نہیں گیا۔ شیخ الاسلام سے فرمایا "کہ آپ کی نماز صحیح نہیں ہوئی کیونکہ آپ نے امام سے پہلے تحریمہ باندھ لی"۔ شیخ نے پشیماں ہوکر نماز دہرائی۔ سلاطین مندو کے دہاں جانے کا یہ قاعدہ تھا کہ کمر ٹیڑھی کر کے انگلی زمین پر رکھ کر لوگ بادشاہ کے پاس جاتے تھے، قاضی احمد مجد اور ایک دوسرے عالم قاضی ادریس

دہلوی نے اس بدعت کو روا نہیں رکھا سیدھے کھڑے ہو کر السلام علیکم کہا اور بادشاہ
کے برابر جاکر بیٹھ گئے بادشاہ نے انکی جسارت پر انصاف کیا، قاضی ادریس کو اجمیر کا
قاضی مقرر کر کے چار گاؤں ان کو جاگیر دیا اور فتویٰ کی خدمت سپرد کی جو کہ قاضی احمد
مجد کا موروثی منصب تھا۔

مزید اوصاف :- آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے قاضی احمد مجد کو انتہائی
محبت تھی۔ نیز عام حالات میں معمولی کپڑا کم دھویا ہوا پہنتے تھے البتہ سر پر ٹوپی اکثر اوقات
رہتی تھی صرف نماز کی حالت میں عمامہ بھی سر پر باندھ لیتے تھے، شیر کیطرح نڈر ہو کر وعظ
کی مجلس میں بیٹھا کرتے اور اللہ جل شانہٗ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو
اس عظمت اور ہیبت سے کہتے تھے کہ بادشاہوں کا پتہ پانی ہو جاتا تھا۔ کوئی ان کی
تعظیم کرتا تو اس کو پسند نہیں کرتے تھے۔

ناگور کی واپسی اور وفات :- ایک عرصہ کے بعد اپنے پیر کے شہر ناگور کا رخ
کیا اور ۲۵ صفر ۹۲۷ھ (نوسو ستائیس ہجری) کو اللہ اکبر کہتے ہوئے جان جان آفریں
کو سپرد کر دی اور مخدوم بزرگ سلطان التارکین کے روضہ میں اپنے پیر کی پائنتی میں دفن ہوئے
ملا محمد نارنولی جو اپنے زمانے کے مؤرخ اور قاضی احمد مجد کے مرید اور مقبول و صالح
بندہ تھے انھوں نے ذیل کے مادہ سے تاریخ نکالی۔

شیخ زاہد
۹۲۷ھ

(۲۳) مولانا شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی

ولد مولانا عبد الاحد فاروقی
آپ کا سلسلۂ نسب

اٹھائیس ۲۸ واسطوں سے امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے جڑ جاتا ہے۔ سرہند
کے بزرگوں میں سے تھے بلکہ تمام ہی اہل ہند کیلئے باعث فخر تھے، علوم ظاہر و باطن
کے جمع کرنیوالے تھے اور نوع انسانی کی شرافت پر روشن دلیل تھے دسویں صدی کے

اکہترویں سال عالم وجود میں قدم رنجہ فرمایا۔ بچپن میں حفظ قرآن کی دولت سے مالا مال ہو کر مروجہ علوم کے حاصل کرنے میں متوجہ ہوئے۔ پہلے والد ماجد سے بعض علوم کا استفادہ کر کے سیالکوٹ گئے اور مولانا کمال الدین کشمیری سے جوان دنوں سیالکوٹ میں مقیم تھے معقول کی کتابیں انتہائی تحقیق و تدقیق کے ساتھ پڑھی اور علم حدیث کو مولانا یعقوب کشمیری سے حاصل کیا پھر مولانا عبدالرحمٰن محدث سے جو اس زمانے میں ہندوستان کے نامی محدث تھے، ایک واسطہ سے مسلسل حدیث اور تفسیر اور صحاح ستہ اور دیگر مفردات کی اجازت حاصل کی، سترہ سال کی عمر میں علوم ظاہر سے فراغت حاصل کر کے درس و تصنیف میں مشغول ہوئے، چشتیہ سلسلہ کی اجازت آپ کے والد سے حاصل ہو چکی تھی اور قادریہ وغیرہ سلسلہ کی بیعت کی اجازت شیخ سکندر کتھیلی سے حاصل کر کے حجاز مقدس کی روانگی کے شوق میں دہلی پہونچے وہاں پر حضرت خواجہ باقی باللہ امکنکی قدس سرہٗ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں آنحضرت سے بیعت ہو کر دو ماہ اور چند دن میں سلسلۂ نقشبندیہ میں حضور دائم کی نسبت سے سرفراز ہوئے چنانچہ انھیں ایام میں حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ نے اپنے ایک مخلص کو لکھا: کہ شیخ احمد نام کا ایک آدمی سرہند کا باشندہ علم کثیر اور مضبوط عمل والا چند روز فقیر کے پاس اٹھا بیٹھا اور اپنے زمانہ کے اوقات میں سے بہت زیادہ مشاہدہ کر کے ایسا معلوم ہونے لگا کہ وہ ایک آفتاب ہوگا جس سے پورا عالم روشن ہو جائیگا۔ (خط کا مضمون پورا ہوا)

اور اسی زمانہ میں آپ کا شہرہ بلند ہوا اور آپ کا آستانہ اہل کمال کے مجمع کے اژدہام کا مرکز ہوا، دور اور نزدیک کے علماء، ترک و تاجیک کے امراء زیارت کا شرف حاصل کرنے پہونچے اور اپنے ساتھ ارادت کے مشائخ کو لے آئے اور ان لوگوں کا سلسلہ ہندوستان سے لیکر ماوراء النہر، روم، شام اور دیار مغرب تک پہونچ گیا۔ بیشک آپ اللہ تعالےٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ثابت ہوئے

اور خدا کی نعمتوں میں سے ایک ایسی نعمت ثابت ہوئے کہ ہزاروں سال سے جو اختلافات حضرات علمار کرام اور صوفیار عظام کے درمیان چلے آرہے تھے ان کو ختم کر کے صوفیہ کو علمار سے اور علمار کو صوفیہ سے جوڑ دیا اور تمام لوگوں کی کثرت کو ایک وحدت میں جمع کر دیا۔

اوصافِ عالیہ:۔ صبر، رضا، تسلیم، مخلوق پر شفقت، صلہ رحمی، اہل حقوق کی رعایت، سلام میں پہل کرنا، گفتگو میں نرمی برتنا آپکی مبارک عادت تھی ان سب کے ساتھ کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامے رکھنا جو ہزار فضیلتوں پر تنہا بھاری ہے آپکی ذات میں نمایاں تھی۔

ظاہر میں علمار نے سلطان جہانگیر ولد اکبر بادشاہ سے شکایت کی کہ شیخ احمد یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا مرتبہ صدیق اکبر کے مقام سے اونچا ہے۔ جہانگیر نے آپ کو بلا کر اس کے متعلق دریافت کیا کہ حقیقتِ حال کیا ہے؟ شیخ نے فرمایا کہ آپ بادشاہِ وقت ہیں اور آپ کے خدام بہت سے امرار ہیں جو ایک سے بڑھکر ایک ہیں۔ بالفرض آپ اپنے کسی معمولی خادم کو اپنے پاس بلائیں اور انتہائی مہربانی سے اس کے کان میں چپکے سے کوئی فرمائش کریں تو ظاہر ہے کہ وہ خادم جو معمولی شخص ہے بڑے بڑے امرار کے مقامات سے گذر کر آپ تک پہونچے گا پھر آپ کا حکم سنکر اپنی جگہ پھر واپس جاکر کھڑا ہو جائے اور ان مقامات پر آنے جانے سے اس کا مرتبہ امرار نامدار اور خدام خاص سے بڑھ تو نہیں جائیگا۔ بادشاہ یہ سنکر خاموش ہو گیا اور آپ کو عتاب کرنیکا خیال چھوڑ دیا مگر اسی وقت حاضرین مجلس میں سے کسی شخص نے کہا کہ شیخ کے تکبر کو تو دیکھئے کہ آپ کے سامنے آدابِ شاہی بھی بجا نہیں لائے اور نہ آپ کو سجدہ کیا حالانکہ آپ زمین پر اللہ تعالیٰ کا سایہ ہیں اور خدائے تعالیٰ کے نائب، بادشاہ کو پھر غصہ آگیا اور شیخ کو گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا، بادشاہ کی طلبی پر دربار میں حاضری

سے پہلے جہانگیر کے لڑکے شاہجہاں نے جو شیخ سے عقیدت و خلوص رکھتا تھا۔ افضل خاں اور خواجہ عبدالرحمن مفتی کو فقہ کی کتابیں دیکر شیخ کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ بادشاہوں کو سلام کا سجدہ کرنے کی فقہاء نے اجازت دی ہے، لہٰذا وقت ملاقات بادشاہ کو سجدہ کرلیں میں ضامن ہوں کہ بادشاہ کوئی تکلیف نہیں پہونچائیگا۔ شیخ نے جواب دیا کہ سجدۂ تحیہ کی اجازت صرف رخصت ہے لیکن عزیمت یہ ہے کہ خدائے بزرگ و برتر کے علاوہ کسی کو سجدہ نہ کیا جائے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ شیخ تین سال تک قید میں رہے۔ اس کے بعد جہانگیر بادشاہ نے اس شرط پر رہا کر دیا کہ شاہی لشکر کے ساتھ شیخ بھی ہمارے ساتھ ساتھ رہیں چنانچہ شیخ تھوڑے دنوں شاہی لشکر میں شریک رہے، پھر وطن جانیکی رخصت لیکر سرہند تشریف لائے۔

وفات:۔ منگل کے دن تاریخ ۲۸ر صفر ۱۰۳۴ھ میں رحمتِ الٰہی کے جوار میں پہونچ گئے اور سرہند میں پیوند خاک ہو گئے۔ آپ کی تاریخ وفات کلمہ "رفیع المراتب" (۱۰۳۴ھ) سے نکلتی ہے۔ برّد اللّٰہ مضجعہ۔

عمدہ تصنیفات:۔ (۱) رسالۂ تہلیلیہ (۲) رسالہ اثبات نبوت (۳) رسالہ مبدأ و معاد (۴) رسالہ مکاشفات غیبیہ (۵) آداب المریدین (۶) رسالہ معارف لدنیہ۔ (۷) رسالہ ردالشیعہ (۸) تعلیقات العوارف (۹) شرح رباعیات خواجہ باقی باللہؒ۔ (۱۰) مکتوبات تین جلدوں میں۔

تذییل:۔ معتبر کتابوں ابوداؤد شریف وغیرہ میں ایک حدیث ہے اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الاُمَّۃِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِاْئَۃِ سَنَۃٍ مَن یُجَدِّدُ لَھَا اَمْرَ دِیْنِھَا۔" ہر سو سال کے سرے پر اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ابھارے گا جو اس کے دین کو از سر نو تازہ کرے گا۔

علماء حدیث کا اتفاق ہے کہ "سو سال کے سرے" سے مراد صدی کا آخری حصہ ہے

اور مجدد کے شروط و علامات یہ ہیں کہ علوم ظاہر و باطن کا جامع ہو، اور اس کی تصنیف و تذکیر اور درس دینے کا نفع خوب پھیلا ہو اور وہ خود سنتوں کو زندہ کرنے اور بدعتوں کو مٹانے میں سرگرم ہو۔

اس لحاظ سے مولانا شیخ احمد سرہندیؒ کے فضائل و اوصاف کو دیکھا جائے تو آپ کے حالات بہ بانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ آپ نہ صرف اس صدی کے بلکہ دوسرے ہزارہ کے مجدد "مجدد الف ثانی" ہیں۔

سرہند:۔ دہلی اور لاہور کے بیچ شارع عام پر ایک شہر کا نام ہے، اس کو دو طرح بولتے ہیں۔ (۱) سِہرِند: سین اور را دونوں کو کسرہ اور نون غنہ کے بعد دال مہملہ ساکن (۲) سَرہند: سَر سین مفتوح کے بعد را پھر "ہند" جو ہندوستان کا پہلا جزو ہے

(۲۴) مولانا احمد احمد آبادی

یہ مولانا سلیمان کے صاحبزادہ ہیں جو اصلاً گرد کے رہنے والے تھے اور وہاں سے آکر سرزمین احمد آباد گجرات میں بس گئے تھے اور مولانا شیخ عبدالحق دہلوی سے کسب فیض کرکے فضیلت کے شناور اور تصنیفات عالیہ کے مصنف ہو گئے تھے انھیں کے یہ صاحبزادہ مولانا احمد ہیں جو یکتائے زمانہ ہر علم و فن میں دسترس رکھنے والے تھے اکثر علوم میں نادر تصنیفات فرمائیں اور علم معقول گجرات میں انھیں سے رائج ہوا۔ ان کی کتابوں میں سے ایک کتاب "فیوض القدس" نامی ہے، جو ہے تو علم کلام میں لیکن اس کو الہامات قدسیہ کا مجموعہ کہہ سکتے ہیں۔ آپ نے اکثر کتابیں مولانا محمد شریف صاحب سے پڑھیں اور شرح مواقف اور اکثر عقلی علوم مولانا "ولی محمد خانو" سے اور علم تصوف شیخ فرید سے حاصل کئے، اور علم ریاضی کو شاہ قباد (عرف دیانت خاں) سے حاصل کیا اور حدیث شریف و بعض دیگر علوم کی اجازت اپنے والد محترم مولانا سلیمان سے حاصل ہوئی۔

وفات: ۲۱ رجمادی الثانیہ ۱۱۱۲ھ (گیارہ سو بارہ ہجری) میں عالم قدس کو سدھارے آپ کے شاگرد رشید مولانا نورالدین گجراتی نے تاریخ وصال اس مصرعہ سے نکالی ؎
"شمعی کہ بود بہ انجمن علم گل شدہ" باپ اور بیٹے دونوں کا مرقد احمد آباد گجرات میں ہے۔
(مترجم) مادہ تاریخ میں کوئی لفظ کتابت سے رہ گیا۔ اس مادہ سے گیارہ سو سات کا عدد نکلتا ہے، میرا گمان ہے کہ "بود" کی جگہ "بودہ" ہوگا کتابت میں "ہ" چھوٹ گئی۔

(۲۵) ملا احمد رام پوری

جو کہ "ولایتی" سے مشہور اور مولوی برکت الٰہ آبادی کے شاگرد تھے، درسی علوم میں عموماً اور علم فلسفہ میں خصوصاً مہارت رکھتے تھے، رام پور کے اکثر علماء کی شاگردی کا سلسلہ وہاں تک پہونچتا ہے۔

(۲۶) ملا احمد عبدالحق فرنگی محلّی

ولد ملا محمد سعید پسر ملا قطب الدین شہید السہالوی۔ آپ نے اپنے چچا ملا نظام الدین سے علوم حاصل کئے پھر انھیں کے پہلو میں تعلیم دینے کے اندر مشغول ہوئے، آپ نے پورے شہر لکھنؤ کے ہر طبقہ میں مکمل اعتبار حاصل کرلیا اور امور خانہ داری میں اپنے استاد چچا جان کو ذمہ داری سے فارغ کردیا تھا، سلم کی شرح اور زواہد ثلثہ کے حواشی آپ کی یادگار تصانیف ہیں۔

(۲۷) ملا احمد حسین فرنگی محلّی

آپ ملا قطب الدین شہید کے چوتھے لڑکے ملا محمد رضا کے فرزند ہیں، درسی کتابیں اپنے محترم چچا ملا نظام الدین سے پڑھیں اور فاضل کامل ہوئے اور اپنی گرانمایہ عمر عزیز علوم کی تعلیم و تدریس میں صرف کردی اور آخر عمر میں فیض آباد کا سفر درپیش ہوا وہیں سے بیمار ہوکر وطن واپس لوٹے راستہ ہی میں وفات ہوگئی۔
آپ کے شاگردوں میں سے ملا حبیب اللہ فرنگی محلی ہیں۔

(۲۸) ملا احمد انوار الحق فرنگی محلی

ولد ملا احمد عبد الحق ولد ملا محمد سعید ولد ملا قطب الدین سہالوی۔ آپ کے قلب میں چونکہ ابتدائے پیدائش ہی سے محبت الٰہی ٹپکی ہوئی تھی اس لئے بچپن ہی میں اپنے والد صاحب کی خدمت میں بیٹھا کرتے تھے اور آپ کی پاکیزہ انفاس قدسیہ سے استفادہ کیا کرتے تھے، درسی کتابیں مولوی احمد حسین اور ملا محمد حسن سے پڑھیں اور ظاہری علوم کی تکمیل مولوی عبد العلی بحر العلوم سے کی۔ سترہ سال کی عمر میں اپنے والد محترم کے دست حق پرست پر بیعت ہوگئے، معقولات کیطرف قلبی توجہ بالکل نہ تھی صرف منقولات کی کتابیں آپ کے پیش نظر رہا کرتی تھیں۔ الغرض آپ کے بابرکت اوقات ذکر الٰہی اور شغل باطنی میں مصروف رہا کرتے تھے۔ آپ سے خوارق و کرامات بہت کچھ صادر ہوا کرتے تھے جس کی تفصیل "اغصان اربعہ" میں مذکور ہے۔

وفات:۔ ۲۶ رویں شعبان ۱۲۳۶ھ (بارہ سو چھتیس ہجری) منگل کے دن کا ایک پہر باقی رہا ہوگا کہ آپ کا طائر روح عنصری قفس سے پرواز کر کے عالم بالا سے جا ملا۔ اور لکھنؤ میں جو آپ کا باغ تھا وہی باغ فردوس کا نمونہ بن گیا۔ بفضل اللہ وکرمہ۔

ایک شاعر نے آپکی تاریخ وفات اس مصرعہ میں پائی ؎ رحمت حق بہ روح انور باد۔
۱۲۳۶ھ

(۲۹) شیخ احمد لاہوری

ولد عبد اللہ بن علی محمد بسیر محمد جمال الدین دوانی۔ آپ مولوی محمد اشرف لکھنوی کے پردادا تھے ان کے مورث اعلیٰ دوان سے جو شیراز کا مشہور گاؤں ہے اس وقت ہندوستان آئے تھے جب شیعوں نے ایران کی زمین پر غلبہ پانے کے بعد اہل سنت کو قتل اور ان پر غارت گری کی تھی۔ شیخ احمد کے دادا پشاور پہونچے تو وہیں یہ پوتے پیدا ہوئے اور علمی نشو ونما وہاں ہوئی پھر پشاور سے ایک موضع نبہ میں مقیم ہوگئے، طبابت میں بہت ماہر تھے مگر صرف فقیروں اور غریبوں کا علاج کرتے تھے مالداروں کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتے

ریاضت اور درس و تدریس کا مشغلہ رکھتے تھے۔ ۱۰۷۰ھ (ایک ہزار ستہتر ہجری) میں وفات پاکر نبہ میں مدفون ہوئے۔ مضافات لاہور میں سے قصبہ سیالکوٹ کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات نبہ ہے اسی کیطرف نسبت ہے۔

(۳۰) مولوی احمد حسن قنوجی

مولوی سید آل حسن قنوجی کے بڑے صاحبزادہ علوم عقلی و نقلی کے جامع۔ ۱۹ ویں رمضان ۱۲۴۶ھ (بارہ سو چھیالیس ہجری) شنبہ کے دن اشراق کے وقت پیدا ہوئے مروجہ علوم مختلف شہروں میں کئی اساتذہ سے حاصل کئے، قوی الحافظہ، ذہین شاعروں میں سے تھے۔ آخر میں مولوی عبدالجلیل کوکی کے تلامذہ کے حلقہ میں آئے اور حدیث کی اجازت شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی سے حاصل ہوئی۔ ۱۲۷۶ھ (بارہ سو چھہتر ہجری) میں حج کے ارادہ سے وطن سے روانہ ہو کر گجرات کے شہر بڑودہ میں پہونچکر مولوی غلام حسین قنوجی کے پاس مقیم ہوئے، وہیں بخار کے مرض میں بیمار ہو کر ۹ ویں جمادی الاولیٰ ۱۲۷۷ھ بروز جمعہ وفات پائی، بعد نماز جمعہ تجہیز و تکفین تکیہ ماتریدیہ میں انجام پائی طاب اللہ ثراہ۔

(۳۱) مولوی احمد اللہ پانی پتی

قاضی ثناء اللہ صاحب کے صاحبزادہ اور شاگرد اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلوی کے مرید تھے، فقہ و حدیث میں انتہائی ماہر، صاحب زہد و تقویٰ تھے۔ ۱۱۹۸ھ (گیارہ سو اٹھانوے ہجری) میں عین جوانی میں عالم بالا کو سدھارے۔

(۳۲) شیخ احمد فیاض امیٹھوی

بڑے علماء کے سردار، تقویٰ، ریاضت اور صاحب مجاہدہ تھے۔ سخت بیماری کی حالت میں ایک ہی سال میں قرآن مجید حفظ کر لئے تھے، اکثر مروجہ کتابیں برزبان تھیں اگر کوئی شاگرد عبارت پڑھنے میں غلطی کرتا تو زبانی اس کو صحیح کرا دیتے علم تفسیر

حدیث، سیر، تاریخ اچھی طرح جانتے تھے، امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کو جائز سمجھتے تھے شیخ نظام الدین امیٹھوی کے ہمعصر تھے جن کی وفات ۹۸۱ھ (نو سو اکیاسی ہجری) میں ہوئی تھی لیکن شیخ احمد کی تاریخ وفات معلوم نہ ہو سکی۔

(۳۳) قاضی احمد اللہ بلگرامی

آپ کا عرف محمد عثمان ہے۔ قاضی محمد احسان کے صاحبزادہ ہیں، آپ علوم کے زیور سے آراستہ تھے خصوصاً علم فقہ و حدیث میں آپ کی نظیر نہ تھی۔ بارہویں صدی کے چھیانوے ویں سال تک بلگرام کی مسندِ قضاء کی زینت بنے رہے (۱۱۹۶ھ تک) پہلے بلگرام کو سری نگر کہتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ وہ قصبہ مردم خیز، نامور علماء و فضلاء کا معدن تھا قنوج سے شمال کیطرف مشرق مائل گیارہ میل پر واقع ہے اور قنوج اور بلگرام دونوں شہروں کے ٹھیک بیچ بیچ نہر گنگا ہے جو دونوں کی سرحد آدھے آدھ بانٹ دیتی ہے۔

(۳۴) مفتی احمد ابو الرحم فرنگی محلی

ابن مفتی محمد یعقوب تحصیلِ علم کے بعد درس تدریس خصوصًا علم فقہ کی مزاولت میں مشغول ہوئے صاحب دیانت مفتی مشہور تھے نواب سعادت علی خاں لکھنوی کے زمانہ میں فوجداری کچہری کی عدالت آپ کے حوالہ تھی نواب صاحب کو موصوف کی امانت اور دیانت پر پورا اعتماد تھا قضاء الٰہی سے بیمار ہو کر فوت ہو گئے۔ اللہ آپ پر رحمت اتارے۔

(۳۵) مولوی احمد رضا خاں بریلوی سلمہ اللہ تعالیٰ

ولد مولوی نقی علی خاں پسر مولوی رضا علی خاں ساکن بریلی روہیل کھنڈ تاریخ دہم، ماہ دہم ۱۲۷۲ھ تیرہویں صدی ہجری کے ۷۲ ویں سال پیدا ہوئے ان کے دادا بزرگوار کو ان کے عقیقہ کے دن خواب میں یہ بشارت دی گئی کہ یہ بچہ فاضل اور عارف ہو گا۔

چنانچہ آپ نے چار سال کی عمر میں قرآن پڑھ ڈالا اور چھ سال کی عمر میں ربیع الاول کے مہینہ میں منبر پر بیٹھکر مجمع کثیر کے سامنے رسالہ دیکھ کر میلاد خوانی کرنے لگے۔ آپ نے تمام ہی درسی علوم، عقلی و نقلی اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ بتاریخ ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ میں فاتحہ فراغ پڑھی اور اسی تاریخ کو رضاعت کے ایک استفتار کا جواب لکھا۔ والد صاحب نے فتویٰ دینے کی خدمت ان کے سپرد کی اور ۱۲۹۴ھ میں سید شاہ آل رسول مارہروی کی خدمت میں پہونچکر بیعت کی اور خرقۂ خلافت اور سند حدیث سے سرفراز ہوئے۔ تمام سلسلوں کی آپ کو اجازت حاصل تھی اور ۱۲۹۵ھ میں اپنے والد صاحب کے ساتھ حج بیت اللہ اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اس دیار کے اکابر علمار، مثلاً سید احمد دحلان مفتی شافعیہ اور عبدالرحمٰن سراج مفتی احناف سے حدیث، فقہ، اصول، تفسیر وغیرہ علوم کی سند حاصل کی۔

ایک دن مغرب کی نماز مقام ابراہیمؑ کے پاس پڑھی نماز کے بعد بلا کسی تعارف کے شافعی امام حسین بن صالح جمل اللیل نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے اور دیر تک آپ کی پیشانی پکڑ کر فرمایا کہ مجھ کو اس پیشانی میں اللہ کا نور نظر آتا ہے اس کے بعد صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے خاص دستخط کے ساتھ عنایت کی اور فرمایا کہ تمہارا نام ضیار الدین احمد ہے اس سند میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک کل گیارہ واسطے ہیں۔ شیخ حسین نے مناسک حج میں ایک رسالہ جوہرہ مضیئہ لکھا تھا جو فقہ شافعی کے موافق تھا شیخ نے اس رسالہ کی شرح کرنیکا آپکو اشارہ کیا مولوی احمد رضا خاں نے مکہ معظمہ ہی میں صرف دو دن میں اس کی شرح بنام النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضیئہ لکھ کر شیخ کی خدمت میں پیش کی شیخ نے داد تحسین و شاباشی دی۔

پھر مدینہ طیبہ پہونچے وہاں پر مولانا محمد بن محمد عرب صاحب نے جو شافعیہ کے مفتی تھے آپکی ضیافت کی، کھانا کھاتے وقت بقیع کے مدفون بزرگوں کی افضلیت کا مسئلہ

چھڑ گیا - میزبان مولانا محمد مدفون بقیع کی فضیلت ثابت کرتے تھے اور مہمان مولوی احمد رضا کہتے تھے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ افضل ہیں (جو بقیع میں مدفون نہیں) مولانا کہتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادہ ابراہیمؓ افضل ہیں۔ جانبین اپنے اپنے دلائل پیش کرتے تھے آخر میں مولانا نے فرمایا کہ دونوں قول صحیح ہیں اور دونوں کی توجیہ ہو سکتی ہے مولوی احمد رضا خاں نے کہا ولکل وجھۃ ھو مولیھا - اسی وقت حرم شریف سے عصر کی اذان کی آواز آئی تو مولانا نے فرمایا فاستبقوا الخیرات - اسی پر نشست ختم ہو گئی اور دونوں نماز کے لئے روانہ ہو گئے۔

رات میں عشاء کی نماز کے بعد مولوی احمد رضا خاں مسجد خیف میں تنہا ٹھہرے تھے اسی جگہ مغفرت کی بشارت ملی۔

تصانیف :- اللہ آپ کو صحیح سالم رکھے آپکی تصنیفات بہت زیادہ ہیں (اور اکثر کا نام تاریخی ہے)

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق تصنیفات گیارہ ہیں :

(۱) تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین (۲) اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تہامہ۔ ۱۲۹۹ھ

(۳) سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ ۱۳۰۵ھ (۴) نفی الفیء عمن بنورہ انار کل شیء ملقب بہ قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام ۱۲۹۷ھ

(۵) ہدی الحیران فی نفی الفیء عن شمس الاکوان - ۱۲۹۷ھ (۶) سمع وطاعۃ لاحادیث الشفاعۃ

(۷) تلألؤ الافلاک بجلال حدیث لولاک ۱۲۹۹ھ

(۸) القیام المسعود بتنقیح المقام المحمود ۱۳۰۲ھ (۹) جلال جبریل لجعلہ خادما للمحبوب الجلیل ۱۳۰۵ھ

(۱۰) اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین ۱۳۰۴ھ (۱۱) البحث الفاحص عن طرق حدیث الخصائص ۱۳۰۵ھ ۱۳۰۵ھ

تفضیل شیخین رضی اللہ عنہما سے متعلق تصنیفات پانچ ہیں :

(۱۲) منتہی التفضیل لمبحث التفضیل (۱۳) مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین - ۱۲۹۷ھ

(۱۴) الزلال الانقیٰ من بحر سبقۃ الاتقیٰ ۱۳۰۰ھ (۱۵) الکلام البہی فی تشبہ الصدیق بالنبی ۱۲۹۷ھ

(۱۶) وجد للشوق بجلوۃ اسماء الصدیق والفاروق ۱۲۹۷ھ

اہل بیت نبوی اور دیگر صحابہ سے متعلق کتابیں چار ہیں :-

(۱۷) احیاء القلب المیت بنشر مناقب اہل البیت (۱۸) اظلال السحابہ فی اجلال الصحابہ

(۱۹) رفع العروش الخاویہ من ادب الامیر معاویہ (۲۰) الاحادیث الراویہ لمناقب الصحابی معاویہ ۱۳۰۴ھ

اولیاء کرام سے متعلق تصنیفات پانچ ہیں :-

(۲۱) الاہلال بفیض الاولیاء بعد الوصال (۲۲) انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار ۱۳۰۴ھ

(۲۳) ازہار الانوار من ضیاء صلوٰۃ الاسرار ۱۳۰۴ھ (۲۴) طوالع النور فی حکم السراج علی القبور

(۲۵) مجیر معظم شرح قصیدۂ اکسیر اعظم ۱۳۱۳ھ

اختلافی مسائل سے متعلق کتابیں چار ہیں :-

(۲۶) حیاۃ الموات فی سماع الاموات ۱۳۰۵ھ (۲۷) منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین ۱۳۰۱ھ

(۲۸) نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوباء (۲۹) آلبارقۃ الشارقۃ علیٰ مارقۃ المشارقۃ

فن حدیث سے متعلق تین کتابیں ہیں :-

(۳۰) النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب (۳۱) نور عینی فی الانتصار للامام العینی

(۳۲) الروض البہیج فی آداب التخریج ۔ اگر اس سے پہلے کوئی کتاب اس فن میں نہ ملتی تو مصنف کو اس کا موجد کہا جا سکتا تھا۔

فقہیات سے متعلق تصانیف تیرہ ہیں :-

(۳۳) عبقری حسان فی اجابۃ الاذان ۱۳۰۴ھ (۳۴) حسن البراعۃ فی تنفید حکم الجماعۃ ۔ ۱۲۹۹ھ

(۳۵) ازکی الہلال فی ابطال ما احدث الناس فی امر الہلال (۳۶) الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر ۱۳۰۳ھ

سکر روسر ۔ روسر بفتح رائے مہملہ وسکون واو وسین مفتوحہ در آخر رائے مہملہ ساکنہ، انگریزی تاجروں کی ایک جماعت کا نام ہے جنھوں نے شاہجہانپور میں شکر کا کارخانہ چالو کیا تھا اور بکری کی

ہڈیاں جلا کر شکر کو صاف کیا کرتے تھے۔ (۳۷) اجود القریٰ لمن یطلب الصحۃ فی اجارۃ القریٰ (۳۸) النیرۃ الوضیۃ فی شرح الجوہرۃ المضیئۃ (۳۹) جمل مجلیۃ فی ان المکروہ تنزیہاً لیس بمعصیۃ (۴۰) الامر باحترام المقابر (۴۱) البارقۃ اللمعا علی طالح نطق بکفر طوعاً (۴۲) المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ (۴۳) احکام الاحکام فی التناول من ید من مالہ حرام (۴۴) نہل النقبا فی رسم الافتا (۴۵) العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ۔

متفرق ابواب سے متعلق تصنیفات پانچ ہیں:۔

(۴۶) مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید (۴۷) اعتبار الطالب بمبحث ابی طالب (۴۸) السعی المشکور فی ابداء الحق المہجور (۴۹) نور الامال فی الاوفاق والاعمال (۵۰) ما قل وکفی من ادعیۃ المصطفیٰ۔

جمادی الاخریٰ ۱۳۰۰ھ (تیرہ سو ہجری) میں بریلی، بدایوں، سنبھل، رام پور وغیرہ کے کچھ لوگ بریلی میں اکٹھے ہوئے، ان کے سرخیل مولوی محمد حسن سنبھلی تھے۔ ان لوگوں نے چاہا کہ آپ سے تفضیل کے باب میں مناظرہ کریں۔ آپکی طبیعت خراب تھی منضج استعمال کر رہے تھے اس کے باوجود آپنے تیس۳۰ سوالات لکھ کر ان لوگوں کے پاس بھیجدیا محض سوال کو دیکھ کر ان کے سردار جلدی سے ریل گاڑی سے وطن واپس چلے گئے اور دوسرے معاونین نے خاموشی میں سلامتی سمجھی۔ اس واقعہ کی تفصیل رسالہ فتح خیبر ۱۳۰۰ میں چھپ چکی ہے اس کے بعد اس بحث میں مناظرہ کرنیکا اعلان صاحب تذکرہ کی طرف سے عمومی طور سے چھپ کر شائع ہو چکا لیکن کہیں سے کوئی آواز نہیں اٹھی۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

آپ کی تصنیفات اس وقت تک پچھتر ۷۵ جلدوں تک پہونچ چکی ہیں۔

سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی

(۳۶) ملا احمد زین جونپوری

عالم کے دریا باعمل۔ توکل گزیں، صاحب زہد و برکت شیخ معروف جونپوری کے مرید تھے اور شیخ معروف ان مولانا الہداد کے مرید تھے جنھوں نے کافیہ، ہدایہ، بزدوی اور مدارک کی شرح لکھی ہے اور وہ راجہ حامد شہ مانک پوری کے مرید تھے۔

(۳۷) مولانا احمد تھانیسری

شیخ نصیر الدین اودھی دہلوی کے مرید تھے فضائل میں اور علوم ظاہری میں بہت ماہر تھے امیر تیمور گورگانی کی دوبارہ واپسی کے بعد دہلی سے کالپی آکر سکونت اختیار کرلی، وہیں وفات ہوئی کالپی کے قلعہ میں دفن ہیں، ردیف دال میں ایک نعتیہ قصیدہ لکھا جس میں فصاحت بلاغت کی داد دی ہے اس میں سے چند اشعار شیخ المحدثین شیخ عبدالحق دہلوی نے اخبار الاخیار میں نقل کیا ہے جو دیکھنے کے لائق ہے۔

(۳۸) قاضی احمد غفاری قزوینی

جو کہ امام نجم الدین عبدالغفار کی اولاد میں سے ہیں۔ امام نجم الدین وہی ہیں جنھوں نے مذہب شافعی میں کتاب "حاوی" لکھی ہے۔ قاضی احمد فاضل صاحب الانشاء، مؤرخ اور خوش طبع تھے جن کی کوئی نظیر نہیں۔

تصانیف:۔ نگارستان جو عجیب حالات اور انوکھے واقعات میں ہے اور ایک کتاب نسخ جہاں آرا ہے جس کا تاریخی نام ہے اس سے (نوسو اکہتر ۹۷۱) سال ہجری برآمد ہوتا ہے۔ اور تاریخ کی دو مجمل کتابیں حضرت آدم کے زمانے سے حضرت خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک کی تاریخ ہے۔ اخیر عمر میں عراق کے بادشاہوں کی وزارت سے الگ ہو کر بیت الحرام کی زیارت کیطرف متوجہ ہوئے اس سعادت سے سرفراز ہو کر دابل کی بندرگاہ سے ہندوستان تشریف لائے ناگہانی طور سے قضاء و قدر نے ان کی زندگی کا پیمانہ لبریز کرکے ۹۷۵ھ میں عالم جاودانی کیطرف روانہ کردیا یفعل اللہ مایشاء و یحکم ما یرید۔

(۳۹) مولوی احمد بخش سندیلیؒ

ولد مولوی سید عبداللہ سندیلی۔ آپ نے اپنے والد ماجد اور مولوی اعز الدین اور مولوی حیدر علی ساکنانِ سندیلہ سے علم حاصل کیا اور اپنے والد بزرگوار کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ظاہری علوم اور باطن کے طلبگاروں کو ان سے بہت فیض پہنچا تھا درس کم دیتے تھے مرید زیادہ کرتے تھے انکی وفات کا سال معلوم نہ ہوسکا امرہ کے باغ میں اپنے والد کے پائنتی آسودہ خاک ہیں جو قصبہ سندیلہ میں واقع ہے۔ خدائے ودود کی آپ پر رحمت ہو۔

(۴۰) شیخ احمد عرب یمنی شروانی

ابن شیخ محمد یمنی شروانی بارہویں صدی ہجری کے آخر میں یا تیرہویں صدی کے شروع میں ہندوستان آئے، بڑے بڑے شہروں کی سیاحت کی اکثر کلکتہ میں مقیم رہتے، عربی ادب میں بڑی مہارت رکھتے تھے انکی تصنیفات میں سے "نفحۃ الیمن فیما یزول بذکرہ الشجن" ہے جسکو مسٹر ڈن پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ کی خدمت میں نذر گذرانی اور ایک کتاب غازی الدین حیدر فرماں روائے لکھنؤ کے نام پر مناقب حیدریہ لکھی، نیز "شمس الاقبال فی مناقب ملک بھوپال" اور "انشاء عجب العجائب" انکی یادگار تصنیفات ہیں جن سے انکی علمی لیاقت کا پتہ چلتا ہے۔ ان کا سال وفات معلوم نہ ہوسکا۔

(۴۱) مولوی احمد علی عباسی چریاکوٹیؒ

ہندوستان کے اکابر اور مشہور علماء میں سے ہیں۔ تمام متداولہ فنون میں پوری پوری مہارت رکھتے تھے خصوصًا علم اصولِ فقہ اور فلسفۂ اولیٰ میں سربلندی کا پرچم لہرانے والے تھے ۱۲۰۰ھ (ایک ہزار دوسو ہجری) میں پردہ عدم سے تخت وجود پر جلوہ آرا ہوئے، نوجوانی کے زمانے میں تحصیل علوم پر کمر بستہ ہوکر نحو وصرف کی کچھ کتابیں مولوی حافظ غلام علی عباسی سے حاصل کی جو

اس وقت چریاکوٹ کی جنم بھومی کے نام آور بزرگوں میں سے تھے اس کے بعد جب کمال حاصل کرنیکا جذبۂ صادق ان کے دل میں پختہ ہو گیا تو جلد ہی بادیہ پیمائی کیلئے امید کی چادر اوڑھ کر جہد و طلب کے پاؤں میں کانٹا لگنے کی پرواکئے بغیر مشاہیر علمار ہند کے آستانوں پر آپڑے چونکہ طبیعت صاف اور رائے روشن رکھتے تھے ان علمار کے علوم میں کمال حاصل کرنے میں کچھ کمی نہ ہوئی اور جس علم کو طلب کیا اس میں مہارت حاصل کی اور علم کا دروازہ اپنے اوپر کھول لیا۔ فن ریاضی کو مولوی غلام جیلانی سے بمعیت مولوی حیدر علی رام پوری حاصل کرنے لگے اور مولوی حیدر علی سے اس کی تکمیل کرلی اور فلسفہ، اصول اور علم بلاغت کو دور دراز شہروں سے حاصل کیا پھر علم قرارت و تجوید کی تحصیل قاری نسیم احمد صاحب رام پوری سے کی اور علم قرارت مکمل پڑھ لیا اور علم سلوک کے اعمال کو برگزیدہ شخصیت حافظ ابواسحٰق بھیروی سے حاصل کیا۔ اور طالب علمی ہی کے زمانے سے خوب سیر و سیاحت کرتے ہوئے ہر ہنر کے پیچھے پڑے اور جس کے پیچھے پڑے اس کو حاصل کر کے دم لیا۔ الغرض تیس سال کی عمر میں درسی اور غیر درسی تمام علوم حاصل کر کے وطن کی مراجعت کا قصد کیا، وطن آکر ان کا نکاح ہوا اس کے بعد درس و تدریس کی مسند پر بیٹھکر ایک بڑی جماعت کو مختلف فنون سے فیض یاب فرمایا۔ انکی تعلیم کا طریقہ ایسا خاصہ تھا کہ کوئی طالب علم بھی پورا فائدہ حاصل کئے بغیر رہ نہیں جاتا تھا۔ ان کے معاصر علمار ان کے طریقۂ تعلیم کے کمال کا اعتراف کرنیوالے ہیں۔ تصنیف و تالیف کیطرف کم توجہ کی پھر بھی بعض دوستوں کے اصرار سے چند علوم میں مسودہ تیار کیا جن میں سے کچھ مطبوع اور تام ہیں اور کچھ غیر تام ناتمام ہیں مثلاً قال اقول کا حاشیہ انوار احمدی اور سلم العلوم کی شرح مکمل نہ ہو پائی اور علم مناظر میں نور النواظر مکمل ہو گئی ہے اسی طرح اور علوم میں بھی ان کے مسودات فی الجملہ پائے جاتے ہیں اور ان کے مایۂ ناز ارشد

تلامذہ میں سے یہ حضرات ہیں مولوی نصر اللہ خاں خویشگی، مولوی علی عباس چریاکوٹی مولوی نجم الدین اور مولوی عنایت رسول ساکنان قصبہ چریاکوٹ۔

مولانا احمد علی کی وفات ماہ ذی الحجہ ۱۲۷۲ھ (ایک ہزار دو سو بہتر ہجری) میں ہوئی

چریاکوٹ ضلع اعظم گڈھ کے اطراف میں ایک مردم خیز قصبہ ہے، بھیرہ میں یا معروف ہے اور رب سے مل کر (ربی را) ہوا ہے۔ اعظم گڈھ کے مضافات میں ایک ایسا قصبہ ہے جو مشائخ عظام کا مسکن ہے۔

(۴۲) قاضی احمد علی سندیلی

ابن سید فتح محمد ساکن سندیلہ۔ مولانا حمد اللہ سندیلی کے شاگرد اور داماد تھے بہت عقلمند متبحر عالم، بہت درس دینے والے اور بہت سی تصنیفات کے مصنف تھے بہت ذہین اور ذکی تھے پہلے تو سلاطین دہلی کیطرف سے سندیلہ قصبہ کے قضاء کے منصب پر تھے ان کے مخدوم زادہ مولوی حیدر علی ولد مولانا حمد اللہ نے بھی انکی شاگردی اختیار کی تھی۔ میر زاہد رسالہ، میر زاہد ملا جلال اور میر زاہد شرح مواقف کے حواشی لکھے اور سلم العلوم کی شرح اور اس کا منہیہ لکھا اس کے علاوہ علم فرائض حنفی میں ایک عمدہ رسالہ بھی انکی یادگار ہے۔ بارہویں صدی ہجری کے آخر میں وفات فرمائی اور قصبہ سندیلہ میں سید غلام حسین کے امام باڑہ کے صحن میں مدفون ہوئے طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ

(۴۳) خواجہ اختیار الدین عمر ایرچی

آپ کے آباء و اجداد علاقہ ایرج کے شرفاء میں سے تھے اور عہدہ داری کے منصب پر فائز اور متعین تھے لیکن آخر میں ان کے اوپر مکمل جذب کی کیفیت طاری ہوگئی تو دنیاوی ساز و سامان کو مکمل طور سے ترک کر کے ان تمام انعامات اور جاگیروں سے بہ رضا و رغبت دستبردار ہوگئے جو بادشاہوں سے ملے تھے اور علم کی طلب اور طریقہ زہد کی جستجو میں حضرت قاضی محمد سادی کی خدمت میں طلب صادق

لیکر پہونچ گئے قاضی صاحب مذکور اس زمانہ کے مانے ہوئے استاذ اور طریقت میں شیخ نصیر الدین محمود کے خلیفہ شیخ اختیار الدین نے آپ سے علم حاصل کیا اور اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ آپکی وفات ۱۴ محرم ۸۰۹ھ (چودہ محرم سن آٹھ سو نو ہجری) میں ہوئی اور مقام ایرج میں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

(۴۴) حکیم ارزانی دہلوی

آپ کا نام محمد اکبر بن حاجی محمد مقیم ہے۔ بادشاہ ابو المظفر محی الدین اورنگ زیب عالمگیر غازی کے بافیض زمانہ میں ایک حاذق طبیب تھے خاندان قادریہ میں مرید تھے، مریضوں کے علاج اور طبی کتابوں کی تالیف میں زندگی بسر کرتے تھے آپکی تصنیفوں میں سے یہ کتابیں مشہور ہیں: (۱) میزان الطب (۲) حدود الامراض (۳) منتخب اکبری (۴) مجربات اکبری (۵) مفرح القلوب (۶) شرح قانونچہ (۷) قرابادین قادری (۸) طب اکبر۔ یہ کتاب شرح اسباب و علامات کا ترجمہ ہے ۱۱۰۸ھ میں پورا ہوا۔ تاریخ کا مادہ شرح اسباب و علامات جس میں چاروں الف اور واؤ حرف علت کو الگ کرنے سے برآمد ہوتا ہے

شرح اسباب و علامات

۱۱۲۲ - ۱۰ = ۱۱۱۲

(۴۵) قاضی ارتضا علی خاں گوپاموی

ولد مصطفٰے علی خاں۔ ۱۱۹۸ھ (گیارہ سو اٹھانوے ہجری) میں پیدا ہوئے، مولوی حیدر علی سندیلی سے نقلی و عقلی علوم پڑھے اور فنِ ادب مولوی محمد ابراہیم بلگرامی سے حاصل کیا، شریعت و طریقت کے جامع تھے ۱۲۲۵ھ (بارہ سو پچیس ہجری) میں مدراس اپنے والد کے پاس گئے جہاں وہ قاضی تھے۔ والد کی وفات کے بعد خود قضاء کے منصب پر متمکن ہوئے اور افادۂ علوم میں مشغول ہو گئے۔ صدرا، میر زاہد، ملا جلال وغیرہ پر حواشی لکھے اور شرحیں لکھیں جو لوگوں کی مطمح نظر ثابت ہوئیں۔ نفائس ارتضائیہ اور نقود الحساب علم فرائض میں اور قصیدہ بردہ کی شرح بھی ان کی

تصنیفات میں مشہور ہوئیں۔ ۱۲۵۱ھ (بارہ سو اکیاون ہجری) میں فوت ہوئے۔

(۴۶) مولوی ازہار الحق فرنگی محلی

ملا احمد عبد الحق کے لڑکے اور ملا احمد انوار الحق کے حقیقی بھائی ہیں۔

شرح جامی تک مولانا عبد العلی بحر العلوم سے پڑھا پھر مولانا بحر العلوم روہیل کھنڈ تشریف لے گئے تو متوسطات اور مطولات کتب مولانا احمد حسین سے پڑھیں اور معقولات میں ملا محمد حسن سے استفادہ کیا پھر پڑھانے اور بقیہ کتب کی تکمیل کرنے شاہجہانپور مولانا بحر العلوم کے پاس پہونچے وہاں سے واپس آکر ایک مدت تک اپنے وطن لکھنؤ میں تدریس کا مشغلہ رکھا۔ پھر معاش کی تلاش میں رائے بریلی روانہ ہوئے شاہ لال مرحوم نے انکو غنیمت سمجھکر اپنے گھر میں جگہ دی اب ان کے یہاں علم کے طالبین کا ہجوم ہونے لگا شاہ صاحب کی مسجد میں سبق پڑھانے لگے اور شاہ صاحب موصوف سے سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت ہوگئے وہاں سے مولانا بحر العلوم کے ساتھ بہار چلے گئے وہاں بھی پڑھاتے رہے پھر وطن آکر درس و تدریس میں لگے رہے تا آنکہ ۷۰ سال کی عمر میں عالم فانی سے جاودانی آخرت کو روانہ ہو گئے۔

(۴۷) شیخ اسحاق لاہوری

ولد شیخ کاکو، عقلمند، متبحر عالم، متقی پرہیزگار، توکل شعار عالم، ہمیشہ درس دیا کرتے تھے

تمام علوم ظاہری کے جامع ہونیکے ساتھ صوفی مشرب تھے، ہمیشہ ذات حق کے ساتھ مشغول رہتے، جب تک کچھ پوچھا نہ جائے تب تک خاموش رہتے، ان کے شاگردوں میں شیخ منور اور شیخ سعد اللہ مشہور ہیں۔ عمر شریف سو سال سے زیادہ ہوگئی تھی ۹۹۶ھ (نو سو چھیانوے ہجری) میں وفات ہوئی۔

(۴۸) مفتی محمد اسد اللہ الہ آبادی

ولد مفتی کریم قلی، اس پورے خاندان کی بزرگی ہر شخص پر ظاہر باہر تھی۔

عقلمند، تیز ذہن، متقی، عمدہ اوصاف اور پسندیدہ اخلاق سے مزین تھے شاگردی کی

نسبت مولانا فضل رسول بدایونی سے رکھتے تھے جس زمانہ میں مفتی اسد اللہ صاحب فتحپور میں عدالت کے مفتی تھے اس زمانہ میں یہ راقم آپکی بابرکت خدمت میں حاضر ہوکر شرح عقائد نسفی اور مشکوٰۃ شریف کا سبق مفتی صاحب سے پڑھتا تھا پھر صدر آگرہ کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے پھر صدر الصدوری کے منصب پر فائز ہوکر جونپور تشریف لائے اور یہیں یکم جمادی الاولیٰ دوشنبہ کے دن ۱۳۰۰ھ (تیرہ سو ہجری) میں لا الٰہ الا اللہ کہتے ہوئے جان جاں آفریں کو سپرد کردی اور جونپور کے محلہ چتر ساری میں سپرد خاک ہوئے۔

(۴۹) مولوی اسد علی سندیلی

آپ کے والد صاحب شیخ صادق علی فیض آباد سے سندیلہ آئے تھے اور دربان شاہ سندیلی کے مرید ہو گئے تھے، سندیلہ ہی میں سکونت اختیار کرلی تھی یہیں اسد علی کی پیدائش ہوئی۔ علمائے وقت سے درسی کتابیں مکمل پڑھیں اور تمام عمر درس و تعلیم میں لگے رہے آٹھویں ربیع الثانی ۱۲۹۸ھ (بارہ سو اٹھانوے ہجری) روز جمعہ وفات ہوئی اور سندیلہ ہی میں سپرد خاک ہوئے۔

(۵۰) مولوی اسلمی مدراسی

آپ کا نام محمد سعید ہے۔ ماہر فن عقلمند، اور مدراس کے ملک العلماء کے شاگرد رشید تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی کتاب تحفۂ اثنا عشریہ کا فارسی سے عربی زبان میں ترجمہ کیا تھا نیز کتاب سفینۃ النجات بھی انکی ایک تصنیف ہے ؎ خدا رحمت کرے ان عاشقان علم و حکمت پر

(۵۱) سید اسمٰعیل بلگرامی

دریائے علم و دانش تھے۔ ۱۱۶۴ھ (گیارہ سو چونسٹھ ہجری میں فوت ہوئے۔

(۵۲) شیخ اسمٰعیل لاہوری

بڑے درجہ کے محدث و مفسر تھے۔ یہ پہلے شخص ہیں جو لاہور میں علم حدیث و تفسیر

لے آئے۔ ہزاروں آدمی انکی مجلس وعظ میں مشرف بہ اسلام ہوتے تھے۔ ۴۴۸ھ
(سن چار سو اڑتالیس ہجری) میں لاہور میں دنیا سے رخصت ہوئے۔
(مترجم کہتا ہے کہ امام شمس الائمہ حلوانی کی وفات بھی ۴۴۸ھ یا ۴۴۹ھ میں
ہوئی اس لحاظ سے شیخ اسمٰعیل لاہوری شمس الائمہ کے معاصر ہوئے)

(۵۳) اسمٰعیل عرب

شیخ حسین تبریزی کے ہم عمر۔ علم ہیئت، حکمت اور طب
میں بے نظیر، شیخ حسین اور ان کا مکان مشترک تھا
انکی مبارک صحبت سے طلبہ کے اوپر فیض کے دروازے کھلتے تھے، گھر میں ساز و سامان
بہت تھا اسوجہ سے ایک رات چوروں نے ڈاکہ ڈال کر جلال الدین محمد اکبر شاہ کے
زمانے میں انھیں قتل کردیا۔

(۵۴) سید اشرف سمنانی

آپ کو سید اشرف جہانگیر کہتے ہیں بڑے درجہ
کے عالم ربانی، صاحب تصرف و کرامت بزرگ
تھے سیاحت میں امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس سرہٗ کے رفیق تھے اخیر میں ہندوستان
کی جانب روانہ ہوئے اور شیخ علاء الدین کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔
مرید ہونے کے پہلے ہی سے آپ کو کشف و کرامات کے عالی مقامات حاصل تھے
اور حقیقت و توحید میں آپ کا کلام بہت عالی تھا، آپ کے مکتوبات میں بہت نادر
تحقیقات ملتی ہیں، آپ قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے ہمعصر تھے، غالباً
قاضی صاحب نے ایمانِ فرعون کی بابت انکی تحقیقات معلوم کرنی چاہی تھی جس کی
طرف شیخ اکبر نے فصوص الحکم میں اشارہ کیا ہے۔ آپنے اس کا جواب ایک مکتوب
میں دیا ہے جس کو شیخ المحدثین دہلویؒ نے اخبار الاخیار میں نقل کیا ہے۔
سید صاحب کا مزار کچھوچھہ (ضلع فیض آباد) میں واقع ہے۔ آپ کا مبارک نام لینے
سے جن بھاگ جاتا ہے، لوگ اس نام کو بہت مؤثر سمجھتے ہیں آپ کے ملفوظات کو

ایک مرید نے لطائفِ اشرفی کے نام سے جمع کر دیا ہے۔

(۵۵) شیخ اعظم ثانی لکھنوی

ابن شیخ ابوالبقاء بن شیخ موسیٰ بن شیخ ضیاء الدین کرمانی نامور علماء اور کامل دانشمندوں میں سے علوم ظاہری و باطنی کے جامع کمالات تھے شیخ ابوالفتح جونپوری سے ارادت رکھتے تھے ان کے ارشد تلامذہ میں سے شیخ ضیاء لکھنوی اور شیخ سعد الدین خیرآبادی تھے اور شیخ سعد اللہ کندوری فراز کے ساتھ معاصرت تھی اور ان کے ساتھ ساتھ مصروفِ محنت تھے۔ کہتے ہیں کہ علم فقہ میں شیخ اعظم کا بہت اونچا مرتبہ تھا فقہی مسائل کو انتہائی صاف ستھرے اور سنجیدہ ڈھنگ سے بیان کیا کرتے تھے علمِ فقہ میں آپ کے کئی رسالے بھی ہیں، آپ کے پردادا شیخ ضیاء الدین ہلاکو خاں کے زمانہ میں کرمان سے ہندوستان آئے تھے۔ شاہ سمرقندی کی ملاقات کیلئے لکھنؤ پہونچے اور ان کے ساتھ تعلق محبت کے سبب سے یہیں وطن بنالیا شیخ اعظم ثانی نے اپنی نسل میں تین نیچے کی پیڑھیوں کو پایا اس کے بعد وفات ہوئی لیکن سالِ وفات کا پتہ نہ چل سکا۔ وہ تین پیڑھیاں یہ ہیں: ان کے لڑکے شیخ محمد عرف شیخ قاضی۔ پوتے شیخ احمد فیاض۔ پوتے کے لڑکے شیخ نصیر الدین۔ ان تمام لوگوں کی اولاد لکھنؤ، دیوہ اور انام (اناو) میں موجود ہیں۔

(۵۶) مولوی افہام اللہ سندیلی

ولد مولوی سید فتح اللہ ولد سید شاہ غلام علاؤ الدین، سندیلہ کے مخدوم زادہ۔ مروجہ علوم کو اپنے والد ماجد اور مولوی عبداللہ سندیلی اور مولوی احمد بخش سندیلی اور مولوی انوار الحق لکھنوی اور مولوی سراج الحق لکھنوی سے حاصل کیا اور علمِ طب کو لکھنؤ کے شاہی طبیب حکیم مرزا محمد علی سے حاصل کیا۔ آپ کے شاگردوں میں سبحان علی خاں کمبوہ کے دو لڑکے احسان حسین خاں اور مظفر حسین خاں

اور مولوی محمد علی خاں لکھنوی کا نام ملتا ہے لیکن آپکی کوئی تالیف نہیں مل سکی سوائے میزان الصرف کی دو مختصر شرحوں کے۔ موضع نان پارہ ضلع بہرائچ میں راجہ منور علی خاں کی ملازمت کر لی تھی وہیں پر وفات ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

(۵۷) مولوی اکبر علی سندیلی

سلم العلوم کے شارح مولانا حمد اللہ سندیلی کے لڑکے اور مولوی حیدر علی سندیلی کے بڑے بھائی ہیں۔ علوم ظاہری اپنے والد سے حاصل کر کے متبحر عالم ہوئے لیکن وظائف، اوراد، ذکر و فکر اور چلہ کشی کیوجہ سے درس و تدریس میں مشغول نہیں ہوئے، شاہ قدرت اللہ مرحوم صفی پوری کے مرید تھے، حزب البحر کی ایک مفصل شرح آپکی تصنیفی یادگار ہے۔ ۲۲ رویں شعبان ۱۲۲۰ھ (بارہ سو بیس یا پچیس میں عالم بالا کو روانہ ہوئے آپکی مٹی سندیلہ والوں کی پرانی قبرستان میں جو موسی پور میں ہے سپرد خاک ہوئی آپ پر اللہ عالی و برتر کی رضامندی ہو۔

(۵۸) مولوی آل حسن قنوجی

ولد اولاد علی بخارا کے حسینی سادات میں سے ہیں شہر قنوج میں ۱۲۱۰ھ (بارہ سو دس ہجری) میں پیدا ہوئے، پہلے درسی علوم مولوی عبد الباسط قنوجی سے حاصل کیا، اس کے بعد لکھنؤ آکر وہاں کے بڑے بڑے جیسے مولوی محمد نور وغیرہ سے استفادہ کیا پھر ۱۲۳۳ھ (بارہ سو تینتیس ہجری) میں دہلی جاکر مولانا عبد العزیز اور مولانا رفیع الدین کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہو گئے اور کتب حدیث و تفسیر کی اجازت حاصل کی سید احمد مجاہد رائے بریلوی کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کے ساتھ جہاد میں شریک رہے؛ اپنی عمر عزیز تدریس و تعلیم اور وعظ گوئی میں بسر کی۔ آپ کی تصنیفات ہندی، فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں بہت ہیں۔

تصنیفات:۔ راہِ سنت، ہدایۃ المومنین، نور الوفا من مرآۃ الصفا کے علاوہ

کلمۂ طیبہ کے معنٰی میں ایک رسالہ، اور تعزیہ کے رد میں ایک رسالہ، اور رسالہ آداب تذکیر، رسالہ آداب بیعت، اور الاختصاص فی الحدود والقصاص، اور تقویۃ الیقین فی رد عقائد المشرکین اور ان کے علاوہ دوسری مفید تصنیفات ہیں۔

وفات:۔ ۱۲۵۳ھ (بارہ سو ترپن ہجری میں رحلت فرمائی۔ مات بخیر ۱۲۵۳ھ آپکی تاریخ وفات کا مادہ ہے۔

اولاد امجاد:۔ آپکی نسل میں سے مولوی صدیق حسن خاں بہادر ہیں جو والیۂ بھوپال کے دوسرے شوہر ہیں۔ آپ کا ذکر حرف صاد میں آئیگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۵۹) مولانا الہ داد جونپوری

آپ جونپور کے اکابر علماء میں سے ہیں۔ قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے ایک واسطہ سے شاگرد اور راجے حامد شہ مانک پوری کے مرید تھے، اپنی عمر عزیز علوم کی اشاعت اور تصنیف و تالیف میں خرچ کی۔ تحریریں، تقریریں اور علمی بحثوں کی تنقیح میں پوری مہارت رکھتے تھے، آپکی بہت عمدہ اور نہایت معتبر تصنیفات ہیں جن میں سے ہدایہ کی شرح چند ضخیم جلدوں میں ہے اور شرح بزدوی، حاشیہ ہندی پر حاشیہ اور تفسیر مدارک کا حاشیہ آپکی یادگار تصنیفات میں سے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں شیخ حسن بن طاہر اور مولانا الہ داد دونوں طالب علمی کے زمانے سے رفیق اور ایک دوسرے کے مخلص دوست تھے۔ جب شیخ حسن، راجہ حامد شہ کے مرید ہوئے تو مولانا الہ داد نے کہا میاں حسن تم نے تو طالب علموں کی عزت کو خاک میں ملادیا شیخ حسن بن طاہر نے فرمایا کہ آپ بھی تھوڑی دیر کے لئے حضرت راجے صاحب کی خدمت میں بیٹھکر تجربہ کریں کہ میں اس معاملہ میں کیسا معذور ہوں۔

دوسرے دن دونوں صاحبان راجے صاحب کی خدمت میں جانے کے لئے

نکلے راستہ میں مولانا الہ داد نے ہدایہ اور بزدوی کی چند عبارتیں جو بطور اشکال تھیں اسی میں غور کرتے ہوئے سید راجہ حامد شہ کی خدمت میں پہونچے سید صاحب نے اپنے احوال کی حکایت اس انداز میں بیان فرمانا شروع کیا کہ مولانا کے تمام اشکالات ختم ہو گئے بس تو مولانا بھی ان کے مرید ہو گئے اور طریقت کے راستہ میں مجاہدات اور ریاضات میں منہمک ہو گئے۔

وفات :۔ مولانا الہداد جونپوری شارح ہدایہ کی وفات ۹۳۲ھ (نو سو بتیس ہجری) میں ہوئی۔ نور اللہ مرقدہٗ۔

(۶۰) مولانا الہ داد لکھنوی

مولانا عبد القادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں لکھا ہے کہ میاں الہ داد ذی استعداد اہل علم اور صاحب تصرف بزرگ تھے۔ طبیعت روشن اور نقاد ذہن پایا تھا۔ فقہ، اصول فقہ اور عربیت میں کوئی انکی نظیر نہیں تھا۔ علم نحو میں ایک رسالہ "قطبی" مثالوں کے ساتھ عبارت ہی میں لکھدیا (یعنی اس کی عبارت سے مسئلہ کی مثال بن جاتی ہے)

انکی تصنیفات میں سے میں نے دو عجیب و غریب چیزیں دیکھیں۔ (ایک) ایسا رسالہ کہ لمبائی میں چودہ سطر اور چوڑائی میں چودہ سطر کالم بنا کر اس طرح لکھا ہے کہ چودہ علوم کے مسائل اس میں آگئے ہیں سب کالم وار پڑھنے سے الگ فن ہو جاتا ہے اور مسلسل پڑھنے سے الگ فن ہو جاتا ہے۔

(بندہ مترجم کہتا ہے کہ کتب خانہ مدرسہ احیاء العلوم مبارکپور میں ایک رسالہ اسی طرز پر چھپا ہوا میں نے دیکھا ہے اس کا نام "عنوان الشرف" ہے)

دوسرا قبطون نام کا ایک رسالہ مقالہ کی شکل میں جو مقامات حریری کے طرز پر۔ اس کے علاوہ دوسری تصنیفات بھی ہیں۔ منتخب التواریخ کا خلاصہ پورا ہوا۔ انکے

سال وفات کا پتہ نہ چل سکا۔

(۶۱) مولانا الہداد سلطانپوری

آپ اصلاً قصبہ سندیلہ کے ملحقات میں سے ایک دیہات کے باشندہ تھے جس کا نام نبودہ ہے مخدوم الملک عبداللہ کی شاگردی اختیار کی۔ آپ حسب نسب کی شرافت میں ممتاز اور عظیم علماء اور ماہر درویشوں میں سے تھے۔ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں کئی دفعہ صوبہ پنجاب کی صدارت آپکو ملی پھر الہ آباد کے محکمۂ قضاء پر آپ سرفراز ہوئے اور تھوڑی سی گذران آپکی تھی اسی پر قناعت کئے ہوئے بہت ساری تصنیفات لکھ ڈالی۔ کتاب "کشف الغمہ" اور "منہاج الدین" آپکی تالیفات میں مشہور ہوئیں سنہ ۱۰۰۶ھ (ایک ہزار چھ ہجری) میں وفات ہوئی۔

(۶۲) مولانا الہ داد لنگرخوانی لاہوری

لاہور کے محلوں میں سے ایک محلہ کا نام لنگرخان ہے اسی کیطرف منسوب ہیں اکثر مروجہ علوم میں ماہر اور متبحر تھے۔ شریعت کی پابندی، احتیاط، تقویٰ اور درستگی اعلیٰ درجہ کی تھی اور برابر درس و تدریس میں مشغول رہتے، دنیا داروں کے گھر ہرگز نہیں جاتے تھے اور شاہان وقت سے نہ کوئی ضرورت کی چیز چاہتے نہ سامان گذران لیتے۔ اللہ انکی مغفرت کرے۔

(۶۳) مولانا الہ داد امروہی

صاحب استعداد، خوش طبع، میٹھی بول، خوش مزاج، یارباش تھے، ان کے بہت عمدہ لطیفے ہوتے۔ اکبر بادشاہ کے ملازمین اور سپاہیوں میں سے تھے۔ سنہ ۹۹۰ھ (نوسو نوے ہجری) میں سیالکوٹ کے مضافات میں زندگی کی امانت مالک کے حوالہ کر کے امروہہ میں دفن ہوئے

(۶۴) شیخ اللہ یار خیرآبادی

متبحر علماء میں سے تھے شروع شروع میں ایک عرصہ تک تعلیم دینے میں مشغول رہے اور

بہت عقلمند باکمال انسانوں کو اپنا علمی وارث بنادیا مگر آخر میں صوفیہ کے طریقہ کیطرف بالکلیہ رجوع کرلیا شیخ سعدالدین کے خلیفہ شیخ صفی سے بیعت ہوئے۔ سماع کا ذوق اور وجد و حال ان پر غالب آگیا اہل دنیا کے دروازہ سے اپنے قدم کو اتنی دور کرلیا کہ کوئی مہمان بنانا چاہتا تو اس کو بھی نامنظور کردیتے۔ ۹۹۲ھ (نو سو ترانوے ہجری) میں وفات ہوئی۔ نور اللہ ضریحہ۔

(۶۵) حکیم امام بخش

آپ کا نام احمد اللہ ہے کیرت پور (ضلع بجنور) کے رہنے والے تھے علوم نقلی و عقلی کے ماہر، اور طبیب حاذق تھے۔ حکیم محمد اسحٰق دہلوی کے شاگرد نواب آصف الدولہ بہادر والی اودھ کے مدار المہام راجہ ٹکیت رائے کے ملازم تھے۔ ایک کتاب آداب الاطباء اور اس کی شرح "معرکۃ الآرا" دونوں عربی زبان میں اور رسالہ خلاصۃ الطب ستہ ضروریہ کے بیان میں فارسی زبان میں تصنیف فرمائی۔ اس راقم الحروف (رحمان علی) کے والد محترم حکیم شیر علی مرحوم، حکیم امام بخش مرحوم کے شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ کا سال وفات معلوم نہیں ہو سکا۔

(۶۶) حافظ امان اللہ بنارسی

ابن نور اللہ بن حسین بنارسی۔ قرآن مجید کے حافظ، منقول و معقول کے جامع، فروع اور اصول کے ازبر رکھنے والے۔ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں صدارت لکھنؤ کے عہدہ پر فائز المرام تھے۔ ۱۱۳۳ھ (گیارہ سو تینتیس ہجری) میں بنارس میں وفات ہوئی وہیں دفن ہوئے۔

یادگار تصنیفات:۔ آپکی ایک کتاب اصول فقہ میں "المفسّر" اور اس کی شرح "محکم الاصول" اس کے علاوہ تفسیر بیضاوی کا حاشیہ اور شرح عقائد عضدی اور تفتازانی کی تلویح کا حاشیہ اور ایک حاشیہ قدیمہ اور شرح مواقف اور حکمۃ العین، عقائد دوانی کی شرح اور رشیدیہ کی شرح وغیرہ آپکی تصنیفات ہیں اور حدوث دہری کے مسئلہ پر

میر باقر علی استرآبادی اور ملا محمود جونپوری کے درمیان ایک مباحثہ ہوا تھا۔ حافظ صاحب نے اس پر محاکمہ لکھا اور آپ کا علمی مذاکرہ سلم العلوم کے مصنف جناب قاضی محب اللہ بہاری کے ساتھ بھی اس وقت ہوتا رہتا تھا، جب قاضی صاحب لکھنؤ کے منصب قضا پر فائز تھے۔

(۶۷) شیخ امان اللہ پانی پتی

آپ کا نام نامی عبدالملک ابن عبدالغفور ہے، صوفیہ موحدین میں ایک بڑے عالم اور شیخ مودود دلاری کے شاگرد رشید ہیں اور شیخ محمد حسن بن شیخ حسن ابن طاہر جونپوری کے مرید ہیں۔ علم توحید و تصوف میں بہت سی کتابوں اور رسالوں کے مصنف ہیں ان میں سے ایک رسالہ کا نام "اثبات الاحدیۃ" اور آپ کی تصنیفوں میں سے ایک کتاب شرح لوائح جامی قدس سرہ السامی ہے۔

وفات:۔ بارہویں ربیع الآخر ۹۵۷ھ (نو سو ستاون ہجری) میں دار فانی سے عالم جاودانی کو تشریف لے گئے، پانی پت میں مدفون ہیں ؎

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

(۶۸) مولوی امان اللہ دہلوی

آپ کے والد کا نام مولوی خیرالدین تھا عالم فاضل، متقی کامل کم عمری ہی میں علم سے فارغ ہو کر ہم سنوں کے لئے قابل رشک ہو گئے تھے ان کے حسن اخلاق اور انکی عام عنایتوں میں اپنے بیگانے سب برابر تھے، پُر رونق تصنیفات اور اعلیٰ قابلیت والی تالیفات کے مالک تھے جو انکی یادگار ہیں۔ امیر الامراء نواب خان دوران خاں محمد شاہ کے وزیر اور خود بادشاہ دہلی آپ کے عقیدت مندوں میں سے ہیں، اور حضور بادشاہ سلامت کی طرف سے شیخ الاسلام کے عہدہ پر فائز ہوئے

وفات:۔ نادر شاہ دُرّانی کی جنگ میں ۱۱۵۱ھ (گیارہ سو اکیاون ہجری) میں مارے گئے

(۶۹) مولوی امان علی احمد آبادی

حکیم شیر علی کے نائب اور مصنف کتاب کے بڑے بھائی۔ احمد آباد نارہ (ضلع الہ آباد) کے رہنے والے تھے۔ مروجہ علوم میں پہلے مختصرات مولوی ثابت علی ساکن سھکا الہ آباد سے پڑھی۔ اور بڑی بڑی کتابیں مولوی محمد سعید رامپوری کے پاس پوری کیں جو مفتی شرف الدین صاحب کے داماد تھے اور علم طب اپنے والد بزرگوار حکیم شیر علی سے حاصل کیا۔ زہد و تقویٰ ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ مہا راجہ بشناتھ سنگھ جو ریوان کے حاکم تھے انکی طلب پر فتحپور سے ریوان گئے اور وہاں ۲۴ ربیع الاول ۱۲۵۷ھ (بارہ سو ستاون ہجری) میں طبابت کے منصب پر ایک سو بیس روپیہ مشاہرہ پر مقرر ہوئے۔ اس زمانہ میں خاص ریوان کے مسلمان باشندے بے علمی اور ہندوؤں کے میل ملاپ کیوجہ سے روزہ نماز کی پابندی سے کوسوں دور تھے بلکہ کچھ لوگ تو ہندوؤں جیسا نام بھی رکھتے تھے۔ آپ کے مبارک قدم کے یہاں آنے سے بہت سے مسلمان پنجوقتہ نمازوں اور روزہ کے پابند ہو گئے۔ عام بیماروں سے کچھ نہیں لیتے تھے بلکہ اپنے پاس سے دوا بھی دے دیتے تھے۔

۱۵ شوال سنیچر کے دن ۱۲۵۸ھ (بارہ سو اٹھاون ہجری) کو عصر کے وقت احمد آباد نارہ سے روانہ ہو کر مولانا عبدالہادی فتحپوری جو رفیع الدین عرف مولوی ذوالفقار علی کے خلیفہ تھے انکی خدمت میں جا کر ان کے ہاتھ پر سلسلہ قادریہ اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ دونوں سلسلوں میں بیعت اور خلافت سے سرفراز ہوئے اور اس علاقہ کے اکثر لوگوں کو اپنے حلقۂ ارادت میں داخل کیا۔

۱۸ ذوالحجہ ۱۲۷۲ھ (بارہ سو بہتر ہجری) جمعہ کو پوری ریاست ریوان کے پرمٹ کے منتظم کار ہوئے اور بقیہ پوری زندگی اسی عہدہ پر فائز رہے آخر

۲۴ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ کو ریوان ہی میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے حکیم ابو خاں دہلوی نے اشعار ذیل میں آپکی تاریخ وفات کہی ہے

صد افسوس حضرت امان علی — بجنت شدند از جہاں منتقل

کنوں سال رحلت چہ گویم بتو — سرہوش رفت از غم درد دل"

۵ — ۱۲۸۲ = ۱۲۷۷

تصانیف

اردو زبان میں پنجہ خورشید، اور حسن البیان فی تفسیر الالبان، تیسیر العسیر فی تراکیب الاکاسیر، رسالہ لذع الکلب، خواص سور قرآنی اردو اور فارسی، ترجمہ منظوم چہل حدیث، رد الوثیقہ عیسائیوں کے رد میں، عجائب التدابیر فی علاج البواسیر والنواسیر، مجربات متین، قرابادین متین (نامکمل)

(۷۰) حضرت مولانا حاجی امداد اللہ سلمہ اللہ ساکن تھانہ بھون

علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے، صوفیہ کے چاروں سلسلوں میں اکثر خانوادوں میں خلافت حاصل تھی جیسے (۱) چشتیہ صابریہ قدوسیہ (۲) چشتیہ نظامیہ قدوسیہ (۳) قادریہ قدوسیہ (۴) نقشبندیہ مجددیہ قدوسیہ (۵) سہروردیہ قدوسیہ (۶) کبرویہ قدوسیہ۔

یہ تمام خلافتیں آنجناب کو جناب میانجیو شاہ نور محمد جھنجھانوی سے حاصل تھی اور بڑے بڑے نامی گرامی علماء آپ کے مرید اور خلیفہ ہوئے مثلاً مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولانا و مرشدنا حافظ و حاجی محمد حسین محب الٰہی العمری الہ آبادی۔ یہ سب حضرات دلی مراد کو پہونچے جیساکہ حضرت والا نے ضیاء القلوب میں وصیتوں کے ضمن میں خود ارشاد فرمایا ہے۔

"ہر وہ شخص جو اس فقیر سے محبت عقیدت اور ارادت رکھتا ہے، مولوی رشید احمد اور مولوی محمد قاسم کو جو کہ تمام کمالات علوم ظاہری اور باطنی کے جامع ہیں مجھ فقیر

کی جگہ بلکہ مجھ سے بہت درجہ اونچا سمجھے اگرچہ لبظا ہر معاملہ اس کے الٹے ہے کہ وہ حضرات میری جگہ اور ہیں ان کے مقام پر ہوں اور ان لوگوں کی صحبت کو غنیمت جانیں کہ ان جیسے اشخاص اس زمانہ میں نایاب ہیں اور ان لوگوں کی خدمت سے فیض یاب ہوتا رہے۔" فقط

حق یہ ہے حضرت حاجی صاحب کی ذات گرامی صفات حمیدہ سے متصف ہمارے زمانہ میں سلف کی یادگار ہے۔ غدر کے زمانہ میں مخمصہ سے بری ہونیکے بعد مکہ معظمہ کو ہجرت فرما گئے اور اسی بابرکت دیار میں اس وقت مقیم رہ کر مرجع خلائق بنے ہوئے ہیں اور حرم شریف میں برابر مولانا روم کی مثنوی کا درس دے رہے ہیں۔

تصنیفات :- آپ کی تصنیفات کے نام یہ ہیں: (۱) غذائے روح (۲) ضیائے القلوب (۳) تحفۃ العشاق (۴) جہاد اکبر (۵) ارشاد مرشد (۶) درد غمناک۔

خلفاء :- اوپر کے بزرگوں کے علاوہ حضرت والا کے خلفاء مجازین میں بزرگواران ذیل بھی شامل ہیں:

(۱) مولوی محمد یعقوب نانوتوی (۲) حافظ محمد یوسف تھانوی (۳) مولوی کرامت علی انبالوی (۴) مولوی محمد ابراہیم اجراوری (شاید اجراڑوی صحیح ہو)

اس فقیر کتاب ہٰذا کے اوراق سیاہ کرنیوالے کو بھی خادمان بارگاہ کی خدمت کے سبب مولانا و مرشدنا حافظ محمد حسین الٰہ آبادی کے ساتھ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں بارآوری ہوئی اور تمام سلسلوں میں اجازت بیعت حاصل ہوئی۔ الٰہی مجھے اپنی محبت و رضا کے کاموں کی توفیق دے اور میری آخرت کو دنیا سے بہتر بنائیے۔

(۱۷) مولوی امیر علی امیٹھوی

اودھ کے متعلقہ میں سے ہنومان گڑھی میں عالمگیری مسجد جو واقع تھی (اودھ ہندوؤں کی مشہور عبادت گاہ ہے) ہندوؤں نے اس مسجد کو شہید کر دیا تھا

اس وقت اسلامی غیرت کیوجہ سے شاہ غلام حسین صاحب نے مدافعت کی تو شاہ صاحب کو ہندو بیراگیوں نے ۱۳ ذی قعدہ ۱۲۷۱ھ کو شہید کردیا تو مولوی امیر علی صاحب نے انتقام لینے کو ہنومان گڈھ کے بیراگیوں سے جہاد کیا اس وقت بہت سے غازیانِ اسلام نے آپکی ہمراہی اختیار کی اور شیعہ وسنی علماء تردد اور پس وپیش میں تھے کہ یہ جہاد صحیح ہے یا نہیں۔ بعض علماء نے کہا کہ فرضیتِ جہاد کے شرائط نہیں پائے جاتے اور بعض علماء نے کہا کہ پہلے امام ہونا چاہئے اس کی شرط نہیں پائی جاتی اور والی لکھنؤ واجد علی شاہ اس جھگڑے کا تصفیہ کرنیکا وعدہ کرتا تھا۔ پھر والی اور اس کے وزیر پر اس جنگ کے خلاف رزیڈنٹ انگریز کی طرف سے پورا پورا دباؤ پڑ رہا تھا تو تھوڑے دنوں توقف کرنیکے بعد دیکھا کہ ٹال مٹول کے ذریعہ ہندو امراء سے مقابلہ کو روکا جا رہا ہے تو امیر المجاہدین پکا ارادہ کر کے منزلِ مقصود کیطرف روانہ ہوئے " بارلو" لکھنؤ کی سرکاری فوج کا انگریز افسر حاکم وقت کے حکم سے مسجد تک پہونچنے میں سدراہ بن گیا اور شجاع گنج کے مقام پر بارلو نے ان غازیان اسلام کا محاصرہ کرلیا اب جانبین سے لڑائی شروع ہوگئی۔ بتاریخ ۲۶ صفر بدھ کے دن تیرھویں صدی ہجری کے بہترویں سال (۱۲۷۲ھ) امیر المجاہدین نے شربت شہادت سے سیراب ہوکر باغ جنت کی راہ لی شکر اللہ سعیہٗ عین حالت جنگ میں بعض عقیدت مندوں نے آپ سے کہا کہ معاملہ دگرگوں ہے آپکو کسی محفوظ مقام پر پہونچا دیا جائے، اس کے جواب میں آپکی زبان حق ترجمان سے یہ مصرعہ نکلا۔

ع : سر میداں کفن بردوش دارم

انکی شہادت کے بعد جب غور کیا گیا تو اسی مصرعہ سے آپکی تاریخ شہادت نکلتی تھی، منشی مسعود کے صاحبزادہ منشی ظہیر الدین بلگرامی نے اس مصرعہ کو تضمین کر کے یہ قطعہ کہا ؎

بتاریخ شہیدانِ کفن پوش

چہ حاجت تا سنش من بر نگارم

کہ خود فرمود آں میر شہیداں

سر میداں کفن بر دوش دارم

۱۲۷۲ھ

(۷۲) مولوی امین اللہ فرنگی محلی ولد مولوی محمد اکبر پسر مفتی ابوالرحم بن مفتی محمد یعقوب۔ حافظ و فاضل شخص تھے طلبہ کو تعلیم دیتے تھے۔ ایک لڑکا جس کا نام مولوی عبدالحلیم ہے چھوڑ کر ۲۹ رجمادی الثانیہ ۱۲۵۳ھ ہجری میں دق کے عارضہ میں دنیا کو خیر باد کہا۔

(۷۳) مولوی اوحدالدین بلگرامی یکتائے زمانہ و بے نظیر ادیب و ماہر عربی انشاء شخص گذرے ہیں۔ شیخ احمد عرب یمنی صاحبِ نفحۃ الیمن کے شاگرد تھے ایک بے نظیر لغت بنام نفائس اللغات تحریر کی، آپ کو اس کا موجد کہا جا سکتا ہے کیونکہ اردو زبان کے الفاظ کو (جو فارسی، ترکی، عربی اور ہندی سے بنی ہے) اصل قرار دیکر اس کا معنے فارسی اور عربی میں لکھا ہے یہ کتاب شاہان اودھ میں سے محمد علی شاہ کے زمانہ میں ۷ رجب ۱۲۵۳ھ (بارہ سو ترپن ہجری) میں مکمل ہوئی۔ آپکی تاریخ وفات نہ مل سکی۔

(۷۴) ادریس گوالیاری نہایت عقلمند مناظر و مجادل اکبر بادشاہ کے زمانہ میں تھے، اصول و فروع کے میدان میں بے نظیر اور ایسے جید الطبع تھے کہ میدان مناظرہ میں اگر نقل کی ضرورت پیش آتی تو کتاب کے مصنف کے طرز کی عبارت صفحہ در صفحہ اور ورق در ورق بنا کر اس طرح پڑھ دیتے کہ مقابل مبہوت ہو جاتا اور کہتے کہ یہ عبارت فلاں کتاب کی ہے اس میں دیکھئے حالانکہ جب بعد میں دیکھا جاتا تو اس کتاب میں عبارت کا ایک

حرف کبھی نہ ملتا تھا، مگر یہ مناظرہ اسی طرح جیت لیتے

حَرْفُ البَاءِ المُوَحَّدَة

(۷۵-۱) مولانا بدرالدین اسحاق دہلوی

ابن علی بن اسحٰق دہلوی شروع شروع میں دہلی

تحصیل علم شروع کیا اسی زمانہ میں طبعی جوش اور ذہن کی تیزی میں ممتاز تھے پھر مروجہ علوم حاصل کرنے کے بعد اجودھن ملحقات بخارا پہونچکر حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج کی جب شہرت سنی توان کے مشتاق ہوکر انکی خدمت میں پہونچے اوران کے ساتھ ساتھ رہنے لگے، شیخ نے انکی قابلیت دیکھ کر اپنی خدمت میں قبول کرلیا اوراپنی لڑکی کا ان سے نکاح کردیا اور خرقۂ خلافت سے نوازا۔ ان کا ایک رسالہ "اسرارالاولیاء" نامی ہے جس میں شیخ فریدالدین کے ملفوظات کو جمع کیا ہے اور علم صرف میں بھی ایک منظوم کتاب لکھی ہے جس میں انتہائی فصاحت وبلاغت کوسرانجام دیا۔ انکی قبر اجودھن کی قدیم جامع مسجد کے صحن میں واقع ہے۔

(۷۶-۲) شیخ بدہ (بڈھا) بہاری

ایک پختہ کار عقلمند اور ماہر طبیب تھے شیر شاہ سوری عظیم بادشاہ آپ کی جوتیاں سیدھی کیا کرتا تھا۔ قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی کتاب "ارشاد" کی ایک معتبر شرح لکھی ہے۔

(۷۷-۳) مولوی برہان الدین ساکن دیوہ

(دیوہ) علم فقہ و حدیث میں کمال رکھتے

تھے ان کا ظاہر و باطن صلاح و تقویٰ سے آراستہ رہتا تھا، پوری عمر وعظ و تذکیر میں گذاری ہزاروں آدمی ان کے ارشاد و ہدایت پر غیر مشروع خراب عادتوں سے تائب ہو کر راہ راست پر آئے۔ ان کی تصنیفات میں سے چند رسالے اس سیاہ نامہ کی نظر سے گذرے ہیں سب مفید ہیں، نیچے انکا ذکر کروں گا بچپن میں اس سیہ نامہ کو انکی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔

تصنیفات:۔ ۲۹ ربیع الثانی منگل ۱۲۴۰ھ میں مختلف فیہ مسائل میں علماء دہلی کا مباحثہ ہوا ایک طرف کے سردار حامی سنت مولانا رشید الدین خاں دہلوی اور دوسری طرف سے ماحیِ بدعت مولانا عبدالحی تھے جب مباحثہ تحریری و تقریری صاحب تذکرہ کی خدمت میں فریقین کیطرف سے بھیجا گیا تو آپ نے اس مباحثہ پر بطور محاکمہ ایک رسالہ تحریر فرمایا، محاکمہ والا یہ رسالہ قابلِ دید ہے (۲) ۱۲۴۷ھ میں ایک رسالہ تحقیق الاوزان لکھا جس سے صدقۂ فطر اور زکوٰۃ و مہر وغیرہ کی تعیین میں بڑی مدد ملتی ہے (۳) احمد آباد نارہ کے بعض نیک لوگوں کی درخواست پر احکام عید الفطر اور احکام عید الاضحیٰ تحریر فرمایا اس کا سالِ تحریر ۱۲۵۰ھ (بارہ سو پچاس ہجری) ہے ان کے علاوہ (۴) رسالۂ نکاح (۵) رسالہ منع اشارۂ تشہد (۶) رسالہ نذر و ذبیحہ، (۷) رسالہ تحقیقِ سود و منافع، (۸) رسالہ کفارۂ میت بھی آپکی تصنیفات میں سے ہیں۔ آپ پر اور آپ کے بزرگوں پر خدا تعالیٰ کی رحمت نازل ہو۔

(۴-۷۷) شیخ برہان الدین نسفی

ایک صاحب حال کامل بزرگ اور عقلمند تھے، اگر کوئی شاگرد ان سے کچھ پڑھنا چاہتا تو پڑھانے سے پہلے تین شرطیں اس کے ذمہ لگاتے تھے۔ پہلی شرط صرف ایک وقت کھانا کھاؤ گے تاکہ علم کا برتن خالی رہے۔ دوسری شرط ناغہ نہیں کرو گے، اگر کسی دن ناغہ کرو گے تو اس کے بعد سبق نہیں پڑھاؤں گا۔ تیسری شرط اگر راستہ میں میرا تمہارا سامنا ہو جائے تو صرف سلام کر کے آگے بڑھ جاؤ گے، ہاتھ پاؤں پکڑنا

یا تعظیم کا کوئی عمل کرنا منع رہے گا

(۷۸-۵) شیخ برہان الدین محمود بلخی

ولد ابوالخیر اسعد بلخی اپنے وقت کے اکابر علماء غیاث الدین بلبن کے زمانہ کے تھے کثرت علم اور ذوق وجد وسماع سے متصف تھے علم شریعت اور طریقت کے جامع تھے، بچپن میں صاحب ہدایہ مولانا برہان الدین مرغینانی کی خدمت میں پہونچے تھے اور علم کی بشارت پائی تھی۔ ۶۸۷ھ (آٹھ سو ستاسی ہجری) میں وفات پائی، انکی قبر دہلی میں حوض شمسی کے پورب واقع ہے اسکو لوگ تختہ کہتے ہیں۔ وہاں کی مٹی اپنے بچوں کو اس لئے کھلاتے ہیں کہ اسکو علم آجائے۔

استدراک } یہ بہت مستبعد ہے کیونکہ صاحب ہدایہ کی وفات ۵۹۲ھ میں ہوئی۔ دو سو پچانوے سال کی عمر کا ہونا عادۃً محال ہے۔

(۷۹-۶) بہاء الدین زکریا ملتانی

شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ ہیں نام زکریا کنیت ابو محمد انکا لقب بہاء الدین اور نسبت القرشی۔ الاسدی ثم الملتانی ہے، شیخ الاسلام، ہندوستان کے بڑے اولیاء میں صاحب کرامات، عالی مقام، علوم ظاہری اور باطنی کے جامع بزرگ ہیں۔ بغداد سے جب ملتان تشریف لائے تو وہاں کے علماء نے پیالہ میں لبالب دودھ کر کے شیخ کے پاس بھیجا، اس میں یہ اشارہ تھا کہ یہ شہر علم سے بھرا ہوا ہے اس میں کسی اور کی گنجائش نہیں ہے۔ شیخ نے اشارہ سمجھ لیا اور اس کے اوپر ایک پھول رکھ کر ان علماء کے پاس بھیجا کہ اس میں یہ اشارہ تھا کہ تمام علماء ملتان کے سر پر میں مثل پھول کے رہوں گا علماء کرام انکی سمجھ اور حسن لطافت سے حیران ہو گئے، آپ مالداری اور شکر گذاری کی نعمت سے بھی مالا مال تھے آپکی چند مخصوص کتابیں بھی علم سلوک و معرفت میں ہیں۔ ۷ صفر ۶۶۱ھ (چھ سو اکسٹھ ہجری) میں وفات ہوئی۔ آپ کا مرقد شہر ملتان میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ واسلافہ۔

(٨٠-٧) شیخ بہاء الدین مفتی آگرہ

نہایت بزرگ شخصیت عالم باعمل، عمر رسیدہ، قابل برکت دین دار ہستی تھی سخاوت اور مسلمانوں کی اعانت میں یکتائے زمانہ تھے، شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کی نسل میں سے تھے ۷۶۶ھ (سات سو چھیاسٹھ ہجری) میں وفات پائی۔ اللہ اپنی مغفرت سے آپکو ڈھانپے۔ آمین

(٨١-٨) شیخ بھکھاری کاکوروی

آپ کا نام نظام الدین ولد امیر سیف الدین ہے ۸۹۰ھ (آٹھ سو نوے ہجری) میں پیدا ہوئے، علوم ظاہر و باطن کے جامع ہیں علوم ظاہرہ میں مولانا ضیاء الدین مدنی محدث، اور قاضی عبداللطیف ہرانی کے شاگرد ہیں گو کہ شروع میں کچھ متعارف درسی کتابیں اپنے والد صاحب سے بھی پڑھی ہیں اور علم باطن حاصل کرنے کے لئے سیدنا عبدالقادر جیلانی کے صاحبزادہ مولانا سید عبدالرزاق صاحب کے پوتے سید ابراہیم ایرچی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تھے۔

تصنیفات:- اصولِ حدیث میں کتاب منہج، اور علم تصوف میں معارف، اور سید عبدالرزاق کی کتاب رسالہ ملہمات کا ترجمہ آپکی علمی یادگار ہیں۔ اکیانوے سال کی عمر میں ۹۸۱ھ (نو سو اکیاسی ہجری) میں وفات ہوئی۔ اور قصبہ کاکوری میں دفن ہوئے۔ کاکوری کے اکثر مخدوم زادگاں آپ ہی کی اولادیں سے ہیں جن میں شاہ محمد کاظم اور شاہ تراب علی مشہور زمانہ ہوئے ہیں اور مولوی محمد محسن بھی آپ ہی کی اولاد ہیں جو نثر ونظم نگاری میں اپنی مثال آپ ہیں جن کی تصنیفاتِ کثیرہ میں سے نمونۃً چند کتابیں یہ ہیں ۱ قصائد نعتیہ ۲ سراپائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۳ مثنوی صبح تجلی میلاد شریف میں وغیرہ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔

(٨٢-٩) شیخ بھکھاری جونپوری

ولد جناب شیخ الٰہ داد جونپوری، سلطان

سکندر لودھی کے زمانے کے بڑے عظیم علماء میں سے ہیں۔

حکایت: منقول ہے کہ ایک دن سلطان نے بحث و مباحثہ کی مجلس منعقد کی اور دیار کے تمام علماء کو بلایا۔ ایک طرف سے شیخ عبداللہ تلبنی اور شیخ عزیز اللہ تلبنی تھے اور دوسری طرف سے یہی باپ بیٹے شیخ بھکھاری اور شیخ الہ داد تھے۔ بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ وہ دونوں بزرگان تقریریں اور یہ دونوں باپ بیٹے تحریریں بڑھے ہوئے ثابت ہوئے۔

(۸۳-۱۰) شیخ بہلول دہلوی

پہلے علم حدیث کو خوب سیکھ کر کامل ہوئے پھر اصحاب فقر فانی فی اللہ بزرگوں کی صحبت میں باریاب ہوئے، دنیاداروں سے کچھ مطلب نہیں رکھتے تھے، اکبر بادشاہ کے زمانہ میں صرف طلبہ کو نفع پہنچانے اور فیض رسانی میں مشغول تھے۔

(۸۴-۱۱) شاہ بہلول جالندھری

صاحب علم و عمل اور صاحب فضل و کمال تھے، سید عبدالرشید کے شاگرد تھے، قلندرانہ وضع قطع رکھتے تھے شاہ بھیکھ چشتی لاہوری کے مرید تھے مختلف علوم میں نو ۹ کتابیں تصنیف فرمائی تھیں انھیں میں سے فوائد الاسرار، شرح دیوان حافظ شیراز، احوال نامہ وغیرہ ہیں۔ ۱۰۷۰ھ (ایک ہزار ایک سو ستر ہجری) میں اعلیٰ علیین کو روانہ ہوگئے۔

(۸۵-۱۲) شیخ پہاڑ لکھنوی

ولد محمد شریف جو کہ شیخ سعد اللہ کندوری فراز کی نسل سے ہیں۔ شریعت و طریقت کے جامع تھے۔ ابتداء فطرت سے تقویٰ اور صلاح پر نشو و نما ہوئی اور ذاتی عصمت و حفاظت پر پروان چڑھے، دینی علوم کے حاصل کرنیکے بعد تہذیب اخلاق اور صفات کے سنوارنے کی توفیق ارزانی ہوئی اور اپنے وقت کے زاہدوں کو اختیار فرمایا، نہایت

عمر دراز اور صاحب برکت بزرگ تھے، علم کے پھیلانے میں مشغول رہے، انکے علمی کارناموں میں سب سے اہم یہ کارنامہ ہے کہ بہت سی کتابوں کو جمع کرکے انکی تصحیح کی اور ان کتابوں کے مشکل مقامات کو اس طرح حل کیا کہ جس کو اس علم سے تھوڑی سی مناسبت بھی ہو ان کی کتابوں کا مطالعہ کرکے ان مقامات کو سمجھ سکے استاذ کی چنداں ضرورت نہ پڑے۔ اس لطافت کے باوجود ایک خوبی یہ بھی انکی مشہور ہے کہ طلبہ کی امداد، ان کو کتابیں مہیّا کرکے کیا کرتے تھے اس بات میں اپنے وقت کی مشہور شخصیت تھی، انکی سال وفات کا پتہ نہ چل سکا، شکر اللہ سعیہٗ۔

(۸۶-۱۳) ملا بیکس غزنوی

اپنا تخلص بیکس رکھتے تھے، بہت سے فضائل اور نوع بنوع کے کمالات سے متصف تھے حرمین شریفین کی زیارت کرکے ہندوستان آئے حدیث پاک کی بعض کتابیں مثلاً مشکوٰۃ المصابیح اور شمائل النبی صلے اللہ علیہ وسلم عرب میں میر مرتضیٰ شریفی وغیرہ کے سامنے دہرائی۔ جب بڑھاپا بہت غالب ہوا تو اپنے وطن مالوف کو روانہ ہوتے لیکن قدرتِ الٰہی نے آپ کی خاک کو ہندوستان ہی کی سرزمین کے لئے پسند کرلیا تھا جب پشاور کی منزل پر پہونچے تو "اِرۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً" (اپنے رب کے پاس خوشی خوشی لوٹ آ) کا زمزمۂ دل نواز گوش ہوش میں پہونچا اور ۹۷۳ھ (نوسو تہتر ہجری) میں جوارِ رحمت میں جا ملے۔

(۸۷-۱۴) پیر محمد شیروانی

خوش فہم، عالی ادراک عالم تھے انکی مجلس بہت شگفتہ رہتی تھی، شیروان سے قندھار خان خاناں بیرم خاں کی خدمت میں آکر نشوونما پائی۔ جب خاں خاناں نے ہندوستان فتح کیا تو پہلے آپ کو خانؔ کا خطاب دیا پھر ناصر الملک کا خطاب دیا۔

وفات:۔ صوبہ مالوہ میں دریائے نربدا میں ڈوب کر مر گئے۔

(۸۸-۱۵) شیخ پیر محمد لکھنوی

بڑے عقلمند تھے، علوم ظاہری اور علوم باطنی دونوں میں آپکی عمدہ اور مفید تصانیف ہیں، آپ کے آباء واجداد کرام منڈھیا ہوں ضلع جونپور کے سادات میں سے تھے درسی کتابیں جون پور، حرمین شریفین، دھلی، اجمیر، اور قنوج میں پڑھکر لکھنؤ تشریف لے آئے ایک مدت تک شاہ مینا قدس سرہٗ کے محلہ میں اقامت گزیں رہ کر ریاضت ومجاہدہ اور چلہ کشی میں مشغول ہوئے۔ علوم ظاہری میں مولوی قاضی عبدالقادر لکھنوی سے فراغت حاصل کی اور علوم باطن میں شاہ مینا دام ظلہٗ کی روح پُرفتوح سے تربیت حاصل کی، اس کے بعد شاہ عبداللہ سیاح چشتی کی خدمت میں تشریف لائے اور انھیں کی ارادت وخلافت سے سرفراز ہوکر پہلے بزرگوں کے باقی ماندہ افراد میں داخل ہوگئے اور شیخ عبداللہ نے آپکو لکھنؤ میں رہنے کی اجازت دی اور اپنے پیر کی وصیت کے موافق برابر درس وتدریس وعلوم میں مشغول رہے اور جوکچھ فتوحات حاصل ہوئی اس میں سے ایک دن کی غذا کے علاوہ کل کی کل راہِ خدا میں خرچ کردیتے۔ آپ کی وفات کا سال گیارہویں صدی ہجری کا اسی واں سال ہے (یعنی ۱۰۸۰ھ ہجری) وفات کے بعد آپ کے سب سے زیادہ مشہور اور خلیفۂ اجل شیخ محمد آفاق کو آپ کا جانشین مقرر کیا گیا۔

مزار:- آپ کا مرقد دریائے گومتی کے کنارہ ایک اونچے ٹیلہ پر ہے اور لکھنؤ شہر میں ایک زیارت گاہ ہے۔ اس وقت وہ ٹیلہ شاہ پیر محمد کے نام سے مشہور ہے۔

حَرفُ التّاءِ المُثناۃ
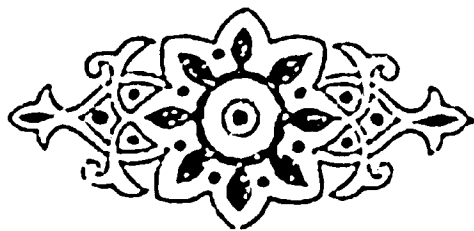
دو نقطہ والی تا کا باب

(۸۹-۱) شیخ تاج الدین دہلوی

ولد شیخ زکریا اجودھنی دہلوی اکبر بادشاہ کے زمانہ کے علماء میں سے شیخ امان پانی پتی کے شاگرد رشید تھے۔ انکی تصنیفات میں سے شرح لوائح اور شرح نزہۃ الارواح ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ اکبر کا دینی مزاج بگاڑنے میں انکا بھی ہاتھ تھا۔ واللہ اعلم

(۹۰-۲) مولوی تراب علی لکھنوی

ولد شیخ شجاعت علی بن مفتی فقیہ الدین ابن مفتی محمد دولت بن مفتی ابو البرکات صاحب فتاویٰ جامع البرکات۔ اور ابو البرکات آپکی کنیت ہے۔ اصل نام رکن الدین محمد ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب مصعب بن الزبیر سے جاملتا ہے۔ ان کے اسلاف دہلی کے باشندے تھے، بارہ سو تیرہ ہجری میں پیدائش ہوئی، تاریخ ولادت کا مادہ برخوردار (۱۲۱۳ھ) ہے آپکے اساتذہ کرام درج ذیل ہیں:

مولوی سید مخدوم لکھنوی، مولوی محمد اسمٰعیل لندنی، مولوی مظہر علی لکھنوی مولوی ظہور اللہ لکھنوی۔ ہم عمروں میں فوقیت رکھتے تھے اور پوری زندگی طلبہ کو فائدہ پہنچانے میں خرچ کی۔ ماہِ صفر بارہویں تاریخ ۱۲۸۱ھ کو قصبہ محمد آباد ضلع اعظم گڈھ میں وفات پاکر وہیں مدفون ہوئے۔ لفظ "فارغ" (۱۲۸۱ھ) سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔

تصانیف:- آپ کی بہت ساری تصنیفوں میں سے چند لکھی جاتی ہیں (۱) شمس الضحیٰ لازالۃ الدجیٰ (۲) التکملۃ العلےٰ للوار الھدیٰ (۳) القراضۃ الغالیۃ (۴) مصفاۃ الاذہان فی تحقیق السبحان (۵) منہیۃ مصفاۃ الاذہان (۶) العشرۃ الکاملۃ (۷) التحقیقات البدیعۃ الشوکیۃ فی توہین الھفوات السعدیۃ (۸) التحقیقات الزکیۃ فی التوہمات السعدیۃ

(۹) حاشیہ شرح ملا جامی (ناتمام) (۱۰) ازالۃ العضل عن اشعار المطول (۱۱) الترشیح المجلی فی مسائل المرور امام المصلی (۱۲) القول الصواب فی مسائل الخضاب (۱۳) العجالۃ الدقیقۃ فی مسائل العقیقہ (۱۴) سبیل النجاح الی تحصیل الفلاح (۱۵) التعلیق المرضی علی شرح القاضی (۱۶) التعلیق الاحسن علی شرح ملا حسن (۱۷) حاشیہ شرح سلم مولوی حمد اللہ سندیلی (۱۸) شوکۃ الحواشی لازالۃ الغواشی صدرا کا حاشیہ (۱۹) لجۃ الروایات فی اجوبۃ الواقعات (ناتمام) (۲۰) الہلالین علی الجلالین (ناتمام) (۲۱) قصیدہ بردہ کی فارسی شرح (۲۲) طنطرانی کے قصیدہ کا فارسی ترجمہ (۲۳) تحصیل الخُبرہ بآداب العمرۃ (۲۴) تحصیل الخبرہ کی فارسی شرح (۲۵) مسالک السداد فی مسائل الافراد (۲۶) ہدایۃ الانام فی آداب الاحرام (۲۷) تحصیل التخضع بآداب التمتع (ناتمام) (۲۸) الفوز المبین بآداب البلد الامین (ناتمام) (۲۹) موائد القرب فی آداب الاکل والشرب (۳۰) درک المآرب فی آداب اللحی والشوارب (۳۱) شمس بازغہ کی ناتمام شرح (۳۲) التحقیقات الکمالیۃ فی ابطال ارتدادات الکلالیۃ (۳۳) العجالۃ المبکیۃ (۳۴) سواء الطریق لابطال اقوال الزندیق (۳۵) ہدایۃ النجدین الی مسائل العیدین (۳۶) قرۃ العینین فی ابطال مسح الرجلین (۳۷) فضائل حضرت صدیق رض کا ایک رسالہ (۳۸) حضرت عثمان رض کے فضائل میں ایک رسالہ (۳۹) رسالہ معراجیہ وغیرہ۔

(۹۱-۳) شاہ تراب علی کاکوروی

ابن شاہ محمد کاظم قلندر۔ صوفیاء باشعور میں سے علمِ تصوف میں کامل عبور رکھتے تھے ان کو تہذیب الاخلاق کی کان کہہ سکتے ہیں۔ ان کی مشہور تصنیفوں میں سے مطالبِ رشیدی، اصولِ مقصودہ اور شعروں کا دیوان وغیرہ ہیں ان کے دو لائق و فائق لڑکے تھے۔ ایک مولوی شاہ حیدر علی اور دوسرے شاہ تقی علی، دونوں ظاہر و باطن میں کمال رکھتے تھے۔

(۹۲-۴) مولوی تفضل حسین خاں کشمیری

عرف خاں علامہ جھوٹے

شیعی مذہب اختیار کرلیا تھا۔ آپ کی جائے پیدائش سیالکوٹ ہے اور نشوونما شاہجہان آباد (دہلی) میں ہوئی۔ نقلی اور عقلی علوم میں کافی دسترس رکھتے تھے خصوصًا ریاضی علوم میں مشہور زمانہ تھے۔ دہلی میں مولوی وجیہ سے تعلیم حاصل کی جو ملا نظام الدین سہالوی کے شاگرد تھے اور معقولات و ریاضی علوم کو مرزا محمد علی ابن میرزا خیر اللہ مہندس سے حاصل کیا اور لکھنؤ میں ملا حسن فرنگی محلی سے میرزاہد شرح مواقف کا درس لیا۔ اور علم حکمت کی دیگر کتابیں مثلاً شفاء وغیرہ کا از خود مطالعہ کیا، بڑے بڑے علمی اکابر کے سامنے اپنی علمی فوقیت کا دعویٰ کیا کرتے تھے۔ جس زمانہ میں آپ اودھ کے نواب سعادت علی خاں کی اتالیقی پر مقرر تھے اسی زمانہ میں الہ آباد کے مشہور عالم مولوی غلام حسین دکنی شاگرد مولوی برکت الہ آبادی سے منطق کے مباحث میں مناظرہ شروع کردیا تھا جس میں مولوی دلدار علی جانبین کے درمیان واسطہ تھے۔ نیز بنارس میں آپ نے شیخ محمد علی حزین سے بھی استفادہ کیا ہے اور انگریزی دانشمندوں کے نزدیک آپکی بڑی عزت تھی کیونکہ آپ عربی، فارسی، انگریزی اور لاطینی زبانیں بھی اچھی طرح جانتے تھے۔ آپ انتہائی سادگی سے رہتے تھے تھوڑے دنوں آصف الدولہ کی وکالت کے عہدہ پر ممتاز رہے مگر سادگی میں کچھ فرق نہیں آیا۔ پھر نواب موصوف کے نائب بھی مقرر ہوئے مگر وہی سادگی اپنے دروازہ پر دربان تک مقرر نہیں کیا کہ ہر شخص ان سے بلاتکلف مل سکے۔ آصف الدولہ کے انتقال کے بعد سعادت علی خاں کے زمانہ میں اس منصب سے استعفار دیکر دربار سے الگ ہو گئے اور طلبہ کی فیض رسانی و تصنیف میں مشغول ہو گئے اور بڑی معتبر کتابیں لکھیں انگریزوں کے معقولی فنون میں سے علم حکمت و فلسفہ میں ایک کتاب اور جبر و مقابلہ میں رسالہ لکھا

وفات:۔ کلکتہ میں تھے کہ فالج یا مالیخولیا کا حملہ ہوا، آب و ہوا تبدیل کرنے کی غرض سے لکھنؤ جا رہے تھے راستہ میں کلکتہ اور مرشد آباد کے درمیان ۱۸ر شوال المکرم ۱۲۱۵ھ (ایک ہزار دو سو پندرہ ہجری) میں ملکِ عدم کے راہی ہو گئے خدا آپکی غلطیوں کو معاف کرے

(۹۳-۵) ملا تقی الدین ششتری

جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے زمانے میں عقلی و نقلی علوم کے اچھے عالم تھے، موزوں فطرت تھی شاہنامہ فردوسی کی نثر اکبر کے حکم سے لکھی ملا عبدالقادر بدایونی کے بقول "قالین کو ٹاٹ اور سوت کو روئی" بنا دیا۔

(۹۴-۶) مولوی تقی علی کاکوروی

ولد شاہ تراب علی قلندر ابن شاہ محمد کاظم قلندر قصبہ کاکوری مضافات لکھنؤ کے رہنے والے مولوی محمد مستعان کاکوری کے شاگرد تھے، ہمیشہ طلبہ کی فیض رسانی اور درس میں مشغول رہتے تھے انکی ایک کتاب "روض الازہر فی مآثر القلندر" یادگار زمانہ ہے۔ لمبی عمر پائی تھی ۷ ار رجب ۱۲۹۰ھ (بارہ سو نوے ہجری چہار شنبہ دن کے بارہ بجے انتقال فرمایا۔

حرف الثاء المثلثة

تین نقطہ والی ثاء کا باب

(۹۵-۱) مولوی ثابت علی ساکن بھکا

ولد شیخ نہال الدین صدیقی ضلع الہ آباد کی تحصیل چائل کے پورہ مفتی کے متصل موضع بھکا کے رہنے والے تھے اور منطق کی کتابوں میں مولانا محمد اشرف لکھنوی کے شاگرد رشید تھے علم منطق میں مکمل مہارت رکھتے تھے۔ آپ کا اکثر درس و تدریس امراء وقت کی ملازمت کے ذریعہ ہوتا۔ جس وقت آپ غازی پور میں مولوی محمد ظہور مچھلی شہری کے برادر زادہ مولوی محمد عمر کی تعلیم دینے کیلئے ملازم تھے اس وقت ان اوراق (تذکرۂ علماء ہند) کا جمع کرنیوالا آپکی خدمت میں پہونچا اور آپ سے شرح جامی پڑھی۔ آپکی وفات ۸ ربیع الاول دوشنبہ کے دن ۱۲۸۲ھ کو وطن مالوف بھکا میں ہوئی۔

(۹۶-۲) قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی

آپ کبیر الاولیاء شیخ جلال الدین کی اولاد میں سے ہیں۔ علماء پرہیزگار

اور متقیانِ زمانہ کے سرگروہ ہیں۔ سات سال کی عمر میں حفظِ قرآن مجید کر کے اٹھارہ سال کی عمر میں تمام علوم کی تحصیل سے فراغت حاصل کی، طالب علمی کے زمانہ میں اپنی درسی کتابوں کے علاوہ ڈیڑھ سو کتابوں کا مطالعہ کر ڈالا۔

بیعت و ارشاد:۔ پہلے آپ شاہ محمد عابد سنامی قدس سرہٗ کی خدمت میں بیعت سے باریاب ہوئے انکی وفات کے بعد مرزا مظہر جان جاناں شہید قدس سرہٗ سے رجوع ہو کر کمالاتِ عالیہ حاصل کیا اور حضرت مرزا صاحبؒ کی مبارک زبان سے آپکو "علم الہدیٰ" کا لقب عنایت ہوا اور مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ آپکو "بیہقیٔ وقت" فرمایا کرتے تھے۔ ایک عرصہ تک ظاہر و باطن کی فیض رسانی علوم کی اشاعت، مقدمات کے فیصلے، سوالاتِ علمی کے جوابات فتاویٰ اور مسائلِ مشکلہ کے حل کرنے میں مصروف رہے، آپکو علم تفسیر، فقہ، کلام اور تصوف میں یدِ طولیٰ حاصل تھا، خصوصاً فقاہت میں آپکو وہ مرتبہ حاصل تھا کہ ایسی ایسی کتابیں اور رسالے تصنیف کر ڈالے اور بہت سے خطوط میں مشکل سوالات کو حل فرمادیا۔

تصنیفات کا تعارف:۔ (۱) تفسیر مظہری ایسی لاجواب کتاب ہے جو بہت ضخیم بڑی بڑی سات جلدوں میں (۲) السیف المسلول جس کو شمشیر برہنہ بھی کہتے ہیں مذہب شیعہ کے رد میں اس کے علاوہ (۳) ارشاد الطالبین (۴) رسالہ مالابد منہ (۵) تذکرۃ الموتیٰ والقبور (۶) تذکرۃ المعاد (۷) حقوق الاسلام جو حقیقت الاسلام کے نام سے مشہور ہے (۸) گانے کی حرمت و اباحت کے مضمون میں ایک رسالہ (۹) متعہ کی حرمت کے بیان میں ایک رسالہ (۱۰) رسالہ شہاب ثاقب، اور دوسری کتابیں اور رسالے جنکی تعداد تیس سے زیادہ ہے حضرت والا کی تصنیفات میں ہیں۔

وفات:۔ قاضی صاحب کی وفات یکم رجب ۱۲۲۵ھ (بارہ سو پچیس ہجری) میں واقع ہوئی۔ مولوی حافظ محب اللہ پانی پتی نے آیت کریمہ "وَهُمْ مُكْرَمُوْنَ فِي جَنّٰتِ النَّعِيْمِ" سے اس طرح تاریخ وفات نکالی کہ واؤ کو فاء سے بدل دیا۔

فَهُمْ مُكْرَمُوْنَ فِي جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۱۲۲۵ھ — اللہ غفور رحیم آپکی مغفرت فرمائے۔

حرف الجیم

جیم کا باب

(۱-۹۷) شیخ جان محمد لاہوری

دانشور، شریعت و طریقت کے ماہر، زمانہ کے پیشوا، لاہور سے باہر محلہ پرویز آباد میں سکونت رکھتے تھے۔ آپ بچپن میں شیخ عبدالحمید صاحب کی خدمت میں علم حاصل کرتے تھے جو شیخ اسمٰعیل عرف میاں کلاں کے خلیفہ تھے ایک دن اپنے استاذ کے ساتھ میاں کلاں صاحب موصوف لاہوری کی خدمت میں حاضر ہوئے میاں صاحب نے آپ سے فرمایا کہ اگر عالم ہو جاؤ گے تو میرے ساتھ حدیث شریف کا تکرار کروگے؟ شیخ جان محمد صاحب فرطِ حیاء وادب کیوجہ سے خاموش رہے۔ استاذ نے اشارہ کیا کہ کہو اگر حضرت کی توجہ سے میں کامیاب ہو گیا تو ضرور خدمت مبارک میں حاضر ہوں گا چنانچہ شیخ جان محمد صاحب نے یہ بات کہی۔ تو حضرت میاں کلاں رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً ہاتھ اٹھا کر ان کے حق میں دعا کی، بارگاہِ خداوندی سے وہ دعاء ایسی مقبول ہوئی کہ چند مہینہ میں آپکی استعداد اتنی ہو گئی کہ شیخ عبدالحمید ان کی تعلیم دینے سے قاصر ہو گئے اور انکو شیخ تیمور لاہوری کے سپرد کیا وہاں جاکر بہت جلد علم سے فارغ ہو گئے۔ ایک دن شیخ کلاں میاں نے توجہ ڈالی اور شیخ جان محمد دلی جذبہ سے میاں کلاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، میاں صاحب نے ان سے معانقہ کیا بس باطنی دولت سے بھی سرفراز ہو گئے۔ میاں صاحب نے کہا کہ آپنے جو وعدہ کیا تھا اس کے مطابق جمعہ اور دوشنبہ کے دن میرے پاس آکر حدیث کا تکرار کریں چنانچہ میاں کلاں صاحب کی زندگی بھر شیخ جان محمد برابر دونوں دن جاجاکر احادیث کا تکرار کرتے رہے۔ اگر کسی حدیث میں شبہہ ہو جاتا تو میاں صاحب مراقبہ کر کے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کی روح مبارک کیطرف متوجہ ہوتے وہاں سے شبہہ رفع کر کے حدیث صحیح کر دی جانے لگی۔ سبحان اللہ بہر میاں صاحب کے انتقال کے بعد شیخ جان محمد کی وفات ۱۱۲۰ھ (گیارہ سو بیس ہجری) میں ہو گئی اور پرویز آباد میں مدفون ہوئے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن محلہ کے سردار کو آپ نے خواب میں بتایا کہ اگر خیر چاہتے ہو تو مجھے میاں کلاں صاحب مرحوم کے مرقد مبارک کے پاس دفن کرو ورنہ مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔ صبح کو سردار صاحب نے آپ کی نعش کو نکالا اور میاں کلاں صاحب مرحوم کی خواب گاہ کے قریب دفن کر دیا۔ رحمۃ اللہ علیہ

(۹۸-۲) سید جان محمد بلگرامی

ولد سید معین الدین سال ایک ہزار تراسی ۱۰۸۳ھ میں پیدائش ہوئی۔ قرآن مجید حفظ کر کے علوم مروجہ کی تعلیم میں قدم رکھا اور تمام ہی علوم میں لائق و فائق ہوئے، خطِ نسخ نہایت عمدہ لکھتے تھے، زیارتوں کے شوق میں بغداد، سرمن رای، نجف، کربلا اور طوس سے ہوتے ہوئے بیت الحرام میں پہنچے مناسک ادا کر کے مدینہ منورہ گئے اور وہیں موت آنے کی تمنا میں اقامت گزیں ہو گئے۔ قرآن کریم کی تصحیح میں مشغول رہتے تھے اسی مبارک سرزمین میں ۱۱۴۹ھ میں ملاء اعلیٰ سے جا ملے اور اسی سرزمین کے بقیع مبارک میں پیوند خاک ہو گئے۔ آپ پر بے پایاں رحمت ہو۔

(۹۹-۳) مولوی جان محمد لاہوری

آپ لاہور کے عظیم مشائخ اور اکابر علماء میں سے تھے، جمعہ کے دن وعظ کہا کرتے تھے: مخلوقِ خدا دور اور نزدیک سے انکی خدمت میں پہونچ کر علم و عمل کا کافی اور بھرپور حصہ حاصل کرتی تھی۔ ۱۲۶۸ھ میں لاہور ہی میں رحلت فرمائی۔

(۱۰۰-۴) شیخ چاپن میواتی

ملک میوات کے قصبہ سوہنہ کے رہنے والے تھے جو دہلی سے تقریباً ۴۵ میل پچھم مائل بجنوب ہے آپ عظیم صوفی، عالم، شیخ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے۔

فقیری کی راہ پر مکمل صاحب استقامت تھے، فن تصوف کی مشکل کتابوں (مثلاً فصوص الحکم اور نقد الفصوص وغیرہ) کا درس بااستعداد طلبہ کو دیا کرتے تھے، آخر عمر میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کو ان سے عظیم ارادت و عقیدت پیدا ہو گئی تھی اور بعض ملکی مہمات میں انکی توجہ کے طالب ہوئے تھے اپنے شاہی محل کے قریب جو عبادت خانہ اکبر نے بنایا تھا اس کے قریب ہی ایک جگہ شیخ چاپن کے لئے متعین کر دیا تھا، رات کو خلوت میں دیر تک شیخ کی خدمت میں رہتا تھا، شیخ کی نماز معکوس کو جب اکبر نے دیکھا تو اس کی نسبت الٹی ہو گئی ۹۹۸ھ (نو سو اٹھانوے ہجری) میں مر گئے۔

عرض:۔ مترجم عرض کرتا ہے کہ یہ شیخ عبدالعزیز دہلوی شاہ ولی اللہ کے صاحبزادہ نہیں ہیں بلکہ شیخ عبدالعزیز دہلوی ولد شیخ حسن بن طاہر جونپوری متوفی ۹۷۵ھ ہیں ناظرین دھوکہ نہ کھا جائیں۔ واللہ اعلم

(۱۰۱-۵) مولوی جعفر ساکن ڈلمئو

صاحب علم و عمل، اور صاحب زہد و تقویٰ بزرگ تھے۔ ۱۲۳۲ھ (بارہ سو بتیس ہجری) میں وفات ہوئی۔

(۱۰۲-۶) سید جلال کشمیری

ابن سید جمال۔ عالم باعمل فقہ، حدیث اور تصوف کی کتابوں کے حافظ تھے اپنے آباء و اجداد کے قبرستان کے قریب ایک خانقاہ تیار کر رکھی تھی، پوری پرہیز گاری سے عمر بسر کی ۱۲۱۷ھ (بارہ سو سترہ ہجری) میں رحلت فرمائی۔

(۱۰۳-۷) شیخ جلال تھانیسری

شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے خلیفہ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے دینی علوم کی فیض رسانی اور یقینی معارف کی نشر و اشاعت میں مشغول رہتے تھے لیکن اخیر عمر میں ظاہری علوم سے ہٹ کر مجلس علم سے خلوت گزینی کر لی اور

تمام اوقات قرآن پاک کے ختم کرنے، نوافل، درود اور دعا میں صرف کرتے تھے، ان کی عمر شریف ترانوے سال کی ہوگئی تھی انتہائی ضعیف و لاغر ہو گئے تھے کہ اٹھنے بیٹھنے کی بھی قوت نہ رہ گئی تھی، ضعف و ناتوانی میں تکیہ لگائے لیٹے رہتے تھے لیکن جوں ہی اذان کی آواز سنتے بلا کسی کی مدد کے اٹھ کھڑے ہوتے، جوتا پہن کر لاٹھی ہاتھ میں لیکر اچھی طرح طہارت اور کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے، نماز کے بعد اسی پرانے طریقہ پر بستر پر لیٹ جاتے۔ ۹۸۹ھ (نو سو نواسی ہجری) میں رحلت فرمائی "شیخ الاولیاء" ۹۸۹ھ کے لفظ سے آپ کی تاریخ وفات نکلتی ہے

(۱۰۴-۸) مولانا جلال الدین مانکپوری

مولانا حسام الدین مانک پوری کے دادا ایک بزرگ عالم، عبادت گذار، صابر، پرہیزگار شخص تھے عشاء کی نماز کے بعد فوراً سو جاتے اور جب تک لوگ بیدار رہتے اس وقت تک نیند پوری کر لیتے تھے اور جب لوگ سو جاتے اسوقت آپ اٹھ کر صبح تک نماز میں مشغول رہتے ہر دن اکتالیس (۴۱) بار سورۂ یٰسین شریف پڑھا کرتے پھر چاشت کی نماز کے بعد علم دین کی تعلیم میں مشغول ہو جاتے، آپکا ذریعہ معاش قرآن کریم کی کتابت تھا بلا وضو کے کبھی قلم نہیں پکڑتے تھے نہایت خوش خط قرآن کریم لکھ کر دہلی بھیجتے اور اس کا ہدیہ پانسو ٹنکہ ہوتا تھا۔ اگر اتفاقاً کسی وقت ملک میں رعایا پر ڈاکہ پڑ جاتا تو گوشت کھانا چھوڑ دیتے تھے کہ شاید لوٹے ہوئے جانور کا نہ ہو۔ آپ کو ارادت شیخ محمد خلیفۂ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ سے تھی۔

(۱۰۵-۹) مولوی جلال الدین احمد بنارسی

ولد مولوی عبد الاعلیٰ بنارسی ۱۲۲۱ھ (بارہ سو اکیس ہجری) میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد اور مولوی احمد اللہ بنارسی سے مروجہ علوم حاصل کئے حدیث کی سند مولوی عبد الحق محدث بنارسی سے حاصل کی۔ حدیث پر عمل کرنیوالے، متبع سنت،

قناعت گزیں، صاحب تقویٰ تھے، حافظہ اتنا قوی تھا کہ ایک دن میں قرآن مجید کا ایک پارہ یاد کر کے رمضان المبارک کی رات میں تراویح کے اندر پڑھ دیا انکی کتابوں کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) فرہنگ اخوان الصفا (۲) فاتحۃ الصواب فی قراءۃ فاتحۃ الکتاب (۳) زبدۃ القوانین علم صرف ونحو میں (۴) شرح کافیہ ناتمام (۵) قواعد اردو ناتمام بنارس کالج میں مدرس اول کے عہدہ پر سرفراز تھے۔ ۱۲۷۹ھ (بارہ سوانناسی ہجری) میں بعمر اٹھاون سال انتقال فرمایا

(۱۰۶-۱۰) مولانا جلال الدین رُومی

مختلف فنون میں استاذ کامل تھے۔ فیروز شاہ بادشاہ کے زمانہ میں مدرسہ فیروز شاہی دہلی میں ہمیشہ دینی علوم کا درس دیتے رہے۔ تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم طالبان علم کو برابر دیتے رہے۔

(۱۰۷-۱۱) قاضی جلال الدین ملتانی۔

متبحر عالم، حق پسند، حق گو تھے شروع شروع میں تجارت کرتے تھے اور بیچ میں درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔ چند سال اکبر آباد میں مقیم ہوئے۔ جب قاضی یعقوب اکبر بادشاہ کے حکم سے معزول ہوئے تو آپ "قاضی ہند" کے عہدہ پر فائز ہوئے دیانت اور امانت میں اپنی ذات عالی کی حد تک بہترین قاضی تھے لیکن اپنے نالائق اور بد دیانت لڑکے کی پاداش میں یہاں سے نکال کر دکن بھیجے گئے۔ اس دیار کے علماء اور حکام آپ کی حق گوئی اور دین اسلام میں پختگی کا شہرہ پہلے ہی سے سن چکے تھے اس لئے آپکی تعظیم وتکریم میں انتہائی کوشش کی، پھر دکن سے حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے اور بیت الحرام کی زیارت سے مشرف ہوئے اور وہیں پر داعیٔ اجل کی پکار پر لبیک کہہ کر جواب دیا۔ علیہ الرحمۃ والرضوان۔

(۱۰۸-۱۲) سلطان جلال الدین قریشی

ایک عقلمند علم کے سمندر تھے لیکن

صاحب حال درویش تھے، مجذوبانہ شکل اکثر حالتوں میں ٹوپی جوتا ندارد، جنگل بیابان میں گھومتے رہتے اور صرف ستر عورت کے بقدر لباس پہنا کرتے عقلی، نقلی، رسمی اور حقیقی ہر قسم کے علوم زبانی یاد رکھتے۔ اگر کبھی اس کی تقریر کرنی ہوتی تو مکمل بیان کیا کرتے کسی شخص یا کسی چیز سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ عربی، فارسی، ہندی ہر زبان میں بات کرتے تھے، آپ کا مشرب قلندری تھا۔ عبادتوں میں سے صرف فرض اور سنت پر اکتفار کرتے زیادہ نوافل میں مشغول نہیں رہتے تھے۔ تصوف کی مشہور کتاب فصوص الحکم اور اس کے علاوہ دوسری کتابیں حفظ یاد تھیں۔ کئی دفعہ دہلی میں بھی تشریف فرما ہوئے اور بیانہ اور آگرہ اور ان کے اطراف میں بھی رہا کرتے تھے، انکی عمر صرف پچیس [۲۵] سال تھی۔ ۹۴۸ھ (نو سو اڑتالیس ہجری) میں فوت ہوئے اور منڈو کے کسی دیہات میں دفن کئے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۰۹-۱۳) سید جلال الدین حمید عالم

یہ سید محمد ابو المجد محبوب عالم احمد آبادی گجراتی کے فرزند ہیں۔ ۱۰۶۲ھ (ایک ہزار باسٹھ ہجری) کی دوسری جمادی الاولیٰ کو پیدا ہوئے، علم ظاہر و باطن اپنے والد صاحب سے حاصل کیا اور باکمال ہو گئے۔ دو رسالے انکی علمی یادگار ہیں ایک رسالہ مرآۃ الرویا جو خواب کی تعبیر میں ہے، دوسرا رسالہ مفتاح الحاجات جس میں اپنے اعمال و اشغال کو جمع کیا ہے۔ ۲۰ ذی الحجہ ۱۱۱۴ھ (گیارہ سو چودہ ہجری) کو عالم ناپائیدار سے روانہ ہو گئے اور احمد آباد گجرات میں آرام فرما ہوئے۔

(۱۱۰-۱۴) مولوی سید جلال الدین برہانپوری

ان کا عرف "اللہ والے صاحب" تھا۔ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی کے شاگرد تھے، اپنے وقت کے صاحب معرفت، زاہد، عبادت گذار محدث تھے۔ ۱۲۷۳ھ (بارہ سو تہتر ہجری) میں برہان پور میں وفات پائی۔

(۱۱۱-۱۵) شیخ جمال الدین احمد ہانسوی الخطیب

امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رح سے انکی نسبت ہے۔ شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہما کے عظیم خلفاء میں سے ہیں کمالات ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ ان کے کچھ رسالے اور اشعار بھی ہیں جو کسی کسی کے پاس موجود ہیں۔ انھیں میں سے ایک رسالہ ملہمات بھی عربی زبان میں ہے۔ جو کمالات متفرقہ کے جامع ہیں جن میں فقر کے اوصاف کو بیان کیا ہے۔ انکی قبر ہانسی میں ہے جہاں لوگ زیارت کرتے ہیں اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

(۱۱۲-۱۶) ملا جمال الدین کشمیری

یہ ملا کمال الدین کے بھائی تھے، عقلمند متبحر اور بابا فتح اللہ حقانی کے مرید تھے رات و دن تعلیم و تدریس میں مشغول رہتے بابائے فقراء شیخ نصیر الدین اور بابا نصیب الدین اور شیخ اسمٰعیل بہشتی ان کے تلامذہ میں ہیں۔ ایک قمیص میں اور ایک چٹائی پر زندگی بسر کرلی ان کا مرقد کشمیر میں ہے۔

(۱۱۳-۱۷) مولوی جمال الدین فرنگی محلی

ولد ملا علاء الدین شارح فصول اکبری۔ کتب درسیہ سے فارغ ہونے کے بعد ملک مدراس میں گئے۔ نواب غلام غوث خاں رئیس کرناٹک کی تعلیم کی بنیاد پر دو سو پچاس روپیہ ماہانہ تنخواہ پر ملازم ہوئے۔ اسی جگہ ۸ ربیع الثانی ۱۲۷۶ھ (بارہ سو چھہتر ہجری) میں وفات پاکر دفن ہوئے۔

(۱۱۴-۱۸) مولانا جمال الدین لاہوری

لاہور میں ایک محلہ تلّہ کہلاتا ہے وہیں سکونت پذیر تھے، اپنے وقت کے سب سے بڑے عالم، تمام علوم کے جامع تھے، ملا اسمٰعیل اُچی کے شاگرد اچھے مقرر واضح گفتگو کرنے والے تھے، اکبر بادشاہ کے زمانہ میں لاہور کے اندر ایک مدرسہ

تھا وہیں کے مدرس تھے کہتے ہیں کہ آٹھ ہی سال کی عمر میں سبق پڑھانا شروع کر دیا تھا۔ معقول و منقول کی مشکل بحثوں کو آسانی کے ساتھ طلبہ کو ذہن نشین کرا دیتے تھے۔ صلاح و تقویٰ سے متصف اور اخلاقِ عالیہ سے متخلق تھے۔ فیضی کی تفسیر سواطع الالہام کی جگہ جگہ اصلاح آپ ہی نے کی تھی۔

اوچی :۔ اوچ کیطرف نسبت ہے چ مشدد ہے اس کے معنی اونچا کے ہیں انکی بستی اوچ ملتان کے قریب بلندی پر واقع تھی اس لئے اس کا نام اوچ پڑگیا تھا۔

(۱۱۵-۱۹) شیخ جمال دہلوی

فاضل عقلمند تھے جلالی تخلص رکھتے تھے شیخ سماء الدین دہلوی کے مرید تھے ہند سے خراسان چلے گئے تھے اور سلطان حسین مرزا کی وفات کے بعد ہندوستان لوٹ آئے اور سلطان سکندر لودھی، بابر بادشاہ اور ہمایوں بادشاہ کی مصاحبت میں زندگی بسر کی یہ تمام بادشاہان ہند آپ کا بیحد احترام کرتے تھے۔ آپکی تصنیفات میں سے سیر العارفین مشہور کتاب ہے۔ ۹۴۲ھ (نو سو بیالیس ہجری) میں وفات ہوئی مادہ تاریخ "خسرو ہند وای" سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔
۹۴۲ھ

(۱۱۶-۲۰) مفتی جمال خاں دہلوی

ولد شیخ نصیر الدین میاں لادن کے بھائی اور اپنے والد کے شاگرد تھے کنبوہ (کھمبات) کے اپنے زمانہ میں اعلم العلماء گروہ سے تھے عقلی و نقلی علوم میں خصوصاً علم فقہ، علم کلام، عربی ادب اور علم تفسیر میں بے نظیر تھے۔ مفتاح کی دونوں شرحوں پر محاکمہ لکھا اور عضدی کی کتاب کو چالیس مرتبہ اول سے آخر تک پڑھایا ہمیشہ درس دیتے رہتے اور دینی علوم میں منہمک رہتے۔ بادشاہوں اور سلاطین دنیا کے گھروں کا رخ نہ کرتے تاہم تمام حاکموں کے نزدیک باعزت اور محترم مانے جاتے تھے، ان کے اکثر شاگرد قابل ہوئے ہیں۔ انکی عمر نوے برس سے زیادہ ہوگئی تھی کہ سن

نوسو چوراسی ہجری (۹۸۴ھ) میں دار البقا کو کوچ کر گئے۔

تصنیفات:۔ (۱) شرح عضدی (۲) شرح مفتاح (۳) شرح النوار فقہ وغیرہ

(۱۱۷-۲۱) جواد ساباط

ایک عربی النسل آدمی تھے انکا اصلی نام ونسب تھا جواد ساباط لطفی بن ابراہیم ساباط الساباطی۔ اور مذہب اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی ہو جانے پر "ناتانائیل ساباط" کے نام سے مشہور ہوئے۔ کلکتہ میں ۱۲۲۲ھ (بارہ سو بائیس ہجری) میں شیخ احمد عرب شروانی سے انکی ملاقات ہوئی جواد صاحب ظرافت کلام، عزائب ونادرات کی نقل، ہنسانیوالی حکایتوں کے بیان میں یکتائے روزگار تھے، مختلف علوم میں انکی تصنیفات موجود ہیں۔

مصنفاتہ:۔ (۱) القواعد الفکریہ (فارسی) نحو وصرف میں (۲) ضروریات الصرف (۳) ربط الحمار فی رد الاستعذار۔ الاستعذار مولوی باقر مدراسی کا رسالہ ہے جس میں امیر معاویہؓ کے اجتہاد کو ثابت کیا ہے یہ اسی کا جواب ہے (۴) علم منطق میں مقدمۃ العلم (۵) علم عروض میں الموجز النافع (۶) مختصر علم قوافی میں (۷) صنائع وبدائع میں التحفۃ الباقشریہ (۸) عروض وقوافی میں، الانموذج الساباطی (۹) تصوف کے اصول میں شراب الصوفیۃ (۱۰) اپنے مجربات میں السہام الساباطیہ (۱۱) الوظائف الساباطیۃ۔ ان دعاؤں کے بیان میں جس کو اس نے خود اپنے لئے ایجاد کیا تھا (۱۲) موجز الرمل (۱۳) ضرغاطۃ الرمل (۱۴) ہندی صرف ونحو میں دھماکۂ ساباطیہ، اس کے علاوہ اور کتابیں فارسی اور عربی میں لکھی۔ اس کے علاوہ اس کے قصیدے بھی ہیں۔

(۱۱۸-۲۲) جوہر ناتھ کشمیری

کشمیر کے نامی علماء میں سے ہیں، محدث تھے علوم عقلی کے جامع تھے، سلطان قطب الدین کشمیری کے مدرسہ میں اکثر علوم حاصل کرنے کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کو گئے، مناسکِ حج ادا کرنے کے بعد علم حدیث پڑھنے کیطرف متوجہ ہوئے اور اس

طرف کے اکابر علماء اور اجلۂ محدثین سے حدیث کی اجازت حاصل کی۔ ملا علی قاری (متوفی ۱۰۱۴ھ) اور ابن حجر مکی (متوفی ۹۷۴ھ) سے معنعن سلسلہ میں حدیث کی سند حاصل کی پھر وطن واپس آکر گوشہ نشینی اختیار کرکے خالق کی عبادت میں مشغول ہوگئے پھر روزی حاصل کرنے کے لئے کسب حلال کو اختیار کیا، اون کا دھاگہ بٹتے تھے جس سے دوشالہ وغیرہ بنتا ہے اور دینی علوم کا درس بھی دیتے تھے۔ ان کے مشہور شاگردوں میں ملا محمد ٹوپی گر اور شرح جامی کے محشی ہیں۔ صاحب تذکرہ کی وفات ۱۰۲۶ھ (ایک ہزار چھبیس ہجری میں ہوئی اور کشمیر میں ملا حسین خباز کی مزار کے پوربی حصہ میں مدفون ہوئے۔

(۱۱۹-۲۳) ملا جیون امیٹھوی

آپ کا نام احمد بن ابی سعید بن عبداللہ بن عبدالرزاق بن خاصہ (خدا) ہے نسلاً صدیقی اور مذہباً حنفی تھے، مکہ کے صالحی قبیلہ کے تھے پیدائش امیٹھی میں ہوئی۔ آپ کا حافظہ اس غضب کا تھا کہ ایک بار سن کر پورا قصیدہ یاد کر لیتے تھے اور درسی کتابوں کی عبارت بغیر کتاب دیکھے زبانی پڑھا کرتے تھے پہلے قرآن مجید حفظ کیا پھر درسی کتابیں علماء زمانہ سے پڑھکر کوڑہ جہاں آباد میں ملا لطف اللہ صاحب سے فراغت حاصل کی اس کے بعد محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کی خدمت میں پہونچے بادشاہ عالمگیر بہت توقیر و تعظیم سے پیش آئے اور آپ کی شاگردی اختیار کی اور زندگی بھر آپکی تعظیم و توقیر کرتے رہے باپ ہی کیطرح عالمگیر کی اولاد بھی آپ کی تعظیم و توقیر کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی تھی ملا صاحب موصوف نے اپنی عمر عزیز درس و تصنیف میں صرف کر کے حرمین شریفین کی زیارت فرمائی ربیع الاول ۱۱۰۵ھ میں نور الانوار شرح منار کی تصنیف شروع کی اور اسی سال ۷ روز جمادی الاولیٰ کو بلا کتاب کی مدد کے مدینہ منورہ کے حرم شریف میں یہ کتاب پوری فرمائی۔

نیز آیات احکام کی شرح تفسیر احمدی بھی آپکی مشہور کتاب ہے۔ ۱۱۳۰ھ (گیارہ سو تیس ہجری میں دہلی میں وفات پائی اور نعش امیٹھی لاکر دفن کی گئی۔ طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ

حرفُ الحاءِ المُهملۃ
بے نقطہ والی حاء کا باب

(۱۲۰-۱) میاں حاتم سنبھلی آپ شیخ عزیز اللہ تلبنی سنبھلی کے شاگرد اور مرید تھے، جامعیت کے اعتبار سے اپنے زمانہ کے بے نظیر شخص تھے خصوصًا علم کلام واصول اور علم ادب میں یکتا تھے اس کے ساتھ ہی نہایت ریاضت کرنیوالے صالح اور متقی بھی تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ شرح مفتاح، مطول کو بسم اللہ کی بار سے تمت کی دوسری تار تک چالیس مرتبہ پڑھائے تھے اسی سے دوسری کتابوں کے اسباق کو قیاس کرنا چاہیئے۔ ملا عبد اللہ لاری نے عقائد نسفی کا حاشیہ لکھا تھا اور اس کو دعویٰ کے ساتھ علماء کے سامنے پیش کرتے تھے میاں حاتم صاحب نے اس کا مطالعہ کیا تو اس میں اتنی موشگافیوں اور باریک بینیوں کے اعتراضات وارد کئے کہ ملا علاء الدین اس کا جواب دینے میں بے بس ہو گئے۔ خلاصہ کہ ستر سال تک مسند درس وارشاد کو زینت دے کر ۶۹-۹۶۸ھ (نو سو اڑسٹھ یا انہتر ہجری) کو دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲۱-۲) حافظ کو مکی جو حافظ تاشکندی کے نام سے مشہور تھے، ماہر عقلمند خصوصًا عربی ادب میں مثل سمندر تھے۔ جناب ملا عصام الدین اسفرائینی سے تلمذ کی نسبت رکھتے تھے، تمام علوم میں اچھا رسوخ تھا اور طلبہ کو بہت نفع پہنچاتے تھے، سپاہی منش تھے۔ ۹۷۷ھ (نو سو ستتہر ہجری) میں ہندوستان آکر اکبر بادشاہ کی ملازمت کرلی تھی، اور سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر لکھ کر بادشاہ کے سامنے پیش کی تو چالیس ہزار روپیہ کے قریب انعام پایا، گجرات کے راستہ سے ہو کر حرمین شریفین چلے گئے۔

(۱۲۲-۳) حاجی محمد کشمیری اصلاً ہمدان کے تھے، ان کے بزرگوں میں سے

کوئی صاحب سید علی ہمدانی کے ساتھ کشمیر آئے تھے اور یہیں مقیم ہو گئے تھے۔ حاجی محمد صاحب کشمیر میں ہی پیدا ہوئے، فضائل و کمالات دہلی میں حاصل کیا اور اکثر علوم میں کمال کے مرتبہ تک پہونچے ہوئے تھے، فقر اور عبادت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اور دنیاوی کاموں میں ملوث نہیں ہوتے تھے۔ پنجشنبہ کے دن ۱۹ اروِیں صفر کو ۱۰۰۶ھ (ایک ہزار چھ ہجری) میں وفات پائی۔ انکی وفات کا مادہ تاریخ ہے۔ ع نوزدہم بود از شہر صفر
۱۰۰۷ھ

مُترجم غفرلہ، کہتا ہے کتاب میں جس طرح لکھا ہے اس سے دس سو سات کا عدد برآمد ہوتا ہے۔ اس لئے " از " کا الف نہیں لکھنا چاہئے تاکہ اس سے دس سو چھ کا عدد برآمد ہو۔ ع: نوزدہم بود ز شہر صفر
۱۰۰۶ھ

(۱۲۳-۴) شیخ حبیب اللہ قنوجی

شہر قنوج کے بڑے مشائخ اور مروجہ درسی علوم کے عالموں میں سے تھے، مولوی علی اصغر قنوجی کے ہم عصر، سلوک و تصوف میں غلو رکھتے تھے، انکی ہمت ہمیشہ مخلوق خدا کی رہنمائی میں مصروف رہتی۔ (۱) جواہر خمسہ (۲) تذکرۃ الاولیاء (۳) روضۃ النبی (۴) انیس العارفین (۵) اور علم فقہ میں الفاضل انکی عمدہ تصانیف میں سے ہیں۔ شاہ عبد الجلیل الہ آبادی سے بیعت و ارادت رکھتے تھے۔ ۱۱۴۰ھ (گیارہ سو چالیس ہجری) میں وفات پائی اور اپنے ہی باغ میں دفن ہوئے۔

(۱۲۴-۵) ملا حبیب اللہ فرنگی محلی

ولد ملا محب اللہ بن ملا احمد عبد الحق بن ملا محمد سعید بن ملا قطب الدین شہید سہالوی۔

تعلیم و تربیت:۔ آپ نے اکثر درسی کتابیں اپنے بڑے بھائی ملا محمد مبین سے پڑھیں۔ اس کے بعد اپنے چچا ملا ازہار الحق کے درس میں آئے اور بڑی کتابیں ملا احمد حسین سے اور معقولات ملا محمد حسن سے پڑھی لیکن تنگدستی کیوجہ سے درس کا سلسلہ جاری نہیں کیا۔ ۱۶ اروِیں ذی قعدہ کی رات میں ۱۲۲۶ھ میں وفات پائی مادہ تاریخ ہے ع شد لعرش برین حبیب اللہ

۱۲۲۶ھ

(۱۲۵-۶) مولانا حسام الدین مانک پوری

ولد مولانا خواجہ بن مولانا جلال الدین، شیخ نور قطب عالم پنڈوا کے خلیفہ اور وقت کے مانے ہوئے مشائخ میں سے تھے، علوم شریعت کے عالم اور طریقت کے پیشوا تھے۔ ان کے ملفوظات کو ان کے ایک مرید نے "رفیق العارفین" کے نام سے جمع کر دیا ہے۔

(۱۲۶-۷) حکیم حسن گیلانی

آپ کی حکمت میں مہارت مشہور تھی، علم تو کوئی خاص نہیں تھا لیکن اخلاق اعلیٰ درجہ کا اور اوصاف نہایت بلند تھے۔ ۳ر محرم ۱۰۰۴ھ (ایک ہزار چار ہجری) کو وفات ہوئی۔

(۱۲۷-۸) شیخ حسن بن طاہر جونپوری

آپ کے والد ماجد شیخ طاہر علم کی طلب میں ملتان سے اس دیار میں آئے تھے، شہر بہار میں سکونت پذیر ہو گئے تھے اور شیخ بڈھ حقانی سے علم سیکھا تھا۔ بہار ہی میں آپ کے یہ لڑکے شیخ حسن پیدا ہوئے اور نوجوانی کے زمانے سے علم حاصل کرنے ہی کے وقت طلب صادق پیدا ہوئی۔ آخر شیخ حامد راجی شہ مانک پوری سے مرید ہو گئے۔

تصنیفات:۔ علم سلوک و توحید میں آپ کے کچھ رسالے ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب مفتاح الفیض نام کی ہے۔ آپ جونپور کے ان مشائخ میں ہیں جن سے علم سلوک پھیلا سکندر لودھی نے آپ کو دہلی طلب کیا تب جونپور سے آ کر دہلی میں جی منڈل کی حویلی میں قیام کیا جو سلطان محمد تغلق کے قلعہ کی ایک برجی کا نام ہے۔ وہیں اہل و عیال کے ساتھ رہ پڑے اور وہیں چوبیسویں (۲۴) ربیع الاول سنہ ۹۰۹ھ (نو سو نو ہجری) میں وفات ہوئی۔ آپکی اور آپ کے اکثر اولاد کی قبریں وہیں ہیں۔ علیہ الرحمۃ

(۱۲۸-۹) حسن علی موصلی

یہ شاہ فتح اللہ کے شاگرد رشید ہیں۔ جس سال کابل فتح ہوا تھا اسی سال اکبر بادشاہ کی ملازمت

میں داخل ہو کر اس کے بڑے شہزادہ کی تعلیم پر مقرر کئے گئے مخفی طریقہ سے شیخ ابو الفضل نے بھی کئی دفعہ ان سے علمی استفادہ کیا۔ فن ریاضی، فن طبعی اور حکمت کی تمام ہی تعلیم ان سے خفیہ طرح حاصل کی اور دیگر غامض اور باریک علوم بھی ان سے سیکھے تھوڑے ہی دنوں کے بعد بادشاہ کی ملازمت ترک کرکے گجرات جانے کا ارادہ کر لیا وہاں پر شیخ حسن علی صاحب تذکرہ سے مرزا نظام الدین احمد اور ان کے لڑکے محمد شریف نے استفادہ کیا یہ دونوں انکی محنت سے عقلی اور عربیت کے علوم میں کامل ہوتے۔ مدت کے بعد ابو الفضل وغیرہ اکبر کے قریبوں نے شاہی مجلس میں شیخ کے فضائل و کمالات کا ایسا تذکرہ کیا کہ بادشاہ نے شاہی فرمان بھیجکر آپکو بلایا۔ جب آپ لاہور تشریف لائے اور بادشاہ کا آداب بجالانے میں آپ کو سجدۂ تعظیمی کا حکم دیا گیا تو آپ کو اس سے صدمہ پہونچا اور بادشاہ سے ملاقات کئے بغیر ۹۹۲ھ (نوسو بانوے ہجری) میں وطن لوٹ گئے۔

(۱۲۹-۱۰) مرزا حسن علی (صغیر) محدث لکھنوی

لکھنؤ میں ایک محلہ کا نام کھیالی گنج ہے، وہیں کے رہنے والے تھے۔ آپ کا لقب میرک شاہ جمال الدین۔ معروف بہ مرزا ہے۔ علوی سادات میں سے ہیں اپنے کو ہاشمی لکھتے تھے۔ علم حدیث کی سند مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی سے حاصل کی سیکڑوں لوگوں نے آپ سے حدیث پڑھی جن میں سے میرے آقا مولوی ابو الخیر معین الدین شہیدی کڑوی بھی ہیں۔

تصانیف :۔ انکی مشہور تصانیف میں سے ایک رسالہ تحفۃ الشاق فی النکاح والصداق ہے ایک اور کتاب ہے "برہان الخلافۃ" اور فارسی زبان میں فتاوی بھی ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شافعی المسلک تھے شاگردوں میں سے منشی خادم علی سندیلی "تاریخ جدولیہ" کے مصنف بھی ہیں جو ۱۲۲۶ھ (بارہ سو چھبیس ہجری) میں بمقام باندہ انکی خدمت سے فیض یافتہ ہوئے ہیں۔ موصوف صاحب تذکرہ کی وفات نصیر الدین

حیدر شاہ اودھ کے آخری زمانہ میں لکھنؤ ہی میں استسقاء کی بیماری سے ہوئی اور وہیں مدفون ہیں

(۱۳۰-۱۱) مرزا حسن علی کبیر محدث لکھنوی

محلہ محمود نگر لکھنؤ کے رہنے والے مولوی حیدر علی سندیلی کے شاگرد تھے

(۱۳۱-۱۲) مولانا حسن صغانی لاہوری

ابن محمد بن حسن بن حیدر صغانی۔ صغان بے نقطہ والی صاد اور نقطہ دار غین کو فتحہ ماوراء النہر کے شہروں میں ایک شہر ہے چغان اسی کا معرب صغان ہے۔ آپ کے اکابر وہیں سے آکر لاہور میں اقامت پذیر ہو گئے تھے۔ مولانا حسن کی پیدائش پندرہ ۱۵ صفر ۵۷۷ھ (پانچ سو ستہتر ہجری) کو لاہور میں ہوئی اور وہیں نشو و نما پائی اپنے والد صاحب سے علوم حاصل کئے، مولانا حسن مرحوم فقیہ کامل محدث، باعمل، عالم ربانی، احکام و معانی کے پورے واقف کار تھے۔ ۶۱۵ھ (چھ سو پندرہ ہجری) میں بغداد جاکر مقیم ہو گئے تھے اور مختلف علوم میں کئی مفید کتابیں تصنیف کیں اور اپنی کتاب العباب جو لغت میں ہے پوری کرنے سے پہلے آپ وہیں ۶۵۰ھ (چھ سو پچاس ہجری) میں وفات پا گئے اور وصیت کے مطابق مکہ معظمہ میں دفن کئے گئے۔

تصنیفات:۔ کتب ذیل آپکی مشہور و متداول تصنیفات ہیں (۱) علم لغت میں شوارد (۲) شرح القلادۃ السمیطیۃ فی توشیح الدریدیہ (۳) کتاب الافتعال (۴) کتاب العروض (۵) مشارق الانوار (۶) مصباح الدجیٰ (۷) الشمس المنیرۃ (۸) شرح البخاری (۹) درۃ السحابۃ (۱۰) شرح درۃ السحابۃ (۱۱) کتاب الفرائض (۱۲) کتاب العباب نا تمام۔

(۱۳۲-۱۳) امیر حسن بن علاء سنجری دہلوی

تمام فضلاء زمانہ میں آپ کا درجہ اور آپکی عزت دوسری ہی چیز تھی اور شیخ نظام الدین اولیاء کے مریدوں میں سب سے زیادہ آپ کو شیخ کا قرب تھا اور آپ کے ساتھ شیخ کی نظر عنایت امتیازی تھی، معاملات کی صفائی

اندرونی خلوص اور تمام ہی اوصاف حمیدہ میں یکتائے زمانہ تھے۔ علم تصوف سے مقصود اوصاف عالیہ کے ساتھ متصف تھے، امیر خسرو کی معاصرت اور مصاحبت رکھتے تھے آپ کے قصائد بھی شاہ غیاث الدین بلبن کی تعریف میں ہیں حالانکہ امیر خسرو کے کلام میں سلطان غیاث بلبن کی تعریف بہت کم ہے۔ امیر حسن کی ایک کتاب ہے جس کا نام "فوائد الفواد" ہے اس میں شیخ نظام الدین قدس سرہ کے ملفوظات کو جمع کیا ہے۔ الفاظ کی متانت اور بیان کی لطافت میں اعلیٰ درجہ کی ہے اور شیخ نظام الدین کے مریدوں کے لئے اس کی حیثیت ایک دستور کی ہے۔

(۱۳۳-۱۴) مولوی حسین علی سندیلی

ولد غلام مرتضیٰ، دراصل قصبہ صفی پور کے باشندہ تھے اور شاہ صفی صفی پوری کے بھانجہ کی اولاد میں سے ہیں۔ شاہ صفی کا اصلی نام عبد الصمد ہے عرف شاہ صفی ہے۔ ان کا سلسلہ نسب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جاملتا ہے۔

مولوی حسین علی سندیلہ میں چار پشت (مادری) سے قیام پذیر ہیں آپکی پیدائش ۱۲۴۰ھ (بارہ سو چالیس ہجری) سندیلہ میں ہوئی، اپنے والد صاحب اور علماء فرنگی محل سے عربی، فارسی کتابیں پڑھیں فارغ ہو کر طلبہ کے علمی افادہ میں مشغول ہو گئے، فارسی اشعار کا دیوان اور چہل کاف کی شرح، آمد نامہ منظوم انکی تصنیفات ہیں۔ سید شاہ محمد احسن سرہندی سے سلسلہ قادریہ میں مرید ہیں اور سلسلہ قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ میں بیعت لینے کی اجازت شاہ خادم صفی، صفی پوری سے حاصل ہے۔ سلمہ اللہ وابقاہ۔

(۱۳۴-۱۵) سید حسین شاہ

جن کا تخلص حقیقت ہے اور حقیقت میں فضائل وکمالات کے لحاظ سے بجائے خود بادشاہ ہیں۔ صوبہ مدراس کے رئیس کے پاس میر منشی کے منصب پر فائز تھے۔ انکی تصنیفات بھی بہت ہیں منجملہ انکی ایک کتاب "خزینۃ الامثال" نامی ہے جس میں انھوں نے

فارسی، عربی اور ہندی مثلوں کو سن بارہ سو پندرہ (۱۲۱۵ھ) میں جمع کیا ہے۔ اس کتاب کے خاتمہ میں لکھتے ہیں" چونکہ یہ بھرپور خزانہ عربی، فارسی اور ہندی کی مثالوں کے سکوں سے بھرا ہوا ہے اس لئے اس کا دیباچہ تینوں زبانوں میں بوجہ احسن مکمل ہوا۔ اور میری زبان کا بول اور میرے قلم کا نقش ختم ہوا تو تینوں زبانوں کے اشعار سے اس کتاب کا خاتمہ کیا اشعار یہ ہیں ؎

حین اتممتُ هٰذہ النسخۃ + مستعینا بربی المُتعَال

جب میں نے اس کا خاتمہ اپنے عالی پروردگار کی مدد سے کرلیا

سالِ تاریخ خواستم کہ کنم + ہم زنامش عیاں براہل کمال

تو میں نے چاہا کہ اس کے نام ہی سے اسکی تاریخ کو باکمال لوگوں کے سامنے ظاہر کروں

کر خزینے سے خرج ساٹھ عدد + بولا ہاتف خزینۃ الامثال

۱۲۱۵ - ۶۰ - ۱۲۷۵ھ

(اس میں ۃ کا عدد ۵ کا لیا گیا ہے)

(۱۳۵-۱۶) خواجہ حسین ناگوری

شیخ حمید الدین ناگوری کی اولاد میں سے ہیں۔ شریعت، طریقت اور حقیقت کے جامع، شیخ کبیر کے مرید تھے۔ صوبہ گجرات میں ایک مدت تک اپنے شیخ کے پاس کسبی اور وہبی علوم حاصل کرکے وطن اصلی کیطرف لوٹے ان کی تصنیفات میں تفسیر نور النبی ہے جس میں ہر ہر پارہ قرآن مجید کی الگ الگ جلدوں میں تفسیر لکھی ہے۔ ترکیب کا حل، اور معانی قرآن جو مختلف تفسیروں میں تھے ان تمام کو تفصیل سے آسان پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ (۲) مفتاح کی دوسری قسم کی ایک شرح بھی لکھی ہے اس کے علاوہ ان کے دوسرے رسائل اور مکتوبات بھی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ شیخ احمد غزالی کی سوانح کی بھی شرح لکھی ہے۔

آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی قبر پر روضہ کی

بنیاد ڈالی، دینی علوم کی تعلیم اور ارباب یقین کے طریقوں کی تلقین آپ کا شغلہ تھا حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے غایت درجہ محبت رکھتے تھے یہاں تک کہ کنواں باغات وغیرہ جو کچھ آپ کی ملکیت میں تھے سب کو سرکار کے نام پر وقف کر دیا تھا۔ سنہ ۹۰۱ھ (نو سو ایک ہجری) میں وفات پائی۔

(۱۳۶-۱۷) ملا حسین ہروی

شیخ رکن الدین علاء الدین سمنانی کی اولاد میں سے تھے اور عقلی علوم میں مولانا عصام الدین اور ملا حنفی کے شاگرد تھے اور شرعیات میں خاتم العلماء والمحدثین شیخ ابن حجر ثانی سے شرف تلمذ تھا، سلیس وشگفتہ اشعار و نثر نگاری، صنائع، بدائع، حسن تقریر، فصاحت اور بلاغت میں بذلہ سنجی اور ظرافت میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ فارسی اشعار کا دیوان پورا کر کے اکبر بادشاہ کی بارگاہ میں سنگھاسن بتیسی کے نظم کرنے کی خدمت پر مقرر ہوئے جو منظوم پورا نہ ہوسکا اور ۹۷۹ھ (نو سو اناسی ہجری) میں ہندوستان سے روانگی کی رخصت حاصل کی، ان کے فیض یافتہ شیخ فیضی نے دام ظلہٗ سے اس سفر کی تاریخ نکالی۔ کابل کے نزدیک پہونچ کر عالم ناپائداری سے روانہ ہو گئے۔

مترجم عفی عنہ: دام ظلہٗ (۹۸۰) کا عدد نو سو اسی ہوتا ہے جو ایک عدد زیادہ ہے۔

(۱۳۷-۱۸) مولوی حسین علی قنوجی

ولد مولوی عبد الباسط قنوجی۔ یہ اپنے والد بزرگوار کے شاگرد ہیں طلبہ کو پڑھانے میں مشغول رہتے تھے مشکل صیغوں کی مشق میں کتاب "تمرین المتعلم" ان کی علمی یادگار ہے والد محترم کے صرف پانچ ماہ بعد ۱۲۲۳ھ (بارہ سو تیئیس ہجری) میں چوبیس سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ بوّاہ اللہ فی دار النعیم۔ اللہ انکو نعمت کے گھر میں آباد کرے۔

(۱۳۸-۱۹) مولوی حسین احمد ملیح آبادی

ولد شاہ علی احمد بن شاہ علی امجد۔ آپ کے والد صاحب سرہند سے لکھنؤ

تشریف لائے تھے، وہاں سے اس کے مضافات میں سے قصبہ ملیح آباد میں طرح اقامت ڈالدی اور یہیں پر ۲۵ر صفر ۱۲۰۱ھ (بارہ سو ایک ہجری) میں یہ صاحبزادہ پیدا ہوئے جن کا یہاں حال لکھا جاتا ہے۔ انھوں نے بہت نامی گرامی علماء سے تعلیم حاصل کی۔

اساتذہ کی فہرست میں جناب مولوی ظہور اللہ صاحب لکھنوی (فرنگی محلی) مولوی عبدالرحیم ساکن کلکتہ، مرزا حسن علی صغیر محدث لکھنوی ساکن محلہ یحییٰ گنج لکھنؤ، مولوی سید مخدوم لکھنوی، مولوی نورالحق لکھنوی، مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی، شیخ عمر محدث مکی، حکیم محمد صادق فیض آبادی، مولوی حیدر علی سندیلی جیسے اساطینِ علم کا نام آتا ہے۔

تحصیل علم کے بعد مستقل درس، افادہ، عبادت، خلق کی رہنمائی میں مشغول رہے۔ تصنیف و تالیف کیطرف کم توجہ کی پھر بھی ایک رسالہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کے جواز میں اور ایک رسالہ بیعت کے بیان میں، اور مولوی رفیع الدین دہلوی کے رسالہ وجود کی شرح، تصوف میں کچھ رسالے، اور سراپائے سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں ایک رسالہ آپ کی تصنیفات میں سے روئے زمین پر آپکی تصنیفی یادگار ہیں۔ چوتھی رمضان سن بارہ سو پچہتر ہجری (۴ر رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ) کو وفات ہوئی اور ملیح آباد کے متصل دودھیا موضع کے قبرستان میں اپنے والد صاحب کے جوار میں مدفون ہوئے۔

(۱۳۹-۲۰) مولوی حفیظ اللہ فرنگی محلی

ابن ملا حبیب اللہ بن ملا محب اللہ فرنگی محلی، مولوی ولی اللہ فرنگی محلی کے چھوٹے بھائی تھے۔ نہایت ذکی، ذہین، تمام کتب درسیہ کی مکمل استعداد والے تھے۔ تحصیل علم کے بعد شاہ لکھنؤ کی سرکار کیطرف سے عدالت فیض آباد میں داروغہ کے منصب پر فائز ہوئے۔ اس حالت میں بھی طلبہ کو درس دیا کرتے تھے۔

۲۰ر ربیع الثانی ۱۲۷۹ھ (بارہ سو اناسی ہجری) میں وفات ہوئی۔

(۱۴۰-۲۱) حکیم الملک گیلانی

آپ کا نام شمس الدین ہے حکیمی اور

طبابت میں اپنے زمانہ کے جالینوس اور مسیح وقت تھے، اکبر بادشاہ کے ملازم، اور بندگانِ خدا کے خیر خواہ، واقف کاروں کی خبر گیری کرنیوالے تھے۔ برابر طلبہ کو پڑھاتے رہتے تھے اور بغیر طلبہ کو ساتھ لئے کھانا نہیں کھاتے تھے، دوسروں کے وہاں بہت کم جاتے تھے۔ ۹۸۸ھ (نوسو اٹھاسی ہجری) میں حرمین شریفین کی زیارت کو گئے اور اسی مبارک سرزمین میں سفر آخرت پیش آگیا

(۱۴۱-۲۲) حکیم دانا سیالکوٹی

ان کا نام ملا محمد صادق بن مولانا کمال الدین سیالکوٹی ہے، عقلی اور نقلی علوم کے جامع تھے۔ نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ نے ان کے کمالات کا شہرہ سن کر آپ کو بلایا اور اپنی خاص مجلس میں آپ کو جگہ دی۔ شیعوں اور سنیوں میں جب مناظرہ ہوتا تو آپ ہی اہلسنت کیطرف سے وکیل ہوتے اور ہر موقع پر سائل یا مجیب بنتے۔ شیعی علماء میں سے اس وقت ملا حبیب اللہ مشہور عالم تھے وہ ملا محمد صادق صاحب سے ہی مات کھاتے تھے۔ بعد وفات اپنے گھر ہی میں مدفون ہوئے جو محلہ جمالتہ میں واقع ہے۔

(۱۴۲-۲۳) مولوی حمد اللہ سندیلی

ولد حکیم شکر اللہ ولد شیخ دانیال ولد پیر محمد صدیقی۔ ملا نظام الدین ولد ملا قطب الدین سہالوی کے رشید شاگردوں میں سے ہیں، عالم باعمل، ماہر حکیم تھے۔ لکھنؤ کے مضافات میں سے قصبہ سندیلہ میں ایک بڑے مدرسہ کی بنیاد رکھی تھی۔ مدرسہ کے خرچ کے لئے بادشاہِ وقت سے چند گاؤں معافی میں ملے تھے۔ اپنی عمر گرامی طلبہ کی تدریس و تعلیم میں گذار دی۔ شاہ دہلی کی طرف سے "فضل اللہ خاں" کا خطاب ملا تھا۔ نواب ابوالمنصور خاں اودھ کے صوبہ دار نے آپکو اپنا بھائی قرار دیکر آپ کے سر پر دستار باندھ دی تھی آپ کے دامن تربیت سے بہت سے نامی گرامی علماء نے باکمال پیدا ہوئے جن میں سے کچھ لوگوں کے نام یہ ہیں: قاضی احمد علی سندیلی جو کہ آپ کے داماد بھی ہیں، مولوی احمد حسین لکھنوی، ملا باب اللہ جون پوری

مولوی محمد اعظم قاضی زادہ سندیلہ، مولوی عبد اللہ جو مخدوم مولوی زین العابدین سندیلوی کے لڑکے ہیں۔

آپ کی بہت سی تصنیفات متداول و مشہور ہیں ان میں سے سب سے مشہور سلم العلوم کی تصدیقات کی شرح ہے جس کا نام ہی حمد اللہ ہو گیا ہے، شمس بازغہ کا حاشیہ، صدرا کا حاشیہ عاملی کی زبدۃ الاصول کی شرح۔

وفات:۔ آپکی وفات دہلی میں ۱۱۶۰ھ (گیارہ سو ساٹھ ہجری) میں ہوئی اور حضرت قطب الدین اوشی کے مزار کے پچھم اور دکھن مدفون ہوئے۔ غفرلہٗ

(۱۴۳-۲۴) قاضی حمید الدین ناگوری

شمس الدین التمش بادشاہ کے زمانہ میں تھے آپ کا اسم گرامی محمد بن عطا ہے۔ ہندوستان کے پرانے مشائخ میں سے ہیں، علم ظاہر و باطن کے جامع تھے، شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید اور خلیفہ تھے اور انھیں کے طریقہ پر وجد و سماع کا غلبہ تھا اس کے دلدادہ اور اس پر فریفتہ تھے انکی تصنیفات بھی بہت ہیں، عشق و ولولہ کی بول بولتے تھے تصنیفات میں بھی یہی زبان تھی۔ تصنیفات میں سے طوالع شموس ہے جو اسماء حسنیٰ کی تشریح میں ہے۔

وفات:۔ چھ سو پانچ ہجری (۶۰۵ھ) میں جوار رحمت میں جا بسے۔

(۱۴۴-۲۵) شیخ حمید الدین صوفی سعیدی ناگوری

السوالی آپکی کنیت ابو احمد اور لقب سلطان التارکین ہے۔ بڑے پیر صاحب خواجہ معین الدین سجزی اجمیریؒ کے بڑے خلفاء اور صوفیہ صافیہ کے بڑے علماء میں سے ہیں۔ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک بزرگ سعید بن زیدؓ تھے انھیں کی نسل میں سے یہ شیخ حمید الدین ہیں، بڑی لمبی عمر ملی تھی، فتح دہلی کے بعد مسلمانوں کے گھر میں آپکی پیدائش پہلی ولادت ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین کے وقت سے لیکر حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی زمانہ تک باحیات رہے۔

آپکی تصنیفات بھی بہت ہیں جن میں سب سے مشہور کتاب "اصول الطریقہ" ہے۔ آپکی وفات ۲۹ ربیع الثانی ۶۷۳ھ کو ہوئی۔ ناگور میں آپ کا بابرکت قابل زیارت مزار ہے۔ سوالی: مارواڑ کی زمین میں ضلع ناگور کا ایک دیہات ہے۔ اسی کیطرف یہ نسبت ہے۔

(۱۴۵-۲۶) مولانا حمید قلندر دہلوی

ایک فاضل شاعر شیخ نظام الدین اولیاء کے مریدوں میں سے تھے اور شیخ کے بعد خلفاء کی تربیت میں قلبی نسبت کیوجہ سے رہے، پہلے مولانا برہان الدین غریب کی خدمت میں رہے اور ان کے تمام ملفوظات کو جمع کیا پھر شیخ نصیر الدین محمود کے ساتھ رہکر ان کے ملفوظات کو بنام خیر المجالس جمع کیا۔ اس کی تصنیف ۷۵۵ھ (سات سو پچپن ہجری) میں شروع کی اور ۷۵۶ھ میں تصنیف مکمل ہوئی۔

(۱۴۶-۲۷) شیخ حمید سنبھلی

علامۂ وقت، یکتائے زمانہ، قرآن فہمی میں مشہور اور فرقان الٰہی کی نکتہ رسی اور دقیقہ سنجی میں معروف شخص تھے، ہمایوں بادشاہ آپ سے بہت عقیدت رکھتا تھا۔ جب ہمایوں دوبارہ ہندوستان کی مہم سرکرنیکے لئے روانہ ہوا تو شیخ حمید اس کے استقبال کے لئے کابل تک گئے اور ایک دن بادشاہ پر بہت برہم ہوئے کہ تمہارا لشکر کل کا کل رافضی معلوم ہوتا ہے۔ بادشاہ نے پوچھا ایسا کس طرح معلوم ہوا تو کہا کہ ہر کمانڈر کا نام یار علی، کفش علی، حیدر علی وغیرہ پا رہا ہوں۔ کسی کو نہیں دیکھتا کہ بقیہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم یا خلفائے ثلٰثہ کے نام پر اس کا نام ہو۔ بادشاہ نے بھی خفگی کے لہجہ میں (قلم زمین پر مار کر) کہا کہ میرے بڑے لڑکے کا نام عمر ہے دوسروں کو میں نہیں جانتا۔ اس کے بعد بادشاہ حرم سرا میں چلا گیا پھر آکر نہایت نرمی سے شیخ کو اپنے حسن عقیدہ کی خبر دی۔ اس واقعہ سے شیخ کے عقیدہ میں پختگی اور بادشاہ کے حسن اخلاق کا پتہ چلتا ہے۔

(۱۴۷-۲۸) قاضی حمید الدین دہلوی

علماء کا سہارا اور فاضلوں کے مقتدا

تھے پوری عمر درس و تدریس میں گذاری۔ شرح ہدایۃ الفقہ انکی کتابوں میں سے مشہور کتاب ہے ۷۶۴ھ (سات سو چونسٹھ ہجری) میں دارالبقار کو کوچ کر گئے۔

(۱۴۸-۲۹) حمید الدین نارنولی

ایک صوفی عالم تھے۔ تیسیر البرکات شرح دلائل الخیرات ان کی تصنیف ہے متن دلائل کے نسخوں میں جو اختلاف محسوس ہوتا تھا اس کو شرح میں بیان کر دیا ہے۔

(۱۴۹-۳۰) ملا حیدر کشمیری

ولد خواجہ فیروز، سات برس کی عمر میں قرآن مجید یاد کر کے اس وقت کے نامی علمار جیسے بابا قطب الدین، جو ہرناتھ سے دینی علوم پہلے حاصل کیا، پھر کشمیر سے دہلی آکر دھلی کے شیخ المحدثین سے فقہ، حدیث، تفسیر کی تکمیل کی، پھر جب وطن واپس گئے تو وہاں کے راجہ نے قضار کی ذمہ داری قبول کرنے پر اصرار کیا لیکن شیخ نے اس منصب سے انکار کر دیا۔

وفات: ۔ ۱۰۵۷ھ (ایک ہزار پچاس اور سات ہجری) میں آپکی وفات کا پتہ ملا۔

(۱۵۰-۳۱) قاضی حیدر کشمیری

جو قاضی خاں کے خطاب سے سرفراز تھے۔ کشمیر کے نامور فقہار میں سے ملا عبدالرشید زرگر کے شاگرد تھے، تنگدستی کیوجہ سے وطن مالوف چھوڑ کر جناب محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے، پہلے تو سیادت خاں صدر الصدور کے واسطہ سے بادشاہ کی خدمت میں پہونچ کر شہزادوں کی تعلیم پر مامور ہوئے پھر قضار دہلی کے منصب پر فائز ہوئے، انکی دیانتداری اور انصاف پروری کا اعتقاد بادشاہ کے دل میں بیٹھ گیا تو اس نے "قاضی خاں" کا خطاب دیا۔ ۱۱۲۱ھ (گیارہ سو اکیس ہجری) دکن میں بعارضہ اسہال وفات ہوئی ان کا جنازہ کشمیر میں لایا گیا۔ "بچہ پورہ" کے باغ میں جو شہر سے باہر ہے سپرد خاک کیا گیا۔

(۱۵۱-۳۲) مولوی حیدر علی سندیلی

مولوی حمد اللہ سندیلی کے لڑکے اور ان ہی کے شاگرد ہیں قاضی احمد علی سے بھی پڑھا اور ملا باب اللہ جونپوری سے تکمیل علوم کیا جو کہ ان کے والد کے شاگرد تھے۔ صاحب تذکرہ متبحر عالم، ماہر طبیب اور شاعر تھے، ان کے مشہور شاگردوں میں قاضی ارتضا علی خاں گوپا موی، مولوی دلدار علی لکھنوی شیعہ مجتہد اور ان کے لڑکے سید محمد ولد دلدار علی، مولوی نور اللہ فرنگی محلی، حافظ غلام میر سندیلی مولوی احمد بخش سندیلی، مولوی نجف علی، قاضی جلال الدین آسیونی، مولوی محمد علی بدایونی، حاجی امین الدین کاکوری، مولوی اعز الدین سندیلی، مولوی حسین احمد ملیح آبادی، مرزا حسن علی محدث کبیر محلہ محمود نگر لکھنؤ کے رہنے والے، مولوی رجب علی جریاکوٹی ہیں

تصنیفات:۔ حاشیہ میر زاہد رسالہ، تعلیقات میر زاہد ملا جلال، تعلیقات حمد اللہ حمد اللہ کا تکملہ (حمد اللہ سلم کی تصدیقات ہی کی شرح تھی اس کے تصورات کی شرح بنام تکملہ حمد اللہ آپ کر رہے تھے) جو مکمل نہ ہو پایا۔ آپکی مشہور کتابیں ہیں بتاریخ ۶ رجب ۱۲۲۵ھ (بارہ سو پچیس ہجری) میں وفات ہوئی اور اپنے والد کے مدرسہ کے صحن میں سندیلہ ہی میں دفن ہوئے۔ علیہ الرحمۃ والغفران۔

(۱۵۲-۳۳) مولوی حیدر علی رامپوری

پہلے مولوی عبد الرحمن قہستانی سے پھر مولوی محمد جیلانی سے تحصیل علم کر کے فارغ ہوئے اور مولوی محمد جیلانی رامپوری موصوف کی صاحبزادی سے شادی کی علم طب میں پوری مہارت تھی۔ آخر میں نواب احمد علی خاں کے آخری زمانہ میں ٹونک گئے وہاں ان کی بہت آؤ بھگت ہوئی۔ علم حدیث کی سند مولانا عبد العزیز دہلوی سے حاصل کر کے ٹونک میں طبابت کے ساتھ تعلیم کا مشغلہ بھی رکھا وہیں وفات بھی ہوئی مگر تاریخ وفات نہ مل سکی۔ انکی کتابوں میں سے صیانۃ الناس

عن وسوسۃ الخناس اردو میں، رسالہ رفع الیدین فارسی میں مشہور ہیں۔

(۱۵۳-۳۴) مولوی حافظ حیدر علی فیض آبادی

علم مناظرہ اور علم کلام میں ہم عمروں سے فائق تھے خصوصًا شیعہ سے مناظرہ کرنے میں انکی نظیر ہمارے زمانہ میں نہیں ملتی ہر مقابل کی کتابیں زیادہ تر مطالعہ میں رہتی تھیں۔ آپ کی عمر شریف پچہتر ۷۵ سال سے زیادہ ہو گئی تھی کہ تقریبًا پانچ سال قبل حیدر آباد دکن کے فرماں روا کی ملازمت دوسو روپیہ مشاہرہ پر قبول کر لی تھی، وہیں انتقال ہوا اور آپ کے لڑکے اس وقت انکی جگہ ملازمت کرتے ہیں۔ چند کتابیں جو نیچے لکھی جاتی ہیں ان کے علاوہ بھی بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں جو عمومًا شیعوں کے رد میں ہیں کچھ مکمل کچھ نا مکمل۔

تصانیفہ المشہورۃ:- (۱) منتھی الکلام (۲) نکاح ام کلثوم (۳) نضارۃ العینین عن شہادۃ الحسنین (۴) کاشف البثام عن تدلیس المجتہد القمقام (۵) ازالۃ الغین عن بصارۃ العین (۳ جلدوں میں) (۶) الداہیۃ الحاطمۃ علی عمن اخرج من اہل بیت الفاطمۃ (۷) رویۃ الثعالیب والغرابیب فی انشار المکاتیب (۸) رسالہ در بیعت مرتضوی۔

حرف الخاء المعجمۃ

حرف خاء کا باب

(۱۵۴-۱) خان خاناں دہلوی

آپکا نام عبدالرحیم ولد محمد بیرم خاں خانخاناں ہے، ۱۴ صفر ۹۶۴ھ کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ قابلیت اور استعداد میں یکتائے زمانہ، ممتاز یگانہ تھے۔ فارسی، ہندی، سنسکرت تینوں زبانوں میں اچھا شعر کہتے تھے انکی تصانیف میں سے "واقعات بابری" ہے۔ ۷۲ سال کی عمر میں ۱۰۳۲ھ (ایک ہزار بتیس ہجری) میں فوت ہوئے اور دہلی میں مدفون ہوئے۔

(۱۵۵-۲) مولوی خادم احمد فرنگی محلی

ولد مولوی محمد حید ربن مولوی محمد مبین۔ فرنگی محل کی مسجد میں وعظ کی محفل لگاتے

جیسا کہ انکی خاندان سے یہ طریقہ چلا آرہا تھا اور انھیں کی مجلس وعظ سے فرنگی محل کی رونق باقی تھی، ان کو بیعت اپنے والد سے حاصل تھی۔ لوگ کہتے ہیں کہ جس وقت مولوی امیرالدین علی نے اسلامی جمعیت ہنومان گڈھی کے بیراگیوں سے لڑنے کے لئے تیار کیا اور ۱۲۷۱ھ (بارہ سو اکہتر ہجری) میں جنگ کے لئے آمادہ ہوئے تو زر پرست علماء کے ساتھ مولوی خادم احمد بھی نواب نقی علی خاں کے اشارہ سے مولوی امیرالدین علی کی مخالفت میں زبان دراز ہوئے تھے اور انھیں دنوں میں ۱۰ ذی الحجہ ۱۲۷۱ھ کو مولوی خادم احمد کو آنت اترنے کی بیماری ہوئی آخر بارہویں ذی الحجہ کو ظہر کے وقت انکی روح پرواز کر گئی۔ خزانہ سلطانی کے منشی الطاف حسین نے انکی تاریخ برجستہ اشعار میں یوں کہی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔

اس سرائے فانی میں نہ کعبہ نہ بت خانہ رہے گا۔ نہ بچہ نہ بوڑھا نہ اچھا نہ خراب کوئی نہیں رہے گا۔ نہ تخت رہے گا نہ تاج رہے گا نہ حکومت نہ ٹیکس خراج رہے گی۔ نہ یہ کوئی بھی محل رہے گا نہ دروازہ نہ اینٹ کی دیوار رہے گی۔ نہ نیچا رہے گا نہ اونچا رہے گا نہ دریا نہ موج دریا رہے گی + ہاں ہاں بے شک اسی کا نام رہے گا جو اچھی خصلت والا رہا ہوگا + جب خادم احمد اس زمانہ سے پوری حسرت کے ساتھ روانہ ہوئے + تو الطاف نے ان کی سال وفات کے لئے لکھدیا۔

الٰہی او در بہشت باشد
۱۲۷۱ھ

فاعتبروا یا اولی الابصار۔ دیکھو اسی زمانہ ۱۲۷۱ھ کے قریب لکھنؤ اور اس کے مضافات میں انگریزوں کی طرف سے کیا کیا کرتوت نمایاں ہوئے۔

تصانیف:۔ دائرہ ہندیہ کے بیان میں دو رسالے ایک عربی، ایک فارسی شرح وقایہ پر متفرق تعلیقات، شرح جامی کے حاصل محصول پر ایک رسالہ۔

(۱۵۶-۲) مولوی خرم علی بلہوری

بلہور کے مشہور فقیہ، مولانا شاہ عبدالعزیز

دہلوی کی خاندان کے شاگرد تھے: ہمیشہ بدعات ختم کرنے اور سنت قائم کرنیکی کوشش کرتے رہے جیساکہ آپ کے دہ رسالے جنکو انھوں نے لکھا اس بات کے گواہ ہیں۔ نواب ذو الفقار بہادر رئیس باندا کے حکم سے ۱۲۵۸ھ میں فقہ کی مشہور کتاب درمختار شرح تنویر الابصار کا ترجمہ اردو لکھنا شروع کیا کتاب النکاح سے ابتداء کی اور ماہ رجب ۱۲۷۰ھ میں آخر کتاب تک ترجمہ مکمل کر ڈالا پھر ماہ محرم ۱۲۷۱ھ میں کتاب الحج کا ترجمہ پورا کر کے شروع کتاب سے ترجمہ لکھنا شروع کیا، باب الاذان تک پہنچے تھے کہ خالقِ دوجہاں کیطرف سے انکا بلاوا آگیا اور عالم بقار کو روانہ ہوگئے۔ آپکی وفات کے بعد مولوی محمد احسن نانوتوی نے ترجمہ کو مولوی خرم علی صاحب کے ورثہ سے خرید کر بقیہ ترجمہ پورا کیا اور اس کا نام "غایۃ الاوطار" رکھ کر چھپوایا۔ اس نام سے تاریخ تصنیف ۱۲۶۴ھ نکلتی ہے جو کہ ۱۲۵۸ھ اور ۱۲۷۱ھ کے درمیان کی تاریخ ہے جس میں آپ ترجمہ میں مشغول تھے۔ اس عظیم کتاب کے علاوہ آپ کی دوسری تصنیفات بھی ہیں، قرارت خلف الامام کی ممانعت کا رسالہ، مشارق الانوار کا ترجمہ، آداب الحرمین، نصیحۃ المسلمین ان کی یادگار ہیں۔

(۱۵۷-۴) امیر خسرو دہلوی

نامور شعراء کے بادشاہ، اہل معرفت صوفیوں کے سرتاج، علوم ظاہری و باطنی کے جامع شخص تھے درحقیقت شاعروں اور فاضلوں کے بادشاہ ہی تھے۔ آپکا نام نامی ابوالحسن بن امیر سیف الدین محمود تھا۔ ملک بلخ کے شہر ہزارہ کے باشندہ تھے آپ کی پیدائش قصبہ مومن آباد عرف بیتالی میں ہوئی۔ ان کے پر رونق اشعار کی تعداد چار لاکھ سے زیادہ ہے، مشہور یہ ہے کہ ننانوے کتابوں کو منظوم کئے ہیں انھیں میں سے قران السعدین، تغلق نامہ بھی ہیں، اول میں حاکم بنگالہ ناصر الدین بغرا خاں کی، ان کے صاحبزادہ شاہ دہلی معز الدین کیقباد سے ملاقات کی داستان مذکور ہے۔

آپ کو اپنے شیخ نظام الدین اولیاء کے ساتھ فنا فی الشیخ کی نسبت حاصل تھی۔

وفات :- اپنے پیر کی وفات سے چھ مہینہ بعد شب جمعہ ۱۸ ویں شوال ۷۲۵ھ کو

جوارِ رحمت میں پہونچ گئے اور اپنے شیخ کے پائنتی دہلی میں مدفون ہوئے۔

(۱۵۸-۵) مولانا خواجہ مانکپوری رح

مولانا حسام الدین مانک پوری کے والد محترم ہیں، نہایت متبحر عقلمند اور متقی تھے، غریبی بہت اٹھائی تھی۔ ایک دفعہ تین فاقہ ہو چکا تھا کہ کوئی آدمی فتویٰ معلوم کرنے آیا اور کچھ سونا بھی نذرانہ کے لئے لے آیا۔ آپنے سونا واپس کردیا، گھر والوں نے آپکو فہمائش کی اور ناراض ہوئے، جب تک عشار کا وقت ہوگیا اس وقت مانک پور میں ملک عین الدین آئے ہوئے تھے، نماز کے بعد دعا پڑھ رہے تھے اس میں کوئی مشکل لفظ آگیا تو ملک صاحب نے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں پر کوئی اچھا عالم ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں مخدوم مولانا خواجہ صاحب یہاں کے نامور عالم ہیں۔ ملک صاحب نے آپکو بلوایا اور وہ مشکل لفظ پوچھا آپنے اس کو حل کردیا۔ ملک صاحب نے سونا، کھانا اور کپڑا پیش کیا آپنے لے لیا وہ سونا اتنی ہی مقدار میں تھا جتنا مستفتی لایا تھا اور آپنے واپس کردیا تھا۔ آپنے گھر والوں سے کہا کہ ہم نے ہمت کرکے مشتبہ مال (جس میں رشوت کا احتمال تھا) واپس کردیا تو اللہ تعالےٰ نے ہم کو حلال طریقہ سے عنایت کردیا۔ رحمۃ اللہ علیہ

(۱۵۹-۶) خواجہ محمد قنوجی

ولد عبد الرحمن قنوجی۔ عالم، عارف سالک تھے سادات میں سے تھے۔ عالی اخلاق اور مشہور فضائل والے تھے۔ حرمین شریفین جاکر اس مبارک دیار کے مشائخ سے استفادہ کرکے قنوج واپس لوٹے، آپ کی تصنیفات میں سے ایک کتاب علم تصوف میں بنام "ہدایۃ السالکین الیٰ صراط رب العالمین" ہے۔ آپکی وفات قنوج ہی میں ہوئی لیکن سالِ وفات کا پتہ نہ چل سکا۔

(۱۶۰-۷) خواجہ محمد دہلوی

ابن مولانا بدر الدین اسحٰق، آپ شیخ

فرید الدین گنج شکر کی بیٹی کی اولاد میں سے ہیں، تمام علوم کے حاوی اور تمام فنون کے جامع تھے، علم حکمت اور علم موسیقی میں بھی کمال رکھتے تھے، ذوق، شوق اور عبادت میں کمال رکھتے تھے شیخ نظام الدین اولیاء کی نماز میں امامت کیا کرتے تھے نظام الدین اولیاء کے ملفوظات کو ایک کتاب میں جمع کیا ہے، اور اس کا نام انوار المجالس رکھا ہے۔

(۱۶۱- ۸) مولانا خورجگی کالپوی

شیخ نصیر الدین محمود کے خلیفہ و مرید، مولانا معین الدین عمرانی کے شاگرد، اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے استاد تھے۔

امیر تیمور گورگان کے دہلی آنے سے پہلے ہی وہاں سے نکل گئے تھے، اور کالپی شہر کو اپنا وطن بنالیا تھا، پھر وہیں رہ گئے، آپ کی قبر کالپی شہر کے باہر ہے

(۱۶۲- ۹) خواجہ بہاری لاہوری

آپ فقیہ، محدث، مفسر اور حقانی رموز کے آشنا تھے۔ پہلے آپ اپنے مکان واقع حاجی پور سے قصبہ گودہ پور تحصیل علم کی خاطر آئے اور شیخ جمال الاولیاء سے تعلیم حاصل کرنے لگے، اس کے بعد لاہور تشریف لاکر تعلیم مکمل کی، آپ کے استاد ملا محمد فاضل لاہوری نے آپکی دستار فضیلت باندھی اور انھیں کے گھر میں خواجہ صاحب رہنے لگے اور آخر میں حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوکر خلیفہ ہوئے۔ ۱۰۶۰ھ (ایک ہزار ساٹھ ہجری) میں وفات ہوئی اور لاہور ہی میں دفن ہوئے۔

(۱۶۳- ۱۰) شاہ خوب اللہ الہ آبادی

آپ کا نام محمد یحییٰ تھا، شیخ محمد افضل صاحب کے بھتیجہ اور داماد تھے۔

علم شریعت و طریقت کے بحر مواج تھے، سترہ ۱۷ سال کی عمر میں مروجہ علوم سے فراغت حاصل کر کے اپنے شیخ کی تعلیم و تربیت کے موافق مدارج سلوک کو طے کیا اور شیخ

کے پہلو میں بیٹھنے لگے پھر اپنے مرشد کی وفات کے بعد امورِ خلافت کو پوری عمر انجام دیتے رہے، بہت سی کتابوں اور رسالوں کے مصنف ہیں۔ چند کے نام یہ ہیں:

(۱) القول الصحیح فی صلوٰۃ التسبیح (۲) الکلام المفید فیما یتعلق بالشیخ والمرید (۳) الکلمات المؤتلفۃ فی المقاصد المختلفۃ (۴) بضاعۃ مزجاۃ (۵) ماخذ الاعتقاد فی شان الصحابۃ واہل بیت الامجاد (۶) تزئین الاوراق فی مخرق الطباق (۷) خلاصۃ الاعمال (۸) وفیات الاعلام۔ یہ کتاب علامہ جامی کی کتاب نفحات الانس کے طرز پر لکھی گئی ہے (۹) حقیقتِ تصوف کے اظہار میں۔ چار جلد آپ کے مکتوبات بھی ہیں یہ سب کتابیں مشہور و معروف ہیں۔

وفات:۔ ۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۱۴۴ھ (گیارہ سو چوالیس ہجری) دوشنبہ کی رات جان، جان آفریں کو سپرد کرکے اپنے پیر و مرشد کے پہلو میں آرام فرما ہو گئے۔

کان الشیخ قطبًا سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ ۱۱۲۴ھ

مترجم عفی عنہ:۔ مادہ تاریخ میں کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے بیس عدد کم نکلتے ہیں۔ واللہ اعلم

حرف الدال المہملۃ
دال مہملہ کا باب

(۱۶۴-۱) داتا گنج بخش لاہوری

آپ کا نام نامی علی مخدوم غزنوی اور شجرۂ نسب حضرت امام حسن بن علی سے جاملتا ہے، پرانے زمانہ کے اولیاء میں سے، علوم ظاہر و باطن کے جمع کرنیوالے، عبادت گذار زاہد، متقی، حنفی المذہب تھے۔ آپ سے خوارق و کرامات بھی ظاہر ہوتے تھے۔ اپنے پیر و مرشد شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی کے علاوہ دوسرے بڑے بڑے مشائخ مثلاً شیخ ابوالقاسم گورگانی، اور ابوالخیر ابوسعید، ابوالقاسم قشیری محدث وغیرہ کی بھی صحبت حاصل کی تھی اور ان سے بھی استفادہ کیا تھا۔ اور آخر میں اپنے شیخ کے حکم سے غزنی سے لاہور آکر فضیلت

مشیخت کا ہنگامہ گرم کیا۔ دن کو تعلیم و تدریس میں اور رات کو تلقین وارشاد میں گذارتے تھے۔ بہت سے علماء اور فضلاء آپ کے دامن فیض سے پیدا ہوئے۔ آپکی تصنیفات بھی بہت ہیں جن میں سے "کشف المحجوب" بہت مشہور ہوئی۔ ۴۶۵ھ (چارسو پینسٹھ ہجری) میں وفات ہوئی۔ اپنی خانقاہ لاہور ہی میں آسودۂ خاک ہوئے۔

(۱۶۵-۲) ملا درویزہ پشاوری

علوم ظاہری و باطنی کے جامع سید علی خواص کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ملحدوں، زندیقوں اور رافضیوں کی مدافعت میں پوری کوشش کرتے تھے اور ان سے بحث کرکے ان کو قائل کردیتے تھے۔ اس وقت دو ملحد بہت مجتی تھے۔ عیسیٰ ملوتی، بایزید ملحد جو اپنے کو پیر روشن کہتا تھا، ان سے بحث کرکے ایک کتاب پشتو زبان میں "مخزن الاسلام" لکھنی شروع کی وہ پوری نہ ہوسکی تو ان کے لڑکے ملا عبدالکریم نے اس کو مکمل کیا۔ جتنی بحثیں ملا درویزہ کی ہیں ان میں حقائق و معارف کے ساتھ شرع شریف کا تذکرہ بہت کیا ہے اور جو ان کے صاحبزادہ کی تکمیل ہے اس میں اکثر حقائق و معارف کا بیان ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے "مخزن الاسلام" کی شرح بھی "کلمات باقیات" کے نام سے لکھی ہے۔

وفات:۔ ملا درویزہ کی وفات ۱۰۴۸ھ (ایک ہزار اڑتالیس ہجری) میں ہوئی۔

(۱۶۶-۳) حافظ دراز پشاوری

ان کا نام و نسب یہ ہے محمد احسن واعظ ولد حافظ محمد صادق واعظ ولد حافظ محمد اشرف واعظ خوشالی پشاوری۔ فقہ، حدیث اور اصول میں یکتائے زمانہ تھے، علمی خاندان کے تھے۔ اکثر علوم اپنی والدہ محترمہ سے پڑھے تھے جو خود عالمہ، فاضلہ تھیں۔ پھر افادہ اور افاضہ کے مسند نشیں ہوئے، تمام عمر عزیز طلبہ کی تعلیم اور تصنیف و تالیف میں صرف کی۔

تصنیفات:۔ منہج الباری[۱] فارسی میں بخاری شریف کی شرح۔ تفسیر سورۂ یوسف[۲] تفسیر سورۂ والضحیٰ[۳]۔ معراج نامہ[۴]۔ وفات نامہ[۵]۔ قاضی مبارک[۶] کی شرح سلم کا حاشیہ۔ اخوند یوسف

کے حواشی کا تتمہ وغیرہ۔ اکسٹھ سال کی عمر میں ۱۲۶۳ھ (بارہ سو ترسٹھ ہجری) کے حدود میں وفات فرمائی۔

(۱۶۷-۴) بابا داؤد مشکاتی کشمیری

کشمیر کے نامور علماء میں سے تھے۔ علم فقہ، حدیث، تفسیر، حکمت اور علم معانی میں بڑی معلومات حاصل تھی، مشکوٰۃ المصابیح زبانی یاد تھی اسی وجہ سے یہ مشکاتی کہے جاتے تھے۔ مروجہ علوم کو خواجہ حیدر چرخی سے حاصل کئے تھے اور علم باطن کو بابا نصیب الدین اور خواجہ محمود نقشبندی سے حاصل کئے تھے۔ آپکی تصنیفات میں سے کتاب اسرار الاخبار ہے جو سادات کرام و کشمیری بزرگوں کے حالات میں ہے اس کے علاوہ اسرار الاشجار، منطق الطیر منظوم کے بھی آپ مصنف ہیں۔ ۱۰۹۷ھ (ایک ہزار ستانوے ہجری) میں وفات ہوئی اور عیدگاہ کشمیر کے متصل آپ کا مزار بنا۔

(۱۶۸-۵) مولوی سید دلدار علی لکھنوی مجتہد الشیعہ

ولد مولوی معین الدین پسر عبد الباری رضوی

۱۱۶۶ھ (گیارہ سو چھیاسٹھ ہجری) میں قصبہ جائس یا قصبہ نصیر آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے شیعوں میں سے ہندوستان کے اندر مجتہد ہونے کا دعویٰ کیا۔ شروع شروع میں عقلی علوم کو ہندوستانی فاضلوں سے حاصل کیا۔ آپ کے اساتذہ میں سے چند کے نام یہ ہیں: (۱) سید غلام حسین دکنی الہٰ آبادی (۲) مولوی حیدر علی ولد ملا حمد اللہ سندیلی (۳) مولوی باب اللہ جو ملا حمد اللہ سندیلی کے شاگرد تھے۔ عقلیات سے فارغ ہو کر کربلائے معلیٰ گئے، وہاں پر جناب باقر بھبھانی سید علی طباطبائی سے علم فقہ، حدیث اور اصول کو پڑھا اور مشہد مقدس میں جناب سید مہدی بن سید ہدایت اللہ سے استفادہ کیا اور "اجازۃ" حاصل کر کے وطن مالوف واپس آ گئے۔ اور مذہبی تعلیم کے درس و افادہ میں مشغول ہوئے اور

خوب کوشش کی۔ ذیل میں آپ کی تصنیفات لکھی جا رہی ہیں:

(۱) اساس الاصول (۲) مواعظِ حسنہ (۳) شرح باب الصوم جو جناب اخوند مجلسی صاحب کی تصنیف حدیقۃ المتقین کے کتاب الصوم تک کی شرح ہے (۴) اسی کتاب کے باب الزکوٰۃ کی شرح (۵) عماد الاسلام جو بڑی بڑی پانچ جلدوں میں ہے (۶) شہاب ثاقب (۷) صوارم الالٰہیات (۸) حسام الاسلام (۹) احیاء السنہ (۱۰) رسالۂ ذوالفقار (۱۱) رسالۂ غیبت (۱۲) رسالہ جمعہ (۱۳) صدرا، شرح ہدایۃ الحکمۃ کا حاشیہ (۱۴) منتہی الافکار (۱۵) مسکن القلوب (۱۶) رسالہ ذہبیہ (۱۷) رسالہ اثارۃ الاحزان۔

تعمیر مسجد:۔ ۱۲۲۷ھ میں آپ نے ایک مسجد تعمیر کرائی۔ کسی شاعر نے ذیل سے اس کی تاریخ نکالی:

مسجدِ اقصائے ثانی شد بنا
۱۲۲۷ھ

وفات:۔ شاہ اودھ غازی الدین حیدر بادشاہ کے زمانہ لکھنؤ میں انیسویں (۱۹) رجب ۱۲۳۵ھ (بارہ سو پینتیس ہجری) میں وفات ہوئی اور مقبرہ حسینیہ میں دفن ہوئے۔ اللہ ان کی غلطیوں سے درگزر کرے۔

(۱۶۹-۶) مولوی دین محمد سندیلی

ابن وجہ الدین بن شیخ عبدالسمیع، سندیلہ کے قاضی زادہ اور عقلمند محدث و مدرس تھے، توکل اور تقویٰ اوڑھنا بچھونا تھا، تیرہویں صدی کے شروع ہی میں انتقال ہو گیا۔

حرفُ الذال المعجمۃ
حرف ذال کا باب

(۱۷۰-۱) مولوی ذاکر علی سندیلی

ابن مولوی اکبر علی ابن مولوی

حمد اللہ سندیلی شارح سلم العلوم ایک جوان عالم فارغ التحصیل تھے، اپنے والد ماجد اور مولوی حیدر علی سندیلی سے تعلیم و تربیت حاصل کی تھی، عین جوانی میں غسل کرنے تالاب میں گئے اور اسی میں ڈوب کر شہید ہو گئے۔ والد مکرم کے سامنے یہ حادثہ پیش آیا۔ اَمطر اللہ علیہ شابیب الرحمۃ و الغفران۔

(۱۷۱-۲) حکیم ذکا خاں ساکن آگرہ

ایک ماہر طبیب تھے، گوالیار کے حاکم مادھو جی سیندھیا کے ملازمین میں سے تھے۔ ۱۲۰۹ھ (بارہ سو نو ہجری) میں وفات پائی، انکی قبر شاہ علاء الدین کی درگاہ کے احاطہ میں ہے۔ ان کی قبر سنگ مرمر کی بنی ہے اس پر تاریخ وفات لکھی ہوئی ہے ؎

خرد گفت از سر افسوس تاریخ + شد از دنیا مسیح وقت افسوس

+۱   ۱۲۰۸ = ۱۲۰۹ھ

حرف الرّاءِ المُهملۃ
بغیر نقطہ کی را کا باب

(۱۷۲-۱) راجح بن داؤد احمد آبادی

آپکی پیدائش ۹ صفر ۸۷۱ھ (آٹھ سو اکہتر ہجری) کو احمد آباد میں ہوئی۔ علم صرف، نحو، منطق، عروض وغیرہ کی تعلیم محمد بن محمود مقری حنفی سے حاصل کی اور علم معانی اور بیان مخدوم بن برہان الدین سے، علم کلام اور علم ہیئت محمد بن تاج الحنفی سے حاصل کیا، تمام فنون میں مہارت حاصل کی، ان کی طبیعت شعر کیطرف مائل تھی اور الفیہ حدیث کی اجازت امام سخاوی (ت ۹۰۲ھ) سے حاصل کیا۔ ۹۰۴ھ (نو سو چار ہجری) میں وفات ہوئی۔

(۱۷۳-۲) رحمت اللہ سندی

باعمل علماء میں سے تھے، سندھ سے جاکر مدینہ منورہ میں اقامت اختیار کرلی تھی۔ ۹۹۰ھ (نو سو نوے ہجری) میں مکہ معظمہ میں وفات ہوئی۔

(۱۷۴-۳) حافظ رحمت اللہ الہ آبادی

اصلاً پنجاب کے باشندہ تھے، بچپن میں انکی دونوں آنکھیں چیچک میں چلی گئی تھیں۔ جب سن تمیز کو پہونچے تو تھوڑے ہی دنوں میں قرآن مجید کو زبانی یاد کرڈالا۔ اور نحو وصرف کی کتابیں بھی علمائے وقت سے زبانی پڑھ لی اسی طرح اکثر علوم کو اساتذۂ وقت سے پڑھ لیا، انتہائی ذہین اور قوی الحافظہ تھے، تین دفعہ عبارت کتاب سن کر ورق ورق یاد کرڈالتے تھے۔ لغت کی مشہور کتاب قاموس چھ مہینہ میں یاد کرلی اور پوری صحاح ستہ زبانی یاد کرلی تھی۔ الہ آباد میں آکر گھر بسالیا اور وہیں رہ پڑے۔ ۱۴ر رمضان المبارک منگل کے دن ۱۲۹۳ھ (بارہ سو ترانوے ہجری) کو آخرت کے عالم میں چلے گئے۔

(۱۷۵-۴) مولوی رحمت اللہ فرنگی محلی

مولوی نور اللہ بن ملا محمد ولی بن قاضی غلام مصطفےٰ بن ملا محمد اسعد بن ملا قطب الدین سہالوی کے تیسرے فرزند ہیں اور اپنے چچا ملا ظہور اللہ کے شاگرد ہیں علوم درسیہ سے فراغت کے بعد مقام زمانیہ ضلع غازیپور میں مقیم ہوئے اور وہاں پر ایک مدرسہ "چشمۂ رحمت" نامی قائم کرکے علوم متعارفہ معقولات ومنقولات کی تعلیم طلبہ کو دینے لگے۔ آپ کے فیض سے ایک مخلوق کامیاب ہوئی۔ ۱۶ر جمادی الاولیٰ ۱۳۰۵ھ (تیرہ سو پانچ ہجری) میں غازی پور میں انتقال ہوا اور وہیں دفن کئے گئے۔

(۱۷۶-۵) شیخ رزق اللہ دہلوی

شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے بڑے چچا تھے، انکا تخلص مشتاقی تھا۔

فاضل، کامل، صاحبِ معرفت، زمانہ کے نادر، سلف صالحین کی یادگار، صوری اور معنوی فضائل کے جامع تھے، ہندی اور فارسی میں موزوں طبیعت پائی تھی۔ ان کے ہندی رسالے پیم آین[1] اور جوت نرنجن ارباب ذوق وشوق کے نزدیک مشہور و مقبول ہوئے۔ ہندی میں ان کا تخلص ارجن اور فارسی میں مشتاق تھا۔ ۸۹۷ھ (آٹھ سو ستانوے ہجری) میں ان کی وفات ہوئی۔ شیخ المحدثین دہلوی نے انکی تاریخ وفات مشتاق حقم (۹۸۹ھ) سے نکالی۔ اللہ دونوں پر رحم کرے۔

(۱۷۷-۶) مولوی رستم علی قنوجی

ولد مولوی علی اصغر قنوجی، پیدائش ۱۱۱۵ھ، اپنے والد سے مختصرات سے مطولات تک پڑھی۔ والد کے انتقال کے بعد ملا نظام الدین لکھنوی سے فراغت تعلیم حاصل کی۔ ۱۱۴۰ھ ہجری میں پھر والد صاحب کی مسندِ تدریس کو سنبھالا۔ جلالین کے طرز پر "تفسیر صغیر" لکھی، اور منار کی نہایت مختصر شرح بھی آپ کی تصنیف ہے ۱۱۷۸ھ میں وفات ہوئی

(۱۷۸-۷) مولانا رشید الدین خاں دہلوی

مولانا رفیع الدین دہلوی کے شاگرد رشید انتہائی تیز ذہن، اور ناقدانہ طبیعت پائی تھی، علم کلام میں پوری مہارت تھی، شیعوں کے رد میں کئی رسالے لکھے اور ایک کتاب بارقہ ضیغمیہ کے جواب میں شوکت عمریہ مع مقدمہ متعہ تصنیف کی۔

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ ان کے ایک رسالہ کا نام کتاب میں "پیم آین" لکھا ہے۔ اس کا مطلب ہم نہیں سمجھے، ہمارے خیال میں "پیتم آنن" بمعنی پریمی مکھڑا معلوم ہوتا ہے۔ پیتم کے معنی عاشق، شوہر، دل آرام۔ اور آنن کے معنے چہرہ بشرہ۔ الغرض یہ نام تحقیق طلب ہے۔

دوسرے ان کی تاریخ وفات جب ۸۹۷ھ ہے تو مادۂ تاریخ مشتاق حقم صحیح نہیں بنتا کیونکہ اس لفظ کے اعداد نو سو نواسی ہوتے ہیں۔ اصل کتاب میں غلطی ہے تاریخ پیدائش کی جگہ تاریخ رحلت ہے ان کی پیدائش آٹھ سو ستانوے ہجری میں ہوئی اور وفات ۹۸۹ھ میں اس لئے مادۂ تاریخ مشتاق حقم (۹۸۹ھ) صحیح ہے دیکھو اخبار الاخیار ترجمہ اردو ص ۳۷۶، ۳۷۷ (زین العابدین الاعظمی غفرلہ)

۱۲۴۹ھ (بارہ سو انچاس ہجری) میں وفات ہوئی۔

(۱۷۹-۸) مولوی رضا حسن خاں کاکوروی

کاکوری کے مخدوم زادوں میں سے امیر حسن خاں کے لڑکے ہیں۔ ۱۲ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ میں پیدا ہوئے حاجی محمد سعید بغدادی نے دو مصرعوں سے تاریخ ولادت نکالی شرف العصر مولود وفاق ۱۲۴۶ھ معدن للخیر قد زان الوجود ۱۲۴۶ھ

آپ اتنے ذہین و فطین تھے کہ اٹھارہ سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم حاصل کر کے فارغ ہو گئے تھے۔ خصوصاً فن انشاء میں، عربی میں بھی، فارسی میں بھی، نظم اور نثر دونوں میں اتنی مہارت تھی کہ اپنے ہم عمروں سے میدان مار لے گئے تھے اور باکمال لوگوں کی نگاہیں آپکی طرف اٹھا کرتی تھیں، آپکی لکھی ہوئی کتابیں بنگال میں بہت شہرت یافتہ تھیں ان میں سے ایک قصیدہ "انموذج الکمال" ہے جو قصیدہ بردہ کے وزن و قافیہ پر ہے۔ ۱۲۶۴ھ (بارہ سو چونسٹھ ہجری) کی تصنیف ہے اس کا آخری شعر یہ ہے جس سے اس کی تاریخ تصنیف نکلتی ہے تم المدیح فقد ارخت موتمنا + اللہ از لل الایجاز والختم ۱۲۶۴ھ

پھر اس کی ۱۲۶۵ھ میں شرح لکھی اس وقت آپکی عمر انیس (۱۹) سال تھی اس کے علاوہ مختلف علوم کے مشکل مسائل حل کرنے کے لئے "مطارح الاذکیار" نام کی ایک کتاب لکھی مصنف تذکرہ نے یہ دونوں کتابیں دیکھی ہیں واقعی یہ کتابیں آپکی علمی قابلیت کا پتہ دیتی ہیں۔ موت سے کسی کو چارہ نہیں آخر جوانی ہی میں ملک بنگالہ میں فوت ہو گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

(۱۸۰-۹) مولوی رضا علی خان بریلوی

ابن محمد کاظم علی خاں ابن محمد اعظم شاہ بن محمد سعادت یار خاں بہادر، بریلی سلطنت روہیل کھنڈ کے عظیم عالم تھے، بریچ کے افغانوں کے خانوادہ سے ہیں ان کے اسلاف دہلی کے بادشاہوں کیطرف سے بڑے مرتبے پر یعنی چھ ہزاری منصب پر فائز تھے۔ آپکی پیدائش بارہ سو چوبیس ہجری میں ہوئی۔ درسی علوم کی تحصیل

ٹونک میں مولوی خلیل الرحمٰن صاحب سے کی۔ تینتیس سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوئے، خصوصاً علم فقہ میں مکمل مہارت تھی، آپ کا وعظ بہت پُراثر ہوتا تھا۔ گفت گو نرم، سلام میں پہل کرنا، زہد، قناعت، بردباری، خاکساری وغیرہ آپ کی خصوصیات تھیں۔ ۲ر جمادی الاولیٰ ۱۲۸۲ھ میں دارِ فانی چھوڑ گئے۔

بڑہ تیچ۔ افغانوں کا ایک قبیلہ ہے جن کو روہیلہ کہتے ہیں۔

(۱۸۱-۱۰) شاہ رضا لاہوری

قادری شطاری، لاہور کے کامل مشائخ اور اکابر علماء میں سے ہیں، صاحب فتویٰ و ارشاد تھے جو کچھ ظاہری و باطنی فتوحات حاصل ہوتی تھی صوبہ پنجاب میں کسی کو میسر نہیں تھی۔ ۱۲ر جمادی الاولیٰ ۱۱۱۸ھ (بارہویں صدی کے اٹھارہویں سال) میں رخصت ہوئے، آپ کا مرقد لاہور میں ہے۔

(۱۸۲-۱۱) شیخ رضا رفیقی کشمیری

بن محمد بن مصطفےٰ، آپ کی کنیت ابوحمزہ ہے۔ ۱۲۰۵ھ (بارہ سو پانچ ہجری) میں پیدا ہوئے۔ اپنے والدِ محترم اور چچاؤں اور اپنے نانا شیخ نعمت اللہ بن اشرف لوٹپی گر سے تعلیم حاصل کی اور فقیہ، محدث اور مفسر بنے اور انھیں علوم کی تعلیم میں مشغول رہے، ہر چھوٹے بڑے سے سلام کرنے میں پہل کرتے تھے، نہایت حلیم، رحم دل اور متواضع شخص تھے ۱۲۷۶ھ (بارہ سو چھہتر ہجری) ماہِ شعبان میں وفات ہوئی۔

(۱۸۳-۱۲) میر رضی الدین

کشمیری علماء میں بڑے لائق و فائق فاضل شخص تھے۔ مرزا حیدر کے زمانہ میں محلہ قطب پورہ میں مدرس مقرر ہوئے، اکثر علوم میں عمدہ تصنیفات لکھیں انکی لڑکی کا نکاح ملا فیروز سے ہوا۔

مولوی فقیر محمد لاہوری نے حدائقِ حنفیہ مطبوعہ نولکشور صفحہ ۳۷۷ میں پہلے ان کی وفات ۹۵۶ھ (نو سو چھپن ہجری) میں لکھی ہے پھر اسی صفحہ میں میر صاحب کے ترجمہ میں

نو سو ساٹھ ہجری میں لکھی ہے معلوم نہیں کون صحیح ہے اور کیوں دو دفعہ لکھا۔

(۱۸۴-۱۳) مولوی رضی الدین

ولد حبیب الدین۔ کانپور کے قاضی رضا بالقضاء اور تسلیم بر تقدیر کے زیور سے آراستہ تھے، شہر کانپور ہی میں ۱۲۶۲ھ میں وفات ہوئی۔ مولانا سلامت اللہ کشفی مدظلہٗ نے انکی تاریخ وفات نکالی ہے ؎

نہال باغ شرف مولوی رضی الدین + قضا نہفتہ بخاکش چو آفتاب بمیغ

مولوی رضی الدین جو شرافت کے باغ کی پود تھے، انکی مٹی کو تقدیر نے ایسا چھپایا جیسے آفتاب کو کالا بادل۔

زپیر عقل چوں سال وفات او جستم + زغصہ گفت بمن، ہائے ہائے دریغ

جب میں نے بڈھی عقل سے انکی وفات کا سال پوچھا، تو مجھ کو غصہ میں بتایا ؎ ۱۲۶۲ھ

ہائے ہائے دریغ۔

(۱۸۵-۱۴) میر سید رفیع الدین محدث ساکن آگرہ

آپ کے آباء و اجداد کل علماء اور صلحاء میں سے تھے، وہ خود بھی عقلمند محدث تھے، فیاضی اور سخاوت، لطف و مہربانی، حسن اخلاق میں نہایت بڑھے ہوئے تھے معقولات میں مولانا جلال الدین دوانی کے شاگرد اور حدیث میں شیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی کے شاگرد رشید تھے جو مصری حفاظ حدیث میں سے ہیں۔ میر صاحب کی جال پود شیراز کی تھی وہیں آپ پیدا بھی ہوئے تھے سلطان سکندر لودھی کے زمانہ میں ہندوستان تشریف لائے دہلی میں قیام کیا سلطان آپ کا بہت زیادہ معتقد ہوگیا پھر سلطان کی اجازت سے آگرہ میں آ بسے۔ ۹۵۴ھ (نو سو چون ہجری) میں وفات ہوئی اور آپ کی قبر اسی گھر میں بنی جس میں آپ رہتے تھے ؎ سلامٌ علیٰ تلک المنازل من فتی

(۱۸۶-۱۵) مولانا رفیع الدین دہلوی

ابن مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی وقت کے بڑے علماء میں سے تھے، آپ کی تصنیفات میں سے مقدمۃ العلم، رسالہ عروض، کتاب التکمیل، رسالہ دفع الباطل، اسرار المحبۃ، اور قرآن مجید کا تحت اللفظ اردو ترجمہ ہیں، کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے، ماہیت نفس میں شیخ الرئیس کی عربی غزل کا جواب مولانا عبدالرحیم دہلوی نے عربی غزل میں دیا تھا اسکو آپ نے پانچ مصرعی بنادیا۔ ۱۲۴۹ھ (بارہ سوانچاس ہجری) میں فوت ہوئے۔ اللہ تعالےٰ درجاتِ عالیہ سے نوازے۔

(۱۸۷-۱۶) مولوی رفیع الدین مرادآبادی

ولد فریدالدین۔ آپ نے علم حدیث مولوی خیرالدین سورتی سے پڑھی جو شیخ محمد حیات سندھی کے شاگرد تھے اور مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کی رفاقت وصحبت میں مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے بھی تحقیق وتدقیق کے ساتھ علم حدیث حاصل کیا۔ شیخ محمد غوث لاہوری کے مرید تھے، حرمین شریفین جاکر حج و زیارت سے مشرف ہوئے، اور حرمین شریفین کے حالات میں ایک کتاب قصر الآمال بذکر الحال والمآل، اور سلوۃ الکئیب بذکر الحبیب، اس کے علاوہ ترجمہ عین العلم، شرح اربعین للنووی، کنزالحساب، تذکرۃ المشائخ، کتاب الاذکار، تذکرۃ الملوک، شرح غنیۃ الطالبین، تاریخ افاغنہ آپکی مشہور ترین تصنیفات ہیں۔ ۱۵ر ذی الحجہ ۱۲۱۸ھ (بارہ سو اٹھارہ ہجری) کو مرض استسقاء میں مرادآباد میں وفات ہوئی۔

(۱۸۸-۱۷) مولوی روح اللہ لاہوری

۱۱۷۱ھ (گیارہ سو اکہتر ہجری) میں پیدا ہوئے۔ علوم حاصل کرنے میں اس قدر مشغول ہوئے کہ علم صرف، نحو، منطق، معانی، حدیث، تفسیر میں اپنی نظیر خود ہی تھے۔ مولوی محمد سلیم لاہوری کے شاگرد تھے، حکام زمانہ رنجیت سنگھ

وغیرہ ان کا انتہائی ادب کرتے تھے، جس زمانہ میں سکھوں کی شورش لاہور میں انتہائی درجہ بڑھی ہوئی تھی صرف ایک آپ ایسے شخص تھے جنھوں نے شرع شریف کے احکام اور آثار کو جاری رکھا تھا، آپ کا فتویٰ علمار زمانہ میں نہایت معتبر تھا۔ مکہ معظمہ جاکر صرف تیس دن میں قرآن پاک حفظ کرلیا تھا۔ صاحبِ تصانیف عالم تھے وہاں سے واپسی میں علاقہ یمن میں بسال ۱۲۴۴ھ (بارہ سو چوالیس ہجری) وفات پائی۔

(۱۸۹-۱۸) شاہ رؤف احمد مصطفےٰ آبادی

نقشبندی، مجددی، آپ شاہ ابوسعید دہلوی فقیہ و محدث و مفسر کے خالہ زاد بھائی تھے۔ علوم ظاہری مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی سے حاصل کرکے خاندان نقشبندیہ کا خرقۂ خلافت شاہ غلام علی سے حاصل کیا تھا۔ بھوپال میں اقامت گزیں ہوکر تین جلدوں میں تفسیر رؤفی تالیف فرمائی۔ جس کی ابتدار ۱۲۳۹ھ ہجری اور تکمیل ۱۲۴۸ھ ہجری میں ہوئی۔ اس عظیم تفسیر کے علاوہ ایک کتاب دارالمعارف لکھی جس میں اپنے شیخ کے ملفوظات جمع کئے ہیں اور ہندی و فارسی اشعار میں ان کا ایک مجموعہ کلام دیوان رأفت بھی ہے۔ اشعار میں ان کا تخلص رأفت تھا۔ بھوپال سے حج بیت اللہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے مگر جہاز ہی میں انتقال ہوگیا یہ ۱۲۰۳ھ ہجری کا واقعہ ہے۔

حرف زائے معجمہ

زائے بالقطہ کا باب

(۱۹۰-۱) مولانا شاہ زاہد بخاری احمد آبادی

محدث، فقیہ، حنفی المذہب عالم اور شاہ عالم گجراتی

کے مرید تھے علوم کا درس دیتے تھے۔ ۶ رشعبان ۸۹۳ھ (آٹھ سو ترانوے ہجری) میں وفات ہوئی، گجرات کے شہر احمد آباد میں مدفون ہوئے۔

(۱۹۱-۲) ملک زین الدین اور زبر الدین یہ دونوں محترم بھائی صاحبان اگرچہ علماء میں شمار نہیں ہوتے لیکن سخاوت اور علم پروری میں یکتائے زمانہ گذرے ہیں اور خود صالحین میں ہیں اس لئے علم کے محبین میں ان کا تذکرہ کردینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ملک زین الدین خاں جہاں جو سکندر لودھی کے خاندانی بھائی ہیں انھیں کے یہ کارندہ تھے، بھلائی اور حسن سلوک کرنیکی توفیق آپ کے شامل حال رہتی تھی اور صلاح وتقویٰ کے تعلق سے اکثر مشائخ اور علمائے وقت کی خدمت گذاری میں ان کو بڑی ہی دلچسپی اور محبت رہتی تھی، قرآن کریم کی تلاوت ہمیشہ کھڑے ہوکر کرتے تھے اپنے سینہ تک ایک رحل بنوائے تھے اسی پر قرآن مجید رکھ کر کھڑے ہوکر پڑھا کرتے تھے انکے تمام متعلقین اور نوکر چاکر آدھی رات سے تہجد کے لئے بیدار رہتے تھے اور ان کے گھر میں چاشت کے وقت تک کوئی دنیاوی بات چیت نہ ہوتی تھی اگر مجبوراً کچھ کہنا پڑتا تو اشارہ میں بات چیت ہوتی ورنہ ذکر اذکار، اوراد اشغال کے علاوہ کوئی کام نہیں ہوتا تھا اور ہر جمعرات کو رات میں چند سیر چاول پکتے تھے اور ہر ہر چاول پر تین تین دفعہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھی جاتی تھی اور آنحضرتؐ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کیا جاتا اور ولادت باسعادت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہر دن ایک ہزار تنکہ ایصال ثواب میں دیا جاتا تھا اور بارہویں ربیع الاول کو بارہ ہزار تنکہ خرچ کیا جاتا تھا۔

تنکہ پہلے حرف کو فتحہ اور کاف عربی کے ساتھ ہر اس سکہ کو کہا جاتا ہے جو وہاں رائج ہو خواہ چاندی کا سکہ ہو، خواہ سونا کا، خواہ نکل کا یہ ٹکہ کا فارسی بنایا ہوا ہے۔

(۱۹۲-۳) ملک زبر الدین آپ نے اپنے برادر مکرم کی خدمت اور ملازمت

پر اکتفا کیا جو کہ شاہی دربار رکھتے تھے اور ملک زبرالدین نے تجرد کی زندگی گذار دی اور دہلی کے آس پاس کے دیہاتوں کو اپنی ملکیت میں لے کر علماء، صلحاء اور صوفی بزرگوں کے ساتھ خوش باشی کے ساتھ وقت گذارا۔ یہ دونوں بھائی ہر چہار شنبہ کو اپنی شہادت کی دعا کیا کرتے تھے اللہ تعالےٰ نے دعا قبول کرلی۔ بڑے بھائی زین الدین ۹۲۶ھ کو زہر خورانی سے فوت ہوئے اور ملک زبرالدین ۹۳۲ھ میں سلطان ابراہیم بن سکندر لودھی کی ہمراہی میں جنگ میں شہید ہو گئے آپ کی قبر دہلی میں حوض شمسی کے پچھم ہے۔

(۱۹۳-۴) زین العابدین دہلوی

آپ کا عرف شیخ اُڈھن دہلوی ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نانا تھے، نہایت عقلمند، انتہائی متقی عبادت گذار، بہت خشوع اور تواضع، ادب اور وقار کے ساتھ رہتے تھے، جس وضع میں باہر لوگوں سے ملاقات کرتے اسی وضع قطع کے ساتھ گھر میں بھی رہتے تھے، شکل وصورت بھی نہایت حسین تھی اس پر علم و تقویٰ کے انوار چہرہ پر مزید دمکتے تھے، اکثر اوقات روزہ سے رہتے اور لقمہ حلال کا بہت اہتمام تھا۔ سلطان ابراہیم بن سلطان سکندر نے حجابت کا منصب پیش کیا مگر آپ نے قبول نہیں کیا۔ مولانا سماء الدین کے مرید اور مولانا عبداللہ تلبنی کے شاگرد تھے۔ آپ کی وفات ۹۳۴ھ (نو سو چونتیس ہجری) میں ہوئی۔ حوض شمسی کے مغربی سمت دہلی میں مدفون ہیں۔

(۱۹۴-۵) شیخ زین الدین خوافی

وفائی تخلص رکھتے تھے اور بادشاہ ظہیر الدین محمد بابر شاہ کے محفل کے صدر نشین تھے۔ عقلمندی میں معروف تھے۔ آپکی ایک مسجد بھی آگرہ میں دریائے جمنا کے کنارے ہے، صوری اور معنوی کمالات کے جامع، معما، تاریخ، برجستہ گوئی میں اپنی نظیر آپ تھے۔ اس کے علاوہ انشاء کی دوسری قسموں نظم ونثر وغیرہ

میں بھی لاجواب تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ جب شروع شروع میں بابر بادشاہ کی ملازمت میں آئے تو لوگوں نے پوچھا کہ آپ کی عمر کیا ہوگی۔ آپ نے برجستہ کہا کہ پانچ سال پہلے چالیس سال کا تھا اب بھی چالیس سالہ ہی ہوں اور آئندہ دو سال میں چالیس سال پورا ہو جائیگا (اس کا مطلب مترجم نہیں سمجھا) انھیں کا یہ قطعہ ہے

غم گریباں گیر شد سر در گریباں چوں کشم　　شوق دامنگیر آمد پا بداماں چوں کشم
(غم نے گریبان پکڑ لیا اب میں سر کو کسطرح گریبان میں ڈالوں، شوق نے دامن پکڑ لیا پاؤں کو دامن میں کیسے کھینچوں)

اے گریبانم ز شوقت تار و دامن چاک چاک　　بے تو پا در دامن و سر در گریباں چوں کشم
(صاحب آپ کے شوق سے گریبان تار تار ہو گیا اور دامن چیتھڑے چیتھڑے ہو گیا، آپ کے بغیر پاؤں کو دامن میں اور سر کو گریباں میں کیسے ڈالوں)

آپ نے فتح ہندوستان کی لاجواب تاریخ لکھی جس میں سخندانی کی خوب داد دی ہے

وفات - ۹۴۰ھ (نو سو چالیس ہجری) میں چنار گڑھ کے آس پاس وفات ہوئی اور آگرہ لاکر آپ کے مدرسہ میں دفن کئے گئے۔

(۱۹۵-۶) خواجہ زین الدین علی بتور کشمیری راینواری

علمائے کشمیر میں سے

شیخ یعقوب صرفی اور ملا شمس الدین پال کے شاگرد اور شیخ حمزہ کے مرید تھے، ادھیڑ عمر میں حرمین شریفین جاکر شیخ ابن حجر مکی سے حدیث کی اجازت حاصل کی، کشمیر واپس آکر پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہو گئے، وفات کے بعد اپنے محلہ راینوارہ میں مدفون ہوئے۔

(۱۹۶-۷) مولوی زین الدین کشمیری

ولد خواجہ عبد اللطیف۔ بہت سمجھ دار ذکی الطبع، موزوں طبیعت والے تھے، اشعار بہت فصیح کہتے تھے، حلال کھانے پینے میں بہت محتاط تھے۔ باون ۵۲ سال کی عمر میں ۱۱۵۵ھ کو وفات ہوئی، کشمیر کے محلہ اینواری میں اپنے دادا زین الدین علی کے قریب دفن ہوئے۔

حرف سین مہملہ

سین مہملہ کا باب

(١-١٩٧) مولوی سخاوت علی عمری جونپوری

آپ ضلع جونپور کے مشہور قصبہ منڈھیاہوں کے رہنے والے بہت درس و تدریس، وعظ و تذکیر میں مشغول رہنے والے شخص تھے آپکی ذات مجمع الصفات سے علم دین کے طلبہ کو بہت فیض پہنچا۔ آپکی پیدائش ١٢٢٦ھ میں ہوئی، علوم نقلی و عقلی میں آپ کے اساتذہ میں مولانا قدرت علی رودولوی مولوی عبدالحی دہلوی، مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی، مولوی احمداللہ انامی جیسے اساطین علم وفضل کا نام آتا ہے، آپ طلبہ کے درس وافادہ کے ساتھ ساتھ جامع مسجد جونپور میں اہلِ تشیع کی طرف سے بدعات وخرافات کو دیکھتے اور کڑھتے رہتے تھے۔ آخر اس بڑی مسجد کو شیعوں کے قبضہ سے چھڑا کر اس میں مدرسہ ربانیہ قرآنیہ قائم کیا جو اب تک باقی ہے اور جامع مسجد میں نمازِ پنجگانہ اور جمعہ ادا ہو رہی ہے اور آپ کے مدرسہ سے سیکڑوں حفاظِ قرآن کریم پیدا ہوئے۔ تھوڑے دنوں نواب ذوالفقار بہادر رئیسِ باندہ کے زمانہ میں باندہ میں بھی مدرس رہے ہیں۔ اس راقم الحروف (شیخ رحمان علی) کو دو دفعہ آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ایک دفعہ مچھلی شہر میں استاذ محترم مولانا محمد شکور غفرلہ کے مکان پر، اور دوسری دفعہ مفتی محمد اسداللہ مرحوم کی قیام گاہ پر فتحپور میں۔ راقم الحروف نے آپکی ذاتِ پاک کو طلبہ کے حال پر بہت مہربان پایا۔ آپ بیت اللہ الحرام کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے اور اسی جگہ ٦ رشوال ١٢٧٤ھ کو عالم آخرت کا سفر پیش آگیا اور جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے ؎

(یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔ مترجم)

تصنیفات :۔ علم حدیث میں "القدیم فی احادیث النبی الکریم" منطق میں رسالہ اسلم، ردِّ بدعات میں رسالہ تقویٰ اور عقائد نامہ (اردو) اور رسالہ کلمات کفر، رسالہ اسرار فقر مولوی شیخ محمد مچھلی شہری کے نو سوالوں کا جواب، مناظرہ شیعہ میں عرض نیک، اوقات میں رسالہ عرفان، رسالہ تعداد لغات وغیرہ۔

تلامذہ :۔ آپ کے دامنِ تربیت سے بہت لائق وفائق علماء نامدار ہوئے ہیں۔ چند کے نام لکھے جاتے ہیں: مولوی سید خواجہ احمد نصیر آبادی، مولوی کرامت علی جونپوری، مولوی رجب علی جونپوری، مولوی محمد شریف جونپوری، مولوی محمد یعقوب بہاری، مولوی شجاعت حسین، مولوی محمد عمر غازی پوری، مولوی غلام جیلانی بایزید پوری غازی پوری، مولوی فیض اللہ مئوی اعظم گڈھی، مولوی رحیم اللہ ساکن ضلع بستی، مولوی غلام محمد جگدیش پوری اعظم گڈھی، مولوی شیخ محمد مچھلی شہری مشہور ہیں۔

اولاد ۔ چار ہیں: مولوی محمد، مولوی حکیم محمد جنید، مولوی محمد شبلی، مولوی حافظ ابوالخیر محمد مکی ان سب کا ذکر موقعہ پر لکھا جائیگا۔

(۱۹۸-۲) مولوی سراج الحق بدایونی

ابن مولوی فیض احمد بدایونی۔ عالم، فاضل، کامل، مکمل طبیعت وقاد اور ذہن نقاد پایا تھا۔ آپکی ولادت ۱۲۴۶ھ میں ہوئی۔ تاریخی نام اظہار الحق ہے (۱۲۴۶ھ) نصاب کی اکثر کتابیں اپنے والد سے پڑھی اور فراغت اپنے ماموں مولوی نور احمد بدایونی سے حاصل کی اور مولوی شاہ فضل رسول بدایونی سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور اب تک فائدہ وفیض رسانی میں ہمہ تن متوجہ ہیں، اور اس وقت آپ کی ذات گرامی غنیمت سمجھی جاتی ہے جبکہ عام طور سے یہ مثل مشہور ہے کہ "علم کتاب میں ہے اور علماء قبر کی کوٹھریاں میں"

تصنیفات :۔ رسالہ سراج الحکمۃ (فلسفہ) شرح رسالہ معمیات بہاء الدین عاملی، شرح میزان منطق، کتاب معتقد ومنتقد کا حاشیہ، رسالہ طبیعہ، دیوان عربی وفارسی آپکی تصانیف ہیں

علماء کبار کے مطمح نظر ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے اور ترقیات سے نوازے۔ آمین

(۱۹۹-۳) حکیم سراج الدین شاہ جہاں آبادی

شاہجہاں آباد کے مشہور حکیموں میں سے علامۂ زماں تھے، تصنیفات اور کتابت میں شہرت یافتہ تھے۔ آپ کی مشہور تصنیفات یہ ہیں:
چراغ دین، انتخاب بحر الکلام، علم رموز، عقل افزا، حکمت ایمانی، سراج منیر، سراج ہدایت، لب لباب مثنوی مولانا روم، دستور العمل علماء متقدمین و عقلائے سابقین، مجموعۂ گل و ریاحین، قانون العلاج۔

(۲۰۰-۴) سراج الدین علی خاں آرزو اکبر آبادی

زبان فارسی کے محقق تھے، 'چراغ ہدایت' تذکرہ شعراء جس کا نام جمع النفائس ہے اور شیخ علی حزین کے کلام پر تنقید جس کا نام تنبیہ الغافلین ہے، آپ کے فضل و کمال پر گواہ ہیں۔ فارسی اور ریختہ گوئی میں بھی باکمال تھے، دہلی کی تباہی کے بعد نواب سالار جنگ کے اشارہ سے لکھنؤ چلے گئے اور وہیں ۱۱۶۹ھ میں فوت ہوئے۔

(۲۰۱-۵) مولوی سید سرفراز علی سندیلی

ولد میر محفوظ علی ولد میر محمد صالح جن کا سلسلہ نسب سیدنا موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ تک پہنچ جاتا ہے، ۱۲۳۶ھ (بارہ سو چھتیس ہجری) میں ولادت ہوئی۔ علوم زمانہ سے علوم متداولہ حاصل کیا فارغ ہونے کے بعد سے آج تک طلبہ کو تعلیم دینے میں مشغول ہیں، آپ شاہ غلام رسول کانپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز ہیں۔ اللہ آپ کو صحیح سلامت باقی رکھے۔ آمین

(۲۰۲-۶) شیخ سعد اللہ بنی اسرائیلی لاہوری

شیخ اسحٰق بن کاکو لاہوری کے شاگرد ہیں، اپنے کو بنی اسرائیلی کہتے تھے، ان کے حالات عجیب طرح سے مختلف رہے ہیں، شروع شروع میں شریعت کے

بہت پابند تھے پھر یکبارگی بدل کر آزاد منش ہوگئے اور تمام برائیاں کرنے لگے ایک گانے والی بازاری عورت سے تعلق پیدا کرلیا، سفید ڈاڑھی کے ساتھ اس بازاری عورت کو لئے لئے بازاروں میں پھرنے لگے ۔ "جہاں عشق آیا گئی عقل بھاگ" - لیکن آدمی اس وقت بھی ان کے پیر تلے کی مٹی حسن عقیدت سے لے کر سرمہ کیطرح آنکھوں میں لگاتے تھے اور ان کو ولی کامل سمجھتے تھے، اس حالت میں بھی چوپایوں کے بازار میں سبق پڑھایا کرتے تھے۔ مال و متاع اور جو کچھ اسباب دلجمعی تھے سب اس بازاری کے عشق میں اڑا ڈالا - ایک رات اس بازاری کو گود میں لئے شراب پی رہے تھے کہ ان کے شاگردوں کو لے کر کوتوال کچھ سپاہیوں کے ساتھ ان کے گھر میں دیوار پھاند کر داخل ہوگئے اور ان کے سامانِ عیش و طرب کو توڑ پھوڑ کر انھیں ملامت کرنے لگے، انھوں نے ان کو ایسا جواب دیا کہ سب لوگ شرمندہ ہوگئے کہا کہ: میں نے ایک غلطی کی مگر آپ لوگوں نے تین غلطیاں کیں۔ دیوار کیوں پھاندے گھر میں دروازہ سے آنا چاہئے تھا، تجسّس کیوں کیا یہ تو حرام ہے، بلا اجازت گھر میں کیوں آئے اجازت لے کر دوسرے کے گھر میں داخل ہونا چاہئے۔ جیسا کہ ایسا ہی قصہ حضرت عمرؓ کے بارے میں مشہور ہے۔ اس لئے پہلے آپ لوگوں کو سزا دیدی جائے بعد میں مجھ کو سزا دینا۔ اس کے بعد توفیقِ الٰہی شاملِ حال ہوئی اور خالص سچی توبہ کر کے کتاب احیار العلوم (غزالی) کو اپنا دستور العمل بنالیا اور مستقل عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے لگے اور پھر عمدہ اور مفید تصنیفات لکھنے لگے۔ ان کتابوں میں سے امام غزالی کی جواہر القرآن کی بھی ایک اچھی شرح لکھی، جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے ایک دن تنہائی میں ان سے پوچھا کہ آپ کس قوم کے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ لالہ، کالیستھ قوم کا آدمی ہوں بادشاہ کو انکی سادہ روی بہت پسند آئی اور ان کو اپنا مصاحب بنالیا عرصہ تک اس کی مصاحبت میں رہے۔

حیرت انگیز:۔ کسی مانگنے والے کو کبھی خالی واپس نہیں کیا، زراعت اور تجارت کے تمام اموال کو تو خرچ کر ڈالا تھا، بادشاہ کیطرف سے بھی کوئی وظیفہ مقرر نہیں تھا،

آمدنی کا ذریعہ کچھ بھی نہیں تھا اس کے باوجود اس قدر داد دہش اس قدر ایثار و خرچ کہاں سے ہوتا تھا کسی کو پتہ نہیں چل سکا۔ کم و بیش اسّی سال کی عمر میں وفات ہوئی، ان کے جنازہ میں ہزاروں کا مجمع تھا جو کہیں دیکھا نہیں گیا، آپ کا جنازہ تھا سامنے کے لئے قدم رکھنے کی جگہ نہیں ملتی تھی سچ ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ

(۲۰۳) - ۷ شیخ سعد اللہ کندوری فراز لکھنوی

ولد شیخ سماء الدین لکھنوی تمام علوم نقلی، رسمی اور حقیقی کے جامع تھے اسی طرح ظاہری اور باطنی شان و شوکت کے بھی مالک تھے، شکر گذار غنی کے وصف سے مشرف تھے آپ کا خرچ اور ایثار بہت مشہور تھا، فقراء و مساکین کو اتنا اہتمام سے کھانا کھلایا کرتے تھے کہ آپ کا لقب ہی "کندوری فراز" وسیع دسترخوان والے، پڑ گیا تھا حالانکہ مخدوم شیخ قیام الدین کی زبان فیض ترجمان سے آپ کو شیخ الاسلام کا لقب حاصل ہو چکا تھا خاندان چشتیہ میں آپ کو ارادت و خلافت اپنے والد بزرگوار سے اور سلسلۂ سہروردیہ میں سید اجمل جونپوری سے خرقۂ خلافت مل چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آٹھ لڑکے عنایت کئے جو سب ایک سے بڑھ کر ایک تھے (۱) بدیع الدین (۲) فرید الدین (۳) شیخ بڑے (۴) شیخ جہانگیر (۵) امین الدین (۶) سعد الدین (۷) فخر الدین (۸) رکن الدین جن کی بزرگی اور ان کے اوصاف حد بیان سے متجاوز ہیں خصوصاً اس مختصر رسالہ میں دشوار ہے کچھ حالات شیخ رحمت اللہ لکھنوی نے تذکرۃ الاصفیاء میں تحریر فرمائے ہیں۔ شیخ سعد اللہ کی وفات ۲۳ ربیع الثانی ۸۲۹ھ میں واقع ہوئی اور اپنے والد محترم کے پائینتی لکھنؤ میں دفن ہوئے، صاحب تذکرۃ الاصفیاء شیخ رحمت اللہ نے "رحمت اللہ علیہ" ۸۲۹ھ سے تاریخ وفات نکالی ہے

کندوری کاف کو فتحہ اور نون ساکنہ کے بعد دال مضموم ہے، سفرہ اور دسترخوان کو کہا جاتا ہے

(۲۰۴) - ۸ شیخ سعد اللہ بیانوی

علم نحو میں بے نظیر عالم تھے اور صاحب سلوک اور طالبان علم کے ملجا و ماوی تھے، اکثر روزہ

رکھا کرتے تھے اور افطار دودھ سے، جنگلی پھل فروٹ سے کیا کرتے تھے بچپن سے شیخ محمد غوث کی ارادت کو کندھے پر ڈھو رہے تھے پھر مقام حیرت ان پر غالب آگیا بالکل خاموش گم سم رہنے لگے اور بالکل تنہا ایک حجرہ میں رہنے لگے اپنے لڑکوں کو بھی حجرہ میں آنے نہ دیتے تھے اسی حال میں ۸۸۹ھ (آٹھ سو نواسی ہجری) میں اسی خانقاہ میں اللہ کو پیارے ہو گئے جسکو انھوں نے بنوائی تھی وہیں مدفون ہیں۔ بَرَّدَ اللہُ مَضجعَہٗ خدا انکی قبر کو ٹھنڈی رکھے۔

بیانوی نسبت ہے بیانہ کیطرف جو بہانہ کے وزن پر ہے۔ بیانہ بھرت پور کے قریب ایک قصبہ کا نام ہے۔

(۲۰۵-۹) حافظ سیّد سعد اللہ بلگرامی

بیمثال فاضل اور بے نظیر عالم تھے۔ مراد آباد کے قاضی ملا عبد الرحیم صاحب کے شاگرد تھے جو کہ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی کے شاگرد ہیں۔ ۱۱۱۹ھ (ایک ہزار ایک سو انیس ہجری) میں وفات پائی۔

(۲۰۶-۱۰) مولانا سعد اللہ سلونی ولد عبد الشکور

شیخ پیر محمد سلونی کے نواسہ ہیں بچپن میں تھوڑے ہی دنوں میں علم سیکھ کر فارغ ہو گئے تھے پھر درس و تصنیف کی مسند پر جانشین ہو گئے اس کے بعد حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے، اہلِ حرمین ان سے بہت عقیدت رکھنے لگے اور آپ نے بھی وہاں لمبا قیام کیا، بارہ ۱۲ سال تک مکہ معظمہ میں مقیم رہے، شیخ عبد اللہ مکی، بصری جنھوں نے ضیاء الساری کے نام سے صحیح بخاری کی شرح لکھی ہے جن کے شاگرد رشید مخدوم ہاشمی سندھی ہیں انھوں نے مولانا سعد اللہ کے ہاتھ پر سلسلۂ قادریہ میں بیعت کر لی، مولانا سعد اللہ صاحب مکہ معظمہ سے لوٹے تو سورت کی بندرگاہ پر سکونت اختیار کر لی اور یہاں کے مرجع خلائق ہو گئے۔

تصنیفات:۔ رسالہ کشف الحق، شرح مثنوی مولانا روم، رسالہ تحفۃ الرسول آپکی یادگار تصنیف ہیں

وفات :- ۲۲ رجمادی الاولی ۱۱۸۳ھ (ایک ہزار ایک سو تراسی ہجری) کو بندرگاہ سورت میں وفات ہوئی۔ وہیں دفن ہوئے۔ آپ پر رحمت غفار ہو۔

اولاد :- آپ کے دو لڑکے تھے ایک عبدالعلی، دوسرے عبدالولی جو کمالاتِ علمیہ میں اپنے والد کے ثانی تھے۔ عزلت تخلص کرتے تھے مولوی محمد صادق ٹھٹھوی آپکے شاگرد ہیں

(۲۰۷-۱۱) مولوی مفتی سعد اللہ مرادآبادی

آپکی ولادت ۱۲۱۹ھ (ایک ہزار دو سو انیس ہجری) میں ہوئی لفظ "ظہور حق" اور "بیدار بخت" سے تاریخ نکلتی ہے۔ نہایت ہی بچپن میں فارسی کی ضروری کتابوں سے فارغ ہوئے پھر علم کی طلب کے شوق میں رام پور گئے، علم نحو و صرف سے ابتدا کی، وہاں سے مقام نجیب آباد میں جاکر مولوی عبدالرحمٰن قہستانی سے شرح جامی پڑھی پھر جب مکمل استعداد ہو گئی تو دہلی تشریف لاکر آخوند شیر محمد ولایتی، مولوی محمد حیات پنجابی اور مفتی صدرالدین خاں صدر الصدور سے اکثر درسی علوم کو حاصل کیا ۱۲۴۳ھ (بارہ سو تینتالیس ہجری) میں لکھنؤ تشریف لاکر مولوی محمد اشرف لکھنوی، مولوی محمد اسمٰعیل مرادآبادی اور میرزا حسن علی محدث، مفتی ظہور اللہ لکھنوی فرنگی محلی وغیرہم سے رجوع کی، علم سے فارغ ہونے کے بعد شادی کرکے پہلے مدرسہ شاہی میں مدرسی کی پھر کچھ تالیف میں صرف کرکے قاموس کے ترجمہ "تاج اللغات" کی بعض جلدوں میں مشغول ہوئے، پھر کچہری کوتوالی کے افتاء کے منصب پر انتیس ۲۹ سال تک کام کرتے رہے، ان ہی دنوں میں لکھنؤ سے سفر حج کی سعادت حاصل ہوئی اور شیخ جمال مکی سے علم حدیث کی نئی سند حاصل کرکے لکھنؤ واپس آکر شعبۂ افتاء کو منتظم بنانے میں مصروف ہوئے۔ واجد علی شاہ کی معزولی کے بعد اپنے شاگرد نواب یوسف علی خاں نواب رام پور کی درخواست پر رام پور پہونچ کر قضاء اور افتاء اور مقدمات کی سماعت وغیرہ کی خدمت پر مقرر ہوئے اور نواب کلب علی خاں رئیس رامپور کے زمانہ تک اس

خدمت پر مامور رہے۔ چودھویں[۱۴] رمضان المبارک یکشنبہ کے دن ۱۲۹۴ھ (بارہ سو چورانوے ہجری) میں رام پور ہی میں آخرت کا بلاوا آگیا تو عالم بالا میں تشریف فرما ہوگئے وہیں آپ کا مرقد مبارک ہے۔

اولاد:۔ آپ کے دو لڑکے لطف اللہ، بشارت اللہ آپکی نشانی ہیں جو دونوں رام پور ہی میں رہتے ہیں۔

مادۂ تاریخ:۔ حکیم لطف اللہ صاحب نے آپکی تاریخ میں چند عربی اشعار کہے ہیں جن کے مقطع سے تاریخ وفات نکلتی ہے: نبوجہ الجمیل یا بشری (اے بشری جمیل کے چہرہ یعنی ج سے انکی تاریخ کہی گئی۔ قیل: مثواہ طاب طیب ثراہ

۱۲۹۱ + ۳ = ۱۲۹۴ھ

مولوی محمد یحیٰی نے انکی تاریخ وفات یہ کہی:

تاریخ وفات گفت یحیٰی + گنجینۂ علم و فضل صد آہ

۱۲۹۴ھ

اخلاق:۔ یہ نامہ سیاہ ۱۲۶۴ھ (بارہ سو چونسٹھ ہجری) میں جب طلب علم کے لئے لکھنؤ آیا تھا تو وہاں پر مفتی سعد اللہ صاحب کو دیکھا تو ان کو ایک خشک آدمی پایا، چھوٹوں کی طرف بہت کم توجہ کرتے تھے۔

تصنیفات:۔ آپکی عمدہ تصنیفات میں سے درج ذیل کتابیں یادگار ہیں: (۱) مفید الطلاب فی خاصیات الابواب (۲) القول الفصل فی ہمزۃ الوصل (۳) عقود الاجیاد فی مجہول اختار والنقاد (۴) نوادر الاصول فی شرح الفصول (علم صرف میں) (۵) غایۃ البیان فی تحقیق السبحان (۶) رسالہ ترکیب بسم اللہ (علم نحو میں) (۷) خلاصۃ النوادر (۸) نوادر البیان فی علم القرآن (۹) رسالہ فی وجوہ الغنہ (علم قرارت میں) (۱۰) القول المانوس فی صفات القاموس (۱۱) نور الصباح فی اغلاط الصراح (۱۲) ترجمہ بعض مجلدات قاموس (علم لغت میں) (۱۳) ترجمہ فقہ اکبر و وصیت نامہ امام ابوحنیفہ (۱۴) ترجمہ حقیقت الاسلام (۱۵) ہدایۃ النور فیما یتعلق بالاظفار والشعور (۱۶) زاد السبیل الی دار الخلیل (۱۷) حواشی مالا بدمنہ (۱۸) رسالہ طہر متخلل (دینیات میں) (۱۹) حاشیہ

حمداللہ شرح سلم (۲۰) شرح ضابطۃ التہذیب (۲۱) شرح خطبۂ قطبی (منطق میں) (۲۲) رسالہ قوس قزح (۲۳) رسالۂ تناسخ (۲۴) رسالہ تحقیق علم واجب (حکمت و فلسفہ میں) (۲۵) رسالہ مفید البصیرۃ فی شُبّع عرض شعیرہ (علم حساب میں) (۲۶) شرح چغمینی کا حاشیہ (علم ہیئت میں) (۲۷) رسالہ تشبیہ و استعارہ (علم بیان میں) (۲۸) رسالہ عروض با قافیہ (۲۹) میزان الافکار شرح معیار الاشعار (۳۰) قصیدہ فارسیہ لامیہ، ان کے علاوہ دوسری کتابیں۔

(۲۰۸-۱۲) شیخ سعد الدین لکھنوی

آپ شیخ الاسلام شیخ سعد اللہ کندوری فراز لکھنوی کے صاحبزادہ ہیں۔ علم ظاہر، علم باطن دونوں کے جامع شخص تھے، دینی علوم کے پڑھانے میں مشغول رہتے تھے اور ذی استعداد طلبہ ہی ان کے مدرسہ کیطرف رجوع کرتے تھے آپکی طبیعت کا میلان شعر و شاعری کی طرف تھا۔ سعدی تخلص کرتے تھے ان کے نتیجۂ فکر میں سے یہ شعر بھی ہے ؎

چو داری مونسے چوں قُلْ هُوَ اللّٰہ + خطے درکش بگرد ماسوی اللہ

جب تم کو قُل ہو اللہ جیسا مونس مل گیا + تو ماسوی اللہ کے اوپر خط کھینچ دو (ماسوی اللہ، غیر اللہ) کو دل سے مٹا دو۔

ایضاً ؎

چوں دوست موافق است سعدی + سہل است جفائی ہر دو عالم

سعدی جب دوست موافق مل گیا ہے + تو دو جہاں کا ظلم معمولی بات ہے

ایضاً ؎

گریۂ بر عیب کس نکنی + خندہ بر عیب دیگراں چہ زنی

جب تم کو کسی کے عیب پر رونا نہیں آتا تو + دوسروں کے عیب پر ہنستے کیوں ہو

۲۹ رجمادی الاولی ۸۸۱ھ (آٹھ سو اکیاسی ہجری) میں دار فانی سے کوچ کر گئے۔

"مخدوم قطب الاولیاءؒ" سے تاریخ وفات نکلتی ہے (لیکن ہمزہ کو مستقل الف شمار کرنا ہوگا۔ مترجم)

۸۸۱

(۲۰۹-۱۳) شیخ سعد الدین خیر آبادی

آپ کے والد صاحب خیر آباد کے قاضی تھے، آپ نے پہلے حفظ قرآن کیا اس کے بعد مولانا اعظم لکھنوی کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہو گئے، تحصیل علوم کی تکمیل کرنے کے بعد شیخ مینا لکھنوی کے مرید ہوئے اور اپنے پیر کی وفات کے بعد اپنے وطن خیر آباد آکر مسندِ درس و تعلیم کی ذمہ داریوں کو پوری کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اخیر دم تک یہی مشغلہ رہا۔ ۸۸۲ھ میں دست قضا نے اس ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا۔

تصانیف:۔ شرح مصباح، شرح کافیہ، شرح جامی (حاشیہ) شرح بزدوی، مجمع السلوک شرح رسالہ مکیہ جس میں زیادہ تر شیخ مینا کے حالات اور ملفوظات درج ہیں۔ آپ کی قبر خیر آباد میں ہے جس کی لوگ زیارت کرتے ہیں اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

(۲۱۰-۱۴) ملا سعد الدین دہلوی

آپ کی کنیت ابو الفضائل تھی، کنز الدقائق اور منار کی ایک ایک عمدہ شرحیں آپ کی یادگار ہیں۔ ۷۹۱ھ (سات سو اکیانوے ہجری) میں جوارِ الٰہی میں جا بسے۔ اللہ تعالیٰ انکی خوابگاہ کو بہتر بنائے اور جنت انکا ٹھکانا بنائے۔

(۲۱۱-۱۵) مولوی سعد الدین صادق دہلوی

ولد مولوی امان اللہ شہید ۱۱۲۷ھ ہجری میں پیدا ہوئے اپنے والد بزرگوار سے علوم حاصل کر کے مسندِ افادہ و تعلیم پر متمکن ہوئے۔ اکثر بحثوں میں اپنے ہم عصروں پر غالب رہتے تھے، ماہ ذی الحجہ ۲۳ ویں تاریخ کو ۱۱۵۱ھ (گیارہ سو اکیاون ہجری) میں وفات ہوئی اور والد صاحب کی قبر کے قریب ہی مدفون ہوئے۔

(۲۱۲-۱۶) مولانا سعید سمرقندی

اپنے زمانہ کے تمام علماء سے بڑے عالم تھے۔ علوم کی تحصیل ملا احمد جند۔ اور ملا محمود سرخ اور ملا عصام الدین ابراہیم سے کی تھی۔ ۹۶۶ھ میں ہندوستان تشریف لائے اور اکبر

بادشاہ کے ملازم ہو گئے، درویشی اور فروتنی کی کیفیت آپ کی طبیعت پر غالب تھی، آپ خوش طبع، فصیح بلیغ اور شاگردوں پر بہت شفیق و مہربان تھے، انکی صحبت سے اکبر بادشاہ بہت خوش رہتے تھے۔ ۹۷۰ھ ہجری میں وفات ہوئی۔

(۲۱۴۳ - ۱۷) مولوی سلام اللہ محدث رام پوری

ولد شیخ الاسلام ولد حافظ فخر الدین جو کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے خانوادہ سے ہیں۔ خود فقیہ، محدث اور مفسر تھے مروجہ علوم کی تعلیم اپنے والد محترم شیخ الاسلام مصنف شرح فارسی صحیح بخاری سے حاصل کی اور اجازت حدیث سے سرفراز ہوئے۔ شیخ الاسلامؒ کی اور کتابیں بھی ہیں۔ رسالہ طرد الاوہام عن اثر الامام الہمام اور کشف الغطاء عما لزم للموتیٰ عن الاحیاء وغیرہ۔ اور آپ کے دادا بزرگ بھی علامۂ زمانہ تھے۔ ان کی تصنیفات میں سے صحیح مسلم کی فارسی شرح، عین العلم کی فارسی شرح اور شرح حصن حصین یادگارِ زمانہ ہیں۔ مولوی سلام اللہ صاحب فراغت اور اجازتِ حدیث کے بعد افادہ و افاضہ کے مسند نشین ہوئے اور جیساکہ ان کے اسلاف کا طریقہ تھا علم دین کی نشر و اشاعت میں سرگرم کوشش کرنے لگے۔ جمادی الثانیہ کے مہینہ میں شام کے وقت ۱۲۲۹ھ یا ۱۲۰۳ھ (۱۲۳۰ھ) ہجری میں راہی ملک بقا ہوئے۔

علمی یادگاریں: ۔ کمالین[۱] حاشیہ جلالین، محلّی[۲] شرح مؤطا جس کو بارہ سو پندرہ ہجری (۱۲۱۵ھ) میں تصنیف کیا تھا اس کی تاریخ تصنیف ہو الفوز الکبیر ہے۔ صحیح بخاری[۳] کا فارسی ترجمہ، شمائل[۴] ترمذی کا ترجمہ فارسی، رسالہ[۵] اصول حدیث (عربی)

(تنبیہ از مترجم) اصل کتاب میں محلی کی تاریخ تصنیف ۱۲۱۵ھ ہجری بتائی گئی ہے اور اس تالیف کا مادہ تاریخ "ھو الفوز الکبیر" چھپا ہے جس کی تاریخ صرف تین سو اٹھانوے بنتی ہے ہمارے خیال میں صحیح مادہ "ھو الفضل الکبیر" ہونا چاہئے کتابت میں غلطی معلوم ہوتی ہے۔

عہ اصل کتاب میں "سہ" غلط چھپ گیا ہے "سی" ہونا چاہئے۔

(۱۴۔۲۱۸) مولانا سلامت اللہ بدایونی کانپوری

ولد شیخ برکت اللہ صدیقی رئیس بدایوں، ان کا علمی شہرہ مثل سورج کے ہے ستاروں کے بیچ آپکی بابرکت ذات تعریف و توصیف سے مستغنی ہے۔ راقم الحروف نے بھی آپکے خرمن فیض سے کچھ دانے چنے ہیں آپ کے ارشد تلامذہ میں سے مخدومی مولوی شاہ محمد عادل ہیں ان کو جب آپ نے سند عنایت فرمائی تو رسالۃ الاسناد فارسی زبان میں لکھ کر دیا تھا اس میں مولانا کے خود اپنے حالات بھی کتھوڑے سے ہیں اسی کا مختصر خلاصہ تذکرہ کے طور پر لکھتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلامت اللہ بدایونی کہتا ہے جو بدایون میں پیدا ہوا صدیقی نسب اور حنفی مذہب اور قادری مشرب رکھتا ہے۔

کہ فقیر نے درسی مروجہ کتابوں کی تعلیم چند فضلا زمانہ کی خدمت میں حاصل کی۔ شروع نوعمری میں تو مولانا ابو المعالی ولد مولانا عبدالغنی بدایونی سے جن کا سلسلہ تلمذ ملا جلال الدین دوانی سے مل جاتا ہے دو سال تک تعلیم حاصل کی شروع میزان الصرف سے شرح جامی بر کافیہ اور شرح تہذیب یزدی تک ان سے پڑھی پھر مولانا ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہونچا جو مولانا باب اللہ جونپوری کے شاگرد تھے، ان سے قطبی، میبذی اور مناظرہ رشیدیہ پڑھی، اسی کے بعد مولانا کسی ضرورت کیوجہ سے اپنے وطن مالوف تشریف لے گئے تو اپنے پیر و مرشد برحق شاہ آل احمد مارہروی علیہ الرحمۃ کے ارشاد مبارک سے مولانا محمد مجد الدین عرف مولوی مدن صاحب کی خدمت شریف میں حاضر ہوا، مولانا مرحوم ان دنوں کلکتہ سے واپس آکر باشندگان بریلی کی عزت افزائی کر رہے تھے آنجناب سے نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ بقیہ درسی کتابیں پڑھیں جن میں سے میر زاہد ملا جلال

میرزاہدامور عامہ، اور میر زاہد رسالہ، قاضی مبارک، حمداللہ شرح سلم، علا تفتازانی
کی مطول کے علاوہ صدرا، شمس بازغہ، شرح عقائد جلالی بالملا یوسف وملا
کمال بھی ہیں۔ فقہ حنفی میں ہدایہ، اصول میں مسلم الثبوت اور بیضاوی وغیرہ سب
آنجناب سے پڑھنے کا اتفاق ہوا، جناب مولانا مرحوم نے تھوڑی ہی مدت میں
اپنے تمام علوم مجھ کو پلادیا اور جتنی تحقیقات وتدقیقات معرکۃ الآراء اور مزلۃ اقدام
سمجھی جاتی ہیں، ان تمام کی استعداد مجھ کو فقط آں محترم کے ارشاد کی برکت
سے حاصل ہوگئی وَاللّٰہُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَشَآءُ اس کے بعد پیر ومرشد کے
فرمان واجب الاذعان کے موافق سعادتوں کی ذخیرہ اندوزی کی خاطر بارگاہِ
عالی جناب مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی اَنَارَاللّٰہُ بُرہَانَہٗ میں پہونچا اور کتبِ حدیث
کی سند انکی تحقیقات اور تنقیحات کے پیچھے پڑ گیا اور آنجناب کے علمی دستر
خوانِ عام سے مجھے بھی خوب فائدہ پہونچا حدیث اور تفسیر کی کتابیں صحاح ستہ
وغیرہ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی اور ان کے چھوٹے بھائی مولانا شاہ رفیع الدین
دہلوی سے ان مخصوص علوم کو حاصل کیا، مولانا شاہ رفیع الدین بھی جملہ علوم میں
خصوصاً علم حدیث وتفسیر میں یدطولیٰ رکھتے تھے، ان دونوں بزرگوں کی خدمت
میں احادیث کے معانی سمجھنے اور تفسیر کے حقائق ادراک کرنے میں اپنی طبیعت
کے مذاق کے موافق نفع اندوز ہوکر سند بننے کے قابل ہوگیا آخر مولانائے ممدوح نے بزرگانہ
شفقت سے اور میرے احوال کے تفقد سے مجھے جن کتابوں کی اجازت مرحمت
فرمائی ان میں سے صحاح ستہ، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب المسلسلات اور
دیگر حدیث وتفسیر کی کتابیں اور آپ کے تصنیف کردہ رسائل بھی شامل ہیں۔ الحاصل:
سلسلہ سند یہ ہے یہ فقیر تمام کتب درسیہ کی کامل سند مولانا مجد الدین
شاہجہانپوری سے رکھتا ہے۔ اور حدیث، تفسیر کی کتابوں کی سند قرارہ د

سماعت و درایت و اجازہ محدثین کے سرتاج اور مفسرین کے مقتدی مولانا شاہ عبدالعزیز دھلوی اور ان کے بھائی مولانا رفیع الدین سے حاصل ہے اور ان دونوں بزرگوں کو اپنے والد ماجد مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے اور آپ کو جو نوع بنوع کی اجازت حدیث کی سند حاصل ہے اس کو اپنی مبارک تصنیف "الارشاد فی مہمات الاسناد" میں پوری تفصیل کے ساتھ تحریر فرما دیا ہے۔ انتہی۔

مصنف تذکرہ لکھتے ہیں کہ مولانا سلامت اللہ صاحب نے ۱۲۶۷ھ میں اپنے وطن کانپور میں ایک مسجد کی تعمیر کرائی تھی اس کی تاریخ ان مادوں سے برآمد ہوتی ہے۔

(۱) ان ھٰذا الا بیت اللہ (۲) ما ھٰذا الا مسجد الفردوس (۳) واللہ ھو الغنی الحمید۔

آپ کی ذات قدسی صفات سب کے لئے مفید، اور مخلوق کیلئے صاحب فیض تھی اسلئے سیکڑوں علماء و فضلاء گرامی آپ کے شاگردوں میں سے پیدا ہوتے اس کے علاوہ حضور عالی قدر کی تصنیفات عالیہ بھی آپ کے ذخائر علمی کی رہنما ہیں انمیں سے کچھ کتابیں یہ ہیں:

تصنیفات :۔ تحفۃ[۱] الاحباب، معرکۃ[۲] الآراء، برق[۳] خاطف (شیعہ سنی مناظرہ میں) تحریر[۴] الشہادتین شرح سر الشہادتین، خدا[۵] کی رحمت میلاد کے بیان میں، رسالہ[۶] شہاب ثاقب تاروں کے ٹوٹنے میں، حقائق[۷] احمدیہ، بحر التوحید اللہ والوں کی شطحیات میں، اسرار العاشقین صوفیہ کے طریقہ میں عربی فارسی اشعار کا حل، رسالہ کشفیہ (حافظ شیرازی کے دفاع میں) معائنات[۱۱] صوفیہ، مکاشفات قدسیہ۔ شیخ محی الدین بن عربی کے دو رسالوں کا ترجمہ۔ رسالہ[۱۲] نغمات حالات، اشباع[۱۳] الکلام فی اثبات المولد والقیام، رقعات[۱۴] کشفی۔ شرح[۱۵] مثنوی گل کشتی، رسالہ[۱۶] الوان۔ کون سا رنگ جائز ہے اور کون سا رنگ ناجائز۔ تحقیق[۱۷] جواز مصافحہ و معانقہ عیدین، رسالہ[۱۸] مجموعہ

استفتاجات مع جواب، رسالۃ الاسناد[۱۹] جس میں علوم کی تحصیل اور سند حاصل کرنے کا بیان ہے
دیوان کشفی فارسی۔ مولانا کو شعر گوئی کا بھی ذوق تھا فارسی میں کہتے تھے اور اپنا تخلص
کشفی رکھا تھا۔ چند اشعار نمونۃً دیکھئے

آنانکہ بر خیال تو جاں را فدا کنند : بینند اگر ندیدہ جمالت چہا کنند
جو لوگ تیرے خیال پر جان قربان کرتے ہیں : اگر تیرے نہ دیکھے ہوئے جمال کو دیکھ لیتے تو کیا کرتے

محو نظارۂ رخ خوب تو دیدہاست : آنے کہ خاکپائے ترا تو تیا کنند
وہ لوگ جو تیرے قدم کی مٹی کو سرمہ بناتے ہیں، ان کی آنکھیں تیرے خوبصورت چہرہ کے دیکھنے میں محو ہیں

ترسم کہ رفتہ رفتہ فتد طشت من زبام : یاراں اگر کلاۂ عشق تو وا کنند
مجھے ڈر ہے کہ آہستہ آہستہ میرا طشت کوٹھے سے گر جائے، اگر محبین تیرے عشق کی اٹیا کو کھول دیں

غیر از جفا ندید دل من زمہ وشاں : ایں ہم حکایتے است کہ خوباں وفا کنند
میرے دل نے تو پری رخوں سے جفا کے سوا کچھ نہیں دیکھا، یہ بھی ایک کہانی ہے کہ خوبصورت لوگ وفا کرتے ہیں

بیمار عشق بہ نشود از دم مسیح : بیہودگی نگر کہ طبیباں دوا کنند
عشق کا مریض تو مسیح کی پھونک سے بھی اچھا نہیں ہوتا، تو اس فضول کام کو دیکھو کہ حکیم لوگ اسکا علاج کرتے ہیں

تنہا نہ من سبک روِ گلزار وحدتم : زنداں تمام تکیہ بدوش صبا کنند
وحدت کی پھلواری میں میں تنہا نہیں چل رہا ہوں، پورا جیل خانہ صبا کے کندھے کا سہارا لیتا ہے۔
(زنداں کتاب میں موجود ہے اگر رنداں ہو تو صبا کے کندھے کا سہارا تمام ہی رند لوگ
لیتے ہیں" ترجمہ ہوگا۔ مترجم۔

آئینہ را بدست نگیرند زینہار : خوباں اگر معائنہ یار ما کنند
اگر حسینائیں ہمارے محبوب کا چہرہ دیکھ لیں تو (اپنا چہرہ دیکھنے کی خاطر) ہرگز ہاتھ میں آئینہ نہ لیں گی۔

زاہد تو حق شناس نئی راہ خود بگیر : خواصانِ حق ہمیشہ بمن اقتدا کنند
اے زاہد تو حق نہیں پہچانتا اپنی راہ لے، جو لوگ حق کے ساتھ خاص ہیں وہ ہمیشہ میری پیروی کرتے ہیں

تر دامنم چنانکہ ملائک بر آسماں ؛ نام مرا وظیفہ بجائے دعا کنند

میں ایسا تر دامن ہوں کہ فرشتے آسمان پر دعا کی جگہ میرا نام جپتے ہیں۔

حرفِ حزیں بگفتۂ حافظ نمی رسد ؛ کشفی تو کیستی کہ ترا مرحبا کنند

حافظ کے کلام تک حرفِ غم بھی نہیں پہنچا ہے، اے کشفی تو کیسا دلبند ہے کہ لوگ تجھکو مرحبا کہتے ہیں

دوسرا ترجمہ: (فارسی نثراد) علی حزین کا کلام تو حافظ کے کلام تک پہونچ نہ سکا، کشفی تم کون ہو کہ لوگ تم کو مرحبا کہیں (یہ غزل حافظ شیرازی کی مشہور غزل کی زمین پر ہے جس کا مطلع

آناں کہ خاک را بنظر کیمیا کنند ؛ آیا بود کہ گوشہ چشمی بما کنند ہے اور مقطع ہے

حافظ مدام وصل میسر نمی شود ؛ شاہاں کم التفات بحال گدا کنند (دیوان حافظ مترجم ص ۱۶۷/۱۱۷)

وفات:۔ مشہور مقولہ ہے کہ ہر کمالے را زوالے است، اور فرمان واجب الاذعان ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ نہایت حسرت وافسوس کے ساتھ عرض ہے کہ ۳ رجب شنبہ کے دن ۱۲۸۱ھ (ایک ہزار دو سو اکیاسی ہجری) کو یہ آفتاب کمال و تحقیق نظروں سے پوشیدہ ہو کر کانپور کی اپنی مسجد کے سامنے زمین میں محوِ استراحت ہو گیا اور اس مرجع کمال کی تاریخ جو آستانہ سنگ پر کندہ ہے۔ یہ ہے ۔ یوم ہفتہ سوم از ماہ رجب شد زجہاں (۱۲۸۱ھ)

(۲۱۵-۱۹) حاجی سلطان تھانیسری

مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کی زیارت سے مشرف ہو کر علوم نقلیہ کو خوب سیکھا تھا، ایک مدت تک اکبر بادشاہ کی خدمت میں رہے، اکبر کے حکم سے مہابھارت کا فارسی ترجمہ بنام "رزم نامہ" چار سال میں مکمل کر لیا جسکو نقیب خاں نے شروع کیا تھا۔ حاجی سلطان نے پورا کیا، ترجمہ کرتے وقت کسی نے پوچھا کہ آپ کیا لکھ رہے ہیں؟ آپنے جواب دیا: دس ہزار الفاظ کی کتاب کو موجودہ زبان کے موافق بنا رہا ہوں۔

(۲۱۶-۲۰) قاضی سماء الدین

آپ کا لقب قتلق خاں تھا، سلطان حسین شرقی جو اعلم العلماء تھے انھیں کے وزیر تھے۔

۸۸۴ھ میں سلطان بہلول لودھی کے ہاتھوں گرفتار ہو کر قید ہو گئے وہیں مومن کے قید خانہ سے رہا ہو کر خلد مکانی ہو گئے رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲۱۷-۲۱) مولانا سماد الدین دہلوی

علم رسمی، علم حقیقی، زہد و تقویٰ اور دنیا کی بے رغبتی سب کے جامع الکمالات تھے، مولانا سماء الدین تلمیذ میر سید شریف جرجانی کے شاگرد تھے کچھ واقعات سے متاثر ہو کر ملتان سے ترکِ وطن کر کے کچھ دنوں تیہورا اور بیانہ وغیرہ میں قیام کرتے ہوئے دھلی پہونچے اور یہیں سکونت اختیار کر لی، آپ شیخ کبیر کے مرید ہیں اور عمر بھی آپ کو لمبی ملی، آخر میں نابینا ہو گئے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے بلا علاج کئے انکی نگاہیں واپس کر دیں شیخ فخر الدین عراقی کی لمعات پر آپنے حواشی لکھے جو اس کے معانی کو حل کرنے میں بالکل کافی وافی ہے اور ایک رسالہ "مفتاح الاسرار" بھی آپکی تصنیف ہے۔ ۱۷ ویں جمادی الاولےٰ ۹۰۱ سنہ ہجری میں وفات ہوئی دہلی حوض شمسی کے اوپر آپ کی قبر مبارک ہے۔

مولانا تراب علی لکھنوی آپ ہی کے اولاد امجاد میں سے ہیں انکا ذکر باب التاء میں گذرا۔

(۲۱۸-۲۲) مولوی سناء الدین احمد بدایونی

ابن مولانا محمد شفیع بن مولانا عبد الحمید بن مولانا محمد سعید بن مولانا محمد شریف بن مولانا محمد شفیع بدایونی۔ آپ کی ولادت ۱۲۱۹ھ (بارہ سو انیس ہجری) میں ہوئی۔ تاریخی نام ظہور حق ۱۲۱۹ھ ہے۔ زیادہ تر علوم درسیہ مولانا فضل امام خیر آبادی سے اور علم حدیث و تفسیر مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے حاصل کیا، آپکے عربی مسودات میں سے فوائد معتمدہ علم نحو ہیں، اور قاموس کا حاشیہ علم لغت میں آپکی یادگار ہیں۔ اپنے چچا مولانا عبد المجید عین الحق سے بیعت ہوئے، ماہ محرم ۱۲۷۸ھ میں فوت ہوئے۔

(۲۱۹-۲۳) سید احمد گیسو دراز کالپوی

علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے اپنے والد محترم سید محمد کالپوی سے بیعت تھے۔

آپ کو سید محمد گیسو دراز دکنی رحمۃ اللہ کے اتباع کی وجہ سے گیسو دراز کہا جاتا تھا آپکی تصنیفات میں سے جوامع الکلم (عربی اسماء حسنیٰ کی شرح) اور فارسی زبان میں مشاہدات حقائق و معارف کے بیان میں موجود ہیں۔

سالِ وفات ۱۰۵۸ھ (ایک ہزار اٹھاون ہجری) قدس سرہٗ۔

(۲۲۰-۲۴) سید احمد مجاہد رائے بریلوی

آپ اگرچہ ظاہر میں علماء کے گروہ میں سے نہیں تھے لیکن آپ کا باطن نورالٰہی کے علم سے معمور تھا تکیہ رائے بریلی کے خاندان سادات میں سے ہیں اس عالی خاندان میں آپ سے پہلے بہت سے اولیاء اللہ گذرے ہیں مثلاً شاہ علیم اللہ صاحب متوفیٰ ۱۰۹۶ھ، اور شاہ محمد عدل عرف شاہ لال متوفیٰ ۱۱۹۲ھ۔ سید احمد صاحب مولانا شاہ عبدالعزیز مرحوم کے مرید و خلیفہ تھے ۱۲۳۷ھ (بارہ سو سینتیس ہجری) میں بیت اللہ شریف کی زیارت سے مشرف ہو کر ۱۲۳۸ھ (بارہ سو اڑتیس ہجری) میں واپس ہو کر اپنے وطن مالوف میں پہونچے۔ ۷ رجادی الثانیہ ۱۲۴۱ھ (بارہ سو اکتالیس ہجری) دوشنبہ کے دن عصر کے وقت تکیہ رائے بریلی سے جہاد فی سبیل اللہ کے جذبہ سے سرشار ہو کر ہجرت فرمائی اور بتاریخ چوبیسویں ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ کو علاقہ پنجاب کے بالاکوٹ شہر کے متصل شربت شہادت نوش فرمایا اللہ آپکی کوششوں کو بارآور کرے۔

(۲۲۱-۲۵) سید محمد دہلوی

ولد سید مبارک بن سید محمد بن سید محمود کرمانی کتاب سیر الاولیاء کے جمع کرنیوالے جو کہ مشائخ چشتیہ کے مبارک حالات میں ہے بچپن ہی میں شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے تھے ان کے بعد ان کے خلفاء کے پاس گئے اور شیخ نصیر الدین محمود سے تربیت حاصل کی جو کہ خواجہ نظام الدین اولیاء کے اونچے درجہ کے خلفاء میں ہیں۔

(۲۲۲-۲۶) سید محمد گیسو دراز ساکن گلبرگہ

ابن یوسف الحسنی الدہلوی شیخ نصیر الدین محمود دہلوی کے براہِ راست خلیفہ تھے، سیادت، علم اور ولایت کے جامع تھے۔

آپکی شان بلند، کلام اعلیٰ، رتبہ عظیم تھا۔ شروع شروع میں دہلی میں تشریف فرما رہے اپنے پیر کی وفات کے بعد دکن کے علاقہ میں چلے گئے وہاں پر آپ کی بہت مقبولیت ہوئی وہیں پر رحلت بھی فرمائی۔ آپ کو گیسو دراز اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ آپ حضرت نصیر الدین محمود کی پالکی مع چند دیگر مریدان شیخ کے اٹھائے ہوئے چل رہے تھے آپ کے سر کے بال بڑے بڑے تھے پالکی کے پایہ میں لپٹ گئے اور آپ نے فرطِ ادب سے بالوں کے چھڑانے کی طرف توجہ نہ کی اور پالکی لئے لئے بہت دور تک چلے گئے، جب شیخ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو خوش ہو کر یہ شعر برجستہ فرما دیا۔

ہر کو مرید سید گیسو دراز شد ❊ واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

(جو سید گیسو دراز کا مرید ہو گیا، بخدا وہ محبت میں کامل ہو گیا)

آپ کے ایک مرید کا نام محمد تھا انھوں نے سید صاحب کے ملفوظات کو "جوامع الکلم" کے نام سے جمع کر دیا اور سید گیسو دراز کی ایک تصنیف ہے جس کا نام "کتابِ اسماء" ہے اس میں حقائق و معارف کو رمز و اشارات کے طور پر تحریر فرمایا ہے۔

(۲۲۳-۲۷) مفتی سید محمد لاہوری

ولد مفتی غلام محمد لاہوری، عالم باعمل تھے کتاب خلاصۃ المدارج، فقہ محمدی، مخزن الفرائض آپ کی تصنیفات میں سے ہیں حرمین شریفین کی زیارت کے ارادہ سے سفر کیا کہ مٹھن کوٹ کے قریب سفر آخرت پیش آگیا اور دار البقاء کو چل دیئے۔

(۲۲۴-۲۸) سید محمد قنوجی

فرقہ سادات رسول میں سے تھے، اورادرنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے استاد سے علوم ریاضی و

علم ادب میں مہارت حاصل کی تھی مطول کا ایک حاشیہ آپکی تصنیفات میں سے ہے۔

(۲۲۵ - ۲۹) مولوی سید محمد برہان پوری

ولد شاہ فضل اللہ نائب رسول اللہ بہت عقلمند اور عظیم عارف تھے اپنے والد صاحب کے انتقال کے بعد انکے علمی مسند پر جانشین ہوئے۔ آپ کی تصنیفات میں سے "تحفۃ المرسلہ" مشہور و معروف ہے۔

(۲۲۶ - ۳۰) سید محمد مکی الدھلوی ولد سید جعفر المکی

ایک متبحر عالم اور شیخ نصیر الدین محمود دہلوی کے خلیفہ گذرے ہیں، بحر توحید اور مقام یکتائی میں عالی مقام شخص تھے آپکی درج ذیل تصنیفات بھی ہیں: حقائق المعانی، بحر المعانی، و تابع المعانی، رسالہ اسرار روح، رسالہ پنج نکات، بحر الانساب جس میں اہل بیت نبوی کے نسب کا بیان ہے۔

وفات:۔ سلطان بہلول لودھی کے زمانہ حکومت میں ۸۹۱ھ میں رحلت فرمائی۔

(۲۲۷ - ۳۱) میر سید محمد امروہی

عالم باعمل، صاحب صلاح و تقوی، زاہد آدمی تھے بدایوں میں سید جلال الدین سے تعلیم حاصل کی جو کہ سید رفیع الدین کے شاگرد تھے، تحصیل کمالات کے بعد تدریس و تعلیم میں مشغول ہو گئے۔ آخر میں شاہی دربار کے ملازمین کی لڑی میں پرو گئے تھے اور بادشاہ سے اتنا خاص تعلق حاصل ہو گیا تھا کہ میر عدل کے منصب پر فائز ہو گئے اور اس عظیم منصب کے ہر طرح لائق ثابت ہوئے، انصاف و عدالت، صدق و امانت کا اتنا پاس لحاظ تھا کہ جب تک آپ اکبر بادشاہ کے دربار میں رہے کسی بدعتی اور کسی ملحد کو اسلام میں رخنہ ڈالنے کا موقع نہیں دیا، میر عدل کا منصب اگرچہ آپ کے بعد بھی لوگوں کو میسر ہوا لیکن حقیقت میں تمام آدمیوں پر اس منصب کا اطلاق عاریت اور مجازی کے طریقہ پر بولا جا سکا۔ ۹۸۴ھ میں بھکر کی حکومت پر فائز ہوئے اور وہیں ۹۸۶ھ

(نو سو چھیاسی ہجری) میں رحمت الہٰی کے جوار میں پیوست خاک ہو گئے

(۲۲۸-۳۲) سید محمد بلگرامی

ولد سید عبد الجلیل الحسینی الواسطی بلگرامی، علم ادب میں کمال رکھتے تھے باقاعدہ شاگرد تو سید محمد طفیل اترولوی کے تھے لیکن عربی فنون اور ادبی علوم میں اپنے والد بزرگوار سے استفادہ کئے ہوئے تھے۔

ایک کتاب "الجزء الاشرف من المستطرف" آپکی تالیفات میں سے ہے جس کو کتاب "المستطرف" سے منتخب کیا ہے۔

{مترجم: اصل کتاب میں دونوں "المستظرف" ظاء کے نقطہ کے ساتھ ہے لیکن میرا خیال ہے کہ بلا نقطہ والی طاء ہونی چاہئے جو کہ علم ادب میں نادر روزگار کتاب ہے اس کا پورا نام ہے "المستطرف فی کل فن مستظرف" واللہ اعلم۔ زین العابدین عفرلہ}

تاریخ انتخاب ۱۱۵۵ھ (ایک ہزار ایک سو پچپن ہجری)۔

یہ عظیم شخصیت ۸ رشعبان سنیچر کی رات میں ۱۱۸۵ھ (ایک ہزار ایک سو پچاسی ہجری) کو اہلِ عالم کو داغ مفارقت دے کر بلگرام کی سرزمین میں محو خواب استراحت ہو گئی ؎

آسماں انکی لحد پر شبنم افشانی کرے

(۲۲۹-۳۳) شیخ سیف الدین سرہندی

ولد شیخ محمد معصوم ولد شیخ احمد مجدد قدس سرہٗ

علوم عقلیہ و نقلیہ کے جامع تھے۔ اپنے والد ماجد ہی سے علم بھی حاصل کیا اور انھیں کے مرید بھی تھے۔ آپ کا لقب محی السنہ مشہور تھا، دنیا داروں کے ساتھ کچھ تعلق نہ رکھتے تھے صرف اللہ تعالیٰ کا نام سنتے ہی آپ کی حالت دگرگوں ہو جاتی تھی۔

۱۰۹۸ھ (ایک ہزار اٹھانوے ہجری) میں وفات ہوئی۔ قدس سرہٗ

حرفُ الشینُ المعجمۃ
شین معجمہ کا باب

(۲۳۰-۱) شاہ احمد شرعی ساکن چندیری

ایک متبحر عقل مند اور عمر رسیدہ کامل درویش، تمام علوم عقلی، نقلی، رسمی اور حقیقی کے جامع تھے ملک مالوہ میں چندیری علاقہ کے رہنے والے تھے۔ صاحب کشاف نے اہل سنت والجماعت پر اعتراض کرتے ہوئے کچھ اشعار کہے ہیں ان کا جواب شاہ احمد شرعی صاحب نے اسی زمین، قافیہ اور ردیف میں دیا ہے جس میں معتزلہ پر اچھی تعریض کی۔ صاحب کشاف کے اشعار ؎

وَجَمَاعَۃٌ سَمّوا ھَوٰھُمْ سُنَّۃً — وَجماعۃ حمر لعمری مؤکفہ

ایک جماعت نے اپنی خواہشوں کا نام سنت رکھ لیا، بخدا یہ لوگ پالان کسے ہوئے گدھے ہیں

قَدْ شَبَّھُوْہُ بِخَلْقِہٖ فَتَخَوَّفُوْا — شنع الوریٰ فتستّروا بالبلکفہ

انھوں نے اللہ کو مخلوق کے مشابہ ٹھہرا دیا، مخلوق کی سفارش سے ڈر کر بلکفہ میں جا چھپے

شاہ احمد شرعی کا جواب:

عَجَبًا لقومٍ ظالمِیْنَ تلقّبُوْا — بالعدلِ ما فیھم لعمری معرفہ

حیرت ہے کہ ظالم قوم نے عدل کا لقب اختیار کر لیا بخدا ان کو کچھ پہچان نہیں ہے

قد جاءَھُمْ مِنْ حَیْثُ لایدرونہ — تعطیل ذات اللہ مع نفی الصفۃ

اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کرنے کے ساتھ ہی ان کے اللہ تعالیٰ کو معطل ٹھہرانا لازم آ گیا جسکو وہ سمجھ نہیں

وفات:- آپ کی وفات ۹۲۸ھ (نوسو اٹھائیس ہجری) میں ہوئی۔ شیخ عبدالغنی سنبتی جو مشہور متشرع عالم ہیں آپ ہی کے شاگردوں میں سے ہیں۔

(۲۳۱-۲) شیخ شاہ محمد فاروقی

جونپوری علماء اور اکابرین سے ہیں، زہد و

تقویٰ سے متصف تھے۔ ہمیشہ تعلیم و تدریس میں مشغول رہے۔ ملا محمود جونپوری آپکے پوتے ہیں، شاہ محمد صاحب کی وفات ۱۰۳۲ھ (ایک ہزار بتیس ہجری) میں ہوئی اللہ آپکی روح کو خوش رکھے۔

(۲۳۲-۳) شرف الدین احمد منیری

ولد یحییٰ منیری ہندوستان کے مشہور علماء میں سے ہیں ان کے فضائل کو ذکر کرنے کی حاجت نہیں آپ کی بڑی اونچی اونچی تصانیف ہیں جن میں سے مکتوبات مشہور ترین پاکیزہ تصنیف ہے جس میں انھوں نے طریقت کے آداب اور حقیقت کے اسرار کو جمع کردیا ہے آپ کا مرقد مبارک بہار میں ہے جس کی عوام و خواص زیارت کرتے ہیں۔ آپ نے آداب المریدین کی شرح بھی لکھی ہے۔ وفات ۷۸۲ھ (سات سو بیاسی ہجری) میں ہوئی

(۲۳۳-۴) مفتی شرف الدین رامپوری

علوم منطق و فلسفہ کے مشہور ماہر استاد ہیں، ملا احمد ولایتی کے داماد ہیں۔ ۱۲۵۶ھ (بارہ سو چھپن ہجری) میں کلکتہ سے رام پور جاتے ہوئے راستہ میں فتحپور ہنسوہ میں اپنے داماد مولوی محمد سعید کی قبر پر فاتحہ پڑھنے اترے تھے جو کہ سید راجے قدس سرہٗ کی درگاہ میں مدفون ہیں تو اس وقت راقم الحروف کے بڑے بھائی حکیم احسان علی صاحب کے وہاں قیام فرمایا تھا بندہ اس وقت بہت چھوٹا تھا پھر بھی آپ کا حلیہ جو میرے حافظہ میں منقش ہے اتنا یاد ہے کہ معتدل قد، سیاہ رنگ اور ڈاڑھی سفید تھی، جسم ہلکا پھلکا اور قوی کمزور تھے۔ آپ کی تصنیفات میں سے سراج المیزان، علم منطق میں اور سلم کی لا یحصل و لا یتصور کی شرح اور بعض فقہی فتاویٰ ان کے مشہور ہیں۔

(۲۳۴-۵) حکیم شریف خاں دہلوی

مشہور و معروف طبیب گذرے ہیں۔ عجالہ نافعہ[۱]، تالیف شریفی[۲]، علاج الامراض[۳]، دستور الفصد[۴]، حاشیہ نفیسی[۵]، حاشیہ شرح اسباب[۶] وغیرہ آپکی تصنیفات ہیں۔

آپ کی وفات سنہ ۱۲۳۱ھ (بارہ سو اکتیس ہجری) میں ہوئی۔ ایک شاعر نے آپکی وفات کا مادہ نکالا ہے۔ صد افسوس مرزا محمد شریف
۱۲۳۱ھ

(۲۳۵-۶) مولانا شعیب دہلوی

آپ کے والد ملا منہاج بچپن میں لاہور سے دہلی علم حاصل کرنے آئے تھے۔ بڑی مشقتیں اٹھا کر علم حاصل کیا پھر سلطان بہلول لودی کی حکومت کے زمانہ میں شہر کے مفتی مقرر ہوئے اور یہیں پر سکونت اختیار کر لی تھی۔

مولانا شعیب عالم باعمل صورت و سیرت میں فرشتہ صفت تھے، وعظ گوئی اور نصیحت کرنے میں بے نظیر تھے، جب آپ قرآن پاک پڑھتے یا وعظ کہنے لگتے تو کسی کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ وہاں سے بغیر سنے ہوئے آگے چلا جائے خواہ سر پر بھاری بوجھ ہی کیوں نہ لئے ہو، خود مولانا پر بھی وعظ کی حالت میں موقع و محل، وعدہ اور وعید کے لحاظ سے حال طاری ہو جاتا تھا، جب آپ کا وعظ ہوتا تو شہر دہلی کے تمام بڑے بڑے علماء بصد شوق وعظ میں شریک ہوا کرتے تھے، اور پاس پڑوس ہی نہیں شہر دہلی کے متصل مقامات کے رہنے والے بھی پہلے پہل آپ کی شاگردی اختیار کیا کرتے تھے۔

وفات: سنہ ۹۳۶ھ (نو سو چھتیس ہجری) میں وفات ہوئی اور دہلی حوض شمسی کے اوپر آپکی قبر ہے۔

(۲۳۶-۷) قاضی شمس الدین شیبانی

ایک متبحر عالم و عقلمند شخص تھے تغلق شاہ کے زمانہ میں دہلی سے نارنول چلے گئے اور نو عمری ہی میں جبکہ شادی بھی نہیں ہوئی تھی بیت اللہ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے راستہ میں ابھی گجرات پہونچے تھے کہ ایک معتزلی واعظ سے جو کسی مسجد میں منبر پر تقریر کر رہا تھا مڈبھیڑ ہو گئی، وہ معتزلی یہ ثابت کر رہا تھا کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے، دیکھو یہ میرا ہاتھ اس کو جب میں چاہتا ہوں پھیلاتا ہوں جب میں چاہتا ہوں بند کر لیتا ہوں، اگر کھولوں تو میں کھولوں، بند کروں تو میں بند کروں۔ وعظ میں بہت سے لوگ صحیح العقیدہ

تھے مگر کوئی معتزلی سے نہ الجھا تو قاضی شمس الدین صاحب سے رہا نہیں گیا آپ اٹھے اور فرمایا کہ اگر تمہیں مکمل اپنے ہاتھ پر اختیار حاصل ہے تو ذرا اس کو اپنی پیٹھ پر باندھ کر دکھا، نہیں تو اللہ کی قدرت کا اقرار کر کہ تیرے کسب سے جو افعال وجود میں آتے ہیں اس کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے، تو نہیں. معتزلی تو خاموش ہو گیا اور وہاں کے بادشاہ کو قاضی صاحب کی یہ بات بہت پسند آئی اور انعام میں آپ کو ایک جاریہ جو دار الحرب سے گرفتار ہو کر آئی تھی دیدی حق تعالیٰ نے آپ کو اس جاریہ سے اولاد بھی دی اور اولاد میں خوب برکتِ علم پھیلی۔ ان کی اولاد میں ایک صاحب تاج الافاضل تھے ان کے پانچ لڑکے ہوئے سب عالم، عقلمند، متقی تھے، ان کے ایک لڑکے قاضی مجد تھے جو انھیں شیخ احمد مجد کے والد ہیں جن کا ذکر ہم نے حرف الف میں اسی کتاب میں کیا ہے اور احمد مجد کے سات لڑکے ہوئے کل عالم باعمل ہوتے۔

(۸-۲۳۷) مولانا شمس الدین یحییٰ اودھی

آپ اودھ کے شیخ الاسلام مولانا فرید الدین شافعی کے شاگرد ہیں، علم حاصل کرنے کیلئے اودھ سے دہلی تشریف لائے اور مولانا ظہیر الدین بھکھری کی شاگردی اختیار کی اور شہر دہلی کے مشہور علماء میں شمار ہونے لگے، شہر کے اکثر آدمی فخریہ اپنے کو ان کا شاگرد بتاتے تھے "مشارق الانوار" کی ایک شرح بھی لکھی ہے جس میں یہ نقل کیا ہے" ماتتا دّب نبی قط" ایک دن مولانا صدر الدین نادی کے ساتھ حضرت نظام الدین اولیاء کی خدمت میں گئے، حضرت نے پوچھا کہ دہلی شہر میں رہتے ہو تو کیا علم سیکھ رہے ہو؟ مولانا نے جواب دیا کہ اصول بزدوی مولانا ظہیر الدین بھکھری سے پڑھتا ہوں۔

حضرت نے اصول بزدوی کے مشہور مشکل مقامات کو دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ ہمارا سبق یہیں تک ہوا ہے اور یہ مقام ہم لوگوں کو بھی مشکل میں ڈالے ہوئے ہے۔

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء نے اس مقام کو فوراً حل کر دیا بس تو مولانا شمس الدین یحییٰ کے دل میں آپکی عقیدت بہت زیادہ بیٹھ گئی پھر ایک زمانہ کے بعد مولانا شمس الدین حضرت نظام الدین سے بیعت ہو کر مرتبۂ کمال کو پہونچے اور خلافت سے سرفراز ہوئے پھر آپ کے اعلیٰ خلفاء کی مجلس میں مولانا کی تعظیم و تکریم بھی ہوتی تھی بلکہ آپ ہی صدر نشین ہوا کرتے تھے۔

رسم و رواج بلکہ تعلق تزویج سے بھی خالی تھے بہت کم کسی کو مرید کرتے تھے شیخ نصیر الدین محمود جو آپ کے شاگرد بھی ہیں انھوں نے آپ کی تعریف میں قصیدہ کہا ہے

سألت العلم من احیاك حقا فقال العلم شمس الدین یحییٰ

میں نے علم سے پوچھا کہ تجھ کو کما حقہ کس نے زندہ کیا؟ تو علم نے جواب دیا کہ شمس الدین یحییٰ نے

جس زمانہ میں شاہ تغلق نے دہلی پر تلوار کی سیاست چلائی تھی اور خصوصاً صوفیاء کرام کے سروں پر لٹکائی تھی تو تغلق شاہ نے آپ کو طلب کر کے کہا کہ تیرے جیسا عظیم عالم یہاں کیا کرتا ہے کشمیر میں جا کر بت خانوں میں بیٹھکر لوگوں کو اسلام کی دعوت دے۔ مولانا شاہ کے پاس سے اٹھ کر سفر کی تیاری کرنے لگے مگر ناگاہ مولانا کے سینہ پر دنبل کا پھوڑا نکل آیا جس سے جانے کے لائق نہ رہے۔ شاہ نے دوبارہ بلایا کہ شاید بہانہ کر رہے ہوں لیکن بات صحیح تھی بادشاہ کچھ نہ کہہ سکا، مولانا نے لوگوں سے فرمایا کہ مجھ کو شیخ نے اپنے پاس طلب کیا ہے (بذریعہ خواب) لوگ مجھ کو کہاں بھیج رہے ہیں؟ آخر اسی سال مولانا کا انتقال ہو گیا اور دھلی ہی میں یاران شیخ کے چبوترہ پر دفن ہوئے یہ ۷۴۷ھ (سات سو سینتالیس ہجری) کا واقعہ ہے۔

(۲۳۸-۹) مولوی حافظ محمد شوکت علی صدیقی سندیلی ولد چودھری مسند علی

ولد چودھری منصب علی۔ آپ کی ولادت ۱۹ محرم الحرام پنجشنبہ ۱۲۳۴ھ کو ہوئی آپ کے

دادا چودھری منصب علی نے اس پہلے پوتے کی خوشی میں ہزاروں روپیہ خرچ کیا، جب آپ کی عمر تین سال کی ہوئی تو آپ کے کمر پر ایک پھوڑا (دنبل) نکل آیا جسکی تکلیف سے دونوں پاؤں کی رگیں سکڑنے لگیں یہاں تک کہ دونوں پاؤں پتلے ہو کر چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے۔ اس زمانہ کے ماہر ڈاکٹروں نے علاج کئے، شفا نہیں ملی۔ چار سال چار مہینہ چار دن کی جب آپکی عمر ہوئی تو اس زمانہ کے شرفار کے رواج کے مطابق بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کی گئی پہلے سید فتح اللہ سندیلی اور حافظ محمد ابراہیم خیر آبادی سے قرآن مجید حفظ کیا، چار سال میں حفظ سے فارغ ہوئے تو مولوی سید فقیہ اللہ سندیلی اور ملا اسرار قل بخاری سے کچھ علمی استفادہ کیا اس کے بعد آپ کے والد بزرگوار چودھری مسند علی نے ایک ماہر استاذ مولوی تراب علی لکھنوی کو پچاس روپیہ ماہانہ پر اپنے گھر بلا کر آپ کی تعلیم و تربیت کی خدمت سپرد کی مولوی صاحب کو نقد کے علاوہ کھانا کپڑا بھی دیتے تھے اور چند طلبہ کا خرچ بھی برداشت کرتے تھے جو مولوی تراب علی ولد شیخ شجاعت علی لکھنوی سے پڑھتے تھے۔ مولوی حافظ شوکت علی صاحب نے مولوی تراب علی صاحب سے بہت جلد تمام علوم سیکھ لیا لیکن فارغ ہونے کے پہلے ہی آپ کے والد صاحب مرحوم ہو گئے۔ لیکن آپ کے چچاؤں نے جن کا نام چودھری حشمت علی اور چودھری عظمت علی تھا آپکی فراغت کی رسم بھی بہت دھوم دھام سے ادا کی اور اس تقریب پر پندرہ ہزار روپیہ خرچ کیا جس میں طلبہ، علمار صالحین کا ازدہام تھا جمعہ کی نماز کے بعد حافظ صاحب موصوف نے پہلے آیۃ کریمہ "وَعَلَّمَ اٰدَمَ الاسماءَ" کے مضمون پر وعظ فرمایا پھر سورۂ فاتحہ اور حدیث "انما الاعمالُ بالنیات" پڑھی اس کے بعد علمار کرام کے ہاتھوں آپکی دستار بندی ہوئی۔ مولوی تراب علی (آپکے استاد) کو ایک ہزار روپیہ نقد اور دوشالہ اور رومال دیا گیا اور دوسرے علمار کرام کو بھی حسب حال مولوی صاحب کے چچاؤں نے نوازا۔ مولوی حافظ شوکت علی صاحب اس وقت طلبہ کے درس افادہ میں مشغول ہیں اور آپ کو

مولوی سید حسین احمد ملیح آبادی، شاہ خادم صفی، صفی پوری اور سید شاہ نوازش احمد صفی پوری، اور شاہ محمد علی صفی پوری سے خاندانِ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ میں بیعت و خلافت حاصل ہے اور آپ کے مریدین بھی بہت ہیں۔

اس حقیر مصنف (رحمان علی) کو اس تذکرہ کی تالیف میں آپ سے پوری پوری مدد حاصل ہوئی جس کا شکریہ بھی زبان سے ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی حیات دراز کرے اور آپ کے تمام مقاصد کو پورا کرے۔

مشہور تصنیفات:۔ شرح جامی کا حاشیہ، الاستقصار فی الاستفتار، علم الیقین فی مسائل الاربعین، ثمرات الانظار فیما مضی من الآثار، غایۃ الادراک فی مسائل السواک، انوار الہدیٰ فی تحقیق الصلوٰۃ الوسطیٰ، کشف المستور عن وجہ السحور۔

زیرِ تصنیف کتابیں:۔ رسالہ درباب طہارت مصلی، رسالہ انشراح الصدر بلیلۃ القدر، بطلان خلافتِ خلفار ثلاثہ کا جواب، افاضۃ المنافع بمسائل اختلاف المطالع، رویتِ ہلال کی تحقیق میں۔ عقد اللوٴلوٴ المسحور فی تکملۃ کشف المستور۔ افہام السائل بجواب ۱۱ مسائل۔ انشار خرد افزا، تاریخ سندیلہ۔

(۲۳۹-۱۰) قاضی شہاب الدین دولت آبادی

ولد شمس الدین ابن عمر الزاولی۔ دولت آباد میں پیدا ہوئے، قاضی عبد المقتدر دہلوی اور مولانا خواجگی سے علم حاصل کیا جو مولانا معین الدین عمرانی کے شاگرد تھے۔ جب امیر تیمور کے لشکر نے دہلی کا رخ کیا تو اس کے دہلی پہونچنے سے پہلے ہی اپنے استاذ مولانا خواجگی کی معیت میں قاضی شہاب الدین دہلی چھوڑ کر کالپی کیطرف روانہ ہوگئے۔ مولانا خواجگی نے تو کالپی ہی میں بود و باش اختیار کر لی مگر قاضی صاحب جونپور سلطان ابراہیم شرقی کے پاس چلے گئے سلطان شرقی نے آپکی تشریف آوری کو غنیمت سمجھ کر خوب اعزاز و اکرام سے نوازا اور ملک العلمار کا لقب

دیا۔ اور قاضی صاحب نے اپنے درس و تدریس کی مسند جونپور میں سجائی اور درس کے ساتھ تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے اور مفید کتابیں لکھیں جن میں سے ایک بحرِ مواج ہے قرآن مجید کی فارسی تفسیر اور حاشیہ کافیہ، علم نحو میں ایک کتاب ارشاد لکھی ہے جس میں ہر مسئلہ کی مثال عبارت ہی سے نکل آتی ہے۔ میں نے اس کتاب کو مولانا مفتی علی کبیر مچھلی شہری کے کتب خانہ میں دیکھا ہے، بدائع البیان (علم بلاغت میں) شرح اصول بزدوی، شرح قصیدہ بانت سعاد، تقسیم علوم، مناقب السادات، فتاویٰ ابراہیم شاہی وغیرہ آپ کی تصنیفات سے ہیں۔

۲۵ رجب ۸۴۹ھ (آٹھ سو انچاس ہجری) میں جونپور میں وفات ہوئی اور سلطان ابراہیم کی مسجد (مسجد اٹالہ) کے جنوب میں دفن ہوئے۔ اس فقیر کو آپکی قبر کی زیارت اسوقت حاصل ہوئی جب مچھلی شہر سے غازی پور کو تعلیم حاصل کرنے جا رہا تھا یہ ۱۲۶۱ھ کا واقعہ ہے صاحب تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے کہ آپ کا اصل وطن غزنین تھا لیکن دولت آباد دکن میں نشو و نما ہوئی اسلئے دولت آبادی مشہور ہوئے۔ سلطان ابراہیم شرقی آپ کی بہت قدر کرتا تھا اور مبارک دنوں میں اپنی مجلس میں ایک خاص کرسی جو چاندی کی تھی اس پر بٹھاتا تھا۔

حکایت:۔ قاضی شہاب الدین دولت آبادی ایک دفعہ بیمار ہوئے تو سلطان ابراہیم شرقی ان کی عیادت کے لئے گئے۔ مزاج پرسی اور لوازم مہربانی پورا کرنے کے بعد ایک پیالہ میں پانی بھر کر منگایا اور قاضی صاحب کے سر کے پاس گھمانے کے بعد پانی پی گئے اور کہا کہ اے خدا جو کچھ بیماری یا مصیبت آپ پر آئی ہو تو اس کو میرے حصہ میں کر دے اور قاضی صاحب کو شفا بخش دے۔

"یہ قصہ اس کتاب میں اتنا ہی درج ہے بقیہ قصہ "تذکرہ قاریان ہند" میں لکھا ہے کہ آپ اسی وقت اچھے ہونے لگے اور سلطان کی وفات ہو گئی" (مترجم)

اس واقعہ سے یہ پتہ چلا کہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ سلم کے علماء کے ساتھ سلطان ابراہیم شرقی کو کس قدر عظیم تعلق اور کتنا عظیم الشان اعتقاد تھا۔

اُستاذ کی نظر میں آپ کا مقام :۔ آپ کے استاذ جناب قاضی عبدالمقتدر صاحب دہلوی جب آپ کو آتا دیکھتے تو فرماتے: میرے سامنے ایک ایسا طالب علم آرہا ہے کہ اس کا چمڑا علم ہے، اس کا مغز علم ہے، اس کی ہڈی علم ہے اور اس طالب سے مراد یہی قاضی شہاب الدین دولت آبادی ہوتے تھے (تذکرہ در ذکر قاضی عبدالمقتدر)

(۲۴۰-۱۱) شہابُ الدین معمّائی

معما گوئی کے فن میں پوری مہارت رکھتے تھے بابر بادشاہ کے ساتھ ہندوستان آکر اسی کی بارگاہ میں مستقل رہتے تھے "علم معما" کی توضیح اور اس کے بیان میں ایک رسالہ بھی تصنیف فرمایا۔ سنہ ۹۴۲ھ (نو سو بیالیس ہجری) میں ہمایوں بادشاہ کی حکومت میں انتقال فرمایا۔ مادۂ تاریخ "شہاب الثاقب" ہے
۹۴۲ھ

(۲۴۱-۱۲) ملا شنگرف کشمیری

بابا عثمان کی اولاد الاولاد، کشمیر کے نامور علماء میں سے محدث وفقیہ، نقلی وعقلی علوم کے جامع تھے ملا فیروز مفتی آپ کے بھتیجے ہیں، اپنے شہر کے علماء سے کتب درسیہ پڑھ کر حرمین شریفین گئے وہاں ابن حجر مکی سے حدیث کی اجازت پائی، پھر کشمیر میں واپس آکر طلبہ کو تعلیم دینے میں لگ گئے یہاں تک کہ وقت موعود آگیا اور محلہ قلاش پورہ میں مدفون ہوئے۔

(۲۴۲-۱۳) حکیم شیر علی احمد آبادی

ولد حکیم محی الدین صدیقی (اس کتاب کے مصنف کے والد ماجد) آپ نے پہلے کتب درسیہ کی تعلیم اپنے والد حکیم محی الدین سے حاصل کی پھر لکھنؤ جاکر حکیم امام بخش صاحب شاگرد حکیم محمد اسحٰق دہلوی مرحوم کی سرپرستی میں مطب قائم کیا۔ اور اس فن

میں خوب مہارت حاصل کی پھر سرکار آصف الدولہ بہادر کی بارگاہ میں اونچے عہدوں پر فائز ہوئے مثلاً تحصیل داری اور فوج داری کا عہدہ ملا۔ بڑھاپے میں اپنے گھر آکر مریضوں کے علاج کا مشغلہ رکھا اور کسی سے اجرت نہیں مانگتے تھے، اور دن رات قرآن مجید کی تلاوت، نماز پنج گانہ اور دلائل الخیرات کے پڑھنے میں مشغول رہتے، چاشت کی نماز کے بعد نشست گاہ پر ہی مریضوں کا حال دریافت کرتے، یہیں مریض آجاتے اور آپ ان کا علاج تجویز کرتے، نسخہ بہت مختصر لکھتے جس سے نفع بہت زیادہ ہوتا، کسی کے گھر نہیں جاتے تھے اور اپنی برادری اور غریبوں سے کچھ نہیں لیتے تھے بلکہ باہر کے مالداروں سے بھی جو کچھ ملتا تھا وہ بھی نفرا کی دواؤں میں خرچ کر دیتے تھے۔ آپکے علاج کا طریقہ بھی عجیب وغریب تھا۔

حکایت:۔ ایک دفعہ ایک بچہ کو علاج کے لئے لائے، اس کے کان میں شدت کا درد تھا جس کی وجہ سے بے ہوش ہو جاتا تھا جب ہوش ہوتا تو وہ لڑکا کہتا کہ کان میں کوئی چیز کھب رہی ہے والد مرحوم نے دیکھ کر فرمایا کہ حقہ کی نے لاؤ انھوں نے اس کو قلم کیطرح تراش کر اس بچے کے کان میں داخل کیا اور دوسری طرف کے کان میں ایک بتی جلتی ہوئی داخل کی تھوڑی دیر میں بچہ کو آرام ہو گیا تو آپ نے اس کو نکالا، اس کو ٹھونکا تو اس میں سے ایک کھنکھجورا نکلا، جو کہ بچہ کے کان میں گھس گیا تھا۔

دوسری حکایت:۔ ایک عورت کا ہاتھ انگڑائی لینے میں اوپر تن گیا کسی طرح نیچے نہیں آتا تھا تو لوگ اس عورت کو آپ کے پاس لائے انھوں نے عورت کے کسی ایسے رشتہ دار کو طلب کیا جو عورت سے مذاق کرنے کا پدر رکھتا ہو اس کے بعد اس رشتہ دار مرد سے کہا کہ عورت کی شرمگاہ کیطرف ہاتھ جلدی سے لے جائے، اس کا ہاتھ جونہی شرمگاہ کے قریب پہونچا عورت کا ہاتھ خود بخود مرد کا ہاتھ ہٹانے کے لئے نیچے گر گیا پھر وہ عورت ٹھیک ہو گئی۔

وفات:۔ ماہِ شعبان کی شروع کی تاریخوں میں ۱۲۵۶ھ کو تپ اور اسہال کے عارضہ

میں مبتلا ہوئے بڑے بھائی صاحبان حکیم مردان علی اور حکیم احسان علی (طب احسانی کے مصنف) نے پوری تندی سے اپنے والد محترم کا علاج کیا لیکن تقدیر کے سامنے ایک تدبیر نہ چل سکی آخر رمضان المبارک کی چودھویں تاریخ ۱۲۵۶ھ میں احمد آباد (نارہ) میں وفات ہوگئی اور اپنے آبائی قبرستان میں دفن ہوئے۔

اولاد واحفاد :- آپ کے سات لڑکے حکیم مردان علی، حکیم علی رضا، حکیم احسان علی، حکیم مولوی امان علی، حافظ قربان علی، حکیم فرمان علی اور بندہ مؤلف رحمان علی اور پانچ لڑکیاں تھیں پھر ان لڑکوں لڑکیوں کی اولاد کل ساٹھ آدمی چھوٹے بڑے مرد و زن آپکی وفات کے وقت زندہ اور موجود تھے۔ وفات سے ایک دن قبل سب کو اپنے پاس بلایا، ایک ایک کے احوال پوچھے اور سب کو تسلی دے کر رخصت کیا ان اوراق کو سیاہ کرنے والا (رحمان علی) اس وقت بہت چھوٹا تھا گیارہ سال سے کچھ مہینہ زیادہ عمر تھی۔ آپ کی وفات پر اس وقت کے شاعروں نے مراثی کہے اور تاریخ وفات کا مادہ بھی نکالا۔ چند اشعار درج کئے جاتے ہیں ؎

شیر علی بہ فن طبابت بہ ملک ہند ؛ بوداست بے مبالغہ با بوعلی سہیم

(ہندوستان میں حکیم شیر علی بلا مبالغہ، ابوعلی بن سینا کے ہمسر تھے)

رحلت بخلد کرد ز دار الشفای دہر ؛ در خانہ باغ خلد بہ رضواں بود ندیم

(زمانہ کے دار الشفا سے خلد مکانی ہوگئے اب بہشت بریں میں رضواں کے ہمنشیں ہوگئے)

تاریخ آں بدیہہ ز طبع صحیح ریخت ؛ افسوس بے علاج طبابت شدہ سقیم
۱۲۵۶ھ

(صحیح طبیعت سے انکی فی البدیہہ تاریخ یہ نکلی، افسوس فن طبابت لا علاج بیمار ہوگیا)

(شیخ نیاز محی الدین سلونی)

جو شیر علی نے کیا انتقال ؛ تو کافی مناسب ہے بہر ثواب

یہی سال تاریخ لکھ دیجئے ؛ بہ لوح لحد "خادم بو تراب"
۱۲۵۶ھ

(کفایت علی کافی مرادآبادی)

حکیم شیر علی ثانی افلاطون تھے ؛ یہ چاہا آپ نے اب سیر کیجے جنت کی
یہی ہے سال وفات انکا صنعت از سر آہ ہزار حیف مسیح زماں نے رحلت کی
۱ + ۱۲۵۵ = ۱۲۵۶ھ

(صنعت مراد آبادی)

چوں رفت از جہاں شیخ عالی نسب ؛ کہ راز خفی بود بروے جلی
(جب دنیا سے وہ بلند شیخ گیا جس کے سامنے راز مخفی ظاہر تھا)
خرد از سر جہد تاریخ گفت ؛ بود با علی حشر شیر علی
۳ + ۱۲۵۳ = ۱۲۵۶ھ
(تو عقل نے جہد کے سرے سے انکی تاریخ یہ کہی کہ شیر علی کا حشر علی کے ساتھ ہو۔

(لکھنوی شاعر)

حرف الصّاد المہملۃ

بے نقطہ والے صاد کا باب

(۲۴۳-۱) ملا صادق حلوائی سمرقندی

اپنے زمانہ کے علامہ، بہت سمجھدار اور خوش بیان عالم تھے، شعراء کے ضمن میں ان کا بیان کیا جانا ان کے رتبہ کی بلندی کی وجہ سے نامناسب ہے لیکن چونکہ وہ پرگو شاعر تھے اس لئے ان کا ذکر شعراء کی فہرست میں آتا ہے۔ بہت تردد کے بعد ہندوستان آئے تھے آہستہ آہستہ توفیق الٰہی شاملِ حال ہوتی گئی اور بیت اللہ شریف اور اس دیار کے مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے لئے آپ کو لے گئی۔ ۹۷۸ھ (نو سو اٹھتر ہجری) میں وطن مالوف کی طرف لوٹے۔ اثنائے راہ میں مرزا محمد حکیم نے ان کو کابل میں کچھ دنوں روک لیا اور ان سے سبق شروع کیا۔ شعر گوئی میں اچھا سلیقہ تھا اور طبیعت موزون تھی، آپ کا نتیجۂ فکر ایک دیوان کی شکل میں موجود ہے۔ چند اشعار لکھے جاتے ہیں ؎

دل گم شد و نمی دہدم کس نشان از و ؛ در خندہ است لعل تو دارم گمان از و
(دل کھو گیا، پتہ کوئی اسکا نہ دے سکا + جب لعل تو کھلا تو اسی کا گمان ہوا۔

ضمیر دوست چو آئینہ در مقابل ماست ؛ درو معاینہ پیداست آنچہ در دل ماست

(محبوب کا ضمیر، میرے دل کا آئینہ ! - جو کچھ میرے خیال میں تھا سب دکھا دیا

درد عشقت کز تو پنہاں در دل و جاں داشتم ؛ شد عیاں از چہرہ ام ہر چند پنہاں داشتم

(تیرے عشق کی تڑپ تو میرے دل ہی دل میں تھی + کیا چہرہ فق ہوا کہ اسے فاش کر دیا)

(۲۴۴-۲) سید صبغۃ اللہ بروجی

آپ کا نام نامی سید صبغۃ اللہ بن سید روح اللہ حسینی ہے، آپ شیخ وجیہ الدین گجراتی کے شاگرد اور خلیفہ ہیں۔ اپنے شیخ کے حکم سے کچھ دنوں درس و ارشاد میں مشغول ہوئے اور ایک بڑی جماعت آپ کی شاگرد اور مرید ہوئی۔ اس کے بعد حرمین شریفین چلے گئے۔ وہاں کی زیارت کا شرف حاصل کر کے وطن لوٹے۔ پھر سنہ ۹۹۹ھ (نو سو ننانوے ہجری) میں مالوہ تشریف لائے وہاں سے مالوہ کے حاکم برہان الملک کی درخواست پر احمد نگر آکر ایک سال مقیم رہے پھر دوبارہ حرمین شریفین کی زیارت کے ارادہ سے بیجاپور آئے، بیجاپور کے حاکم سلطان ابراہیم نے آپ کی مناسب خدمت انجام دی اور سامانِ سفر تیار کرا کر خاص جہاز پر سوار کر کے حرمین کی طرف روانہ کیا، وہاں پہونچکر زیارت کی باریابی کے بعد مدینہ منورہ کے قریب احد پہاڑ کے پاس طرح اقامت ڈال دی اور محمد غوث گوالیاری کی کتاب جواہر خمسہ کا عربی میں ترجمہ فرمایا، کتاب الوحدۃ، رسالہ ارادۃ الدقائق شرح مرآۃ الحقائق، اور رسالہ یسع للمرید بھی آپ کی تصانیف میں سے ہیں۔

تلامذہ :- آپ کے شاگردوں میں سے احمد شناوی، حسن قراقی، حبیب اللہ، عبد العظیم بھی ہیں۔

وفات :- سنہ ۱۰۱۵ھ (ایک ہزار پندرہ ہجری) میں مدینہ طیبہ میں وفات ہوئی۔ اللہ آپ سے خوش رہے۔

بَرُوج :- بار کو فتحہ اور آخر میں جیم ساکن ہے جعفر کے وزن پر جو صوبہ گجرات کا ایک شہر ہے۔

(۲۴۵-۳) صدر جہاں پہانوی

قنوج کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات پہانی ہے وہیں کے باشندہ تھے بہت

خوش طبع فاضل تھے شیخ عبدالنبی گنگوہی صدر الصدور سے کمالات حاصل کئے تھے اور انھیں کی کوشش سے کچھ دنوں کیلئے ممالکِ محروسہ کے مفتی مقرر ہوئے اس کے بعد شاہ توران کے پاس حکیم ہمام کے ساتھ سفیر مقرر ہوئے پھر صدارت کے منصب پر سرفراز ہوئے۔

(۲۴۶-۴) قاضی صدرالدین جالندھری پھر لاہوری
اکبر بادشاہ کے زمانہ میں

بندر گاہ بردرج علاقۂ گجرات کے قاضی تھے، نہایت عقلمند، علم کا سمندر تھے۔ مخدوم الملک عبداللہ سلطانپوری کے تلامذہ میں سے تھے اور تحقیقاتِ علمی میں ان سے بڑھتے ہوئے تھے اہل تصوف کے ساتھ خوش عقیدہ اور خوش طبع تھے، ان خوبیوں کے ساتھ ایسے سادہ لوح آدمی تھے کہ جب کسی کو تنہائی اختیار کرنیوالا پاتے تو اس کے پاس جاکر دست بستہ کھڑے ہوکر آداب بجالاتے خواہ وہ بدعتی ہی کیوں نہ ہو۔

حکایت:۔ ایک دن ایک مکّار بدعتی متصوف نے کہا کہ حضرت خضر علیہ السلام میرے ساتھ ہمیشہ رہا کرتے ہیں قاضی صاحب اس کے پاؤں پر گر گئے اور درخواست کیا کہ مجھے دکھلا دیجئے اور ملاقات کرا دیجئے، مکار صوفی نے کہا فی الحال مجھے اپنی لڑکی کی شادی کرنے کی فکر دامنگیر ہے جس میں سات سو تنکہ خرچ ہوگا، اس سے فارغ ہو جاؤں تو تمہاری مطلب برآری کروں۔ بس قاضی صاحب نے سات سو کا انتظام کرا دیا۔ دو۲ دن کے بعد مکار صوفی نے کہا کہ چلو تمہیں خضر سے ملا دوں۔ یہ کہہ کر ندی میں لے گیا وہ صوفی قاضی صاحب سے قد میں بڑا تھا حلق تک پانی میں گیا پیچھے پیچھے قاضی صاحب بھی گئے۔ قاضی صاحب نے کہا کہ مجھے تیرنا نہیں آتا اگر آگے بڑھوں تو ڈوب جاؤں گا۔ مکار صوفی نے کہا کہ یہیں آجاؤ اور خضر سے ملاقات کرا دوں۔ اگر تم نہیں آسکتے تو میرا کیا قصور ہے میں تو ملاقات کرانے کو تیار ہوں۔

(۲۴۷-۵) صدرالدین حکیم دہلوی

فن طبابت میں اپنے زمانہ کے یکتائے روزگار اور ماہر فن تھے اور شیخ نصیر الدین محمود دہلوی کے بڑے خلفاء میں سے تھے اور بچپن میں شیخ نظام الدین اولیاء کے بھی منظور نظر رہ چکے تھے بلکہ آپکی پیدائش ہی نظام الدین اولیاء کی دعاء کی برکت سے تھی شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس دعاء کا واقعہ بھی اور پریوں کے اٹھالے جانے کا واقعہ بھی اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ ایک پری کے علاج کے لئے آپ کو پریاں اٹھالے گئی تھیں۔ انکے تصنیفی رسالے نہایت عمدہ فصیح اور بلیغ اور باوزن ہیں جو کل معارف اور حقائق پر مشتمل ہیں۔

(۲۴۸-۶) مفتی صدرالدین دہلوی

اصلاً آپ کشمیری تھے دہلی میں پیدا ہوئے، نقلی علوم کو مولانا شاہ عبدالعزیز مولانا عبدالقادر اور مولانا محمد اسحٰق سے حاصل کیا اور معقولات کی تعلیم مولوی فضل امام خیر آبادی سے حاصل کی اور اپنے ہمسروں سے بڑھ کر ہو گئے۔ انگریزی سرکار نے آپ کو صدر الصدوری اور دہلی کے مفتی کے منصب پر فائز کیا، صاحب مروت صاحب احسان تھے مدرسہ دارالبقاء جو جامع مسجد دہلی کے ماتحت تھا اس کے طلبہ کو کھانا اور کپڑا دیا کرتے تھے۔ غدر کے سال ۱۲۷۳ھ میں آپ پر بھی انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دینے کا الزام لگا تھا جس کی وجہ سے آپکی سب منقولہ اور غیر منقولہ جائداد ضبط ہو گئی تھی چند مہینہ نظر بند بھی رہے پھر تحقیقات کے بعد آپ رہا ہوئے اور غیر منقولہ جائداد واپس مل گئی مگر منقولہ اموال نیلام ہو چکے تھے اس لئے وہ نہیں ملے۔ اس کے بعد پھر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے آپ کی طبیعت بھی موزون تھی۔ فارسی، اردو، عربی ہر زبان میں شعر کہتے تھے اور اپنا تخلص آرزدہ رکھے ہوئے تھے۔

قریب اور دور دراز دونوں قسم کے بہت زیادہ لوگ آپ کی شاگردی اور استفادہ

سے شرف یاب تھے۔ درس و تدریس اور فتویٰ نویسی کی کثرت کیوجہ سے آپ کو تصنیفی خدمت انجام دینے کا کم موقع ملا پھر بھی آپ کی تصنیفات عمدہ اور پُر مغز موجود ہیں۔

تصنیفات :۔ منتہی المقال فی شرح حدیث " لاتشد الرحال"۔ درّ المنضود فی حکم امرأة المفقود، وہ کثیر فتاوے جوکہ ان کی یادگار ہیں۔

بیماری اور وفات :۔ اخیر عمر میں آپ پر فالج گری، دو سال تک فالج میں مبتلا رہ کر اکیاسی سال کی عمر میں پنجشنبہ کے دن ۲۴ ردیں ربیع الاول ۱۲۸۵ھ (بارہ سو پچاسی ہجری) کو دار فانی سے عالم جاودانی کو روانہ ہوگئے، مولوی ظہور علی صاحب نے جن کو شمس الشعراء کا خطاب ملا تھا آپکی تاریخ وفات کو یوں منظوم کیا ؎

چہ مولانائے صدر الدین کہ در عصر ؛ امام اعظم آخر زماں بود

(ہمارے زمانہ میں مولانا صدر الدین ۔ امام اعظم آخر الزماں تھے)

زہے صدر الصدور نیک محضر ؛ بعدل و داد چوں نوشیرواں بود

(کیا ہی خوب صدر الصدور اور پاکیزہ سرکاری شخص تھے کہ عدل و انصاف میں مثل نوشیرواں عادل تھے)

بروز پنجشنبہ کرد رحلت ؛ کہ ایں عالم نہ جائے جاوداں بود

(پنجشنبہ کے دن کوچ کیا، کیونکہ یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں)

ربیع الاول و بست و چہارم ؛ وداع او سوئے دار الجنان بود

(ربیع الاول کی چوبیسویں تاریخ تھی کہ ان کی روانگی دار الخلد کو ہوگئی)

ظہور افسوس آں استاد ذی قدر ؛ پدر وارم ہمیشہ مہرباں بود

(اے ظہور افسوس وہ عالی قدر استاد جو والد کی طرح مجھ پر مہربان تھے)

چراغش ہست تاریخ ولادت ؛ کنوں گفتم چراغ دو جہاں بود

(ان کی تاریخ ولادت چراغ تھی ۱۲۰۴ھ، تاریخ وفات میں نے کہی "چراغ دو جہاں بود" ۱۲۸۵ھ)

(۲۴۹-۷) مفتی صدرالدین لکھنوی

شیخ محمد عرف شیخ قاضی کی اولاد میں سے ہیں شیخ اعظم ثانی کے بڑے صاحبزادہ، علم میں بھی اور عمر میں بھی بہت بڑے۔ طبیعت بھی موزون تھی، شعر بھی کہتے تھے۔ لکھنؤ کے فوجدار ارادت خاں نے اپنے مکان کے آس پاس محلہ ارادت نگر بسایا تو آپ نے اس کی اور اس کے محلہ کی تعریف میں کچھ قصائد اور کچھ غزلیں لکھیں جن میں سے کچھ کے ترجمے لکھے جاتے ہیں۔

تمام عالم کی مثال ایک جسم کی ہے اور اس جسم کی جان ارادت خاں ہیں + ارادت خاں ایک کان ہیں اور ان کے عالی صفات اس کان کے موتی ہیں + جہاں ان کی نگاہ پڑ جائے وہی جگہ آباد ہو جائے + اُجڑی ہوئی زمین کی آبادی اور اس کا ساز و سامان ارادت خاں ہیں + ے

جو بھی دل جلا شخص ارادت نگر میں آجائے + اگر چہ خشک لکڑی کی طرح ہو پھر بھی اس میں برگ و بار نکل آتا ہے۔ "ارادت نگر" ایسا صاف ستھرا محلہ ہے کہ اگر اس کے اندر یعقوب علیہ السلام کی نگاہ پڑ جائے + تو یوسف علیہ السلام کا غم نکل جائے۔

وفات:۔ آپ کی وفات ۱۰۷۵ھ (ایک ہزار پچہتر ہجری) میں ہوئی اور آپ کا مقبرہ ۱۱۰۹ھ (گیارہ سو نو ہجری میں) بنا۔ آپ کے صاحبزادہ محمد صادق نے دونوں کی تاریخ کا مادہ اس شعر سے نکالا ہے

کہ بود "خانہ جنت" زبی "دوست خدا"

۱۱۰۹ھ ۱۰۷۵ھ

(۲۵۰-۸) مولوی سید صدیق حسن خاں بہادر

ولد مولوی سید آل حسن قنوجی آپ کی کنیت ابوالطیب ہے۔ ۱۲۴۸ھ (بارہ سو اڑتالیس ہجری) کو قنوج میں پیدا ہوئے درسی علوم مفتی صدرالدین خاں دہلوی سے اور تفسیر و حدیث کے علوم دوسرے

ہندوستانی اور یمنی علماء سے حاصل کئے جیسے قاضی حسین بن محسن الفصاری، شیخ عبدالحق بن فضل اللہ ہندی اور شیخ محمد یعقوب دہلوی مہاجر مدنی جو مولوی محمد اسحٰق دہلوی کے چھوٹے بھائی تھے اور ان سب علوم کی اجازت تامہ عامہ حاصل ہوئی کئی مختلف النوع علوم کی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہے، یہاں تک کہ آپکی سواری سفر ریاست بھوپال میں پہونچی جو مالوہ کے ممالک میں سے ہے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے اور اس شہر میں آپ کی قسمت کا ستارہ ایسا چمکا کہ رئیسہ بھوپال کی وزارت و نیابت سے بلند ہو کر رئیسہ محترمہ کو اپنی منکوحہ بنا لیا یہ ۱۲۸۸ھ کا واقعہ ہے کہ پہلے نواب کا خطاب ملا پھر خاں بہادر کا، پھر تو رئیسہ بھوپال کے شوہر ہی ہو گئے اور سلطان عبدالحمید خاں امیر خلافت عثمانیہ نے درجہ ثانی کا تمغہ مجیدی عنایت کیا۔

رئیسہ محترمہ کے علاوہ آپ کی دوسری بیوی سے اللہ نے دو فرزند عنایت کئے۔ ایک میر نورالحسن خاں طیب، اور دوسرے میر علی حسن خاں طاہر۔ یہ دونوں علم اور ثروت میں اپنے والد کے مانند ہیں۔ آپ بہت ساری کتابوں کے مصنف ہیں اور ہر زبان میں آپ کی تصنیف ہے۔ فارسی، عربی، ہندی (اردو) میں جو بھوپال کے چھاپہ خانوں کے علاوہ مصر اور قسطنطنیہ وغیرہ سے بھی چھپی ہیں نیچے ان کے نام لکھے جاتے ہیں حروف تہجی کی ترتیب سے۔

(۱) ابجد العلوم (۲) اتحاف النبلاء (۳) الاحتواء (۴) الادراک (۵) الاذاعہ (۶) چہل حدیث (۷) افادۃ الشیوخ (۸) اکسیر فی اصول التفسیر (۹) اکلیل الکرامۃ فی تبیان مقاصد الامامۃ، (۱۰) الانتقاد الرجیح فی شرح الاعتقاد الصحیح (۱۱) بدور الاہلہ (۱۲) بغیۃ الرائد فی شرح العقائد، (۱۳) البلغۃ الی اصول اللغۃ (۱۴) بلوغ السؤل من اقضیۃ الرسول (۱۵) تمیمۃ الصبی، (۱۶) ثمار التنکیت فی شرح ابیات التثبیت (۱۷) الجُنّۃ فی الاسوۃ الحسنۃ بالسُّنۃ (۱۸) حجج الکرامۃ فی آثار القیامۃ (۱۹) الحرز المکنون من لفظ المعصوم المامون (۲۰) حصول المامول من علم الاصول (۲۱) الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ (۲۲) حل الاسئلۃ المشکلۃ (۲۳) حتبیۃ الاکوان (۲۴) دلیل الطالب الی ارجح المطالب (۲۵) ذخر المحتی من آداب المفتی (۲۶) رحلۃ

التبدیق الی البیت العتیق (۲۷) الروضۃ الندیۃ فی شرح الدرۃ البہیۃ (۲۸) ریاض الجنۃ فی تراجم اہل السنۃ (۲۹) السحاب المرکوم (۳۰) سلسلۃ العسجد فی ذکر مشائخ السند (۳۱) شمع انجمن (۳۲) صافیہ شرح شافیہ (۳۳) ضالۃ الناشد (۳۴) ظفر اللاضی بما یجب فی القضاء علی القاضی (۳۵) العبرۃ مما جاء فی الغزو والشہادۃ والہجرۃ (۳۶) العلم الخفاق من علم الاشتقاق (۳۷) عون الباری بحل ادلۃ البخاری (۳۸) غصن البان (۳۹) غنیۃ القاری (۴۰) فتح البیان فی مقاصد القرآن (۴۱) فتح المغیث لفقہ الحدیث (۴۲) الفرع النامی من الاصل السامی (۴۳) قصد السبیل (۴۴) قضاء الارب (۴۵) قطف الثمر (۴۶) کشف الالتباس (رد شیعہ) (۴۷) لف القماط (۴۸) لقطۃ العجلان (۴۹) مثیر ساکن الغرام (۵۰) مراتع الغزلان (۵۱) مسک الختام شرح بلوغ المرام (۵۲) منہج الاصول (۵۳) الموعظۃ الحسنۃ (۵۴) نشوۃ السکران (۵۵) نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام، (۵۶) الوشی المرقوم (۵۷) ہدایۃ السائل (۵۸) یقظۃ اولی الاعتبار۔

وفات:- جمادی الثانیہ کی پنجشنبہ کی رات میں ۱۳۰۷ھ (تیرہ سو سات ہجری) کو وفات ہوئی اور بھوپال میں سپرد خاک ہوئے۔

صفی بن نصیر (۹-۲۵۱)

آپ کا نام صفی الدین بن نصیر الدین بن نظام الدین ہے۔ کئی پشت کے بعد آپ کا سلسلۂ نسب امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ کوفی سے جا ملتا ہے اور امام ہمام رحمۃ اللہ علیہ عجمی بادشاہ نوشیرواں عادل کی اولاد میں سے ہیں، علاؤ الدین خلجی کے زمانہ میں جب ہلاکو خاں کا فتنہ اٹھا تو اسی زمانہ میں شیخ نظام الدین اپنے لڑکے نصیر الدین اور غزنین شہر کے کچھ دوسرے لوگوں کو ساتھ لے کر غزنین سے روانہ ہو کر ہندوستان آئے اور ایک مدت تک دھلی میں قیام کیا اور انھیں دنوں کچھ آگے پیچھے جناب قاضی شہاب الدین دولت آبادی ولد شمس الدین بھی دہلی میں آکر قاضی عبد المقتدر کی شاگردی سے سرفراز ہو رہے تھے پھر جب دہلی

میں بھی مغل کا فتنہ شروع ہوگیا تو شیخ نظام الدین اور قاضی شہاب الدین دونوں اپنے اہل وعیال کے ساتھ جونپور سلطان ابراہیم شرقی کی بارگاہ کیطرف روانہ ہو گئے، قاضی صاحب کے ایک لڑکی تھی اس کا نکاح شیخ نظام الدین کے لڑکے شیخ نصیر الدین سے کردیا گیا جس کے بطن سے تین لڑکے پیدا ہوئے، ایک صفی الدین، دوسرے فخر الدین اور تیسرے رضی الدین ان تینوں نے اپنے نانا جان قاضی شہاب الدین دولت آبادی سے علوم متداولہ کو محنت سے حاصل کیا اور صاحب عقل ودانش اور عالم متبحر ہوگئے فارغ ہونے کے بعد شیخ صفی الدین تعلیم وتدریس میں مشغول ہوئے اور بہت سی عربی، فارسی کی کتابیں متون بھی اور شروحات بھی تصنیف فرمائی انھیں کتابوں میں سے دستور المبتدی، حل التراکیب کافیہ، اور غایۃ التحقیق شرح کافیہ مشہور ہیں، درس تصنیف میں ایک مدت بسر کرنے کے بعد شیخ کامل کی تلاش میں ردولی تشریف لے گئے جہاں ان کے چھوٹے بھائی رضی الدین اس وقت عہدۂ قضا پر فائز تھے خوش قسمتی سے سید اشرف جہانگیر سمنانی جن کا مزار کچھوچھہ میں ہے اس وقت ردولی تشریف لائے تھے۔ سید صاحب نے شیخ صفی الدین کو جوں ہی دیکھا اٹھ کر استقبال کیا اور شیخ صفی الدین کو اپنے پاس لاکر بٹھا دیا اور فوراً سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں مرید کرکے خرقۂ خلافت سے مشرف فرمایا۔

آپ کے لڑکے شیخ ابوالمکارم اسمٰعیل ہیں جن کی تعلیم کے واسطے رسالہ دستور المبتدی شیخ صفی الدین نے لکھی ہے پھر شیخ صفی نے ابوالمکارم اسمٰعیل کو خاندان چشتیہ نظامیہ کا خرقۂ خلافت پہنا کر ۱۳ ذی القعدہ ۸۱۹ھ (آٹھ سو انیس ہجری) کو وفات فرمائی۔ اللہ آپ کو بہشت بریں سے نوازے۔

(۲۵۲-۱۰) مولانا صفی الدین سرہندی

جن کی شہرت صفی القدر ولد عزیز القدر ولد محمد عیسیٰ ولد سیف الدین کے نام سے ہوئی ہے۔ سیف الدین کے والد کا نام محمد معصوم ہے اور انکا لقب

عروۃ الوثقیٰ ہے۔ یہ صاحب زادہ ہیں مولانا شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی کے۔ شیخ صفی الدین متبحر عالم۔ محدث اور معتبر۔ علوم ظاہر و باطن کے جامع۔ زاہد تارک الدنیا۔ راغب مولیٰ تعالیٰ تھے، رام پور کے حاکم زمین دار نواب نصیر اللہ خاں نے ہر چند درخواست کی کہ ان کی فوج کے بخشی کے عہدہ کو قبول کر لیں لیکن آپ نے منظور نہیں فرمایا۔ ہمیشہ تفسیر حدیث کی کتابوں کے مطالعہ اور اوراد و اشغال میں مشغول رہتے تھے۔ بروز پنجشنبہ ۲۵ ویں شعبان کو ۱۲۲۶ھ (بارہ سو چھبیس ہجری) میں دار البقار (جنت) کو روانہ ہو گئے۔

حرف الضاد المعجمة

نقطہ دار ضاد کا باب

(۱-۲۵۳) خواجہ ضیاء الدین برنی

"تاریخ فیروز شاہی" کے مصنف جو آٹھویں صدی ہجری کے سال پچاسی (۷۸۵ھ) میں مکمل ہوئی، اس کتاب میں ان آٹھ بادشاہوں کی تاریخ مذکور ہے جنھوں نے پچانوے (۹۵) برس حکومت کی یعنی غیاث الدین بلبن سے لیکر فیروز شاہ تک کے حالات ہیں۔

خواجہ ضیاء الدین برنی شیخ نظام الدین اولیاء کے مرید ہیں ظرافت و لطیفہ گوئی کے مجموعہ تھے اور ہر قسم کے لطیفے اور دل لگی کی حکایتیں یاد تھیں اور آخر میں انھیں لطیفوں اور ظرافت طبعی کے واسطے سے بادشاہ محمد تغلق کی بارگاہ تک پہونچے اور بادشاہ کی ہمنشینی میں جاگزیں ہوئے لیکن سلطان محمد تغلق کے بعد فیروز شاہ کی حکومت میں ہمنشینی سے الگ ہو کر قدر ضرورت پر اکتفاء کر کے گوشہ نشین ہو گئے "تاریخ فیروز شاہی" کے علاوہ علم تصوف میں کتاب حسرت نامہ بھی آپکی تصنیفات میں سے ہیں وفات کے بعد شیخ نظام الدین اولیاء کے پڑوس میں دفن ہوئے۔

لوگ کہتے ہیں کہ حضرت نظام الدین اولیاء کے زمانہ میں ضیاء الدین نام کے تین شخص تھے

ایک یہی برنی جو شیخ کے معتقد اور مرید تھے، دوسرے قاضی ضیاء الدین سنامی جو حضرت نظام الدین کا برابر احتساب کرتے تھے اور ان کے مخالف تھے۔ تیسرے خواجہ ضیاء الدین نخشبی جو نہ حضرت نظام الدین کے معتقد و مرید تھے نہ مخالف مرنجاں مرنج شخص تھے۔

(۲۵۴-۲) خواجہ ضیاء الدین نخشبی بدایونی

آپ کو ارادت کا تعلق شیخ حمید الدین ناگوری کے پوتا اور خلیفہ شیخ فرید سے تھا آپ کی تصانیف بہت ہیں مثلاً سلک السلوک، عشرہ مبشرہ کلیات و جزئیات، طوطی نامہ وغیرہ لیکن رنگینئ بیان، شیرینی زبان میں سلک السلوک سب سے زیادہ مشہور اور پُرتاثیر ہے عمدہ حکایات کے ضمن میں تصوف کے مسائل کو حسن و خوبی ادا کر دیا ہے جس سے قلب متأثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ آپ کی وفات ۷۵۱ھ (سات سو اکیاون ہجری) میں ہوئی۔ نور اللہ مرقدہٗ۔

(۲۵۵-۳) قاضی ضیاء الدین سنامی

متبحر دانشمند، دیانت داری، تقویٰ و پرہیزگاری میں اپنے زمانہ کے مقتدا تھے اور شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے ہم عصر، شریعتِ مطہرہ کے بہت پابند تھے کسی کی اس معاملہ میں رو رعایت نہیں کرتے تھے چنانچہ شیخ نظام الدین اولیاء کو سماع کے اوپر برابر ٹوکا کرتے تھے اور شیخ بھی ہمیشہ معذرت کرتے اور فرماں برداری کے ساتھ پیش آتے تھے اور حضرت قاضی صاحب کا برابر احترام کیا کرتے تھے، قاضی ضیاء الدین موصوف کی ایک کتاب ہے جس کا نام نصاب الاحتساب ہے اس میں احتساب کے آداب اور باریکیاں، بدعت کے اقسام اور سنت کے احکام کا بیان ہے۔

حکایت وفات:- قاضی ضیاء الدین صاحب جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور حضرت نظام الدین اولیاء کو پتہ چلا تو آپ کی عیادت کو گئے، قاضی صاحب نے نظام الدین اولیاء کے احترام میں اپنے سر سے چھوٹی سی پگڑی اتار کر دہلیز پر بچھوا دی تاکہ حضرت نظام الدین

اس پر بیٹھیں مگر حضرت نظام الدین نے بھی اتنا احترام کیا کہ پگڑی کو چن کر اٹھا لیا اور اپنی آنکھ سے لگا لیا، جب تک قاضی صاحب کے سامنے بیٹھے رہے اس دستار کو نہیں ہٹایا کہ آنکھیں چار ہو سکیں، آخر جب حضرت اولیاء اٹھے اور باہر آئے اسی وقت قاضی صاحب کی وفات کی خبر آ گئی اور حضرت نظام الدین اولیاء رونے لگے فرمایا کہ ایک ذات تو شریعت کی مکمل حمایت کرنیوالی تھی افسوس کہ وہ بھی نہ رہی۔ رحمۃ اللہ علیہما۔ قاضی صاحب کے وعظ میں تین ہزار سے زیادہ آدمی حاضر ہوا کرتے تھے۔

پاس شریعت کی دوسری حکایت:- شیخ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی مونچھیں بہت بڑھ گئی تھیں اور ان کے جلال کے سامنے کسی کو ٹوکنے کی ہمت نہ ہوتی تھی مولانا ضیاء الدین سنامیؒ کو شریعت کا جوش اٹھا قینچی لی شیخ بوعلی قلندر کی ڈاڑھی مبارک پکڑ کر مونچھوں کو تراش دیا، کہتے ہیں کہ اس کے بعد شیخ بوعلی قلندر اپنی داڑھی مبارک کو ہمیشہ چوما کرتے اور فرماتے کہ شریعت محمدیہ کی پاس داری میں یہ داڑھی پکڑی گئی ہے۔ قدس سرہما۔

(۲۵۶-۴) حافظ ضیاءُ اللہ بلگرامی

بلگرام کے واسطی سادات کرام اور وہاں کے فضلائے عالی مقام میں سے ہیں، قرآن مجید کے حافظ و قاری اور کامل عالم تھے برابر درس و تدریس میں مشغول رہتے۔ عربی، فارسی میں نظم و نثر نگار، عالی طبقہ کے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے انشاءات دو دفتروں میں مدون کئے گئے اور میر عبدالجلیل بلگرامی نے اس پر دیباچہ لکھا۔ ۱۱۹۱ھ (ایک ہزار ایکسو اکیانوے ہجری) میں دار دنیا سے دار آخرت کو روانہ ہو گئے۔

حرفُ الطاءِ المُہملۃِ
بے نقطہ والی طاء کا حرف

(۲۵۷-۱) سید طفیل محمد اُترولوی

ولد سید شکر اللہ حسینی اترولوی بلگرامی۔ عقلمند عالم، علوم ظاہرہ و باطنہ کے جامع طبع موزوں کے مالک، ۷، ذی الحجہ ۱۰۷۳ھ (ایک ہزار تہتر ہجری) کو پیدا ہوئے (اترولی میں) سات سال کی عمر میں اپنے چچا سید احسن اللہ کے ساتھ شاہ جہاں آباد (دہلی) گئے وہیں سے تحصیل علم کو شروع کیا۔ پہلا سبق میزان الصرف کا سید حسن عرف رسول نما سے پڑھا جو کہ اس زمانہ میں دہلی کے مشہور عارفوں میں سے تھے اور ابتدا سے شرح جامی تک اپنے چچا سید احسن اللہ سے پڑھا۔ پندرہ سال کی عمر میں بقیہ درسی کتب گذارنے کے لئے اپنے شہر بلگرام میں واپس آئے، یہاں سید مربی بلگرامی، سید سعد اللہ بلگرامی، قاضی علیم اللہ کنجن دوی اور مولانا قطب الدین شمس آبادی سے نفع اٹھایا علمی فراغت کے بعد بلگرام ہی میں رہ پڑے اور اپنی پوری عمر علوم کی خدمت کرنے میں صرف کردی، آپ سے بہت بڑی جماعت نے فضیلت و کمال حاصل کرنے میں کامیابی پائی۔ ۲۴، ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ (ایک ہزار ایک سو اکیاون ہجری) میں وفات پائی اور بلگرام کے باغ محمود میں دفن ہوئے۔ اللہ آپ کی قبر کو منور رکھے۔

اُترولی: ایک قصبہ ہے آگرہ کے پاس۔ الف کو ضمہ اور تا ساکنہ رائے مہملہ کو فتحہ پھر واو ساکن اور لام مکسورہ کے بعد یاء۔

(۲۵۸-۲) شیخ طیب رفیقی

آپ کے والد کا نام احمد بن مصطفےٰ بن معین الدین تھا، رفیقی نسبت، اور کنیت ابو المصطفےٰ تھی ۱۱۹۱ھ (گیارہ سو اکیانوے ہجری) میں پیدائش ہے، فقیہ اور محدث تھے،

قرآن مجید پڑھنے کے بعد اپنے والد بزرگوار، اور چچا جان، اور چچا زاد بھائیوں سے مروج ظاہری و باطنی علوم کو حاصل کیا اور اپنے والد صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوکر اولیائے عظام اور مشائخ کرام کی صحبت سے فیض یاب ہوئے اور میاں عبد المجید صاحب سے طریقہ قادریہ کبرویہ شطاریہ میں سلوک کی تکمیل پائی، پھر علماء و فضلاء کی بڑی جماعت آپ سے فیض یاب ہوئی۔ آخری عمر میں اپنی مسجد میں معتکف رہ کر دن رات روزہ اور قیام اللیل میں گذارنے لگے حنفی مذہب کے بڑے حامی تھے۔ علم حدیث، فقہ، سلوک، معرفت میں کئی کتابیں تصنیف کیں۔ دوشنبہ ۱۲۶۶ھ (بارہ سو چھیاسٹھ) ہجری کے شوال مہینہ میں وفات فرمائی۔

حرفُ الظاءِ المُعجمۃِ

نقطہ والی ظاء کا حرف

(۲۵۹-۱) مولوی ظہور الحق فرنگی محلی

ولد مولوی ازہار الحق: رسمی مروجہ علوم کے حاصل کرنے کے بعد قرآن مجید کے حفظ اور اس کی قرارت میں مشغول ہوئے اور علم تفسیر قرآن، اور حدیث کی کتابوں کے مطالعہ میں مستغرق رہتے تھے اور علوم معقولہ کیطرف ذرا بھی توجہ نہ کرتے تھے، تنگدستی کی زندگی بسر کرتے تھے تنگی دور کرنے کی خاطر کلکتہ، مدراس اور حیدرآباد کا بھی سفر کیا لیکن مقدر سے زیادہ نہ ملا صرف مقدر حصہ ہی ملا اس وجہ سے تمام عمر تنگی میں گذاری۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲۶۰-۲) مولوی ظہور اللہ فرنگی محلی

ولد مولوی محمد ولی بن مفتی غلام مصطفےٰ ۱۱۷۴ھ (ایک ہزار ایک سو چوہتر ہجری) میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد اور چچا ملا حسن سے علوم حاصل کئے۔ یمین الملک سعادت علی خاں نواب لکھنؤ کے زمانہ میں مفتی ریاست کے عہدہ پر فائز ہوئے تھے۔

پھر کچھ اسباب کی بنا پر جس کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے افتار کے عہدہ سے معزول ہو گئے۔ اور نواب موصوف کے نائب حکیم مہدی علی خاں کے رفیق ہو گئے، پھر انکی سفارش پر بیس روپیہ ماہوار نواب کی سرکار سے پانے لگے، نواب سعادت علی خاں کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادہ غازی الدین حیدر نے دوبارہ افتار کے منصب پر مقرر کر دیا۔

آپ کی تصنیفات میں سے میرزاہد ملا جلال کا حاشیہ اور دوحہ شمس بازغہ کا حاشیہ ہے، درس و تدریس میں مشغول اور اپنے زمانہ کے نامور عالم تھے بہت سے لوگوں نے انکی خدمت میں پہونچ کر علم کی تحصیل کی اور ان کے فیض سے کامیاب ہوئے۔

حرفُ العَین المُہملۃ

بے نقطہ والے عین کا حرف

(۲۶۱-۱) ملا عالم کابلی عارف ملائی تخلص رکھتے تھے، شیریں بیاں خوش ادا، طبع موزون، حرکاتِ موزون کے مالک تھے، بحث وغیرہ کے وقت ایسے لطیفے بیان کرتے کہ ہنستے ہنستے جان کی نوبت آجاتی تھی، اپنی بیاض سے شرح مقاصد کی بحثوں کے متعلق تقریر لکھتے تھے اور پتہ یوں بتاتے کہ میری تصنیف کتاب قصد کی یہ عبارت ہے، اسی طرح شرح تجرید کے مقابلہ میں تجدید اور مطول پر ایک دو حاشیہ لکھے تھے اور کہتے تھے کہ یہ عبارت کتاب طول سے نقل کی گئی ہے جو کہ میں نے مطول کے برابر اور اس سے لمبی یہ کتاب لکھی ہے، ہندوستان کے مشائخ کے حالات میں ایک کتاب لکھی جس کا نام فواتح الولایۃ رکھا ہے، اس کے علاوہ صلصل الجرس، دلالۃ العقل، بحر الجود، عوالم الآثار بھی ان کی تالیف کردہ کتابیں ہیں، ۹۹۲ھ (نوسو بانوے ہجری) میں وفات ہوئی۔

(۲۶۲-۲) مولوی عالم علی مراد آبادی

والد سید کفایت علی بن سید فتح علی ساکن قصبہ نگینہ ضلع بجنور۔

مراد آباد میں آ گئے تھے۔ آپ حافظ، عالم، حکیم اور قاری تھے۔ استاذان ذیل سے استفادہ کیا تھا۔ مولوی فرید الدین سہارنپوری، ملا غفران رام پوری، حافظ شبراتی رامپوری، مولوی محمد رامپوری، مولانا مملوک علی نانوتوی، مولانا محمد اسحٰق دہلوی، مفتی شرف الدین رام پوری، حکیم نصر اللہ خاں جو کہ حکیم شریف خاں دہلوی کے شاگرد تھے، حکیم غلام حیدر خاں دہلوی، مولوی نوازش علی نگینوی، مولوی تہور علی نگینوی۔

تصنیفات: - (۱) فضائل صیام (۲) فضائل رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم (۳) رسالہ قرارت ضاد معجمہ (۴) رسالہ تعدد جمعہ (۵) شرح ضابطہ شرح تہذیب یزدی آپکی تصنیفات میں سے مشہور ہیں، ۲۰ رمضان المبارک پنجشنبہ عصر و مغرب کے درمیان ۱۲۹۵ھ سرسٹھ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ آپ کی تاریخ وفات کا مادہ ہے

"بباغ جناں باد مسکن"

مترجم کہتا ہے کہ اس میں کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے کیونکہ اس کے اعداد بارہ سو چھیاسی ہوتے ہیں نو عدد کم ہو رہا ہے۔

(۲۶۳-۳) حافظ عبد اللہ اعظم گڈھی

قصبہ مئو ضلع اعظم گڈھ کے رہنے والے رسالہ "تسہیل الفرائض" وغیرہ

کے مصنف ہیں، خاندانی شرافت اور کسبی فضائل سے آراستہ تھے۔ اکثر درسی کتابیں فاضل صدوق مولوی محمد فاروق عباسی چریا کوٹی سے پڑھی تھی اور حدیث کی بعض کتابیں مولوی نذیر حسین (بہاری) سے جو دہلی میں آ پڑے تھے سماعت کی۔ چشمہ رحمت غازی پور کے مدرسہ میں ایک عرصہ تک درس و تدریس میں مشغول رہ کر سیکڑوں طلبہ کو علم کا فائدہ پہونچایا لیکن ظاہر حدیث پر عمل کرنے کے مسلک

میں متعصب واقع ہونیکی وجہ سے آپ کا پایہ مائل بہ انحطاط ہی رہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ سلامت رکھے۔

(۴-۲۶۴) شیخ عبداللہ تلنبی

ولد شیخ اللہ داد عثمانی تلنبی آپ علماء کے سرتاج اور فاضلوں کے چراغ، معقول و منقول میں اپنے زمانہ کے یکتا اور فروع واصول میں ہر زمانہ کے بے مثال شخص تھے، ایک عرصہ تک اپنے تلنبہ میں جو کہ ملتان کے مضافات میں سے ہے طلبہ کی تعلیم و تدریس میں مشغول رہے پھر ملتان کی تباہی کے وقت سلطان سکندر لودھی کے دور میں تلنبہ سے دہلی آکر مقیم ہوئے اور علم معقولات کا اس ملک میں رواج دیا آپ سے پہلے منطق میں صرف شرح شمسیہ (قطبی) اور علم کلام میں شرح صحائف ہی پڑھی پڑھائی جاتی تھی

تلامذہ:۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ آپکی تعلیم و تربیت سے ہندوستان میں تقریباً چالیس علماء باکمال پیدا ہوئے جیسے میاں لاڈن، جمال خاں دہلوی، میاں شیخ، میران سید جلال بدایونی وغیرہ جو انتہائی باکمال تھے، اگر کبھی سبق کے دوران سلطان سکندر آپ کی ملاقات کو آتے تو آپ اٹھ کر ایک گوشہ میں آڑ میں بیٹھ کر کہ سامنا نہ ہو سبق پڑھاتے رہتے سبق بند کر کے ہی بادشاہ سے علیک سلیک ہوتی۔

تصنیفات:۔ میزان منطق کی شرح بدیع المیزان آپ کی تصانیف میں سے ہیں، (جو کبریٰ کے ساتھ چھپی ہوئی ہے۔ مترجم)

دسویں صدی کے بائیسویں سال وفات ہوئی یعنی ۹۲۲ھ میں۔ مادہ تاریخ وفات ہے:

اولیٰك لهم الدرجات العلیٰ
۹۲۲ھ

(۵-۲۶۵) آخوند عبداللہ کشمیری

ولد خواجہ محمد فاضل ٹوپی گر۔ ملا محمد محسن شیخ الاسلام امان اللہ جیسے اکابر علمائے کشمیر کے شاگرد تھے، قاضی شاہ کے مرید اور

خلیفہ تھے، پشاور اور لاہور کی سیر و سیاحت کرنے کے بعد کشمیر کے منصبِ افتاء پر فائز ہوئے: آخر میں منصب چھوڑ کر عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔

تلامذہ:۔ آپ کے تلامذہ میں سے بابا محمد عثمان، بابا عبداللہ، ملا عبدالمؤمن، میر محی الدین قادری، قاضی محمد حسین، ملا نورالدین، قوام الدین محمد جو علمائے کشمیر کے مفتی تھے جیسے نامی گرامی علماء کا نام آتا ہے۔ نصف شوال ۱۱۴۱ھ کو وفات ہوئی۔

(۲۶۶-۶) شیخ عبداللہ مدنی

آپ اور آپ کے دوسرے عزیز شیخ رحمت اللہ مدنی سندی دونوں فقہائے صوفیہ میں سے تھے اور دونوں مدینۂ پاک رسول سے اس دیار میں تشریف لائے تھے اور دونوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک حدیثوں کا فیض اس دیار میں خوب عام کیا اور اس علاقہ کے طلبہ ان دونوں بزرگوں کو "شیخین" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

خواجہ عبدالشہید عبداللّٰہی فرماتے ہیں کہ یہ شیخین قرنِ اول کے شیخین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی یاد تازہ کر دیتے تھے یہ اللہ تعالیٰ کی آیت تھے علم میں، عمل میں، تقویٰ میں، پرہیزگاری میں ان دو بزرگوں جیسا کوئی دوسرا بزرگ دیارِ پاک سے ہمارے دیار میں نہیں آیا۔ یہ دونوں شیخ علی متقی محدث کے خلیفہ اور انکے خاص دوستوں میں سے تھے، جب کبھی سلطان روم مکہ معظمہ میں آتے اور شیخ علی متقی کی خدمت کرتے تو شیخ اپنے یہاں کے طلبہ و علماء کے لئے سلطانِ روم سے وظیفہ لیتے مگر ان شیخین اور تیسرے بندگی عبدالوہاب کے لئے کسی قسم کا وظیفہ سلطانِ روم سے نہیں لیتے تھے کیونکہ اس مال میں کچھ نہ کچھ شبہہ رہتا تھا اور یہ تینوں مشتبہات سے بھی پرہیز کرتے تھے۔ شیخ عبداللہ کے والد ماجد زمانہ کے حوادث سے متأثر ہو کر ولایت سندھ کو چھوڑ کر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور وہاں قیام پذیر ہونے کی نیت سے ایک بڑے مجمع اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ سندھ سے روانہ ہوئے تو کچھ روز کے

لئے احمد آباد میں مقیم ہوئے اور شیخ علی متقی کے ساتھ مصاحبت رہی پھر زیارت مبارک کے بعد مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد دنیا سے گذر گئے۔ اور یہ شیخ عبداللہ، قاضی عبداللہ کے مصاحب اور دوست تھے آپکی نشو و نما مدینہ منورہ میں ہوئی اور برسوں تک اسی بابرکت سرزمین میں درس دینے اور عبادت گذاری میں مصروف رہے، پھر بعض حادثوں اور وجوہات کی بنا پر ہمارے دیار کیطرف ۹۷۰ھ کے حدود میں قدم رنجہ فرمایا کئی دفعہ احمد آباد میں بھی مقیم رہے جو کہ آپ کے وطنِ اصلی کے مانند تھا، سب سے آخر میں یہ دونوں بزرگان بیمار ہوئے اور حس و حرکت نہ ہونے کے باوجود دونوں صاحبوں نے حرمین شریفین کی روانگی کا قصد کیا اور موت کشاں کشاں ان دونوں کو مکہ معظمہ تک لے گئی وہاں پہونچنے کے بعد بہت جلد ان دونوں کو دار البقار تک پہونچا دیا اور یہ دونوں وفات پا گئے رحمۃ اللہ علیہما۔

(۲۶۷-۷) سید عبداللہ لاہوری

ولد سید عبد الخالق بھاکری سادات عظام اور سلسلۂ قادریہ کے مشائخ کرام سے ہیں، علوم عقلی و نقلی کے جامع تھے زندگی بھر فقہ، حدیث اور تفسیر کی تعلیم و تدریس میں مشغول رہے اور کسی مانگنے والے کو دربار فیض بار سے محروم واپس نہیں کیا۔ ۹۴۳ھ (نو سو تینتالیس ہجری) میں وفات پا کر لاہور میں مدفون ہوئے اور مرزا سید جان محمد کے مزار کے پاس قبر ہی۔

(۲۶۸-۸) ملا عبداللہ سلطانپوری لاہوری

آپ قوم انصار سے تھے ان کے آباء و اجداد سلطانپور مضافات لاہور میں آبسے تھے۔ اپنے زمانہ کے علماء نامدار اور یکتائے روزگار تھے خصوصاً علم فقہ اور علم تعلیلات میں سب سے آگے۔

ادب، عربیت، اصول، فقہ، تاریخ اور بقیہ نقلی علوم میں بہت اعلیٰ اور عمدہ تصنیفات

والے تھے ان میں سے دو کتابیں بہت مشہور ہیں (۱) کتاب عصمۃ الانبیاء (۲) شرح شمائل النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ ہمایوں بادشاہ کی طرف سے آپ کو مخدوم الملک اور شیخ الاسلام کا خطاب ملا تھا، شریعت غرا کی اشاعت میں بڑی کوشش فرماتے تھے، متعصب سنی المذہب تھے یہانتک کہ روضۃ الاحباب کے بارہ میں ان کا خیال تھا کہ اس کی تیسری جلد میر جمال الدین محدث کی تصنیف نہیں ہے بلکہ الحاقی ہے۔ اس سلسلہ میں ملا عبد القادر بدایونی سے ان کا مکالمہ بھی ہوا ہے جس کی تفصیل منتخب التواریخ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں اتنے بڑے مالدار ہو گئے تھے کہ ان کی وفات کے بعد انکے خزانہ میں تین کروڑ روپئے نکلے۔ دیوان خانہ عالی کی وکالت پر سرفراز تھے، ۹۹۰ھ (نو سو نوے ہجری) میں مکہ معظمہ سے واپس ہوتے وقت گجرات کے شہر احمد آباد میں انتقال فرمایا۔

(۲۶۹-۹) مولوی عبداللہ سندیلی

ولد مخدوم زادہ سید زین العابدین، مولوی حمد اللہ سندیلی کے شاگرد اور شاہ عبد الباسط امیٹھوی کے مرید تھے خاندان چشتیہ میں شاہ قدرت اللہ قدوائی صفی پوری سے اجازت بیعت حاصل تھی، ظاہری اور باطنی علوم میں پوری مہارت رکھتے تھے پنجشنبہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اور جمعہ کے دن نماز جمعہ کے وقت ان پر مجذوبانہ کیفیت طاری ہوتی تھی، بقیہ دنوں میں سالکانہ زندگی گذرتی تھی۔ آپ کا مزار قصبہ سندیلہ کے امریرہ باغ کے قبرستان میں ہے۔

(۲۷۰-۱۰) عبداللہ شطاری

ولد شیخ بہلول۔ دانشمند صوفی، صاحب تصنیف عالی بزرگ ہیں۔ کتاب سراج السالکین انیس المسافرین، اسرار الدعوات، کنز الاسرار، اشکال الشطاریہ، شرح رسالہ غوثیہ وغیرہ ان کی تصنیفات ہیں۔ ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۰۱۰ھ (ایک ہزار دس ہجری) میں شہر آگرہ میں وفات فرمائی۔ اللہ ان سے راضی ہو۔

(۲۷۱-۱۱) شیخ عبداللہ بدایونی

آپ کے آبار واجداد کا مسکن سامانہ کے نواحی میں تھا، وہاں سے دھلی کیطرف روانہ ہوئے۔ علم قرارت قرآن و دیگر علوم کی طلب میں مشغول ہوتے۔ نامی گرامی علمار ومشائخ کی ایک جماعت سے علم حاصل کر کے اپنے زمانہ کے جید عالم ہوئے۔ شیخ عبدالباقی چشتی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے دست ارادت رکھتے تھے پھر شیخ صفی قدس سرّہٗ کی خدمت میں تکمیل سلوک کیا اور علم ظاہری کی نعمت لازوال اپنے زمانہ کے مقتدر علمار اور مقتدا بزرگوں سے حاصل فرمایا، خصوصاً شیخ لادن دہلوی اور سید جلال الدین بدایونی سے۔ پھر تو سید جلال الدین کی وفات کے بعد آپ ہی ان کے مسندِ تدریس پر فائز ہو کر عرصہ تک بدایون میں علمی محفل سجائے رکھی اور آپ کے فیضِ علم سے اچھے اچھے نامی گرامی علمار پیدا ہوئے۔ سلفِ صالحین کے طریقہ پر اپنی ضرورت کی چیزیں خود بازار سے خرید کر اور خود ڈھو کر لاتے تھے اور راستہ میں طلبہ کو سبق بھی پڑھاتے جاتے تھے، طلبہ اصرار کرتے سودا سلف کی خدمت لوگ کر دیں لیکن آپ اس کو قبول نہیں کرتے تھے، باوجودیکہ بڑے بڑے بزرگوں کے مجاز وخلیفہ تھے لیکن پیری مریدی کی قید سے آزاد ہی رہے بلکہ اس سے ہمیشہ پرہیز ہی کیا۔

ملا عبدالقادر بدایونی نے جب شرح صحائف علمِ کلام میں اور علم اصولِ فقہ میں کتاب تحقیق لکھی تو شیخ عبداللہ سے اس میں استفادہ کیا بدایونی کہتے ہیں کہ مشکل سے مشکل بحثوں اور دقیق سے دقیق اشکالات کا حل نہایت آسانی سے فرمادیا کرتے تھے میں نے کبھی ان اشکالات کے حل میں ان کو کتاب کیطرف مراجعت کرتے نہیں دیکھا۔ نوّے ۹۰ سال کی عمر تک زندہ رہے آپ کی تاریخ وفات مجھے کہیں نہیں ملی۔

(۲۷۲-۱۲) مولوی حافظ عبداللہ بلگرامی

حنفی المذہب قادری المشرب تھے والد کا نام سید آل احمد واسطی ہے

۲۱ رجمادی الاولی ۱۲۴۸ھ میں قصبہ بلگرام میں پیدا ہوئے، آپ کا سلسلۂ نسب حضرت زید بن زین العابدین ولد سیدنا حسین بن سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے جڑ جاتا ہے آپ کے بعض اکابر مدینہ منورہ سے واسط آکر مقیم ہو گئے تھے جن کی اولاد امجاد میں سے سید محمد صغری نے ۶۱۴ھ (چھ سو چودہ ہجری) میں قصبہ بلگرام میں آکر وطن بنالیا تھا (بلگرام کا نام پہلے سرینگر تھا) سید محمد صغری سے چند قبائل پھوٹے تھے اسی میں سے ایک قبیلہ پنج بھیا تھا یعنی پانچ بھائیوں والا قبیلہ، مولوی حافظ عبداللہ صاحب اسی پنج بھیا قبیلہ کے تھے۔ ۱۲ رسال کی عمر میں قرآن مجید اور فارسی کی رائج کتابیں اپنے وطن میں پڑھ کر اپنے والد صاحب کے ساتھ کانپور آئے جہاں آپ کے ماموں سید فرزند حسین عرف گھوڑے میاں رہتے تھے یہاں عربی کتابوں کی تعلیم میں مصروف ہو گئے، عربی پڑھنے کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کا حفظ بھی کرلیا۔ صرف ونحو اور منطق کی مختصر کتابوں کو جناب مولانا محمد سلامت اللہ صاحب بدایونی کانپوری کے شاگردوں سے پڑھا، پھر قطبی سے لیکر شرح سلم حمد اللہ تک خاص مولانا موصوف سے پڑھیں، منطق، فلسفہ کی باقی کتابیں اور عربی قصائد مولانا فضل حق خیر آبادی سے کچھ رام پور میں اور کچھ لکھنؤ میں پڑھیں اس کے بعد دوسری درسی کتابیں اور فقہ، حدیث اور تفسیر کی کتابیں ریاست الور میں مولوی نورالحسن کاندھلی سے پڑھیں، جو معقولات میں مولانا فضل حق خیرآبادی کے اور حدیث میں مولانا شاہ محمد اسحٰق دہلوی کے شاگرد تھے اس طرح تعلیم مکمل کرکے کانپور واپس تشریف لائے پھر یہاں پر مولانا سلامت اللہ صاحب سے تفسیر بیضاوی پڑھی۔ ماہ شوال ۱۲۷۶ھ (بارہ سو چھہتر ہجری) میں فاتحہ فراغ پڑھی اس کے علاوہ مسجد بیت الحرام کے مدرس سید احمد دحلان مفتی شافعیہ سے بھی فقہ، حدیث اور تفسیر کی سند حاصل کی

تعلیم سلوک:- سلسلۂ قادریہ میں حافظ عبدالعزیز دہلوی سے جو کہ سید شاہ آل احمد مارہری عرف اچھے میاں صاحب کے خلیفہ تھے بیعت ہو کر سند خلافت حاصل کی تھی

سرکاری مدرس کی حیثیت سے مدرسہ عربیہ بنارس میں سرکار انگریزی نے آپ کو مقرر کیا تھا، عمدہ تصنیفات آپ کی یادگار ہیں۔

وفات و مادہ تاریخ: ۱۳۰۵ھ ہجری اتوار پہلی رمضان المبارک کو آپکی وفات ہوئی۔ ایک شاعر نے آپ کی تاریخ وفات اس طرح نکالی ہے ؎

نکو سیرت چوں عبداللہ حافظ ⁂ سوئے ملک بقا ناگاہ رفتہ
بسال رحلتش ہاتف ندا داد ⁂ بجنت پاک عبداللہ رفتہ

(جب حافظ عبداللہ مبارک سیرت، اچانک ملک بقا کو چل دیئے، تو ہاتف نے انکی رحلت پکارا کہ عبداللہ پاک جنت میں چلے گئے۔

تصانیف:۔ آپکی یادگار کئی عمدہ تصنیفات ہیں مثلاً: رسالہ عین الافادہ فی کشف الاضافہ (اضافت کے بیان میں) مجالہ[۲] ہادیہ شطرنج اور گنجیفہ وغیرہ کی حرمت کے بیان میں۔ ہدایہ[۳] کا حاشیہ کتاب البیوع سے کتاب الشفعہ تک۔ التحفۃ[۴] العلیۃ ہدیہ سعیدیہ (فلسفہ کی مشہور کتاب) کا حاشیہ۔ مفیض[۵] فارسی (فارسی کے قواعد میں) تشریح[۶] النحو عربی۔ قواعد[۷] نحو۔ اردو زبان میں وہ کتاب ہے کہ انگلشیہ سرکار سے اس پر مصنف کو دو سو روپیہ انعام ملا تھا۔ فیض[۸] الصرف اردو زبان میں عربی صرف کے قواعد۔ دفتر[۹] عصمت جس میں خواتین شاعروں کے حالات ہیں۔ تشریح[۱۰] الانشاء۔ شاہد[۱۱] نظم گلدستۂ دانش کی شرح حل[۱۲] غوامض۔ اردو اشعار کی شرح۔ اس[۱۳] کے علاوہ کچھ رسائل فرقۂ وہابیہ کے رد میں۔ عربی[۱۴] خطوط اور قصیدے۔ قطعات تواریخ عربی و فارسی۔

(۲۷۳-۱۳) مولوی عبدالاعلیٰ فرنگی محلی

جو کہ بحر العلوم ملا عبدالعلی ولد ملا نظام الدین ولد ملا قطب الدین الشہید السہالوی کے فرزند اکبر تھے، درسی کتابوں کی تحصیل اپنے والد بزرگوار سے کر کے کچھ دنوں درس و تدریس کا مشغلہ رکھا، مدراس میں ایسے بیمار ہوئے کہ زندگی

سے نا امیدی ہوگئی اسی حالت میں والد بزرگوار سے وطن روانہ ہونے کی رخصت چاہی والد صاحب نے موقعہ کی نزاکت سے دور دراز کا سفر کرنے کی اجازت نہیں دی لیکن آپ پھر بھی نہ مانے لکھنؤ کے لئے روانہ ہو گئے راستہ ہی میں انتقال ہو گیا ۱۲۰۷ھ کا یہ واقعہ ہے۔ ایک شاعر نے تاریخ وفات یوں کہی ؎

زیں جہاں رفت چو عبدالاعلیٰ ؛ یافت در خلد مقام اعلیٰ

(مولوی عبدالاعلیٰ جب اس دنیا سے چلے تو خلد میں اعلیٰ مقام پا گئے)

بست ہفتم زمہ شعبان بود ؛ رحلت از عالم اجسام نمود

(ماہ شعبان کی ستائیسویں تاریخ تھی، جب عالم اجسام سے روانہ ہوئے)

گفت تاریخ وفاتش رضواں ؛ کرد آرام گہ خود بجناں

رضوان نے انکی تاریخ وفات اگلے مصرعہ سے کہی ۱۲۰۷ھ

(۱۲۰۴-۱۲۷۴ھ) مولوی عبدالاعلیٰ بنارسی

ولد حاجی شاہ کریم اللہ صدیقی نقشبندی، قصبہ زمانیہ ضلع غازی پور سے آکر بنارس میں رہنے لگے تھے، آپ کی پیدائش ۱۲۰۴ھ (بارہ سو چار ہجری) میں ہوئی، والد ماجد کے علاوہ دوسرے علماء زمانہ سے بھی تعلیم حاصل کی البتہ علم باطن کی تلقین اپنے والد بزرگوار شاہ کریم اللہ صاحب سے ہی پائی تھی طلبہ کو نفع پہونچانے اور تعلیم دینے میں مشغول رہ کر قناعت کی زندگی گذارتے تھے، صاحبِ تقویٰ، پرہیزگار شخص تھے آپ کی تصنیفات میں سے تہذیب المنطق فارسی منظوم، اور کتاب ہدایۃ المسلمین بھی ہے۔

بنارس سے نرائن کالج میں شعبہ عربی کے صدر مدرس تھے پھر استعفار دیکر عبادت گذاری میں لگ گئے۔ ۱۲۷۴ھ (بارہ سو چوہتر ہجری) میں ستر سال کی عمر میں وفات ہوئی، اور شاہ زادگانِ بنارس کے قبرستان فاطمان باغ میں مدفون ہو گئے۔

(۲۷۵-۱۵) سید عبدالاول زیدپوری

ولد علاء الحسینی۔ آپ کے باپ دادا زید پور ضلع جونپور کے رہنے والے تھے وہ لوگ دکن چلے گئے تھے سید عبدالاول صاحب کی پیدائش دکن ہی میں ہوئی اور اسی جگہ تحصیل علوم کیا۔ سید محمد گیسو دراز کی اولاد سے مرید ہوئے تھے، عقلی، نقلی، رسمی اور حقیقی تمام علوم کے جامع تھے اور اکثر علوم میں تصنیف بھی فرمائی۔ فیض الباری شرح صحیح البخاری، رسالہ فرائض منظوم، نفس کی تحقیق میں ایک فارسی رسالہ، کتاب سفرالسعادت کا انتخاب آپ کی مشہور تصنیفات ہیں اس کے علاوہ اکثر کتابوں پر حواشی و تعلیقات بھی لکھی، آخری عمر میں خان خاناں محمد بیرم خاں نے آپکو دہلی بلالیا تھا۔ سنہ ۹۶۸ھ (نوسو اڑسٹھ ہجری) میں رحمت الٰہی سے جاملے۔

(۲۷۶-۱۶) خواجہ عبدالباقی باقی باللہ دہلوی

نقشبندی، وقت کے امام اور زمانہ کے مقتدیٰ کمالات ظاہر و باطن کے جامع، زاہد، متقی، خصائل حمیدہ سے موصوف اور عمدہ خصلتوں کا خزینہ تھے، شروع میں کابل سے سمرقند تشریف لے گئے۔ علوم فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ کے حاصل کرنے کے بعد خواجہ محمد امکنگی سے مرید ہو گئے جو کہ خواجہ درویش محمد وادھ کے خلیفہ تھے۔ باطنی کمالات کی تکمیل کرنے کے بعد خرقۂ خلافت سے شرف اندوز ہوئے اور پھر دہلی میں جلوہ افروز ہو کر طلبہ کو درس دینے اور اہل معرفت کو تلقین کرنے میں مشغول ہو گئے، نہایت کم کھاتے بہت کم سوتے اور بہت کم بولا کرتے تھے عشاء کی نماز کے بعد سے تہجد کی نماز ختم کرنے تک دو مرتبہ قرآن مجید ختم کرتے تھے۔ آپ کے عظیم خلفاء میں سے مولانا شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ہیں۔ ۲۵ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۰۱۲ھ (ایک ہزار بارہ ہجری) میں دہلی میں رحلت فرمائی اور قدم رسول کے متصل بھیلیوں کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

(۲۷۷-۱۷) مولوی عبدالباسط بن مولوی رستم علی قنوجی

حدیث، تفسیر، اصول فروع

میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ایک تفسیر ذوالفقار خانی نام کی لکھنی شروع کی تھی کہ اس کی تکمیل سے پہلے ہی جوارِ رحمت کا منادی آپہنچا اور آپ واصل بحق ہو گئے، آپ کی تصنیفات میں سے ایک کتاب عجیب البیان فی علوم القرآن بھی ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۲۷۸-۱۸) مولوی عبد الباسط فرنگی محلی

ولد مولوی عبد الرزاق ولد مولوی جمال الدین احمد۔ درسی کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھکر فارغ ہوئے اور قرآن مجید کا حفظ کرلیا، جوان، صالح، عبادت گذار شخص تھے، مولوی عبد الوالی سے سلسلۂ بیعت قائم کیا تھا، نواب نظام حیدر آباد کی سرکار سے چار سو روپیہ ماہانہ پر ملازم ہو گئے تھے لیکن عین جوانی کی حالت میں ۱۲۹۵ھ کی بائیسویں ذی الحجہ کو باغ رضوان میں تشریف لے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

(۲۷۹-۱۹) مولوی عبد الجامع فرنگی محلی

ولد مولوی محمد نافع بن مولانا عبد العلی بحر العلوم، کتب درسیہ کی تحصیل کر چکے تھے مگر ناداری کی وجہ سے درس و تدریس کا موقع نہیں مل سکا، حیدر آباد دکن گئے اسی جگہ بتاریخ ۲۳ ماہ شوال ۱۲۷۲ھ (بارہ سو بہتر ہجری) میں وفات پاکر مولوی محمد غضنفر کی قبر کے پہلو میں دفن ہوئے۔

(۲۸۰-۲۰) مولوی شیخ عبد الجلیل سندیلی

ولد حافظ نوازش علی ولد بشارت علی۔ ماہ ذی الحجہ ۱۲۷۳ھ میں پیدا ہوئے، قرآن مجید پہلے حفظ کر کے صرف و نحو کی مختصر کتابیں اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں پھر مولوی حافظ شوکت علی سندیلی اور مولوی سید محمد علی ردولوی اور مولوی محمد کمال عظیم آبادی، مولوی حکیم عبد الحمید عظیم آبادی اور مولوی مقیم الدین ساکن کوٹ ممریز (جو ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے مضافات میں سے ہے) اور حکیم عبد العلی لکھنوی کی خدمت میں درسی علوم کی تکمیل کی اس وقت مدرسہ شوکۃ الاسلام سندیلہ میں مدرس ہیں۔ طالب علمی کے زمانے

سے آج تک طلبہ کو پڑھانے میں مشغول ہیں۔ رسالہ ہدایۃ الکبریٰ لاانتقال الدوار من درجۃ الی الاخریٰ۔ اور رسالہ البرق الخاطف فی علوم النبض والمعارف، اور رسالۃ الشہاب الثاقب علیٰ منکری رویۃ اللہ الواجب آپ کی تصنیفات میں سے ہیں۔ اللہ آپ کو زندہ سلامت رکھے۔

دوکوھی: جالندھر کے آس پاس ایک قصبہ" دوکہ" ہے اسی کیطرف نسبت ہے۔

شوکۃ الاسلام: ایک مدرسہ ہے جسے رئیس سندیلہ حافظ محمد شوکت نے سندیلہ قصبہ میں بنایا ہے، اساتذہ وطلبہ پر بہت زیادہ پیسے خرچ کرتے ہیں۔ اللہ انکو جزاء خیر دے۔

(۲۸۱-۲۱) سیّد عبدالجلیل بلگرامی

ابن سید احمد حسینی واسطی۔ آپ کی ولادت قصبہ بلگرام میں ۱۳ شوال ۱۰۷۱ھ (ایک ہزار اکہتر ہجری) میں ہوئی۔ معقولات و منقولات کا علم مولانا غلام نقشبند لکھنوی سے حاصل کرکے اپنے ہمسروں میں فوقیت لے گئے۔ حدیث پاک کی سند سید مبارک محدث بلگرامی سے حاصل کی جوکہ شیخ نورالحق کے شاگرد تھے، علم تفسیر، حدیث، تاریخ، لغت ادب اور عربی، فارسی، ترکی، ہندی زبانوں میں شعرگوئی میں پوری مہارت رکھتے تھے اور ان تمام زبانوں میں عمدہ تصنیفات اور پرمغز تالیفات آپ کی یادگار ہیں۔ بخشی گری اور سوانح نگاری کے عہدے پر اورنگ زیب کے زمانہ سے فرخ سیر کے دور تک سرفراز رہے۔

۱۱۱۱ھ (گیارہ سو گیارہ ہجری) میں جب بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے قلعہ ستارہ کو فتح کیا تو میر عبدالجلیل موصوف نے ایک رات میں گیارہ تاریخی قطعے اس فتح کی تقریب میں کہے اور ایک رسالہ مرتب کیا جس کے دو نام رکھے اور ہر نام سے فتح کی تاریخ برآمد ہوتی تھی۔ (۱) گل زار فتح شاہ ہند ۱۱۱۱ھ (۲) طوی نامہ فیروزی شاہ عالمگیر ۱۱۱۱ھ

اور جب اس رسالہ کو حضور عالمگیر بادشاہ کو پیش کیا تو اس نے بہت انعام اور اعزاز سے نوازا۔ اس رسالہ میں صنعت استنباط کے طور پر بھی تاریخیں کہی ہیں۔ ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے ان میں سے دو تاریخیں ایک عربی اور ایک فارسی میں جن دونوں کی صنعت ایک

ہدیہ پیش کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیں :

لَمَّا توجّہ سلطانُ الانامِ اِلیٰ — رَبِّ السَّمٰوٰتِ فی تائیدِ اِسلامِ

جب سلطان وقت نے رب السموات کیطرف — اسلام کی تائید میں توجہ کی ،

اَقَرَّ ابہامہٗ فی اَصْلِ خنصرہٖ — بوِرْدِ یا قادرًا افتاحِ اکبامِ

تو اپنے انگوٹھے کو چھوٹی انگلی کی جڑ میں لگا کر — یہ وظیفہ پڑھا اے قادر غنچوں کو کھلانیوالے

فصارَ حِیْنَ افتتاح الاسم مفتتحًا — حِصْنًا لِمَنْ عَبَدُوا اَحجارَ اَصْنامِ

پس ورد کے شروع کرتے ہی اس قلعہ کو فتح کرلیا — جو بت کے پتھروں کے پجاریوں کا تھا

نظرتُ فی اَلِفاتٍ وَہِیَ اَرْبعۃٌ — من فوق ابہامہٖ من غیر ابہامِ

تو میں نے انگوٹھے کے اوپر چار انگلیوں سے — بنے ہوئے چار الفوں کو دیکھا (جنکی گنتی ۱۱۱۱ ہوئی)

وَجَدْتُہُنَّ لِعامِ الفتح حینئذٍ — رقیمًا علیٰ سَنَۃٍ من مدِّ ابہامِ

اس وقت میں نے انگوٹھا کو تاننے کی وجہ سے — ۱۱۱۱ھ ہجری پائی جو کہ فتح کا سال ہے

اَللّٰہ تلک ید بیضاء قد ترعت — للناظرین فیا للمعجز السامی

بخدا اس روشن ہاتھ نے تو دیکھنے والوں — کے سامنے پانی کا دہانہ کھول دیا کیا ہی اونچا معجزہ ہے

ھٰذا البدیع من التاریخ انشأہٗ — عبد الجلیل بتائیدات الہامِ

یہ انوکھی تاریخ گوئی عبد الجلیل نے — الہام کی مدد سے نکالی ہے ۔

شعر فارسی میں تاریخ گوئی ؎

چو شہ ابہام زیر خنصر آورد — بورد اسم اعظم در شمارہ

جب بادشاہ نے انگوٹھا خنصر کے نیچے کرلیا — گننے میں اسم اعظم کے ورد کے ساتھ

قلاع کفر شد مفتوح فی الحال — ز تیغ او عدو شد پارہ پارہ

کفر کے قلعے فوراً کھل گئے فتح ہوگئے — اس کی تیغ سے دشمن ٹکڑے ٹکڑے ہوا

زانگشتان شہ بر مدِّ ابہام — برابر چار الف کردم شمارہ

بادشاہ کی انگلیوں سے انگوٹھے تاننے پر — میں نے چار الف کو شمار کرلیا

بعینہ بود شکل سال ہجری	پئے تاریخ تسخیر ستارہ
جو بعینہ سال ہجری لکھنے کی شکل تھی	(یعنی ۱۱۱۱ھ) قلعہ ستارہ کے تابع بنانیکی تاریخ کیلئے
چنیں تاریخ گفتن اختراعی است	شد از عبدالجلیل ایں آشکارہ
اس طرح تاریخ بیان کرنا ایک ایجاد ہے	جو عبدالجلیل سے ظاہر ہوئی

سید عبدالجلیل موصوف کی وفات :- ۲۳ ربیع الآخر ۱۱۳۸ھ میں بمقام دہلی ہوئی۔ سید غلام علی آزاد حسان الہند نے آپ کی تاریخ وفات اس آیت کریمہ سے برآمد کی " لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ " ۱۱۳۸ھ

(۲۸۲-۲۲) مولوی عبدالحق رامپوری

ملا محمد عمران رام پوری کے لڑکے اور انھیں کے شاگرد تھے۔ ملک دکن میں ۱۲۹۲ھ (بارہ سو بانوے ہجری) میں فوت ہوئے۔

(۲۸۳-۲۳) شیخ عبدالحق دہلوی

ولد سیف الدین بن سعد اللہ بن الزک دہلوی بخاری۔ کنیت ابوالمجد تھی۔ ماہ محرم ۹۵۸ھ (نوسو اٹھاون ہجری) میں پیدا ہوئے۔ "شیخ اولیاء" ۹۵۸ھ تاریخ ولادت ہے۔ سن شعور کو پہونچتے ہی اللہ کی اطاعت اور علم کی طلب پر کمربستہ ہو گئے اور بالغ ہونے سے پہلے ہی اکثر دینی علوم کو حاصل کر چکے تھے۔ بائیس سال کی عمر میں تمام کمالات و فضائل سے فراغت ہو گئی اور قرآن شریف حفظ کر ڈالا۔ الحاصل فقیہ و محدث کے ساتھ سلف کے باقی ماندہ اور آنے والی نسل کے لئے حجت، ظاہری و باطنی علوم کے جامع شخص قرار پائے، ملک ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت انھیں کے فیض سے جاری ہوئی، خداداد مقبولیت حاصل تھی۔ سمجھ دار، صاحب علم حضرات نے ان پر کوئی گرفت نہیں کی، نوجوانی کے عالم میں حرمین شریفین کیطرف متوجہ ہوئے اور وہاں کے بڑے بڑے علماء سے علم حدیث کو حاصل کیا خصوصًا شیخ عبدالوہاب متقی شاگرد و خلیفہ شیخ علی متقی سے علم حدیث کی تکمیل کر کے

اعلیٰ مرتبہ پر پہونچے، پھر مکمل خیر و برکات کے ساتھ وطن واپس ہوئے اور علم کی اشاعت اور طلبہ کی نفع رسانی میں مشغول ہو گئے چونکہ آپکی طبیعت موزون تھی اس لئے شعر بھی کہتے تھے اور شعر میں حقی تخلص رکھتے تھے آپ کے اشعار کی تعداد پانچ لاکھ کے قریب پہونچی ہے

سلوک :۔ شروع میں شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی سے اختلاف رکھتے تھے مگر بعد میں آپ کا خیال بدل گیا اور تصفیہ باطن میں مشغول ہوئے اور سلسلۂ قادریہ میں شیخ موسیٰ قادری سے بیعت ہو گئے۔

وفات :۔ آپ کی وفات ۱۰۵۲ھ (ایک ہزار باون ہجری) دہلی میں ہوئی اور قطب صاحب کے مقبرہ میں حوض شمسی کے کنارے دفن ہوئے، وہیں پر آپ کا مزار مبارک ہے "فخر العلماء" تاریخ وفات ہے۔
۱۰۵۲ھ

تصنیفات :۔ کہتے ہیں کہ آپ کی تصنیفات چھوٹی بڑی ملا کر سو سے زیادہ ہیں، اور اس قدر مفید ہیں کہ ہمارے زمانہ کے علماء ان پر فخر کرتے اور اپنا دستور العمل بناتے ہیں ان میں سے چند مشہور کتابوں کے نام یہ ہیں۔ لمعات[1] مشکوٰۃ المصابیح کی عربی شرح اشعۃ[2] اللمعات مشکوٰۃ کی فارسی شرح۔ شرح[3] سفر السعادت۔ شرح[4] فتوح الغیب۔ مدارج[5] النبوۃ۔ شرح[6] اسماء رجال بخاری۔ اخبار[7] الاخیار۔ جذب[8] القلوب۔ زبدۃ[9] الآثار۔ جامع[10] البرکات مرج[11] البحرین۔ زاد[12] المتقین۔ فتح[13] المنان فی مناقب النعمان۔ ماثبت[14] بالسنۃ۔ حلیہ[15] سید المرسلین۔ چہل[16] رسالہ

بخاری :۔ شاہ عبدالحق صاحب کے آباء و اجداد بخارا کی سرزمین سے دہلی وارد ہوئے تھے اس لئے نسبت میں آپ کو بخاری بھی کہا جاتا ہے۔

(۲۸۴ - ۲۴) مولوی عبدالحق بنارسی

ولد مولوی فضل اللہ، قصبہ نیوتنی مضافات لکھنؤ کے رہنے والے تھے لیکن بنارس کو وطن بنا لیا تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے

جا الملک ہے۔ ۱۲۰۶ھ (بارہ سو چھ ہجری) میں ولادت ہوئی، لفظ "فضل رسول" سے تاریخ ولادت برآمد ہوتی ہے۔ بچپن ہی سے آپ کے حق پژوہ دل میں حدیث شریف پڑھنے کا شوق موجزن تھا اس بنا پر کمر ہمت کس کر دہلی روانہ ہوگئے اور مولانا عبدالقادر یا مولانا اسمٰعیل شہید کے سبق میں شریک ہوگئے اس کے بعد ملک یمن کے صنعاء شہر میں پہونچکر قاضی محمد بن علی الشیوکانی سے قرآن و حدیث کی سند حاصل کی جس کا نام اتحاف الاکابر فی اسناد الدفاتر ہے اور اپنے ہمعصروں اور ہمعمروں میں فائق ہوگئے۔

لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے بیت اللہ شریف کا سات حج کیا جس میں سے ایک سید احمد رائے بریلوی اور مولانا محمد اسمٰعیل دہلوی کی معیت میں ہوا، آخری حج کے دوران بمبئی میں ۱۲۸۶ھ بعمر اسی سال رحلت فرما کر مسجد الخیر میں مدفون ہوئے۔ "ففضل رسول" مادہ تاریخ وفات ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔ آپ ترکِ تقلید پر عامل تھے۔

تصنیفات:- آپ کی ایک مشہور تصنیف ہے "الدر الفرید فی المنع عن التقلید" اس کا رد مولانا تراب علی لکھنوی نے مولوی عبدالقادر سندیلی کے نام سے لکھا ہے اس کا نام اسوار الطریق ہے۔ مولوی جلال الدین احمد، اور مولوی حمید الدین احمد جو گورنمنٹ کالج بنارس کے پرنسپل اور دوسرے وہاں کے استاد ہیں، آپ ہی کے شاگرد ہیں۔

(۲۸۵-۲۵) مولوی عبدالحق خیرآبادی

اپنے والد مولوی فضل حق خیرآبادی کے شاگرد تھے، علم معقول میں اپنے وقت کے سرتاج علماء تھے، نواب رام پور کے دربار میں بڑے اعزاز سے زندگی بسر کرتے تھے۔ آپکی تصنیفات میں سے غلام یحییٰ کا حاشیہ، تسہیل الکافیہ، شرح ہدایۃ الحکمۃ، میرزاہد برامور عامہ کی شرح جواہر غالیہ چھپ کر خوب پھیلی ہیں۔ اللہ آپ کو زندہ سلامت رکھے۔

ع؎ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ تصحیف ہے، وفات منیٰ میں اور دفن مسجد خیف میں ہوئے۔ دیکھو التاج المکلل اور نزہۃ الخواطر ص ۲۴۸/۷ ۔مترجم (زین العابدین الاعظمی)

(۲۸۶-۲۶) ملا عبد الحکیم سیالکوٹیؒ

علامہ زماں، ہم عمروں کے سردار، مولانا کمال الدین کشمیری کے شاگرد، اور حضرت علامہ امام ربانی شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے استاد بھائی تھے۔ حضرت مجدد صاحب کے ساتھ پختہ عقیدت رکھتے تھے اور حضرت مجدد صاحب آپ کو پنجاب کا آفتاب کہا کرتے تھے جہانگیر ولد اکبر بادشاہ کے زمانہ میں اپنے وطن سیالکوٹ کے اندر طلبہ کو درس دینے اور فائدہ پہنچانے میں مصروف تھے، جس وقت شاہ جہاں ولد جہانگیر تخت شاہی پر بیٹھا اور اس کی طرف سے علماء و فضلاء کی قدر دانی کی شہرت اطراف عالم میں پہونچی تو ملا موصوف بھی سلطنت عالیہ کے آستانہ تک آکر انعام و اکرام کے فخر کے ساتھ مشرف ہوئے اور شاہ جہاں نے ملا صاحب کی بہت قدر کی دو مرتبہ آپ کو چاندی سے تول کر کل روپیہ آپ کے حوالہ کیا دونوں مرتبہ چھ ہزار چھ ہزار روپئے ہوئے۔ اس کے علاوہ چند دیہات آپ کو معافی میں دیئے، ملا صاحب پوری عمر تصنیف و تدریس میں مشغول رہے۔ مشہور ہے بادشاہ وقت کی طرف سے ماہانہ ایک لاکھ روپیہ آپ کو ملتا تھا۔ یہاں تک کہ ۱۶ ربیع الاول ۱۰۶۷ھ میں آپ جاں بحق ہو گئے اور قصبہ سیالکوٹ ہی میں مدفون ہوئے۔

تصانیف:۔ آپکی بہت سی تصنیفات میں سے کچھ مشہور اور مفید تصنیفوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ (۱) حاشیہ تفسیر بیضاوی، (۲) تکملہ حاشیہ عبد الغفور بر فوائد ضیائیہ، (۳) غنیۃ الطالبین کا فارسی ترجمہ (۴) تلویح کے مقدمات اربعہ کا حاشیہ، (۵) مطول کا حاشیہ (۶) شرح مواقف کا حاشیہ (۷) شرح عقائد تفتازانی کا حاشیہ (۸) شرح عقائد دوانی کا حاشیہ (۹) شرح عقائد خیالی کا حاشیہ (۱۰) شرح شمسیہ قطبی کا حاشیہ (۱۱) شرح مطالع کا حاشیہ (۱۲) الدر الثمینہ فی اثبات الواجب تعالیٰ (۱۳) شرح حکمۃ العین کا حاشیہ (۱۴) میبذی کی شرح ہدایۃ الحکمۃ کا حاشیہ (۱۵) مراح الارواح کا حاشیہ۔

(۲۸۷-۲۷) مولوی عبد الحکیم لکھنوی

ولد مولوی عبد الرب بن بحر العلوم

مولانا عبدالعلی صاحب ابن ملا نظام الدین بن ملا قطب الدین سہالوی۔ مختصر و متوسط درسی کتابیں اپنے والد ماجد مولوی عبدالرب صاحب اور مولوی دائم صاحب سے، اور مطول کتابیں مولوی نورالحق مرحوم سے پڑھیں۔ شب و روز تعلیم و تدریس میں مشغول رہتے، صلاح و تقویٰ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بناتے ہوئے تھے، شب بیداری اور یاد الٰہی میں گذر کرتے تھے اور اپنی پوری ہمت طالبان علوم کی خدمت اور مسافروں کی خبر گیری میں صرف کرتے تھے، بھوکوں کو کھلانے میں مشہور تھے، خلاصہ یہ ہے کہ ہر قسم کے کمالات کے جامع تھے۔ بیعت کا سلسلہ شاہ نجابت اللہ صاحب کرسوی سے رکھتے تھے۔

اس راقم السطور کو آپ کی صحبت سے بہرہ یابی ۱۲۶۴ھ میں لکھنؤ میں حاصل ہوئی نہایت خلیق اور مسافر نواز پایا۔

وفات :- ۲۴ صفر پنجشنبہ ۱۲۸۸ھ کو جان بحق ہوئے "وان موت الاعلم موت العالم" سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔

(مترجم) اس مادہ کے اعداد (۱۲۹۳) نکلتے ہیں شاید کوئی حرف غلط ہو گیا ہو۔ اگر واؤ کو حذف کر دیا جائے "ان موت الاعلم موت العالم" کہا جائے تو (۱۲۸۷) ہوگا اب ایک عدد کم رہے گا۔ واللہ اعلم۔

باقیات :- اپنے پیچھے دو لڑکے چھوڑے مولوی عبدالحلیم، اور مولوی محمد نعیم جو دونوں عالم اور اپنے آباء کے نقش قدم پر ہیں۔

کتب :- (۱) کافی کی فارسی شرح (۲) تفسیر بسم اللہ (۳) دقائق الحقائق کا فارسی ترجمہ (۴) حمد اللہ کا حاشیہ (۵) شرح دائر الوصول الی علم الاصول (۶) شرح ہدایہ آخرین (۷) فارسی میں شرح چہل کاف (۸) شرح رسالہ نظامیہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی تفصیل ہے۔ (۹) مجرد علم صرف میں (۱۰) زبدۃ النحو (۱۱) حاشیہ تفسیر بیضاوی، (۱۲) شرح رسائل الارکان (۱۳) میر زاہد ملا جلال کا حاشیہ منطق میں (۱۴) شرح عقائد

جلالی کی شرح کمال پر حاشیہ (۱۵) جدول الصرف فارسی میں (۱۶) جدول النحو فارسی میں،
یہ سب آپ کی باقیات الصالحات میں اعلیٰ یادگار ہیں۔

(۲۸۸-۲۸) مولوی عبد الحلیم فرنگی محلی

ولد مولوی امین اللہ بن مولوی محمد اکبر بن مفتی احمد ابو الرحم بن مفتی محمد یعقوب بن ملا عبد العزیز بن ملا محمد سعید بن ملا قطب الدین الشہید السہالوی ۱۱ شعبان ۱۲۳۹ھ (بارہ سوانتالیس ہجری) مقام لکھنؤ میں پیدا ہوئے دس سال کی عمر میں حفظ قرآن سے فارغ ہو کر درسی علوم کی تحصیل کی کمر ہمت کسی، اپنے والد بزرگوار مولوی محمد امین اللہ و دیگر علمائے فرنگی محلی، مفتی ظہور اللہ، مفتی محمد اصغر، مولوی نعمت اللہ، مفتی محمد یوسف سے علم حاصل کر کے خاندان قطبیہ شہید کی تمام مروج درسی کتابیں پڑھکر فارغ ہوئے، متبحر عالم، عقلی ونقلی علوم کے جامع، فرعی واصلی فنون پر حاوی ہوگئے اور مسند درس و تدریس کو مزین فرمادیا۔ ۱۲۶۰ھ میں علاقہ بندیل کھنڈ کے شہر باندہ کے مدرسہ میں مدرس ہوئے جہاں کے رئیس نواب ذوالفقار الدولہ بہادر، علماء وفضلاء کی قدردانی میں مشہور تھے آپ کا بھی خوب اعزاز ہوا اور عرصہ تک وہاں رہنے کے بعد اپنے وطن لکھنؤ واپس آکر ایک سال رک کر شہر جونپور میں قدم رنجہ فرمایا۔ یہاں ایک نئے سیٹھ حاجی امام بخش نے جو جونپور کے رؤساء میں سے تھے مدرسہ امامیہ حنفیہ اپنے نام سے قائم کیا تھا انھوں نے مولوی صاحب موصوف کو اپنے یہاں مدرس رکھا جہاں نو برس تک آپ نے تعلیمی خدمت انجام دی اور جہان کو آپ کے علم سے نفع پہونچا۔

۱۲۷۶ھ میں وطن لوٹ کر مولوی عبد الوالی قادری فرنگی محلی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ ۱۲۷۷ھ ہجری میں حیدرآباد تشریف لے گئے یہاں پر علماء کی قدردانی میں مشہور اور اوصاف حمیدہ میں مذکور شخصیت سید تراب علی خاں سالار جنگ مدار المہام نے آپکو مدرسہ نظامیہ کا مدرس مقرر کیا، لکھنؤ سے حیدرآباد جاتے ہوئے عین راستہ پر

مقام ریاواں واقع تھا جہاں اس راقم الحروف کی رہائش تھی آپ نے اس بندہ ناچیز کی ذرہ نوازی فرماکر غریب خانہ کو قطبیہ کی نسل کے نور سے منور فرمایا۔

اس وقت آپ کے صاحبزادہ محترم مولوی عبدالحی لکھنوی بچے تھے اور آپ سے قطبی پڑھتے تھے پھر بارہویں صدی ہجری کے ۷۹ سال بعد حیدرآباد سے رخصت ہوکر حرمین شریفین کے عزم سے روانہ ہوئے اور اس بابرکت دیار کے علماء و مشائخ کی خدمت میں باریاب ہوکر استفادہ کیا ان بزرگوں میں سے مکہ معظمہ کے اندر مولانا محمد جمال حنفی اور احمد بن زین دحلان شافعی سے اجازت اور علم حدیث کی سند حاصل کی اور کچھ دوسرے معقول و منقول علوم کو حاصل کرکے مدینہ طیبہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور وہاں کے اکابر سے فیوض و برکات اور مختلف علوم کی بھی سند حاصل کی چنانچہ شیخ الدلائل مولانا علی مدنی سے دلائل الخیرات کی سند حاصل کی اور مولانا محمد بن محمد العرب الشافعی مدرس مسجد نبوی سے حدیث و تفسیر وغیرہ کی سند اور مولانا عبدالغنی بن مولانا ابوسعید مجددی دہلوی وارد مدینہ منورہ سے بھی حدیث و تفسیر و فقہ وغیرہ کی سند، اور مولوی عبدالرشید بن مولانا احمد سعید مجددی دہلوی وارد مدینہ منورہ سے بھی حدیث و تفسیر و فقہ وغیرہ کی سند اور مولوی عبدالرشید بن مولانا احمد سعید مجددی دہلوی سے قصیدہ بردہ اور حزب البحر کی سند سے مالامال ہوئے ۱۲۸۲ھ میں حیدرآباد کو رونق بخشی اور حکومت نظامیہ کی عدالت کے منصرم مقرر ہوئے پھر سال ہجری کے ۱۲۸۳ھ (بارہ سو تراسی) سال میں رخصت ہوکر وطن مالوف تشریف لاکر اپنے صاحبزادہ مولوی عبدالحی مرحوم کے عقد نکاح کی سنت کو ادا کیا۔ ۱۲۸۴ھ میں حیدرآباد کا سفر جمادی الثانیہ میں کیا جو کہ درحقیقت سفر آخرت ثابت ہوا کیوں کہ اسی سال ماہ شعبان میں عدالت کے کاموں میں مصروف تھے کہ ماہ صفر ۱۲۸۵ھ تپ دق اور مرض سل میں مبتلا ہوئے اور ۲۹ ر ویں شعبان المعظم ۱۲۸۵ھ میں طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور جنت کی شاخ نشیمن کو آشیانہ بنالیا اور حسب وصیت دکن کے ایک بڑے ولی، شاہ یوسف

قادری کی قبر کے پائینتی میں مدفون ہوئے، شعراء وقت نے بہت سے قصیدہ مرثیت کہے جن میں آپکی تاریخ وفات کا مادہ نکالا ہے از انجملہ مولوی عبدالرحمن صاحب گنجی نے یہ کہا ہے

العالم والعارف باللہ تعالیٰ — قد مر الی اللہ بحمد و ثناء

اللہ تعالیٰ کا جاننے والا عارف اللہ کی — طرف حمد و شکر کرتے چلا گیا

الھمت بعالم المتوفی بیقین — قد شرفہ اللہ بقصی ولقاء

۱۲۸۵ھ

(آخری ہمزہ کو الف شمار کریں۔ مترجم)

(۲) واقف راہ خدا مولوی عبدالحلیم ۱۲۸۵ھ (۳) غفرہٗ ۱۲۸۵ھ

تصنیفات عالیہ:۔ حاشیہ میر زاہد رسالہ کا حل التحقیقات المرضیہ، شرح سلم ملا حسن کا حاشیہ القول الاسلم، کشف[۳] المکتوم حاشیہ بحر العلوم، القول[۴] المحیط فیما یتعلق بالجعل المولف والبسیط، حل[۵] العاقد فی شرح العقائد، التعلیق[۶] الفاصل فی مسئلۃ النہر المتخلل، معین[۷] الغائصین فی رد المغالطین، الایضاحات[۸] لمبحث المخلطات، کشف[۹] الاشتباہ فی شرح السلم لحمد اللہ، البیان[۱۰] العجیب فی شرح ضابطۃ التہذیب، کاشف[۱۱] الظلمۃ فی اقسام الحکمۃ، العرفان[۱۲] (در منطق) نظم[۱۳] الدرر فی سلک شق القمر، التحلیۃ[۱۴] شرح التسویہ مولفہ شیخ محب اللہ الہ آبادی، نور[۱۵] الایمان فی آثار حبیب الرحمن، برکات[۱۶] الحرمین، ایقاد[۱۷] المصابیح فی صلوٰۃ التراویح، الالمام[۱۸] فی تحقیق الدعاء، غایۃ[۱۹] الکلام فی بیان الحلال والحرام، خیر[۲۰] الکلام فی مسائل الصیام، القول[۲۱] الحسن فیما یتعلق بالنوافل والسنن، عمدۃ[۲۲] التحریر فی مسائل اللون واللباس والحریر، قمر[۲۳] الاقمار حاشیہ نور الانوار حاشیہ[۲۴] نفیسی شرح موجز، الاقوال[۲۵] الاربعہ۔ اور دوسری کتابیں جیسے ہدایہ کا حاشیہ، بدیع المیزان کا حاشیہ قدیمہ کا حاشیہ جو ناتمام رہ گیا ہے کیونکہ موت نے پورا کرنے کا موقع نہیں دیا۔ اللہ آپ کی روح کو معطر رکھے۔

(۲۹-۲۸۹) مولوی عبدالحمید خاں رام پوری

ولد ملا غفران رام پوری۔ اپنے

بھائی ملا محمد عمران اور مولوی ارشاد حسین رام پوری سے علم کی دولت حاصل کر کے طلبہ کے درس افادہ میں مشغول ہوئے، ابھی آپ زندہ سلامت ہیں ۱۲۹۸ھ میں مولوی حافظ شوکت علی رئیس سندیلہ سے ملاقات کرنے کی غرض سے سندیلہ میں قدم رنجہ فرمایا تھا۔

(۲۹۰-۳۰) مولوی عبد الحمید بدایونی

ولد مولوی محمد سعید بدایونی ۱۱۵۲ھ (گیارہ سو باون ہجری) میں پیدا ہوئے، اپنے بڑے بھائی مولوی محمد لبیب سے علوم متداولہ حاصل کر کے شرف بیعت حضرت شاہ سید آل احمد قادری مارہروی قدس سرہٗ سے حاصل کر کے کامل و مکمل ہوئے، ۱۲۳۵ھ (بارہ سو پینتیس ہجری) میں رحلت فرمائی۔ روح اللہ روحہٗ۔

(۲۹۱-۳۱) مولوی عبد الحی دہلوی

آپ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہٗ کے شاگرد اور داماد تھے اور سید احمد مجاہد رائے بریلوی کے معاون خاص تھے، فقہ حنفی میں کامل دستگاہ تھی، نکاح ایامیٰ اور متفرق فتاویٰ ان کی تالیفات میں سے ہیں۔ ۸ شعبان بروز اتوار ۱۲۴۳ھ بعارضہ بواسیر وفات ہوئی۔

(۲۹۲-۳۲) مولوی عبد الحی فرنگی محلی

ولد مولوی عبد الحلیم ولد مولوی محمد امین اللہ جو کہ ملا قطب الدین سہالوی کے اولاد امجاد میں سے ہیں، آپ کی کنیت ابو الحسنات ہے۔ قصبہ باندہ میں ۱۲۶۴ھ کے ذی قعدہ کے آخری عشرہ میں پیدائش ہوئی، پانچ سال کی عمر سے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا دس سال کی عمر میں اس سے فارغ ہوئے اور جامع مسجد جونپور میں پہلی محراب سنائی۔ گیارہ سال کی عمر میں اپنے والد محترم سے علوم مروجہ حاصل کرنا شروع کیا اور سترہ سال کی عمر میں فارغ ہو کر استاذ کے پہلو میں طلبہ کو فائدہ پہنچانے میں مشغول ہو گئے، علم ریاضی کی کتابیں مولوی نعمت اللہ فرنگی محلی سے پڑھیں جو کہ اپنے زمانہ میں اس فن کے

نہایت ماہر استاد بھی تھے اور مولوی عبدالحی صاحب کے والد محترم کے ماموں بھی تھے، علم ریاضی حاصل کر کے اپنے والد محترم مولوی عبدالحلیم صاحب کے ساتھ حیدرآباد جاتے وقت مقام ریوان میں اس راقم الحروف کو آپ کے دیدار سے خوشی ہوئی اس وقت اگرچہ آپ صغیر السن تھے لیکن طبیعت کی ذکاوت اور حافظہ کی عمدگی آپکی پیشانی سے چمکتی تھی۔ دو دفعہ حرمین شریفین کی زیارت کا شرف بھی آپ کو ملا۔ ایک دفعہ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ۱۲۷۹ھ (بارہ سو اناسی ہجری) میں اور دوسری دفعہ ۱۲۹۲ھ (بارہ سو بیانوے ہجری) میں اس بار مکہ معظمہ کے شیخ الشافعیہ سید احمد دحلان سے آپکو ان کی تمام مرویات کی اجازت حاصل ہوئی۔ اسی طرح آپ کو اپنے والد محترم سے بھی تمام مرویات کی سند و اجازت حاصل تھی۔

ایک جہاں آپ کے درس و تعلیم سے فیضیاب ہوئے اور بہت سے فاضلان روزگار آپ کے دامن تربیت سے باکمال بن کر نکلے کیونکہ آپ بہت زیادہ تدریس و تصنیف میں مشغول رہتے تھے اور آپ کے علمی مرتبہ کا شہرہ آپکی زندگی میں اطراف عالم پر چھا گیا تھا بلکہ آپ علوم میں مجددیت کے درجہ کے قریب پہونچ گئے تھے۔

انتیسویں (۲۹) ربیع الاول ۱۳۰۴ھ ہجری دوشنبہ کو رات کے وقت مرگی کے عارضہ سے اس جہاں رنگ و بو کو لکھنؤ میں چھوڑ کر خلد آشیاں ہو گئے اور لکھنؤ کی سرزمین ہی میں مدفون ہوئے، آپکی نسل میں ایک دختر نیک اختر صرف تھیں جن کو نظام حیدرآباد کی طرف سے دو سو روپیہ ماہوار ملا کرتا تھا۔

{مترجم: اس طرح آپکی کل عمر انتالیس (۳۹) سال اور چار ماہ ہوتی ہے}

سید عبدالعلی شرفی نے آپ کی تاریخ وفات کہی: "<u>وائے استاد زمان ما برفت</u>" (۱۳۰۴ھ)

اور مولوی محمد سعید عظیم آبادی حسرت نے یہ تاریخ کہی: "<u>شد فرنگی محل ز علم تہی</u>" (۱۳۰۴ھ)

فائق تصنیفات: عمدۃ الرعایہ[۱] حاشیہ شرح وقایہ، مجموعہ[۲] خطب سال تمام، الفلک[۳]

المشحون فی الانتفاع بالمرہون، نزہۃ[۴] الفکر فی سبحۃ الذکر، تحفۃ الطلبہ فی تحقیق مسح الرقبۃ، الرفع[۷] و التکمیل فی الجرح والتعدیل، القول[۸] الجازم فی سقوط الحد بنکاح المحارم، نفع[۹] المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل، الفلک[۱۰] الدوار فی رویۃ الہلال بالنہار، القول[۱۱] المنشور فی ہلال خیر الشہور، الافصاح[۱۲] عن شہادۃ المرأۃ فی الارضاع، تحفۃ[۱۳] النبلاء فی جماعۃ النساء، الکلام[۱۴] الجلیل فیما یتعلق بالمندیل، الاجوبۃ[۱۵] الفاضلۃ للاسولۃ العشرۃ الکاملۃ، الہسہسہ[۱۶] بنقض الوضوء بالقہقہہ، خیر[۱۷] الخبر فی اذان خیر البشر، ساحۃ[۱۸] الفکر فی الجہر بالذکر، النافع[۱۹] الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر، رفع[۲۰] الستر عن کیفیۃ ادخال المیت وتوجیہہ الی القبلۃ فی القبر، طرب[۲۱] الاناما فی تراجم الافاضل، ترویح[۲۲] الجنان تشریح حکم شرب الدخان، ردع[۲۳] الاخوان فی محدثات آخر جمعۃ رمضان، آکام[۲۴] النفائس فی ادار الاذکار فی لسان الفارس، زجر[۲۵] الناس علی انکار اثر ابن عباس، الانصاف[۲۶] فی حکم الاعتکاف، امام[۲۷] الکلام فیما یتعلق بالقرارۃ خلف الامام، غیث[۲۸] الغمام، الآثار[۲۹] المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ، دافع[۳۰] الوسواس فی اثر ابن عباس، رسالہ[۳۱] احکام غیبت (اردو)، فوائد[۳۲] البہیۃ فی تراجم الحنفیۃ، امتحان[۳۳] الطلبۃ فی الصیغ المشکلۃ، التبیان[۳۴] فی شرح المیزان، چہار[۳۵] گل علم صرف میں، خیر[۳۶] الکلام فی تصحیح "کلام الملوک ملوک الکلام" ازالۃ[۳۷] الجمد فی اعراب "الحمد للہ اکمل الحمد" علم نحو میں، ہدایۃ[۳۸] الوریٰ الی لوار الہدیٰ، حاشیہ[۳۹] غلام یحییٰ بر حاشیہ زاہدیہ قطبیہ، مصباح[۴۰] الدجیٰ فی لوار الہدیٰ، نور[۴۱] الہدیٰ لحملۃ لوار الہدیٰ، علم[۴۲] الہدیٰ حل[۴۳] المغلق فی تحقیق المجہول المطلق، الکلام[۴۴] المتین فی تحریر البراہین، میسر[۴۵] العسیر فی مبحث المثناۃ بالتکریر، الافادۃ[۴۶] الخطیرۃ فی بحث نسبۃ سبع عرض الشعیرۃ، التعلیق[۴۷] العجیب لحل حاشیۃ الجلال علی التہذیب، اپنے[۴۸] والد کے حاشیہ نفیسی کا تکملہ، الہدیۃ[۴۹] المختاریۃ شرح الرسالۃ العضدیۃ علم مناظرہ میں، القول[۵۰] الاشرف فی الفتح عن المصحف، زجر[۵۱] ارباب الریان عن شرب الدخان، احکام[۵۲] القنطرۃ فی احکام البسملۃ، غایۃ[۵۳] المقال فی ما یتعلق بالنعال علم فقہ میں، حسرۃ[۵۴] العالم بوفات مرجع العالم۔ اپنے والد کے حالات میں، افادۃ[۵۵] الخیر فی

الاستیاک بسواک الغیر، مقدمۃ الہدایہ، مذیلۃ الہدایہ۔ التحقیق العجیب فی التثویب، تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار، الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ، الکلام المبرور فی رد القول المنصور، ہدایۃ المعتدین فی فتح المقتدین۔ اور اس کے علاوہ مختلف تعلیقات متفرق کتابوں پر، ان سب کے علاوہ تیرہ دوسری کتابیں بھی ہیں جن کا تذکرہ مصنف نے رسالہ نافع کبیر میں کیا ہے۔

باکمال شاگردوں کے اسمار گرامی:۔ مولوی عبدالحی فرنگی محلی سے جن علماء نے سندِ فراغت حاصل کرکے امتیازی حیثیت حاصل کی ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں:

(۱) مولوی عبدالعزیز ساکن بھیرہ ضلع اعظم گڑھ (۲) مولوی بدیع الزماں لکھنوی (۳) مولوی وحید الزماں لکھنوی (۴) مولوی محمد عبدالاحد الہ آبادی (۵) مولوی سید مرتضیٰ شیعی ساکن نونار پارہ ضلع غازی پور (۶) مولوی عبدالباری ساکن نگرنہسہ (۷) مولوی محمد حسین الہ آبادی (۸) مولوی علی حیدر خاں ساکن خالص پور پرگنہ ملیح آباد (۹) مولوی ساکن عبدالکریم پنجابی (۱۰) مولوی بشارت کریم (۱۱) مولوی عبدالغفور سکنۂ رمضان پور (۱۲) مولوی عبدالغنی بہاری (۱۳) مولوی فدا حسین ساکن محی الدین نگر بہار (۱۴) مولوی ابوالحسن مرحوم ترہٹی (۱۵) مولوی عین القضاۃ حیدر آبادی (۱۶) مولوی عبدالعزیز فرنگی محلی (۱۷) مولوی نظام الدین فرنگی محلی (۱۸) مولوی عبدالرحمٰن ساکن صاحب گنج (۱۹) مولوی حافظ محمد شعیب ولایتی (۲۰) مولوی اکبر خاں مرحوم ولایتی (۲۱) مولوی محمد اسحاق ساکن امیٹھی (۲۲) مولوی سلیمان ساکن پھلواری ضلع عظیم آباد (۲۳) مولوی عبدالقادر ولایتی (۲۴) مولوی سید امین نصیر آبادی (۲۵) مولوی محمد ہارون نصیر آبادی (۲۶) مولوی ظہور الاسلام فتحپوری (۲۷) مولوی لطف الرحمٰن عظیم آبادی (۲۸) مولوی مظاہر الحق عظیم آبادی (۲۹) مولوی محمد ابراہیم الہ آبادی (۳۰) مولوی محمد تقی اعظم گڈھی (۳۱) مولوی محمد نذیر لکھنوی (۳۲) مولوی

عـہ حاشیۂ ہدایہ کے مقدمہ کا نام ہی مذیلۃ الدرایہ ہے۔ واللہ اعلم۔ زین العابدین الاعظمی

شیر محمد ولایتی (۳۳) مولوی آزاد خاں مرحوم (۳۴) مولوی عبدالغنی بہاری (۳۵) مولوی محمد لیسین آروی (۳۶) مولوی قادر بخش سہسرامی (۳۷) مولوی محمد حسین نصیر آبادی عرف صاحب میاں (۳۸) مولوی سید محمد رساں کابلی (۳۹) مولوی عبداللہ ساکن چاند پارہ ضلع اعظم گڈھ (۴۰) مولوی ابوالفضل محمد حفیظ اللہ ساکن بندی ضلع اعظم گڈھ (۴۱) مولوی محمد عثمان ساکن چتارہ ضلع اعظم گڈھ (۴۲) مولوی انعام اللہ فرنگی محلی (۴۳) مولوی عبدالماجد بھاگل پوری (۴۴) مولوی قاسم یار ساکن کڑا ضلع الٰہ آباد (۴۵) مولوی سید اعجاز حسین ساکن سونی پت (۴۶) مولوی محمد عثمان ساکن کھنڈا ضلع اعظم گڈھ۔ یہ کل تفصیل کتاب کنز البرکات سے لی گئی ہے جس کو مولوی محمد حفیظ اللہ سلمہٗ اللہ نے لکھا ہے اور ان کو تیرہویں صدی کے آخری سال میں مولوی عبدالحی فرنگی محلی سے حاصل ہوئی ہے۔

(۲۹۳-۳۳) مولوی عبدالرب فرنگی محلی

آپ مولانا عبدالعلی بحرالعلوم کے چھوٹے صاحبزادہ ہیں اور بچپن ہی سے اپنے والد صاحب کے ساتھ رامپور، شاہ جہاں پور، بہار اور مدراس میں رہے مولانا عبدالعلی صاحب نے پوری کوشش سے آپ کو خود پڑھایا اور درسی کتابوں کو کمال تک پہونچایا دن رات آپکی تعلیم و تربیت میں مصروف رہتے تھے اور بہت دھوم دھام سے شادی کرکے ان کے وطن لکھنؤ پہونچایا لیکن ؎ "ناقص بہ تربیت نشود اے حکیم کس" کی مثل کے مطابق مولوی عبدالرب فضول خرچی وغیرہ میں تمام پیسے خرچ کرکے کنگال ہوگئے مدراس سے ان کے والد نے بہت زیادہ روپیہ دیکر لکھنؤ بھیجا تھا مگر سب اڑا دیا۔ مولوی عبدالعلی صاحب کی وفات کے بعد مولوی عبدالرب اور ان کے بھتیجے مولوی عبدالواجد دونوں مدراس گئے، اس کا بیان مولوی عبدالواجد کے ذکر میں آئے گا، مگر مفلسی نہ گئی آخر درس و تعلیم سے کنارہ کش ہوگئے اور نواب مدراس کی سرکار سے دو سو روپیہ ماہانہ کی آمدنی پر گذر ہونے لگی پھر انگریزی سرکار کو صرف ایک سو پچھتر روپیہ پر اپنی جاگیر دیدینے پر

راضی ہوئے اور ریذیڈنٹ کے واسطے سے اپنی حقیر رقم کو پاتے اور اس پر گذر کرتے تھے۔
"الاغصان الاربعہ" سے یہ مضمون لیا گیا ہے۔

(۲۹۴-۳۴) مولوی عبدالرب دہلوی

معقول و منقول کے جامع، فروع و اصول کے ماہر، فنون علم و ادب میں کامل، عربی لغت کے رموز پر حاوی تھے، پُر تاثیر وعظ میں شہرۂ آفاق تھے، زرِ کثیر خرچ کرکے سہارنپور میں جامع مسجد بنوائی۔ چودھویں صدی کے پانچویں سال ماہ محرم دہلی میں وفات ہوئی۔ اللہ ان کی قبر کو ٹھنڈی کرے۔ بیدل سہرامی نے تاریخ وفات ایک قطعہ میں یوں قلم بند کیا ہے ؎

جناب مولوی عبدرب آں	کہ وقت وعظ دل می شد شکارش
جناب مولوی عبدالرب صاحب جنکے	وعظ کہتے وقت دل شکار ہوجاتا تھا
دریں ماہ محرم جاں بحق شد	زہے رحمت کہ بارد بر مزارش
اسی محرم کے مہینہ میں جاں بحق ہوگئے	ان کے مزار پر خوب رحمت برسے
رقم زد سال رحلت کلک بیدل	درود ایزدی باد انثارش
بیدل کے قلم نے انکی سال رحلت تحریر کیا	۱۳۰۵ھ

(۲۹۵-۳۵) مولوی عبدالرزاق فرنگی محلی

ولد مولوی جمال الدین احمد بن مولوی علاء الدین فرنگی محلی ۱۲۳۷ھ (بارہ سو سینتیس ہجری) میں پیدا ہوئے؛ جب آٹھ سال کے ہوئے تو انکے والد صاحب مولوی جمال الدین مدراس چلے گئے اور آپ عادت کے موافق علوم حاصل کرنے میں مشغول ہوئے شروع میں مختصر کتابیں مولوی نور کریم دریابادی سے پڑھکر بقیہ کتابیں مفتی محمد اصغر اور مفتی محمد یوسف فرنگی محلیان سے تکمیل فرمائیں اور حدیث و تفسیر کی درسی کتابیں مولوی حسین احمد ملیح آبادی کے پاس گذاریں اور تمام حدیث

کی کتابیں مرزا حسن علی محدث لکھنوی کے پاس قراءت کیں۔ اس کے بعد دوبارہ حدیث کی تمام کتابیں حضرت ملا محمد حسن مدنی کے سامنے قرارت کیں جس میں مولوی حسین احمد اور مرزا حسن علی اور دیگر محدثین بھی سماعت کرتے تھے۔ عقائد، سلوک اور تصوف کی تمام کتابیں اپنے مرشد مولوی عبدالوالی سے پڑھیں اس کے بعد ایک سال میں قرآن مجید حفظ کرلیا اور ۱۲۵۴ھ میں کلی فراغت حاصل ہوگئی اور مرشد سے سلسلۂ قادریہ اور سلسلۂ چشتیہ میں بیعت کرنے کی اجازت بھی مل گئی، جب ان کے والد سے بھی اجازت حاصل ہوگئی تو اپنے مرشد کی وفات کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ منقطع کر کے ذکر الٰہی کی مشغولی میں دن رات رہنے لگے۔ ۱۳۰۷ھ (تیرہ سو سات ہجری) کے ماہ صفر کے آخر میں فوت ہو کر مولوی انوار صاحب کے باغ میں مدفون ہوئے۔

(۲۹۶-۳۶) مولوی سید عبدالرحمٰن لکھنوی

صوفی عالم چشتیہ سلسلہ کی بیعت و خلافت سے سرفراز تھے شہر لکھنؤ کی مسجد پنڈائن میں مقیم تھے اور وہیں ۶ ر ذی قعدہ ۱۲۵۹ھ میں وفات پائی سادات کرام کی بہت خدمت کرتے تھے لیکن متوکل قناعت گزیں، عزلت نشین رہتے تھے آپ کی تصنیفات میں سے "رسالہ کلمۃ الحق" اور کاسرۃ الاسنان علم توحید میں ہیں۔ اسی کے ساتھ سرود و غنا سے بھی بہت دلچسپی رکھتے تھے، پنڈائن مسجد کے صحن میں آپکا مزار ہے۔

(۲۹۷-۳۷) مولوی عبدالرحمٰن ساکن بھدوہی

ضلع مرزاپور۔ ایک متقی عالم، وطن چھوڑ کر مرزاپور شہر کے نارگھاٹ کی مسجد میں مقیم تھے، واعظ گو تھے اور متوکلانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ۱۲۸۵ھ میں رحلت فرمائی۔

(۲۹۸-۳۸) مولانا عبدالرحیم دہلوی

سلسلۂ نسب حضرت عمرؓ سے ملتا ہے۔ حنفی المذہب اور نقشبندی مشرب تھے

تھے۔ علوم وفنون کے جامع، اصول وفروع پر حاوی تھے، آپکی اولاد میں سے مولانا شاہ ولی اللہ اور مولانا شاہ اہل اللہ ہیں ؎ ایں خانہ تمام آفتاب است"

۱۲ر صفر ۱۱۳۱ھ چاشت کے وقت وفات ہوئی۔

(۲۹۹-۳۹) مولوی عبدالرحیم صفی پوری

ولد عبدالکریم صفی پوری، متبحر عقلمند علوم میں ادب پر اچھی دسترس رکھتے تھے۔ آپ کی تصنیفات میں سے سبعہ معلقہ کی شرح ہے، اور صرفی قواعد کے بیان میں غایۃ التبیان فی علم اللسان اور المسالک البھیۃ فی القواعد النحویۃ، ضرورۃ الادیب فی المؤنث السماعی کے علاوہ القاموس المحیط کا ترجمہ منتہی الارب چار جلدوں میں ہے۔ آپ کی تاریخ وفات معلوم نہ ہوسکی۔

(۳۰۰-۴۰) مولانا عبدالرشید جونپوری

ولد شیخ مصطفٰے بن عبدالحمید لقب شمس الحق اور تخلص شمسی رکھتے تھے، شیخ فضل اللہ جونپوری کے شاگرد اور اپنے والد شیخ مصطفٰے کے مرید تھے جو شیخ محمد کے اور شیخ محمد نظام الدین امیٹھوی کے مرید تھے، اپنے زمانہ کے بڑے عالم اور عظیم ولی اللہ تھے۔ شروع احوال میں درس وتدریس میں مشغول ہوئے پھر تعلیم ترک کرکے حقائق کی کتابوں کے مطالعہ پر اکتفار کرنے لگے، امیروں اور مالداروں کے اختلاط سے بچتے تھے۔ شاہجہاں بادشاہ نے آپ کے اخلاق عالیہ اور صفاتِ حمیدہ کو سنا تو آپکی ملاقات کا مشتاق ہوا، ایک وکیل کے ہاتھ آپ کو بلانے کا فرمان بھیجا مولانا نے قبول نہ کیا اور خلوت نشینی سے پاؤں باہر نہیں نکالا۔

تصنیفات:۔ آپ کی بہت سی مفید تصانیف ہیں ان میں سے مناظرہ کے فن میں رشیدیہ، زاد السالکین، شرح اسرار الخلوۃ، رسالہ محکوم مربوط، شرح مختصر عضدی کا حاشیہ، حاشیہ فارسی بر کافیہ، مقصود الطالبین اور ادیں، دیوان شعر فارسی۔

حادثۂ وفات :- ۱۰۸۳ھ کو آپ کی وفات ہوئی اور مشہور یہ ہے کہ فجر کی سنتوں کو پڑھنے کے بعد فرض پڑھنے کھڑے ہوئے ابھی نیت کرکے تکبیر تحریمہ کہہ رہے تھے کہ روح پاک قفص عنصری سے پرواز کرگئی۔ اللہ آپ کو جنت میں آشیانہ دے۔

(۱۳۰۱-۴۱) مولوی محمد عبدالسبحان ولد شیخ محمد محسن ساکن احمد آباد نارہ، بیت اللہ الحرام کے حاجی، حکیم حاذق، قرآن کے حامل، ابتدا سن شعور ہی سے صلاح وتقویٰ سے آراستہ تھے۔ اس راقم الحروف کو معلوم ہے کہ بالغ ہونے کے بعد سے وقت آخر تک کوئی فرض نماز آپ سے نہیں چھوٹی۔ تمام علوم ظاہری وباطنی، خلافت وارشاد مولوی فخرالدین احمد الہ آبادی سے حاصل کیا، تمام عمر مبارک ہدایت وارشاد تعلیم وتدریس میں اپنے استاد ہی کیطرح گذاردی، آپ کے لائق وفائق ذی استعداد شاگردوں میں سے مولوی عبدالحمید پسر مولوی حیدر حسین جون پوری اور آپ کے بھتیجے مولوی محمد عبدالکافی اب بھی موجود ہیں۔

تصانیف :- آپ کی تصنیفوں میں سے کتب ذیل چھپ کر مشہور ہوچکی ہیں:

(۱) رسالہ اسرار الصلوٰۃ (۲) قصہ منظوم حضرت اسمٰعیلؑ (۳) قصہ منظوم حضرت سلیمانؑ (۴) التہدید فی وجوب التقلید (۵) دلائل قاطعہ در تحقیق فرقہ ناجیہ (۶) خیر المقالہ فی ازالۃ العجالۃ۔

تریسٹھ ۶۳ سال کی عمر میں یکم محرم الحرام بروز جمعہ ۱۳۰۳ھ (تیرہ سوتین هجری) میں وفات ہوئی، دائرہ شاہ اجمل صاحب کے گلاب باڑی قبرستان میں مدفون ہوئے۔ غفراللہ لہٗ

(۱۳۰۲-۴۲) ملا عبدالسلام لاہوری آپ فقیہ ومفسر میر فتح اللہ شیرازی کے شاگرد تھے، اور آپ کے شاگرد ملا عبدالسلام ساکن قصبہ دیوہ ضلع لکھنؤ ہیں۔ تفسیر بیضاوی پر برجستہ حاشیہ لکھا۔ ۱۰۳۷ھ (ایک ہزار سینتیس اور سات میں) وفات پائی۔

(۱۳۰۳-۴۳) قاضی عبدالسلام بدایونی ولد عطاء الحق محدث ومفسر تھے۔

اردو زبان میں دو لاکھ کے قریب اشعار میں تفسیر زاد الآخرۃ ۱۲۴۴ھ میں تصنیف فرمائی اور یہ تاریخ "زاد الآخرت" ۱۲۴۴ھ کے مادہ سے برآمد ہوتی ہے۔ اور ایک ہزار دو سو چھپن ہجری میں وفات ہو گئی۔

(۳۰۴-۴۴) مولوی عبد السلام ساکن ہسوہ کے

ولد سید شاہ ابوالقاسم نقشبندی، قصبہ ہسوہ کے رہنے والے ہیں جو فتحپور کے متصل ہے ۱۲۳۴ھ میں پیدا ہوئے تاریخی نام آپ کا "سید ریاض الحسن" ۱۲۳۴ھ ہے۔ آپ ایک متقی آدمی تھے جنھوں نے شروع ہی سے ورع و تقویٰ کو اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا، قرآن حفظ کرنے کے بعد ابتدائی کتابیں اپنے چچا مولوی سراج الدین احمد سے پڑھیں اس کے بعد مولوی معین الدین کڑوی اور مولوی محمد معین لکھنوی وغیرہ سے تکمیل کی پھر صحاح ستہ کی سند مولانا شاہ عبد الغنی دہلوی سے حاصل کی۔ ۱۲۶۱ھ (بارہ سو اکسٹھ ہجری) میں فارغ التحصیل ہوئے اور شاہ احمد سعید مجددی کی خدمت میں سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت و خلافت پا کر ۱۲۸۲ھ میں حج اکبر سے مشرف ہوئے۔ اور مدینہ منورہ جا کر روضۂ اطہر کی زیارت کی اسی جگہ شیخ احمد دحلان مکی شافعی سے حدیث کی تکمیل کر کے مخلوق کے افادہ و استفاضہ میں مشغول ہوئے، دنبل کے عارضہ میں مبتلا ہو کر ماہ شوال ۱۲۹۹ھ (بارہ سو ننانوے ہجری) میں رحلت فرمائی۔ شیخ محمد علی نے جن کا تخلص طلیق ہے اور آپ کے ہم وطن قصبہ ہنسوہ کے باشندہ ہیں۔ آپکی تاریخ وفات اس فقرہ سے نکالی ہے "نوّر اللہ تربتہٗ" ۱۳۲۹ھ

{مترجم: اللہ کے لام مشدد کو ایک شمار کیا جائے تو تاریخ صحیح بارہ سو ننانوے نکلے گی اور اگر دو لام شمار کریں جیسا کہ اکثر ہوتا ہے تو تاریخ تیرہ سو انتیس نکلے گی}

(۳۰۵-۴۵) ملا عبد الشکور پتلو کشمیری

نامدار علماء اور صاحب ورع و تقویٰ بزرگ تھے اپنے زمانہ

کے علماء جیسے خواجہ حیدر چرخی وغیرہ سے شرف تلمذ حاصل کئے ہوئے تھے منقولات کی تعلیم دینے میں مشغول رہتے تھے، اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے کشمیر کے علماء کو بہت زیادہ مال بھیجا تھا مگر ملا عبدالشکور نے اس میں سے کچھ بھی نہیں قبول کیا، بارہویں صدی کے تیرہویں سال انتقال فرمایا (یعنی ۱۱۱۳ھ میں) ملا محمد اشرف جوان کے استاد زادہ اور شاگرد تھے انھوں نے عربی اشعار میں آپ کا مرثیہ لکھا جس میں تاریخ وفات اس مصرع سے نکالی ہے

لا مات بوفاتہ علوما
۱۱۱۳ھ

قاضی عبدالصمد چریاکوٹی (۳۰۶-۴۶)

ابن قاضی ابوالحسن بن ملا محمد ماہ ابن قاضی منصور عباسی۔

آپ کی طبیعت بلند، اور ذہن صاف تھا، عقلمندی سکھانے والے والدمحترم کے فیضان سے علوم حاصل کرکے انھیں کے حکم پر دہلی تشریف لے گئے تاکہ موروثی منصب قضاء کی سند حاصل کریں وہاں پہونچ کر تمام علماء و فضلاء میں ممتاز اور کامل ہوئے یہانتک کہ ارکان شاہی نے آپ کو فقہ، اصول اور دیگر نقلی و عقلی علوم میں یکتائے زمانہ سمجھا اور محمد شاہ نے جو شاہ جہاں آباد (دہلی) کے فرماں روا تھے آپ کو منصب قضاء پر متعین کیا اور اختیار دیا کہ پرگنہ چریاکوٹ میں منصب قضاء سنبھالیں یا کسی دوسری جگہ یہ خدمت انجام دیں۔ آپنے آباء کرام کیطرح پرگنہ چریاکوٹ کے عہدۂ قضاء کو قبول کیا اور دیگر جگہوں کے عہدۂ قضاء پر پرانے قاضی صاحبان کو رہنے دیا اور دہلی سے اپنے وطن چریاکوٹ واپس ہوئے اور نہایت کامیابی سے مقدمات کا فیصلہ کرتے اور اسی کے ساتھ درسی کتابوں کی تعلیم بھی دیتے اور دونوں میں انتہائی کامل اور شہرۂ آفاق ثابت ہوئے۔ آپ کے شاگردوں میں سے حافظ محمد اسحٰق یکتائے آفاق ہوئے۔ آپکی وفات بارہویں صدی کے اکہترویں سال میں ہوئی (یعنی ۱۱۷۱ھ میں)

تاریخ وفات کا مادہ ہے: قاضی منصف (۱۱۷۱ھ)

(۳۰۷-۴۷) شیخ عبدالعزیز دہلوی

ابن حسن بن طاہر جونپوری مشہور مشائخ چشتیہ اور اکابر علماء صوفیہ میں سے ہیں معرفت و محبت کے مظہر، علم شریعت و طریقت اور حقیقت کے واقف کار اور وجد و سماع کے دلدادہ تھے، اپنے والد شیخ حسن کے مرید تھے، برابر معتکف رہتے اور مخلوق کی حاجت روائی میں پوری کوشش صرف کرتے، ظاہری علوم میں بھی کامل تھے، تفسیر عرائس عوارف المعارف، فصوص الحکم اور اس کی شرحوں کا درس شاگردوں کو دیا کرتے تھے اور خود بھی صاحب تصنیف تھے، شیخ امان پانی پتی کے رسالہ غیریہ کے مقابلہ میں رسالہ عینیہ لکھا جس میں وحدۃ الوجود کے بڑے غامض مسائل ارباب شہود کے مکاشفات کے موافق مذکور ہیں، منتخب التواریخ کے مصنف ملا عبدالقادر بدایونی نے بھی آپ سے مسائل تصوف اور تصوف کی کتابوں میں استفادہ کیا گیا ہے۔

ولادت اور وفات:۔ آپکی پیدائش جونپور میں ۸۹۸ھ ہجری میں ہوئی، ڈیڑھ سال کے بچے تھے کہ اپنے والد صاحب کے ساتھ دہلی تشریف لائے تاریخ ۶ر جمادی الاخریٰ ۹۷۵ھ (نوسو پچہتر ہجری) میں روح عالم بالا کو روانہ ہوگئی۔ تاریخ وفات کا مادہ ہے:

قطب طریقت نماند۔ (۲)۔
۹۷۵ھ

آپ اپنی تحریروں میں ذرۂ ناچیز عبدالعزیز لکھا کرتے تھے تو آپکی تاریخ وفات:

ذرۂ ناچیز سے بھی نکل آتی ہے {ایک عدد بڑھ جاتا ہے}
۹۷۶ھ

(۳۰۸-۴۸) مولانا عبدالعزیز دہلوی

ولد مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۱۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام "غلام حلیم" (۱۱۵۹ھ) رکھا گیا، اپنے والد صاحب کے پاس پندرہ سال کی عمر میں تمام علوم عقلی و نقلی اور کمالات جلی و خفی کو حاصل کرکے فارغ التحصیل ہوگئے اور والد کے انتقال کے بعد ان کی مسند تدریس و ارشاد پر متمکن ہوگئے آپ تمام علوم کے نہ صرف

جامع تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے، قلم اور زبان سے جو کچھ آپ کی تعریف کی جائے اس کی مثال "کھلیان میں سے ایک مٹھی" کا صرف نمونہ ہو سکتا ہے۔

تصنیفات :۔ آپ کی بے نظیر تصانیف میں ایک رسالہ سرالشہادتین، بستان المحدثین، تحفۂ اثنا عشریہ، عجالۂ نافعہ، فتح العزیز۔ ابتدائی سورۂ بقرہ کی مکمل تفسیر اور آخر کے دو پاروں کی تفسیر بہت مشہور اور شائع شدہ ہیں۔

وفات :۔ ۷ شوال ۱۲۳۹ھ کو عالم ناپائدار سے عالم جاودانی کو سدھارے ہوئے۔ ان کی وفات پر ایک شاعر نے یوں تاریخ وفات کہی ہے

بے سروپا گشتہ انداز دست بیداد اجل عقل و دیں، لطف و کرم فضل و ہنر علم و عمل

موت کے بے رحم ہاتھ سے عقل اور دیں، لطف اور کرم فضل اور ہنر، علم اور عمل۔

سب کے سر اور پاؤں کٹ گئے پس ان کے بیچ والے حرف رہ گئے اس طرح ق ی ط ر ض ن ل م

۱۰۰ + ۱۰ + ۹ + ۲۰۰ + ۸۰۰ + ۵۰ + ۳۰ + ۴۰ = ۱۲۳۹ھ

{ مومن خاں نے اردو میں پہلے مصرع کو یوں کہا ہے
دست بے داد اجل سے بے سروپا ہو گئے۔ مترجم }

(۳۰۹-۴۹) ملا عبد العلی بحر العلوم لکھنوی

ولد ملا نظام الدین بن ملا قطب الدین الشہید السہالوی

اپنے والد صاحب کے بڑھاپے میں پیدا ہوئے، سترہ سال تک کی عمر میں اپنے والد بزرگوار سے تمام درسی کتابیں اور مروجہ علوم پڑھکر فارغ ہوئے اسی سال ان کے والد کا سانحہ ارتحال پیش آگیا والد کی وفات کے بعد عقلی و نقلی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول ہوئے اور مشکل مباحث کو اپنے والد صاحب کے خاص شاگرد ملا کمال الدین صاحب سے حل کرتے تھے۔ شروع زمانہ میں آپ کو لکھنؤ میں ایک ایسا عظیم سانحہ پیش آیا کہ لکھنؤ چھوڑ کر شاہ جہاں پور تشریف لے گئے اسی شہر کے رئیس حافظ الملک حافظ رحمت خاں نے آپکی تشریف آوری کو غنیمت جانا اور اپنے لئے سرمایۂ سعادت سمجھ کر آپ کا خوب اعزاز

اکرام کیا اور آپ کے معاش کے لئے معقول رقم مقرر کر دی حافظ الملک کی زندگی تک مولانا بحر العلوم وہیں رہے لیکن حافظ صاحب کی شہادت کے بعد نواب فیض اللہ خاں آپ کو اپنے ساتھ رام پور لے کر چلے گئے وہاں بھی ملا صاحب تعلیم و تدریس میں مشغول رہے مگر قلتِ کفاف کے سبب دل برداشتہ رہتے تھے، اسی دوران منشی صدر الدین بہاری نے جنھوں نے بہار میں اپنا مدرسہ کھولا تھا آپ کو معتد بہ خرچہ بھیجکر اپنے یہاں بلایا تاکہ آپ اس مدرسہ میں تعلیم دیں، چنانچہ ملا عبد العلی رام پور سے بہار کے لئے روانہ ہوئے تو راستہ میں رائے بریلی سے ملا ازہار الحق کو بھی اپنے ساتھ لے لیا، منشی صدر الدین بہت اعزاز و اکرام کے ساتھ پیش آئے اور آپ کے لئے چار سو روپیہ ماہانہ اور ملا ازہار الحق کیلئے ایک صد روپیہ طلبہ کے مصارف کے علاوہ مقرر کیا مگر تھوڑے ہی دنوں کے بعد کچھ افترا پردازوں نے منشی صدر الدین اور ملا عبد العلی کے درمیان بدمزگی پیدا کر دی آخر وہاں سے بھی بہ بارِ خاطر آپ ہٹ گئے، جب یہ خبر نواب والا جاہ محمد علی خاں رئیس کرناٹک کو پہنچی تو انھوں نے ملا عبد العلی صاحب کو ایک خط اور معقول خرچہ بھیجا کہ آپ یہاں آ جائیں۔ مولانا مدراس کے لئے روانہ ہوئے وہاں پہونچے تو نواب صاحب خود مع اپنے امراء اور عزیزوں کے آپ کا استقبال کرنے کو موجود تھے، بہت اعزاز و اکرام کے ساتھ محل میں لے گئے اور ایک بڑے مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔ مولانا اسی مدرسہ میں تدریس کے اندر مشغول ہو گئے اور وہیں نواب مرحوم کی سرکار سے آپ کو بحر العلوم کا خطاب ملا۔

پھر نواب محمد علی خاں کی وفات کے بعد ان کے لڑکے عمدۃ الامرا اور ان کے بعد نواب محمد علی خاں کے پوتے عظیم الدولہ ریاست کے مسند نشین ہوئے اس وقت مولانا تراسی سال کی عمر کے ہو چکے تھے اور ضعف پیری کے علاوہ جسمانی عوارض میں مبتلا رہے بالآخر ۱۲ رجب ۱۲۳۵ھ (بارہ سو پینتیس ہجری) کو وفات ہو گئی تو مسند نشین نے آپ کے مخصوص شاگرد اور داماد مولوی علاء الدین کو مدرسہ میں مقرر کر لیا۔

مشہور تصنیفات :- ارکانِ[۱] اربعہ اصول فقہ میں، میر زاہد[۲] رسالہ کا حاشیہ، میر زاہد[۳] ملا جلال کا حاشیہ، حاشیہ زاہدیہ[۴] امور عامہ کے حواشی ثلثہ جدیدہ وقدیمہ، شرح[۵] سلم مع حواشی منہیہ، عجالۂ[۶] نافعہ مع منہیہ، فواتح[۷] الرحموت شرح مسلم الثبوت، تحریر[۸] ابن ہمام کی شرح کا تکملہ جس کو ملا نظام الدین نے شروع کیا تھا، تنویر[۹] الابصار۔ منار کی فارسی شرح، حاشیہ صدرا[۱۰]، مثنوی[۱۱] مولانا روم کی شرح، شرح[۱۲] فقہ اکبر، ہدایۃ[۱۳] الصرف، رسالہ[۱۴] در احوال قیامت، رسالہ[۱۵] توحید وغیرہ

(۳۱۰-۵۰) مولوی عبد العلی فرنگی محلی

جو ابو تراب کے ساتھ مشہور ہیں۔ آپ مولوی عبد العلی بحر العلوم کے پوتا مولوی عبد الجامع بن مولوی محمد نافع کے چوتھے لڑکے ہیں، پہلے قرآن مجید حفظ کیا اس کے بعد تمام درسی کتابوں کی تحصیل کر کے فاتحہ فراغ پڑھی، ذی استعداد اور مولوی عبد الوالی فرنگی محلی کے مرید تھے درس دیتے تھے لیکن عین جوانی ہی میں عارضۂ سل میں مبتلا ہو گئے آخر ۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۲ھ (بارہ سو بانوے ہجری) لکھنؤ میں لاولد فوت ہو گئے۔ اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے۔

(۳۱۱-۵۱) مولوی حافظ عبد العلی نگرامی

لکھنؤ کے مضافات میں سے قصبہ نگرام میں ۱۲۳۲ھ میں پیدا ہوئے، شروع میں مروجہ درسی کتابیں اپنے ماموں مولوی حافظ علیم اللہ نگرامی سے حاصل کیں، اس کے بعد لکھنؤ جا کر چند علماء وقت کے سامنے پڑھکر مولوی انور علی لکھنوی سے فراغت علوم حاصل کی اور تمام ظاہری علوم کی اجازت حافظ علیم اللہ موصوف سے ان کو مرزا حسن علی محدث لکھنوی سے اور ان کو مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی سے حاصل ہوئی پھر قاضی سید عبد الکریم بریلوی سے مرید ہو کر ان کے خلیفہ شاہ گلزار کشتوی سے تلقین سلوک کر کے اجازت جملہ خاندان صوفیہ کی حاصل کی۔

کتابوں کے نام :- جو کتابیں آپکی تالیف کردہ ہیں ان کے نام لکھے جاتے ہیں۔

(۱) تفسیر آیات الاحکام (۲) رد المبتدعین (۳) تحقیق الامور فی الفاتحۃ والنذور (۴) التحریر فی المزامیر (۵) السکین المسلول علی من انکر کون مسح الرقبۃ من سنۃ الرسول (۶) التحقیق فی المولد والقیام (۷) نور الایمان فی تائید مذہب النعمان (۸) الیواقیت اللطیفۃ فی تائید مذہب ابی حنیفۃ (۹) رسالہ درباب حفاظ شیعہ (۱۰) ہدایۃ الانام الیٰ خرقۃ المشائخ العظام (۱۱) رسالہ تقریر حق (۱۲) رسالہ مولد شریف۔

ملاقات مصنف:۔ یہ کاتب الحروف ۱۲۶۴ھ میں بمقام لکھنؤ جناب والا کی خدمت میں حاضری سے شرفیاب ہوا، انتہائی خلیق، ملنسار متواضع تھے۔ اللہ انکی مغفرت فرمائے۔

وفات:۔ اٹھائیسویں (۲۸) شوال ۱۲۹۶ھ کی رات میں مرحوم ہوئے اور نگرام ہی میں مدفون ہوئے نگرام نون کو فتحہ گاف فارسی ساکن رائے مہملہ مفتوحہ اور الف اور رم موقوف (نَگْرَام) لکھنؤ کے قریب ایک قصبہ ہے۔

(۳۱۲-۵۲) مولوی عبد العلی خاں رام پوری

ولد ملا محمد عمران ولد ملا محمد غفران رام پوری اپنے جد امجد سے تلمذ کا شرف حاصل کئے ہوئے تھے اور خود حافظ اور قاری تھے ۱۲۹۷ھ (بارسو ستانوے ہجری) میں کوچ کیا۔

(۳۱۳-۵۳) مولوی محمد علی قنوجی

ولد مولوی علی اصغر قنوجی، اپنے بھائی مولوی رستم علی قنوجی کے شاگرد تھے عقلی ونقلی علوم کے عالم تھے۔ اصول فقہ میں شرح منار کا حاشیہ آپکی تصانیف میں سے ہے موضع بندگی میں رحلت فرمائی، تاریخ وفات نہ مل سکی۔

بندگی ایک گاؤں کوڑا جہاں آباد ضلع فتحپور ہنسوہ کے متصل ہے۔

(۳۱۴-۵۴) مولوی عبد العلی اسلام آبادی

ولد منت علی چاٹگام کے مسلمان شرفاء میں سے ہیں پنجشنبہ کے

دن ۱۲۶۲ھ کے کسی مہینہ میں پیدائش ہوئی، فارسی کتابیں اس زمانہ کے علماء سے پڑھیں۔ چودہ سال کی عمر میں میزان الصرف شروع کی نو مہینہ کی مدت میں صرف و نحو پڑھکر فارغ ہوکر کلکتہ کو روانہ ہو گئے۔ اور مدرسہ عالیہ کلکتہ میں داخل ہوکر علوم حاصل کرنے کے پیچھے پڑ گئے اور ہر سال ایک جماعت سے دوسری جماعت میں ترقی کرتے کرتے اپنے تمام ساتھیوں پر فوقیت لے گئے اور ہر جماعت کے اساتذہ آپ کے اوپر بہت مہربان رہتے تھے اور آپ کو طلبہ پر فوقیت کے سبب انعامات سے نوازتے تھے۔ دینی علوم حاصل کرنے کے ساتھ ہی انگریزی زبان میں بھی پوری مہارت حاصل کرلی تھی، اور اسی مدرسہ میں زبان فارسی کے مدرس مقرر ہو گئے اور اس وقت ہوگلی کے مدرسہ میں عربی کے پروفیسر ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ کی تصنیفات میں بطور نمونہ کتاب صحیفۃ الاعمال اور مرآۃ الاحوال پیش کی جاسکتی ہیں

اسلام آباد:۔ چاٹگام کا نام ہے جو ملک بنگالہ کا ایک ضلع ہے۔

(۳۱۵-۵۵) ملا عبد الغفور لاہوری

آپ کا لقب رضی الدین ہے، مولانا عبد الرحمن جامی کے عمدہ ترین شاگرد ہیں، فوائد ضیائیہ کا حاشیہ پوری پختگی کے ساتھ لکھے ہیں جس کی تکمیل ملا عبد الحکیم سیالکوٹی نے کی۔ ۹۱۲ھ کو جان، جان آفریں کے حوالہ کردی۔ طاب اللہ ثراہ۔

(۳۱۶-۵۶) شیخ عبد الغفور اعظم پوری

اپنے وقت کے مشہور علماء میں سے، شاہ عبد القدوس چشتی کے مرید صوری اور معنوی کمالات والے تھے حضرت ختمی پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی توفیق ارزانی سے مشرف تھے۔ اکثر اوقات علوم دینیہ کا درس دیا کرتے تھے، خوبصورتی اور حسن سیرت میں اپنے زمانہ کے ممتاز شخص تھے، مرید بھی کرتے تھے اور وعظ بھی کہا کرتے تھے۔ علم تصوف میں کئی کتابیں تصنیف کی ہیں جب عمر شریف اسی سال کی ہوئی اور عتقاء اللہ کی فہرست میں شامل ہو گئے تو حضرت حق کیطرف سے ۹۸۵ھ (نو سو پچاسی ہجری) میں بلاوا آگیا

اور دار البقاء کو چلے گئے، جسد خاکی اعظم پور کی سرزمین میں امانت ہے۔ (اعظم پور سنبھل کے توابع میں سے ایک قصبہ ہے)

(۳۱۷ - ۵۷) شیخ عبد الغنی بدایونی

علمائے صوفیہ قدس اللہ سرہم میں سے، اپنے زمانے کے ابراہیم ادہم اور تجرید میں شبلی وقت تھے۔ جسوقت شروع شروع میں بدایوں کے اندر علم حاصل کرتے تھے اسوقت بھی ان پر حال غالب ہوجاتا تھا اور کبھی کبھی سبق کے دوران اگر کوئی نغمہ سن لیتے تھے تو ایک ایک پہر پڑے رہ جاتے تھے جیساکہ ایک دفعہ یہ نغمہ سن کر انکی یہی حالت ہوئی۔ نغمہ در راہ خدا کہ رہزنانند + آں راہزناں ہمیں زنانند

(راہِ خدا میں جو ڈاکہ ڈالا کرتے ہیں وہ ڈکیت یہی عورتیں ہیں)

حالانکہ وہ عین شباب کا زمانہ تھا۔ الغرض اسی قسم کی ابتلاء کے سبب دہلی معاش حاصل کرنے گئے اور وہاں کے حاکم تاتار خاں (جو بظاہر اہل جاہ اور درحقیقت اہل اللہ میں سے تھے) ان کی ملازمت اختیار کرلی، اور شیخ عبد العزیز دہلوی کے مرید ہوگئے اور تمام علوم متعارفہ اور کتب مروجہ ان کے سامنے گذاری اور برسوں درس دیا یکایک عنایت ازلی کے جذبہ نے ان کا گریبان پکڑلیا اور تمام مشغولیتوں کو بالائے طاق رکھ کر کچھ دنوں شیخ کی خانقاہ میں درویشوں کی صف میں آبیٹھے۔ اور مجاہدہ و ریاضت میں پوری طرح مشغول ہوکر کمال حاصل کرلیا پھر آبادی سے باہر خاں جہاں کی مسجد جو مشہور ہے کہ اس میں حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم گاہ ہے اسی مسجد میں آکر سکونت اختیار کرلی اور برابر اعتکاف میں وقت گذارنے لگے باوجودیکہ آپ کے عیال بہت تھے سلوک کے راستہ میں توکل کے پاؤں پر قائم رہے۔ ۱۰۰۳ھ (ایک ہزار تین ہجری) میں خان خاناں آپکی خدمت میں پہونچے نصیحت کے خواہاں ہوئے تو آپ نے یہ نصیحت فرمائی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کو لازم پکڑو۔

(۳۱۸ - ۵۸) مولوی عبد الغنی دہلوی

ولد ابو سعید العمری ماہ شعبان ۱۲۳۵ھ (بارہ سو پینتیس ہجری) دہلی میں پیدا ہوئے: پہلے قرآن مجید حفظ کیا پھر اپنے والد مولوی شاہ ابو سعید اور مولانا رفیع الدین دہلوی

کے لڑکے مولوی مخصوص اللہ دہلوی اور مولانا عبدالعزیز کے نواسہ مولوی محمد اسحٰق اور شیخ محمد عابد سندھی اور شیخ ابوزاہد رومی سے علوم حاصل کر کے درس حدیث میں مشغول ہوئے اپنے والد کے مرید اور خلیفہ تھے اور سنن ابن ماجہ کا مختصر حاشیہ بنام انجاح الحاجۃ تالیف فرمایا اس کے علاوہ دوسری تصنیفات بھی ہیں، ہندوستان میں بغاوت کے بعد جب انگریز دہلی پر مسلط ہو گئے تب دہلی سے مکہ معظمہ چلے گئے اور وہاں سے مدینہ طیبہ جا کر سکونت اختیار کر لی اور اسی متبرک زمین میں ماہ محرم سنہ ۱۲۹۶ھ (بارہ سو چھیانوے ہجری) میں پیوند خاک ہو گئے۔

قطعہ تاریخ وفات ؎

شاہ عبدالغنی وحید زماں	نازشِ علم و عارفِ باللہ
یکتائے زمانہ شاہ عبدالغنی	علم کو ان پر ناز اور وہ معرفتِ الٰہی والے
سالِ نقلش شنیدم از ہاتف	بہترین محدثین ای آہ
انکے انتقال کے سال کو میں نے ہاتف سے یہ سنا	۱۲۹۶ھ

(۳۱۹-۵۹) مولوی سید عبدالفتاح گلشن آبادی

ولد سید عبداللہ حسینی، گلشن آباد عرف ناسک کے رہنے والے، سادات نقویہ میں سے عالم باعمل، اور بزرگ فاضل تھے، علوم متعارفہ اور کتب متداولہ کی تکمیل تعلیم اس وقت کے علماء مشاہیر سے حاصل کی جیسے سید میاں سورتی، مولوی شاہ عالم ساکن بڑودہ، مولوی بشارت اللہ کابلی، ملا عبدالقیوم کابلی، مفتی عبدالقادر تھانوی، خلیل الرحمٰن مصطفےٰ آباد عرف رامپوری، مولوی فضل رسول بدایونی، مولوی محمد اکبر کشمیری، معلم ابراہیم باعکظہ یہ سب آپ کے اساتذہ ہیں۔ پھر سنہ ۱۲۶۴ھ میں افتاء کا امتحان دے کر افتاء کی سند حاصل کی اور سنہ ۱۲۷۱ھ میں ضلع خاندیس کی عدالت میں مفتی کے عہدہ پر سرفراز ہو کر ممتاز رہے پھر سنہ ۱۲۸۴ھ میں بندر بمبئی کے مدرسہ الفنسٹن میں عربی و فارسی کے استاذ مقرر ہوئے اور اس وقت انگریزی حکومت کی طرف سے پنشن پا کر اپنے وطن

مالوف میں مقیم ہیں اور انگریزی سرکار کی طرف سے جسٹس آف پیس اور خان بہادر کے خطاب سے شرف یاب ہیں، ہمیشہ درس و تدریس وعظ و پند اور مفید کتابوں کی تالیف تصنیف میں اپنے وقت عزیز کو خرچ کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو زندہ باسلامت رکھے۔

تلامذہ اور تصنیفات:۔ مولوی سید نظام الدین، شیخ قطب الدین، قاضی سید بچومیاں خاندیسی آپ کے شاگرد ہیں اور آپ کے دو لڑکے مولوی سید امام الدین احمد، سید سراج الدین محمد ہیں۔

فائق تصنیفات:۔ (۱) تحفۂ محمدیہ فی رد وہابیہ (۲) تائید الحق جامع الفتاویٰ چار جلدوں میں (۳) خزینۃ العلوم دو جلدوں میں (۴) فارسی آموز دو حصے (۵) تشریح الحروف فارسی (۶) خزینۂ دانش (۷) کلید دانش فارسی (۸) کلید دانش ہندی (۹) اشرف القوانین (۱۰) مصادر الافعال (۱۱) مجامع الاسمار (۱۲) تعلیم اللسان (۱۳) تحفۃ المقال (۱۴) اشرف الآثار (۱۵) جغرافیہ عالم (۱۶) باقیات الصالحات (۱۷) دیوان اشرف الاشعار (۱۸) رحمۃ للعالمین (۱۹) تاریخ روم (۲۰) تاریخ اولیاء وغیرہ۔

(۳۲۰-۶۰) مولوی شاہ عبدالقادر بدایونی

ابن مولوی شاہ معین الحق فضل رسول بدایونی۔ ۱۷ رجب ۱۲۵۳ھ کو آپ کی ولادت ہوئی، تاریخی نام "مظہر حق" ۱۲۵۳ھ رکھا گیا، اللہ ان کو بامسمیٰ بنائے اکثر درسی کتابیں مولوی نور احمد بدایونی سے اور بعض بڑی کتابیں مثلاً سلم العلوم کی شرحیں اور شرح اشارات و محاکمات وغیرہ مولانا فضل حق خیرآبادی سے پڑھیں اور ہمسروں میں نمایاں ہوئے اور بیعت خلافت کا شرف والد بزرگوار سے حاصل کیا اور حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کی زیارت کے موقعہ پر والد ماجد کے حکم سے شیخ جمال عمر مکی سے علم حدیث حاصل کیا جو کہ شیخ الفقہاء والمحدثین تھے، اس وقت شاہ عبدالقادر دینی علوم کے افادہ اور دینی تصنیفات میں مشغول ہیں، آپکی درج ذیل کتابیں اہل علم میں مقبول ہیں

احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام (عربی زبان میں)، سیف الاسلام المسلول علی المناع لعمل المولد والقیام (فارسی میں)، حقیقۃ الشفاعۃ علی اہل السنۃ والجماعۃ، شفاعۃ السائل بتحقیق المسائل جس میں فقہ و عقائد سے متعلق دو سو سوالوں کے جواب ہیں، دیوان عربی در نعت شریف نبوی صلے اللہ علیہ وسلم جس میں وہ رشحات نکر ہیں جو مدینہ طیبہ خیر الامصار کے سفر میں آپ پر وارد ہوئے۔ اس کے علاوہ دوسری کتابیں بھی زیر تالیف ہیں اللہ انکو پوری کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

مصنف کا تعلق :۔ الغرض آپ کی ذات جامع صفات اور مجمع البرکات قابل غنیمت ہے اس بندہ ناچیز کو اس کتاب کی تالیف میں آنجناب سے اس قدر فائدہ پہونچا کہ اس کا شکر ادا کرنے کی طاقت نہیں پاتا بقول شخصے

اگر ہر موئے تن گردد زبانم	ادائے شکر او کے می توانم
اگر میرے بدن کا ہر رواں زبان ہوجائے	تو بھی ان کا شکر ادا کرنیکی طاقت کہاں

ناچار اس دعا پر کلام ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انکی زندگی سے وقت کو عمر بخشے اور ان پر اپنے بے پایاں کرم کی بارش برسائے۔

[مترجم :۔ یہ شعر عارف گنجوی نے اللہ تعالیٰ کی تعریف میں کہا ہے]

(۳۲۱-۶۱) شیخ عبد القادر پٹنی ثم المکی

ولد شیخ ابو بکر پٹنی مفتی مکہ معظمہ شیخ محمد طاہر پٹنی کے نسل سے ہیں، نہایت فصیح و بلیغ، عمدہ دانشمند، مستند فقیہ تھے شیخ عبد اللہ انصاری مکی سے علوم حاصل کئے تھے آپکی تصنیفات شریفہ میں سے چار جلدوں میں فتاویٰ اور مجموعۃ المنشئات مشہور ہیں۔ سنہ ۱۱۸۳ھ (گیارہ سو تراسی ہجری) میں رحلت فرمائی۔

(۳۲۲-۶۲) شاہ عبد القادر اورنگ آبادی

آپ کا تخلص مہربان اور فخری سے مشہور ہیں۔

آپکی اصل نیشاپور کے سادات نقویہ سے ہے آپ کے بعض اسلاف وہاں سے آکر لکھنؤ کے قریب قصبہ کتنور میں بس گئے تھے آپ کے والد ماجد شرف الدین خاں اورنگ آباد میں آتے اور شہر روضہ کے قاضی ہوئے اسی جگہ ۱۱۴۳ھ (گیارہ سو تینتالیس ہجری) میں آپ پیدا ہوئے، حفظ قرآن مجید کے بعد علوم کی تحصیل میں مشغول ہوئے اور عقلی و نقلی علوم سیکھ کر درس دینے لگے، آپ کو خرقہ قادریہ حاصل تھا، شعروشاعری میں (حسان الہند) غلام علی آزاد بلگرامی کے شاگرد تھے اپنی تمام عمر شریف ہدایت وارشاد میں صرف کردی، بارہویں صدی ہجری کے آخر میں مدراس گئے وہاں کے نواب والاجاہ آپ سے حسن عقیدت و بزرگی سے ملے اور وہیں پر ۱۲۰۴ھ (بارہ سو چار ہجری) میں وفات ہوئی قصبہ میلا کی خانقاہ میں آپکی قبر مبارک ہی۔

(۳۲۳-۶۳) مولوی عبدالقادر لکھنوی

مولانا قطب الدین محدث ولد مولانا خضر محدث کی اولاد میں سے ایک شیخ سلطان تھے مولوی عبدالقادر انھیں شیخ سلطان کے لڑکے ہیں انتہائی متقی اور بزرگ شخص تھے دنیا میں سے صرف ضرورت بھر رکھتے، موضع کسمنڈی پرگنہ ملیح آباد آپکی جاگیر تھی مگر اس کی آمدنی سے معاش بھر لیکر بقیہ فقراء پر خرچ کردیتے الغرض آپکی فطرت میں تقویٰ و پرہیزگاری کی نشوونما غالب تھی۔ تحصیل علم کے میدان میں مردانہ وار داخل ہوئے اور شہر لاہور میں جاکر تحصیل و تکمیل علوم کیا پھر معظم و مکرم ہوکر برکت و کرامت لئے وطن مالوف لکھنؤ واپس آئے اپنے زمانہ میں علم و بزرگی کے اندر نمایاں ہوئے آپکی عادت یہ تھی کہ عشاء کی نماز پڑھکر فوراً اتنی دیر سو لیتے جتنی دیر میں اور لوگ عادۃً جاگتے رہتے پھر جب سب لوگ سوجاتے تو اٹھکر عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوجاتے نماز اور اشغال باطنی میں مشغول رہ کر نمازِ فجر پڑھکر بیٹھے رہتے چاشت کی نماز کے بعد طلبہ کو پڑھاتے اور علمی فیض سے مالامال کرکے چالیس سال تک مسند درس کو زینت بخشی شیخ پیر محمد لکھنوی اور اکثر شہر لکھنؤ اور قرب وجوار کے علماء ان کے شاگرد

تھے ان کے چار لڑکے خلف الصدق تھے۔ انکی وفات کی صحیح تاریخ معلوم نہ ہوسکی تاہم گیارہویں صدی ہجری کے وسط میں فوت ہوئے اور ان کے گھر کے قریب ہی ان کا مرقد مبارک ہے۔

(۳۲۴-۶۴) مولوی عبد القادر سلہٹی

ولد مولوی ابوالنصر محمد ادریس صدر الصدور ابن مولوی ابوسعید محمد محمود (جو کہ نواب مرشدآباد کے ندیم تھے اور آپ کا لقب عاقبت محمود تھا) ولد مولوی محمد کلیم (جو کہ مرزا مظہر جان جاناں کے خلیفہ تھے) ولد محمد رفیع بن محمد صالح بن عبد الکریم فاروقی مدنی پھر ہروی پھر ہندی بنگالی سلہٹی، اور آپکی کنیت ابو محمد ہے، مروجہ علوم مولوی رمضان اللہ سے حاصل کیا۔ اور مولوی رمضان اللہ مولوی فضل الرحمن قاضی القضاۃ کے شاگرد تھے اور وہ قاضی القضاۃ بنگالہ مولوی غلام سبحان کے اور وہ مولوی معظم الدین کے اور وہ مولانا عبد العلی بحر العلوم کے شاگرد تھے مولوی عبد القادر سلہٹی صبح و شام درس دینے اور تصنیفات میں مشغول رہتے تھے آپکی تصنیف فرمودہ کتابوں میں سے راقم الحروف کی نگاہ سے جو کتابیں گذر چکی ہیں وہ یہ ہیں۔ ردّ المعقول فرقہ وہابیہ کے رد میں، الفوائد القادریہ فی شرح العقائد النسفیہ، الجوامع القادریہ عقائد اہل سنت میں، الدر الازہر فی شرح الفقہ الاکبر۔ اللہ آپ کو باسلامت زندہ رکھے

(۳۲۵-۶۵) شیخ عبد القادر احمد آبادی

ابن عبد اللہ العیدروس یمنی حضرموتی ہندی آپ کی کنیت ابوبکر اور لقب محی الدین تھا بروز پنجشنبہ بیسویں ربیع الاول ۹۷۸ھ احمد آباد گجرات میں پیدا ہوئے علماء وقت سے علم حاصل کر کے متبحر عقلمند ہوئے عجیب و غریب علوم و فنون میں تصنیفات و تالیفات شائع کیں جو آپ ہی کی یادگار ہیں۔ ۱۰۳۸ھ (ایک ہزار اڑتیس ہجری) میں احمد آباد ہی میں رحلت فرمائی۔

تذکرۃ التصانیف :۔ الفتوحات القدسیہ فی الخرقۃ العیدروسیہ، الحدائق الخضرۃ فی سیرۃ النبی و اصحابہ العشرۃ، المنتخب المصطفیٰ فی مولد المصطفیٰ، الدر الثمین فی بیان المہم من الدین، اتحاف الحضرۃ العزیزہ بعیون السیرۃ الوجیزۃ، المنہاج الیٰ معرفۃ المعراج، الانموذج اللطیف فی اہل بدر الشریف اسباب النجاۃ والنجاح فی اذکار المساء والصباح، الحواشی الرشیقہ علی العروۃ الوثیقہ، المنح الباری بختم البخاری، تعریف الاحیاء بفضائل الانبیاء، عقد اللآل بفضائل الآل، بغیۃ المستفید شرح تحفۃ المرید، النفحۃ العنبریۃ فی شرح تبیین العذبیۃ، غایۃ القرب فی شرح نہایۃ المطلب، اتحاف اخوان الصفا بشرح تحفۃ الظرفا، صدق الوفا بحق الاخاء، النور السافر فی اخبار القرن العاشر وغیرہ وغیرہ۔

(۳۲۶-۶۶) **مولانا عبد القادر دہلوی**

ولد مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تفسیر حدیث اور فقہ میں بلند شان رکھتے تھے موضح القرآن، قرآن مجید کا ترجمہ اردو زبان میں کمال فصاحت سے تحریر فرمایا جو کہ اردو محاورہ کے ماہروں سے مخفی نہیں ہے۔ نویں رجب ۱۲۴۲ھ میں رحلت فرمائی۔

(۳۲۷-۶۷) **مولوی عبد القادر سندیلی**

ولد مولوی شاہ جمیل الدین ولد مولوی اظہر علی ولد مولوی اصغر علی بن مولوی حمد اللہ سندیلی۔ ۱۹ر محرم ۱۲۳۴ھ (بارہ سو چونتیس ہجری) پنجشنبہ کو قصبہ سندیلہ میں پیدا ہوئے۔ حافظ مولوی شوکت علی سندیلی، مولوی سید فقیہ اللہ سندیلی، مولوی عبد الحکیم فرنگی محلی اور مولوی تراب علی لکھنوی سے علوم متعارفہ کو حاصل کر کے فراغت حاصل کی اپنے والد صاحب کے مرید تھے تعلیم کی نوکری ناگور اور جھانسی وغیرہ میں اختیار کر کے وہاں مقیم ہوئے اور بہت سے طلبہ آپ سے مستفید ہوئے۔ ۱۹ر ذی حجہ ۱۲۷۲ھ (بارہ سو بہتر ہجری) میں وفات ہوئی اور اپنے والد صاحب کے مزار کے قریب اپنے دروازہ کے سامنے مدفون ہوئے۔

(۳۲۸-۶۸) **ملا عبد القادر بدایونی**

ابن ملوک شاہ شہر بدایون کے اکابر

میں سے ہیں اور شیخ مبارک ناگوری کے شاگرد۔ فضل وکمال سے متصف تھے اکبر بادشاہ کے ملازمین میں سے: خلوت کی محفل میں بھی حاضر ہوسکتے تھے زیادہ تر ہندی کتابوں کے ترجمہ یا تلخیص پر مامور تھے کتاب رامائن کا فارسی ترجمہ لکھا اور کشمیر کی تاریخ منتخب کی۔ تاریخ گوئی میں پوری مہارت رکھتے تھے اور ان کی حق گوئی اور ان کے فضل وکمال کی گواہ کتاب منتخب التواریخ ہے جس کو تاریخ بدایونی بھی کہتے ہیں۔ یہ کتاب ۲۳ جمادی الثانیہ سنہ ایک ہزار چار ہجری میں مکمل ہوئی اس کے پوری کرنے کی تاریخ مصنف نے یوں لکھا ہے ؎

شکر للہ کہ باتمام رسید	منتخب از کرم ربانی
اللہ کا شکر ہے کہ منتخب التواریخ	کرم خداوندی سے پوری ہوئی
سال تاریخ ز دل جستم و گفت	انتخابی کہ ندارد ثانی ۱۰۶۴
دل سے میں نے سال تاریخ ڈھونڈا	تو اس نے کہا ایسا انتخاب ہے جو ثانی نہیں رکھتا

اور ثانی سے مراد "انتخا" کا دوسرا حرف نون ہے جس کا عدد ۵۰ ہے اور "بی" کا دوسرا حرف یا ہے جس کے عدد دس ہیں، مجموعہ ساٹھ عدد کو "انتخابی" کے مجموعہ اعداد ۱۰۶۴ میں سے نکال دیں تو ۱۰۰۴ ہو جائیں گے جو تاریخ تصنیف منتخب التواریخ ہے۔ دوسری کتاب: سنگاسن بتیسی کا ترجمہ ہے جس کا تاریخی نام "نامہ خرد افزا ۹۸۹ھ" ہے جو ان کی شاہکار تصنیف ہے۔

(۳۲۹-۶۹) شیخ عبد القدوس گنگوہی

صاحب علم وعمل اکابر صوفیہ میں سے شیخ محمد بن عارف بن شیخ احمد عبد الحق رودولوی کے مرید اور شیخ احمد عبد الحق رودولوی کی روحانیت کے کامل معتقد تھے کتاب انوار العلوم تقریباً سات فن کی جامع ان کی تصنیف ہے ۹۴۵ھ (نو سو چالیس اور پانچ پینتالیس ہجری) میں وفات پائی۔ اللہ ان سے راضی ہو۔

(۳۳۰-۷۰) مولوی عبد القدوس فرنگی محلی

مفتی محمد یعقوب ولد ملا

عبدالعزیز کے بڑے لڑکے حافظِ قرآن تھے اور معقولات اپنے والد صاحب؛ منقولات ملا محمد حسن سے حاصل کر کے معقول و منقول علوم کے جامع ہو گئے تھے، تعلیم و تدریس میں مشغول رہتے تھے کہ اچانک ان کے لڑکے عبدالسلام کا انتقال ہو گیا جو کہ جید الاستعداد کے ساتھ ساتھ نہایت خوش نویس بھی تھے ان کی وفات کے صدمہ کو برداشت نہ کر سکے اور تھوڑے دنوں بعد فوت ہو گئے۔

(۱۳۳۱-۷۱) ملا عبدالکریم کاکوروی

ولد حافظ شہاب الدین بن شیخ بھکھاری کاکوروی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں درسی کتابوں سے فراغت حاصل کر کے سیر و سیاحت کے لئے دھلی پہونچے اور خواجہ قطب الدین اوشی کے مزار سے فیض حاصل کیا۔ چند دن مراقبہ کر کے خواجہ باقی باللہ کے حلقہ میں بیٹھکر کاکوری تشریف لائے اور بیش قیمت عمر کو مخلوق کی ہدایت وارشاد اور راز کار باطنی میں صرف فرمایا یہاں تک کہ وفات ہو گئی اور آپ کی تاریخ وفات مجھے معلوم نہ ہو سکی۔

(۳۳۲-۷۲) حاجی عبدالکریم لاہوری

عالم باعمل، فاضل بے بدل، شیخ نظام الدین بلخی کے مرید تھے۔ آپ کی تصنیفات میں سے شرح فصوص الحکم فارسی میں اور اسرار عجیبہ دربیان ذکر و شغل چشتیہ ہیں سنہ ۱۰۴۵ھ (ایک ہزار پینتالیس ہجری) میں اس جہاں سے رخصت ہو گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

(۳۳۳-۷۳) ملا عبدالکریم پشاوری

ابن ملا درویزہ پشاوریؒ اخوند کریمؒ سے مشہور تھے اپنے والد ماجد سے علوم ظاہرہ و باطنہ کو حاصل کر کے محقق افغانستان ہو گئے تھے، صوفی مشرب بزرگ تھے میر سید علی غوادل سے خرقۂ خلافت حاصل کئے تھے، ان کی کرامات میں سے مشہور ہے کہ ہر رات ایک جزد سادہ کاغذ حجرہ میں لیکر جاتے اور اندھیرے میں تحریر کر لیتے پھر صبح کو وہ کاغذ دوستوں کو دیدیتے تھے اس طرح ان کی کتاب "مخزن الاسلام" کی تصنیف

مکمل ہوئی۔ ۱۰۷۲ھ (ایک ہزار بہتر ہجری) میں انتقال پاکر یوسف زئی کے علاقہ میں مدفون ہوئے

(۳۳۴-۷۴) قاضی سید عبدالکریم رائے بریلوی

رائے بریلی کے پرانے رؤسا میں سے سید محمد مقیم کے صاحبزادہ ہیں آپ کے نانا قاضی محمد آصف صوفی نگرامی تھے، علم وعمل کے زیور سے آراستہ اور صلاح وتقویٰ سے پیراستہ تھے۔ پہلے خاندان نقشبندیہ میں مولوی سید عبدالکریم جوراسی خلیفۂ شاہ لال رائے بریلوی سے بیعت ہوئے اور اذکار نقشبندیہ کے اشغال سے فیض حاصل کیا پھر مولانا سید عبدالرحمٰن سے جوان دنوں لکھنؤ آئے تھے اجازت وخلافت ملی اور دوسرے سلسلوں چشتیہ اور قادریہ، سہروردیہ اور اویسیہ قلندریہ میں بھی اجازت حاصل کرکے مکمل فیض اٹھایا، صاحب تصنیف تھے کئی رسالے بھی لکھے جن میں سے وسیلۃ النجاۃ فی احکام الاموات، الکلام المتین فی کشف اسرار الحق والیقین اور ایک ولایت کے مراتب وختم ولایت میں، وجود مطلق اور وجود عام کی بحث کا محاکمہ، بروز تناسخ کے درمیان فرق بھی ہیں بتاریخ ۲۲ رجب ۱۲۴۸ھ میں رائے بریلی میں وفات اور تدفین ہوئی۔

(۳۳۵-۷۵) شیخ عبدالکریم سہارنپوری

سہارنپور کے انصاری، صاحب وجد وحال، تمام علوم میں ماہر، تمام فنون میں کامل شخص تھے۔ ۱۴ محرم الحرام ۱۰۲۴ھ (ایک ہزار چوبیس ہجری) میں فوت ہوئے ایک عزیز نے "شمع ارشاد حق" سے آپکی تاریخ وفات نکالی۔ اس ناچیز مؤلف نے کتاب لکھتے وقت اس کو منظوم کردیا ہے جس کا منظوم ترجمہ یہ ہے ؎

شیخ عبدالکریم انصاری + ساکن خطۂ سہارنپور + جب محرم کے چودہ دن گذرے + تب چلے بہرِ وصلِ رب غفور + شمع ارشاد حق کسی نے کہا + رحلت شیخ محترم مغفور۔

(۳۳۶-۷۶) ملا عبداللطیف سلطانپوری

اورنگ زیب عالمگیر کے استادوں میں سے معقولات

و منقولات کے ماہر عالم تھے۔ ۱۰۳۶ھ (ایک ہزار چھتیس ہجری) میں وفات فرمائی۔ ع

"آفتاب علم را آمد کسوف" مادہ تاریخ وفات ہے۔
۱۰۳۶

(۷۷-۳۳۷) میر عبداللطیف قزوینی

سیفی حسنی سادات میں سے ہیں عقلی و نقلی علوم میں پوری دسترس حاصل تھی آباء و اجداد سے ان کا سلسلہ تاریخی ہے چونکہ سیفی سادات پختہ اہل سنت تھے، اس لئے ایران کے فرماں روا شاہ طہماسپ نے ان کی زمین و جائداد سب کو ضبط کر لیا تھا، میر صاحب موصوف علاقہ عراق سے ۹۶۹ھ میں ہندوستان کو روانہ ہوئے اور اکبر بادشاہ کی خدمت کی سعادت حاصل ہوئی، بادشاہ نے دیوان حافظ وغیرہ کچھ کتابوں کا سبق آپ سے پڑھا۔ ۵ رجب ۹۸۱ھ (نو سو اکیاسی ہجری) میں جدید آبادی فتحپور سیکری میں انتقال فرمایا اور قلعۂ اجمیر کے بالائی حصہ میں میر سید حسین خنگ سوار کے پڑوس میں مدفون ہوئے، قاسم ارسلان نے آپکی تاریخ وفات "فخر آل یٰس" سے برآمد کی۔
۹۸۱ھ

(۷۸-۳۳۸) مولوی عبدالمجید بدایونی

ابن مولوی عبدالحمید بن مولوی محمد سعید ابن مولوی محمد شریف بن مولوی محمد شفیع بدایونی۔ انتیسویں ۲۹ رمضان ۱۱۷۷ھ میں پیدا ہوئے، تاریخی نام "ظہور اللہ" رکھا گیا۔ ۱۱۷۷ھ بچپن سے مولانا محمد علی بدایونی کے فیض تربیت میں رہ کر کامل متقی و پرہیز گار ہوئے، دین کا سیکھنا سکھانا فطرت میں ودیعت تھا، اکثر مروجہ کتابیں بھی آپ ہی سے پڑھیں۔ آپ کی وفات کے بعد بقیہ درسی کتابوں کی تکمیل مولانا ذوالفقار علی ساکن اطراف لکھنؤ دیوہ سے کی جو کہ مولانا نظام الدین ولد ملا قطب الدین سہالوی کے شاگرد تھے، علمی فراغت کے بعد مرشد کامل کی تلاش میں استقامت کا قدم بڑھایا، اور جس جگہ بھی پیر کامل کی تلاش میں جاتے چونکہ شرع کی کامل اتباع مشائخ وقت میں نہ تھی اس لئے اس جماعت کیطرف سے تنفر پیدا ہوتا گیا لیکن چونکہ بالنصیب بلند اقبال تھے۔ ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ سرکار رسالت پناہ ہدایت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں محبوب سبحانی سیدنا عبد القادر جیلانی، اور مخدوم انام شیخ فرید الدین شکر گنج اور دیگر اولیاء اللہ قدس اللہ اسرارہم حاضر ہیں اور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے جناب غوث اعظم نے مولوی عبد المجید کا ہاتھ پکڑ کر سید شاہ آل احمد مارہروی کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اب بیدار ہونے کے بعد مارہرہ کے راستہ پر چل پڑے آخر اپنے پیر دستگیر کی خدمت میں پہونچ گئے اور کامل تقویٰ و پرہیزگاری اور مکمل اتباع شرع شریف آپ کی ذات میں دیکھ کر شرف بیعت حاصل کرلیا اور خلافت کے ساتھ ممتاز ہوئے اور اپنے پیر کی بارگاہ سے "عین الحق" کے لقب سے مشرف ہوئے، پھر اسّی سال کی عمر میں حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

تصنیفات:۔ آپ کی تصنیفات میں سے ایک کتاب مواہب المنان شرح جواہر الرحمان ہے جس میں ملفوظاتِ غوثیہ کو جمع کردیا ہے، اور ایک رسالہ فارسی میں ہے جس میں روافض کی تردید ہے اور اردو میں ایک رسالہ "رد وہابیہ" نامی ہے، اسکے علاوہ بھی کچھ تصنیفات ہیں۔

تلامذہ:۔ آپکے شاگردانِ رشید میں شاہ آل رسول مارہروی اور مولوی افتخار الدین ہیں۔

وفات:۔ ۱۷ محرم الحرام ۱۲۶۳ھ (بارہ سو ساٹھ اور تین ترسیٹھ ہجری) میں نوت ہوئے ملک کے شاعروں نے آپکی وفات پر مراثی کہے جن میں تاریخ وفات کا مادہ بھی ہے، مفتی سعد اللہ مرادآبادی آشفتہ نے جو شعر کہا ہے اسکا ترجمہ یہ ہے: کاملین کے بادشاہ مقدس + ہدایت کے امام، دینداروں کے قبلہ علم و عمل میں سلف کی یادگار + جن کے فیض سے عارفوں کے دل منور + اولیاء کے سردار شاہ عبد المجید + خدا ان کو جنت اور حور عین سے نوازے + ماہ محرم کی ۱۷ سترہویں شب میں + جناں کی طرف عازم سفر ہوئے + آشفتہ نے ان کی تاریخ وفات یوں لکھی کہ :-

گردید واصل بخلد برین
۱۲۶۳ھ

(۷۹-۳۳۹) قاضی عبد المقتدر دہلوی

ابن قاضی رکن الدین الشریحی الکندی الدہلوی، خلیفہ شیخ

نصیر الدین محمود اودھی، آپ فیاض دانشمند اور کامل درویش تھے اور قاضی شہاب الدین (دولت آبادی) کے استاد ہیں، انتہائی فصیح و بلیغ شخص تھے؛ قصیدہ بھی کہتے تھے، اور غزل بھی۔ آپ کی قصیدہ گوئی کا شاہکار وہ نعتیہ قصیدہ ہے جو قصیدہ لامیۃ المعجزات کے معارضہ میں لکھا ہے اس میں خوب خوب فصاحت و بلاغت کی داد دی ہے۔

بقیہ حالات : آپ سبق پڑھاتے، علمی فیض پہونچانے میں اپنے شیخ نصیر الدین محمود اور ان کے خلفاء کی مثال قائم رکھے ہوئے تھے۔ اپنے طالب علموں کو علمی مشغلہ رکھنے اور شریعت کی حفاظت کرنے کی وصیت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ایک شرعی مسئلہ میں غور و خوض کرنا ایک ہزار رکعت نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے جبکہ ہزار رکعت نفل پڑھنے میں عجب و ریا کی آمیزش بھی ہو جاتی ہے اور شرعی مسئلہ کی فکر میں اس سے حفاظت ہوا کرتی ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب شروع میں شیخ نصیر الدین محمود کی خدمت میں جاتے تھے تو مسائل میں شیخ کے ساتھ خوب بحث کرتے تھے اور شیخ اس بحث کو بنظر استحسان دیکھا کرتے تھے اور ان کو تحصیل علم کی خوب ترغیب دیتے تھے آخر میں شیخ سے مرید ہو کر باطنی دولت سے بھی خوب مالا مال ہوئے۔ آپ کے کسی معتقد نے ایک کتاب لکھی ہے اس کا نام " مناقب الصدیقین " ہے اس میں ایک حکایت لکھی ہے کہ قاضی شہاب الدین نے ایک دن سونا پایا تھا اس کو اپنی والدہ کو دکھا کر کہا کہ اس سونے کو کہیں دفن کر دوں گا۔ یہ کہہ کر قاضی عبد المقتدر صاحب کی مجلس میں گئے قاضی صاحب نے دیکھتے ہی کہا کہ تم تو سونا دفن کرنے کی فکر میں ہو علم سیکھنے میں کہاں مشغول ہوتے ہو؟ قاضی شہاب الدین کو اپنی غلطی پر تنبہ ہوا۔

وفات :- ۲۶ محرم ۷۹۱ھ (سات سو اکیانوے ہجری) بعمر ۸۸ سال وفات ہوئی۔ حوض شمسی کے قریب دکھن طرف خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کے جوار میں مرقد مبارک ہے۔ نور اللہ مرقدہ۔ { مترجم : قاضی شہاب الدین کے متعلق جو کچھ فرمایا اس کا ترجمہ قاضی صاحب کے ذکر میں ہم کر چکے ہیں اس لئے یہاں ترک کر دیا }

(۳۴۰-۸۰) شیخ عبد النبی صدر الصدور گنگوہی

ولد شیخ احمد ولد عبد القدوس گنگوہی۔

چند بار حرمین شریفین جا کر علم حدیث پڑھا، جب وہاں سے واپس آئے تو اپنے خاندانی بزرگوں کے خلاف راگ اور گانے پر نکیر کرتے ہوئے محدثین کرام کے طریقہ پر تقویٰ طہارت عفت وظاہری عبادت میں اشتغال رکھا کہ آپ کے والد صاحب نے سماع کی اباحت پر ایک رسالہ لکھا تھا آپ نے سماع کے منکر ہونے پر رسالہ لکھا اس کا جو نتیجہ نکلنا تھا کہ بہت زیادہ ایذاء اور تکلیفات میں مبتلا ہونا وہ نتیجہ نکل آیا لیکن اس اذیت وتکلیف کی وجہ سے آپ کی شہرت بھی ہوگئی، اس زمانہ میں اکبر بادشاہ ایک صدر تلاش کر رہا تھا، آپ کی صفت علم اور وصف دیانت کا علم ہوا تو آپ کو بعض ذریعوں سے بلا کر ۹۰۱ھ (نوسو ایک ہجری) میں صدور الصدور کے عہدہ پر فائز کر دیا، آپ نے اس عہدہ کو پوری تندہی کے ساتھ نبھایا اور اس میں آپ کو اس قدر مرتبہ اور مال وزر ملے جو کسی صدر کو کسی بادشاہ کے دور میں نہ ملے تھے اور بادشاہ ان کا اتنا عقیدت مند تھا کہ کئی دفعہ آپ کا جوتا سیدھا کر کے آپ کے سامنے رکھ دیتا تھا آخر مخدوم الملک ملا عبد اللہ سلطانپوری اور دیگر علماء نے آپ کی مخالفت کی بس حالت دگرگوں ہوگئی اس وجہ سے اور بعض دیگر امور کی وجہ سے بادشاہ کا مزاج بگڑ گیا اور ۹۸۶ھ (نوسو چھیاسی ہجری) میں صدارت کے عہدہ سے معزول ہوگئے بالآخر بہت تباہی کے بعد ملا عبد اللہ سلطان پوری اور شیخ عبد النبی میں ملاقات کی توفیق اس طرح ہوئی کہ دونوں ایک

ع۔ اصل کتاب میں یوں ہی "سال نہصد ویک" ہے جس کا ترجمہ ۹۰۱ھ کیا گیا لیکن دشواری یہ کہ اکبر ۹۶۴ھ میں مسند حکومت پر جاگزیں ہوا ہے اس لئے یہ صحیح نہیں۔ ہمارے خیال میں "ہفتاد" چھوٹ گیا ہے یعنی عبارت "نہصد وہفتاد ویک" ۹۷۱ھ ہونا چاہئے جیسا کہ شیخ محمد اکرام نے رود کوثر میں صدر الصدوری کا زمانہ ۱۵۶۳ء بتایا ہے جو عربی سنہ کے اعتبار سے ۹۷۱ھ ہجری پڑتا ہے۔

زین العابدین الاعظمی

ساتھ حج کرنے گئے لیکن پھر بھی آپس کی کدورت دور نہ ہوئی آخر بے صبری کرکے دونوں مکہ معظمہ سے ہندوستان لوٹ کر آئے تو ملا عبداللہ تو دیارِ گجرات میں ۹۹۱ھ نو سو اکیانوے ہجری میں وفات پا گئے اور شیخ عبدالنبی بادشاہ کے دربار میں گئے تو بادشاہ نے ان کو جیل خانہ میں ڈال دیا اور قید ہی کے دوران ۹۹۲ھ میں رحلت فرمائی۔

تصنیف:۔ امام قفال مروزی شافعی نے امام ابو حنیفہؒ پر کچھ اعتراضات کئے ہیں۔ ملا عبدالنبی نے ایک عربی رسالہ میں اس طعن کا جواب تحریر کیا ہے۔

مترجم: ملا عبدالنبی کی بنوائی ہوئی دہلی کی وہ تاریخی مسجد ہے جس میں آج کل مرکزی جمعیۃ علماءِ ہند کا دفتر ہے جو بہادر شاہ ظفر مارگ پر واقع ہے۔

(۲) ملا عبداللہ سلطانپوری کے حال میں مصنف نے تاریخ وفات نو سو نوے (۹۹۰ھ) تحریر کیا ہے اور یہاں پر ۹۹۱ھ مرقوم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب زین العابدین الاعظمی

(۱۰۸-۳۴۱) عبدالنبی شطاری

آپ کا نام عماد الدین محمد عارف عثمانی، صوفی شطاری نسبۃً وخرقۃً الحنفی مذہباً تھے شریعت کے پیروکار شیخ عبداللہ شطاری صوفی اکبرآبادی کے مریدِ عظیم علماء، کریم اہلِ دل میں سے ہیں پر مغز بارونق تصانیف آپ کی یادگار ہیں ان میں سے ۱؎ فواتح الانوار شرح لوائح الاسرار ملا جامی ۲؎ روائح شرح لوائح ۳؎ مختصر فواتح سابق الذکر ۴؎ ذریعۃ النجاۃ شرح المشکوٰۃ ۵؎ شرح الفصوص ۶؎ شرح ترجمہ فصوص ۷؎ شوارق اللمعات فی شرح اللمعات ۸؎ شرح خلاصۃ العشق ۹؎ شرح جام جہاں نما ۱۰؎ شرح اللطیفۃ الغیبہ ۱۱؎ شرح نخبۃ الفکر ۱۲؎ شرح آداب حنفی ۱۳؎ شرح معمای میر حسن ۱۴؎ شرح جواہر خمسہ ۱۵؎ شرح کلید مخازن ۱۶؎ شرح تحفۃ حل الودود ۱۷؎ فیض الخبیر شرح حاشیہ سید شریف بر عضدی ۱۸؎ رسالہ در تعریف فقر ۱۹؎ رسالہ کشف الجواہر ۲۰؎ رسالہ در اسم ذات ۲۱؎ رسالہ در شرح حدیث خیر الاسماء عبداللہ و عبدالرحمٰن ۲۲؎ رسالہ کنوز الاسرار فی اشعار الشطار ۲۳؎ جوامع کلم

الصوفی ۲۴ مقامات العارفین ۲۵ فتوحات المغیبہ ۲۶ حدائق الانشاء ۲۷ رسالہ ناسخ ومنسوخ مسمیٰ بدستور المفسرین ۲۸ بحر الکرم شرح عین العلم ۲۹ حاشیہ شرح جامی بحث حال سے مجرورات تک ۳۰ سواطع الالہام شرح تہذیب الکلام ۳۱ شرح حدیث الصلوٰۃ معراج المؤمنین ۳۲ شرح حدیث کنت کنزا مخفیا ۳۳ دستور السعادۃ فی بیان الولایۃ ۳۴ فیض القدوس منتخب نقد النصوص ۳۵ مطالع الانوار الخفی شرح اجوبۃ الولی ۳۶ جواہر الاسرار شرح الفصوص الفارابی ۳۷ فیض الملک المبین شرح حق الیقین ۳۸ حاشیہ بر نقد النصوص ۳۹ لوامع الانوار فی مناقب السادات الاطہار ۴۰ رسالہ سماع ۴۱ رسالہ درجواب اسولہ فاضل نارنولی ۴۲ شرح جواب شیخ ابن سینا کہ بر مکتوب ابوالخیر مولانا ابوسعید نوشتہ ۴۳ مواہب الٰہی شرح اصول ابراہیم شاہی ۴۴ شرح ارشاد النحو قاضی شہاب الدین ۴۵ روح الارواح شرح حکمۃ اشراقیہ ۴۶ رسالہ ایمان فرعون ۴۷ رسالہ خلوات الوجود ۴۸ رسالہ ناسخ التناسخ ۴۹ شرح حضرات خمس وغیرہا۔

وفات :۔ آپ کی وفات کا صحیح پتہ تو نہیں چل سکا لیکن جو عبارت آپ نے "فواتح الانوار" کے خاتمہ میں لکھی ہے اس سے آپ کی حیات کا زمانہ سمجھا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہے: کتاب سے فراغت جمعہ کو بارہویں مہینہ کی آٹھویں تاریخ کو گیارہویں صدی ہجری کے بیسویں سال، والد کے مرقد کے سامنے جو آگرہ میں واقع ہے۔ اللہ اسکو تمام مکروہات سے بچائے اور اس کے اتمام کی تاریخ ہے: افضال حق ۱۰۲۰ھ

یہ کتاب روز جمعہ ۸ ذی الحجہ ۱۰۲۰ھ کو پوری ہوئی واللہ اعلم

(۴۲-۳-۸۲) ملا عبد النبی احمد نگری

ولد قاضی عبدالرسول عثمانی احمد نگری گجراتی۔

آپ شاہ وجیہ الدین علوی احمد آبادی کے مرید تھے، آپ کی بہت سی تصنیفات جو زمانے

کی دستبرد سے بچی ہیں آپ کے علمی مرتبہ کی نشاندہی کرتی ہیں ان میں سے ایک کتاب جامع الغموض منبع الفیوض ہے جو کافیہ کی بسوط شرح ہے علم نحو میں اور فارسی زبان میں جس کو احمد نگر میں ۱۱۴۲ھ میں مکمل کیا ہے۔ اس کے علاوہ شرح تہذیب یزدی کا بھی حاشیہ لکھا ہے۔ شکر اللہ سعیہٗ۔

(۳۴۳-۸۳) شیخ عبدالواحد بلگرامی شاہدی تخلص

فضائل و کمالات کے

مالک، ریاضت و عبادت کے دلدادہ، اخلاق مرضیہ اور صفات پسندیدہ کے حامل تھے۔ آپ کے والد کا نام ابراہیم بن خطیب تھا اصلاً آپ بلگرام کے رہنے والے تھے، مگر آپ کے اجداد میں سے کوئی صاحب قصبہ ہاڑی میں مقیم ہوگئے تھے اور آپ بلگرام میں آکر سکونت اختیار کر لئے تھے، آپ کی ارادت کی نسبت سید حسین سکندہ صاحب تک پہنچتی ہے، حقائق و معارف میں آپ نے بہت سی کتابیں لکھی، ان میں سے ۱ حقائق ہندی ۲ حل شبہات اور شرح کافیہ غیر منصرف کی بحث تک عجیب انداز سے لکھی ہے۔ اس کتاب کو علم تصوف کی کتاب بنا دیا ہے ۳ شرح نزہۃ الارواح ۴ تصوف میں سبع سنابل، اکبر بادشاہ نے غایت تعظیم سے ان کو بلا کر "سیورغال" کی ایک زمین انکی نذر کی۔

نفائس المآثر کے مصنف نے آپ کو قنوج کے اکابرین سے شمار کیا ہے، کیونکہ بلگرام شہر قنوج کی ریاست میں تھا انکی منظوم حکایتوں میں ایک مناظرہ ہے جو آم اور خربوزہ کے بیچ نہایت شیریں مذاق کا پتہ دیتا ہے، سو سال سے زیادہ کی عمر پاکر شب جمعہ ۳ رمضان المبارک ۱۰۱۷ھ (ایک ہزار سترہ ہجری) میں شہر بلگرام میں فوت ہوئے اور وہیں مدفون ہوئے، انکی وفات کا مادۂ تاریخ بھی الو لکھا ہے ــــ

چو رفت واحد صوری و معنوی گفتم ۔۔۔ ہزار و ہفدہ شب جمعہ ماہ صوم سوم

جب صوری اور معنوی واحد چلا گیا تو میں نے کہا + ہزار اور سترہ جمعہ کی رات روزہ کا مہینہ تیسرا دن

اس کی تفصیل یہ ہے ابجد کے حسابی قاعدہ سے دوسرے مصرعہ میں بیس عدد زائد ہوتے ہیں ان کو لطیف انداز میں خارج کر دیا اس طرح کہ واحد کے چار حرفوں کے اعداد انیس ہوتے ہیں ایک صوری کل بیس ہوئے اتنے کو خارج کر دینے سے اصل تاریخ وفات برآمد ہو گی۔

(۳۴۴-۸۴) میر عبدالواحد بلگرامی

واحد اور ذوقی تخلص رکھتے تھے فارسی اور ہندی میں شعر کہتے تھے، انکی ایک کتاب شکرستان خیال ہے۔ اس میں حلوہ جات کا بیان بطور دیوان کے نظم اور نثر میں کیا ہے۔ ۲ محرم ۱۱۳۴ھ میں زمینداروں کی لڑائی میں لاہور میں مارے گئے۔

(۳۴۵-۸۵) مولوی عبدالواحد فرنگی محلی

مولوی عبدالاعلی ولد مولانا عبدالعلی بحرالعلوم کے بڑے لڑکے ہیں پہلے ملا ازہار الحق صاحب سے پھر اپنے دادا بحرالعلوم سے مدراس میں کتب درسیہ پڑھکر منصب قضاء و افتاء کو حاصل کرنے کلکتہ گئے، عدالت بنگال کے حاکم ہارنگٹن سے ملاقات کی لیکن مقصد پورا نہ ہوا تو فتح دہلی کے بعد ضلع کے مفتی ڈھائی سو

مترجم:۔ تاریخ صحیح نہیں نکلتی کیونکہ "ہزار و ہفدہ شب جمعہ ماہ صوم سوم" کے اعداد ایک ہزار اکیس ہوتے ہیں۔ اگر بیس کا عدد تخرجہ مان لیا جائے تو ۱۰۰۱ھ ہجری نکلے گی حالانکہ ان کی وفات ۱۰۱۷ھ ہجری میں ہوئی۔

میرے خیال میں تخرجہ اس طرح کیا جائے کہ واحد معنوی سے شیخ کی ذات مراد لی جائے جو دنیا سے چلے گئے اور "واحد" صوری سے صرف چار حرفوں کو بغیر حساب ابجد کے مراد لیا جائے کہ دوسرے مصرعہ سے چار حرفوں کے بقدر چار عدد خارج کر دیا جائے تو سنہ مطلوب نکل آئے گا۔

اس طرح ۱۰۲۱-۴ = ۱۰۱۷ھ واللہ اعلم بمراد عبادہٖ۔

روپیہ ماہانہ پر مقرر ہوئے جس کی سفارش بنگال کے حاکم نے کی تھی وہاں سے پانی پت کو تبادلہ ہوا تو پانی پت چلے گئے پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد انتقال ہو گیا۔

(۳۴۶-۸۶) مولوی عبدالواجد خیرآبادی

مولوی محمد اعلم سندیلی کے شاگرد اور بھانجے تھے اور ان کے شاگردوں میں مولوی فضل امام خیرآبادی دہلی کے صدر الصدور بہت نامی گرامی عالم ہوئے رحمۃ اللہ علیہما، اور ہمارے ہم سبق مولوی امام العالم مرحوم آپ کے پوتے ہیں جنھوں نے قصیدہ بردہ کی شرح لکھی اور تیز ذہن اور باریک بینی میں اپنے ہم عصروں پر فائق تھے۔

(۳۴۷-۸۷) مولوی عبدالواجد فرنگی محلّی

مولوی عبدالاعلی ولد مولانا عبدالعلی بحرالعلوم کے چھوٹے لڑکے، بچپن ہی میں دادا جان کے ساتھ مدراس چلے گئے تھے، ابتدائی کتابیں اپنے چچا مولوی عبدالرب سے پڑھیں اور متوسطات و مطولات اپنے دادا مولانا عبدالعلی بحرالعلوم سے پڑھکر فراغت حاصل کرکے لکھنؤ آئے، ان کے چھوٹے چچا مولوی عبدالرب بھی لکھنؤ ہی میں تھے کہ مدراس میں مولانا عبدالعلی کا انتقال ہوگیا یہ خبر جب لکھنؤ پہونچی تو مولوی عبدالرب اور ان کے بھتیجے مولوی عبدالواجد دونوں مدراس چلے گئے ان دونوں کے جانے سے پہلے ہی مولانا عبدالعلی صاحب کے مدرسہ میں مولوی علاء الدین صاحب کی تقرری مولانا کی جگہ ہو چکی تھی یہ دونوں صاحبان اپنے والد اور دادا کی جگہ پر تقرری کے خواستگار ہوئے، رئیس صاحب نے مولوی علاء الدین کو معزول کرنا مناسب نہ سمجھا اسلئے مدرسہ جو خاص مولانا مرحوم کا مملوک تھا وہ تو مولوی عبدالرب کے حوالہ کر دیا اور مولوی علاؤ الدین کو دوسری جگہ پر کر دیا اور مولانا کا جو مشاہرہ تھا وہ آدھا مولوی علاؤ الدین کیلئے اور آدھا مولوی عبدالرب کے لئے

مقرر کردیا مولوی عبدالربؒ نے اپنا قائم مقام اپنے بھتیجہ مولوی عبدالواجد کو بنا کر خود کو الگ کرلیا اس وقت سے مولوی عبدالواجد مدراس میں نیابۃً دادا مرحوم کے مدرسہ کو پروان چڑھانے لگے لیکن تھوڑے ہی دنوں میں لاولد فوت ہوگئے۔

(۳۴۸-۸۸) مولوی عبدالولی طرخانی کشمیری

کامل دانشمند اور محدث تھے

اپنے وطن طرخان سے جو ترکستان کے علاقہ میں واقع ہے حرمین شریفین پہونچے۔ ادائے مناسک کے بعد مدرسہ دارالشفا میں شیخ ابوالحسن سندی سے حدیث و تفسیر کی اجازت حاصل کی پھر کشمیر آکر ملا کوسج کے حواشی کا تتمہ لکھا اور اس کو شیخ الاسلام مولانا قوام الدین محمد کی خدمت میں تحفۃً پیش کیا اور حدیث و تفسیر کی اجازت انکو دے کر انھیں کے مکان میں مقیم ہوگئے اور مدت تک رہے لیکن ۱۱۷۱ھ (گیارہ سو اکہتر ہجری) میں ظالموں کے ہاتھ سے شربت شہادت پی کر خلد مکانی ہوگئے۔

(۳۴۹-۸۹) مولوی عبدالوالی فرنگی محلی

ولد محمد ابوالکرم ابن مفتی محمد یعقوب۔

تکمیلِ علوم کے بعد اپنے نانا ملا نورالحق سے بیعت ہوئے آپ نے انکو خلافت اور مجازِ مطلق سے نوازا۔ آپ کی پوری عزیز عمر یادِ الٰہی، عبادتوں اور ریاضتوں میں گذری۔ بائیسویں شعبان کی رات ۱۲۷۹ھ (بارہ سو اناسی ہجری) کو بعمر نوے سال دار فانی سے عالم جاودانی کو چلے گئے، مولوی عبدالباسط نے انکی تاریخ وفات "کنت کنزا مخفیا" سے نکالی۔
۱۲۷۹ھ

(۳۵۰-۹۰) مولوی عبدالوحید فرنگی محلی

ولد مولوی عبدالواحد جو کہ مولوی عبدالاعلیٰ بن مولانا عبدالعلی بحرالعلوم کے بڑے لڑکے تھے۔ درسی کتابیں مولوی قدرت علی، مولوی سراج الحق، مولوی ولی اللہ اور اپنے چچا مولوی عبدالواجد ساکنان فرنگی محل سے پڑھیں

بتاریخ ۵ شعبان المکرم ۱۲۰۹ھ (بارہ سو نو ہجری) میں لاولد فوت ہوئے۔

(۱۵۱-۳۵۱) حاجی سید عبدالوہاب بخاری

آپ بڑے سید جلال بخاری کی اولاد میں سے ہیں۔ بڑے سید جلال چھوٹے سید جلال مخدوم جہانیاں کے دادا تھے بڑے سید جلال کے دو لڑکے تھے: ایک سید احمد، دوسرے سید محمود، اور انھیں سید محمود کے لڑکے مخدوم جہانیاں ہیں اور حاجی سید عبدالوہاب سید احمد کی اولاد میں سے ہیں یہ بھی نہایت بزرگ، علم و عمل کے پیکر صاحب محبت و حال تھے، شروع شروع میں جب ملتان آئے تھے تو ایک دن اپنے استاد اور پیر جو آنجناب کے خسر بھی تھے سید صدرالدین بخاری انکی خدمت میں بیٹھے تھے کہ شیخ صدرالدین نے فرمایا "دنیا میں دو عظیم نعمتیں فی الحال موجود ہیں، جو کہ تمام نعمتوں سے فائق ہیں۔ لیکن آدمی ان دونوں کا مرتبہ نہیں پہچانتے اور انکو لینے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ ان کی تحصیل کیطرف سے غافل ہیں۔ ایک یہ کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک کہ حیات کی صفت کے ساتھ مدینہ میں موجود ہے اور آدمی اس سعادت کو نہیں پاتے۔ دوسرے قرآن مجید جو کہ پروردگار کا کلام ہے اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ بلا واسطہ اسکے ذریعہ کلام کرتے ہیں لیکن انسان اس کلام سے غافل ہیں۔

سید عبدالوہاب نے اس کلام کو سنا تو اٹھے اور مدینہ منورہ جانے کی درخواست کی اور خشکی کے راستہ سے مدینہ منورہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو چل دیئے اور اس عظیم سعادت کو حاصل کر کے وطن لوٹے۔ اس کے بعد بعض سوانح نگاروں کے بقول سلطان سکندر لودی کے عہد سلطنت میں دہلی آئے، سکندر لودی کو آپ سے عظیم عقیدت پیدا ہوئی اور تعظیم و تبجیل کے جو آداب و مکافات چاہیے وہ سب اس نے کیا پھر دوبارہ دہلی سے حرمین شریفین کا قصد کیا اور مکرر یہ سعادت حاصل فرمائی۔

اور سرکار دو جہاں صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور اشارہ سے پھر دہلی لوٹ آئے،
آپکی ایک تفسیر قرآن مجید ہے جس میں اکثر آیتوں بلکہ پورے قرآن کو سیدنا محمد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت پاک کیطرف لوٹا دیا ہے اور اس میں عشق کے دقائق اور محبت
کے رموز کو خوب آشکارا کیا ہے، غالب گمان یہ ہے کہ وہ تفسیر غلبۂ حال کے دوران لکھی
گئی ہے شیخ المحدثین (مولانا عبدالحق) دہلوی نے اخبار الاخیار میں اس میں سے کچھ منتخب
کر کے نقل فرمایا ہے۔ تفسیر کی تصنیف کا آغاز ماہ ربیع الثانی ۹۱۵ھ ہجری میں ہوا اور
صرف چھ مہینہ میں ۱۷ ارشوال المکرم دوشنبہ کے دن ۹۱۵ھ ہی میں تفسیر پوری ہو گئی۔

وفات:۔ ۹۳۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور "شیخ حاجی" (۹۳۲ھ) سے تاریخ وفات
برآمد ہوتی ہے، آپ کا مقبرہ دہلی میں شاہ عبداللہ کے مقبرہ کے پاس ہے اور آپ کو
شاہ عبداللہ سے زندگی میں محبت اور نیاز کی ایسی نسبت تھی کہ کہتے ہیں جیسے فنا
فی الشیخ کی نسبت ہوتی ہے وہ حاصل تھی۔

(۳۵۲-۹۲) میر عبدالوہاب منور آبادی

ولد میر ہاشم، عالم باعمل، فقیہ کامل، زاہد و متقی تھے۔
تمام عمر شریف قال اللہ و قال الرسول کے تذکرہ میں بیتا دی۔ اسی سال کی عمر میں
۱۱۵۲ھ (گیارہ سو باون ہجری) میں خلد آشیانہ ہو گئے۔

(۳۵۳-۹۳) شیخ عبدالوہاب قنوجی

شہر قنوج کے محلہ راجگیر کے رہنے والے تھے آپ کا خطاب تھا
"نواب منعم خاں بہادر" بزرگ فاضل اور نامور عالم تھے، علوم مروجہ میں ید طولیٰ رکھتے
تھے، درسی علوم میں بہت سی مفید کتابیں لکھی ہیں جن میں سے تین کتابوں کا پتہ
چلتا ہے۔ (۱) مفتاح الصرف (۲) بحر المذاہب علم کلام میں (۳) علم عقائد میں
کتاب الصدرہ۔

(۳۵۴-۹۴) سید عبدالوہاب سالوری

ابن سید عبدالمجید، لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو دینی علم تھا، مطالعہ اور تعلیم میں مشغول رہتے۔ سنہ ۹۶۵ھ میں وفات پائی۔

(۳۵۵-۹۵) شیخ عبدالوہاب متقی

ولد شیخ ولی اللہ مندوی برہانپوری۔ بچپن میں آپ کے والدین فوت ہو گئے تھے اور اسی وقت سے توفیق الٰہی رہنما بن کر آپ کے رفیق حال ہوئی اور فقر، تجرید، مسافرت اور سیر عالم کے راستے پر حق کی طلب میں آپکو کشاں کشاں لے گئی زیادہ تر آپکی سیر و سیاحت گجرات کے علاقوں، ولایت دکن کے شہروں اور سیلون سراندیپ کے مرغزاروں کیطرف ہوئی اور کسی جگہ قیام نہیں کرتے تھے الآیہ کہ بعض شہروں میں طلب علم کی خاطر، اور مشائخ و صلحاء کی مصاحبت کیلئے اگر جانا ہوا تو وہاں ضرورت کے موافق مقصد پورا کرنے بھر اقامت گزیں ہو جاتے تھے۔ شروع جوانی میں ماہ جمادی الاولےٰ سنہ ۹۶۳ھ میں مکہ معظمہ پہونچے اور وہاں شیخ علی متقی جو آپ کے والد سے تعارف رکھتے تھے ان کو جب آپ کے آنے کی خبر ملی تو وہ آپ کے پاس آئے اور بہت مہربانیاں فرمائیں اور اپنے پاس روکنے پر اصرار کیا، آپ نے نہایت استغناء سے کہا کہ انشاء اللہ غور کرونگا، دیکھئے مقدر کیا ہے لیکن آخر میں جب شیخ علی متقی کے فضل و کمال کا مشاہدہ کیا تو انکی صحبت اختیار کر لی اور شیخ کی کتابوں کی تالیف و تصحیح اور مقابلہ میں ہاتھ بٹانے لگے اور بارہ سال تک شیخ کی صحبت میں رہ کر فضل و کمال فقہ و حدیث و دیگر علوم شرعیہ میں مہارت حاصل کر لی اور کامل اولیاء اللہ میں سے ہو گئے اور شیخ علی متقی کی وفات کے بعد چھتیس سال تک مکہ معظمہ میں علوم ظاہر و باطن کی نشر و اشاعت میں مشغول رہے اور مکہ معظمہ اقامت کی حالت میں ایک حج بھی فوت نہیں ہونے دیا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مکہ معظمہ میں آپ سے صحاح ستہ

کی اجازت حاصل کی اور آپ سے بیعت ہو گئے۔

وفات: آپکی وفات سنہ ۱۰۰۱ھ (ایک ہزار ایک ہجری) میں ہوئی۔

مَندُو پہلے سلاطین مالوہ کا پایۂ تخت تھا، آج کل ریاست دھار کے زیر حکومت ہے۔ اب مانڈو گڈھ کے نام سے مشہور ہے۔

(۹۶-۳۵۶) شیخ عزیز اللہ تلنبی

صاحبِ ارشاد و ہدایت متبحر عالم، سکندر لودی کے زمانہ میں ملتان سے سنبھل آکر مقیم ہو گئے تھے، طبیعت کے فیاض، اور عجیب و غریب استحضار رکھتے تھے کہ ذکی سے ذکی طالب علم جس طرح بھی انتہائی کتابیں آپ سے پڑھنا چاہتا فورًا بغیر مطالعہ کے پڑھا دیتے تھے، بارہا ایسے امتحانات میں مبتلا ہوئے کہ طلبہ ایسا سوال لیکر آتے تھے جس کو وہ اپنے خیال میں لاینحل تصور کرتے تھے مگر شیخ فورًا حل کر دیتے تھے۔ میاں حاتم سنبھلی ان کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔

تصنیفات: آپکی پُرمغز تصنیفات مشہور ہیں ان میں سے ایک رسالہ عینیہ ہے جس کو شیخ امان اللہ پانی پتی کے رسالہ غیریہ کے جواب میں لکھا ہے۔

وفات: سنہ ۹۷۵ھ (نو سو پچھتر ہجری) میں دنیاء فانی سے سامان سفر باندھ کر عالمِ جاودانی میں فروکش ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تُلَنبہ دو نقطے والی تا کو پیش، لام کو فتحہ، اس کے بعد نون ساکن، پھر بار موحد کو فتحہ آخر میں ہائے ہوز۔ مُلتان کے قریب ایک شہر کا نام ہے۔

(۹۷-۳۵۷) مولوی عسکر علی سندیلی

مولوی حمد اللہ سندیلی کے بڑے لڑکے، اپنے والد سے علم حاصل کیا اور فراغت کے بعد والد صاحب ہی کے توسط سے شاہ دھلی کے دربار میں پہونچے اور شاہی دربار سے خیر اللہ خاں کے خطاب سے مشرف ہوئے اور

کچھ گاؤں جاگیر میں ملے اور تعمیر مدرسہ پر مامور ہوئے، شاہی حکم نامہ کے موافق نواب ابو المنصور خاں اودھ کے صوبہ دار کے اہتمام میں وہ مدرسہ تعمیر کرایا، اسکی تعمیر ۱۱۴۶ھ (گیارہ سو چھیالیس ہجری) کو پوری ہوئی اور آپ کے نام کے لحاظ سے تاریخی نام "خیر المدارس" پڑا لیکن مدرسہ منصوریہ کے نام سے مشہور رہا۔ اسی مدرسہ میں تعلیم و تدریس میں مشغول رہے تاآنکہ بارہویں صدی کے آخر میں دنیا ہی سے رخصت ہوگئے

(۳۵۸-۹۸) ملا عصمت اللہ سہارنپوری

ہندوستان کے مشہور علماء میں سے ہیں۔

اگرچہ ظاہری بینائی نہیں تھی مگر باطنی بصیرت بہت روشن تھی، مدۃ العمر تعلیم و تصنیف میں مشغول رہے، بارونق تصنیفات میں سے خلاصۃ الحساب اور فوائد ضیائیہ یعنی شرح جامی کا حاشیہ آپ کی یادگار ہے۔ ۱۰۳۹ھ (ایک ہزار انتالیس ہجری) میں رحمتِ الٰہی سے جاملے۔

(۳۵۹-۹۹) مولوی عصمت اللہ لکھنوی

مولوی عبد القادر کے بڑے لڑکے شیخ پیر محمد سلونی کے مرید، حافظ قرآن کریم، نادر علوم کے واقف کار، علم و عمل میں اپنے تمام بھائیوں سے فائق تھے، سپاہیانہ لباس پہن کر اپنے باطنی احوال کو چھپاتے تھے اور مالداروں کا بھیس اختیار کرکے بادشاہوں کی نگاہ عقیدت سے اپنے کو محفوظ رکھتے تھے۔

۲ رجب ۱۱۱۳ھ (ایک ہزار ایک سو تیرہ ہجری) میں فوت ہوئے مگر ۱۷ شوال ۱۱۱۳ھ کو لکھنؤ کے قریب موضع بھدالوہ میں دفن ہوئے اور وفات موضع بربندہ میں ہوئی تھی۔ تاریخ وفات کا مادہ ہے خلّدَ اللہ مَدارَ النعیم ۱۱۱۶ھ۔

[یعنی تینوں الف علت کو گرا کر ۱۱۱۳ھ ہوگا۔
(مترجم)]

(۳۶۰-۱۰۰) مولانا علاء الدین نیلی

علماء اودھ میں سے روشن ضمیر اور پاک باطن تھے۔ اودھ کے شیخ الاسلام مولانا فریدالدین شافعی سے تفسیر کشاف پڑھتے تھے تو مولانا شمس الدین یحییٰ اودھی دیگر علماء اودھ کے ساتھ سماعت فرماتے تھے بہت بڑے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ تصوف کا چسکہ بھی رکھتے تھے چنانچہ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاؒ کے مجاز مطلق تھے مگر کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے، آپ کو اپنے پیر سے انتہائی محبت تھی۔ آپ کی قبر دہلی میں یاروں کے چبوترہ کے پاس ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

(۳۶۱-۱۰۱) ملا علاء الدین لاہوری

پسر شیخ منصور لاہوری، مشہور عقل مند مدرس تھے خانخاناں کی صحبت میں مدتوں مکرم و معزز رہے پھر جب اکبر بادشاہ کا دور ہوا تو تب بھی انکا اعتبار بہت زیادہ رہا۔ لوگوں نے بہت دفعہ سپاہ گری کا عہدہ دینا چاہا مگر قبول نہ کیا، تعلیم و تدریس ہی میں مشغول رہے اور جو کچھ جاگیر میسر تھی سب طلبہ پر خرچ کر دیا کرتے تھے شرح عقائد کا مشہور حاشیہ آپ کی معتبر تصنیفات میں سے ہے۔ حج کی زیارت سے مشرف ہو کر اسی سرزمین کے پیوند خاک ہو گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

(۳۶۲-۱۰۲) ملا علاء الدین فرنگی محلی

ملا انوارالحق ولد ملا احمد انوارالحق بن ملا احمد عبدالحق کے برادر حقیقی تھے، تحصیل علم کچھ دنوں ملا مبین سے پھر اپنے چچا ملا ازہارالحق سے بانس بریلی جاکر کیا پھر جب ان کے چچا ملا ازہارالحق، مولانا عبدالعلی بحرالعلوم کے ساتھ منشی صدرالدین صاحب کے مدرسہ میں بہار گئے تو ملا علاء الدین بھی وہیں جاکر فارغ ہوئے پھر وطن لوٹ کر اپنے والد صاحب سے بیعت ہوئے اور باطنی اشغال میں محنت کرنے لگے تھوڑے دنوں درس و تدریس کا سلسلہ بھی رکھا تھا لیکن جب مولانا عبدالعلی بحرالعلوم

مدراس چلے گئے تو یہ بھی مدراس جاکر مولانا کی خدمت میں جڑ گئے اور مولانا کی زندگی بھر علوم کی تکمیل کرتے رہے۔ چونکہ آپ مولانا بحر العلوم کے داماد بھی تھے اس لئے مولانا کی وفات کے بعد نواب مدراس نے مدراس کے سرکاری مدرسہ میں آپ کو مدرس مقرر کردیا اور آپ کو "ملک العلماء" کا خطاب دیا۔

آپ کی تصانیف میں سے شرح فصول اکبری ہے۔

وفات :۔ ۱۰ شوال ۱۲۴۲ھ (بارہ سو بیالیس ہجری) میں مدراس میں وفات پائی اور وہیں دفن کئے گئے۔

(۳۶۳-۱۰۳) مولانا علاء الدین لاری

عقائد نسفی کے محشی۔ خان زماں کیطرف سے آگرہ میں آکر درس کا سلسلہ شروع کیا اور ٹٹی کا مدرسہ بناکر اسی میں تعلیم دیتے رہے۔ ۹۶۹ھ (نو سو انہتر ہجری) میں حج کو گئے اور یہی سفر سفر آخرت بن گیا۔ آپ کے مدرسہ کی تاریخ تعمیر بھی "مدرسہ خس" ہے۔ ۹۶۹ھ

(۳۶۴-۱۰۴) مولوی علی اصغر قنوجی

ولد مولوی عبد الصمد، قنوج کے اکابر علماء میں سے ہیں۔ ۱۰۵۱ھ (ایک ہزار اکیاون ہجری) میں پیدا ہوئے۔ ملا محمد قنوجی اور ملا عصمت اللہ سہارنپوری سے چھوٹی بڑی سب کتابیں پڑھکر ملا محمد زماں کاکوروی کی خدمت میں جاکر فاتحہ فراغ پڑھی، علوم عقلیہ ونقلیہ کے جامع، تصوف وسلوک کے امام، شاہ پیر محمد لکھنوی کے مرید اور خلیفہ تھے اپنی عمر کے ساٹھ سال تک تعلیم دیتے رہے علماء وفضلاء کے جم غفیر نے آپ کے دامن تربیت سے نفع اٹھاکر فضیلت کا مرتبہ حاصل کیا۔

تصانیف :۔ آپ کی یادگار تصانیف نیچے لکھی جاتی ہیں۔

۱۔ اللطائف العلیہ فی المعارف الالٰہیہ ۲۔ تبصرۃ المدارج (علم سلوک میں) ۳۔ التقصید المهمیہ

فی النفحة المحمدیة ۴ شرح قصیدہ مذکورہ ۵ النفائس العلیة فی کشف اسرار المهیمیة ۶ تفسیر ثواقب التنزیل۔ جلالین کی طرح مختصر تفسیر ہے لیکن شرعی مسائل اور ادبی علوم میں بیضاوی اور کشاف سے بڑھکر ہے ۷ شرح فصوص الحکم۔

وفات:۔ ۱۱۴۰ھ ہجری میں رحلت فرمائی، مولوی غلام علی آزاد بلگرامی نے انکی تاریخ منظوم یوں کہی ہے ؎

مولوی زماں علی اصغر	ازوفاتش کمال شد معدوم
عالم وقت مولوی علی اصغر	جنکی وفات سے کمال ناپید ہوگیا
سال تاریخ او نوشت خرد	شد نہاں آفتاب صبح علوم
عقل نے انکی تاریخ وفات لکھی کہ	علوم کی صبح کا آفتاب چھپ گیا ۱۱۴۰ھ

(۳۶۵-۱۰۵) قاضی علی اکبر چریاکوٹی

ولد قاضی عطاء رسول ابن قاضی غلام مخدوم عباسی۔ تیرہویں صدی ہجری کے پچیسویں سال پیدا ہوئے (یعنی ۱۲۲۵ھ میں) اگرچہ آپ کا تعلیمی سلسلہ پورا نہ چل سکا اور فوائد ضیائیہ ہی تک پڑھ پائے لیکن چونکہ ذہن کی عمدگی اور قوت حافظہ میں اللہ کی ایک نشانی اور لامتناہی فیضان الٰہی کی ایک بحر مواج تھے اس لئے انکے حالات بھی سپرد قلم کئے جاتے ہیں ذٰلک فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ آپکے والد ماجد قاضی عطاء رسول ایک بڑے عالم اور فقہ وفرائض کے بڑے ماہر تھے مگر انگریزی حکومت کیطرف سے کبھی منصفی اور کبھی تحصیل داری کے منصب پر مقرر رہنے کی وجہ سے علی اکبر کی تعلیم کی طرف چنداں توجہ نہ دے سکے مگر قاضی علی اکبر نے اپنے فطری شوق سے گلستاں کو اپنے استاذ سے پوری کی اس وقت اتنی استعداد اور قوت حاصل ہوگئی تھی کہ فارسی کی تمام متداول کتابیں بلا استاذ کی مدد کے حل کر لیتے تھے اس کے بعد عربی صرف ونحو پڑھنے میں مشغول ہوئے اور مختلف لوگوں سے ابتدائی کتابیں پڑھکر اپنی استعداد بڑھائی

ان کے ہمعروں کا کہنا ہے کہ سبق کے وقت بہت زیادہ محنت کرتے ہوئے ہم نے انکو
نہیں دیکھا مگر ہر سوال کا جواب بے تکلف دیدیتے تھے، حاشیہ والی کافیہ ان کے ہاتھ
لگی راتوں کو اس کا مطالعہ اس طرح کرتے کہ حاشیہ کی مدد سے پوری کتاب حل کرڈالی
اس کے بعد فوائد ضیائیہ کا تقریبًا چالیس سبق مولوی احمد علی چریاکوٹی سے پڑھا جو کہ آپ
کے بہنوئی تھے اور بقیہ خود حل کرڈالا۔ اسی طرح علم منطق و کلام میں سے بھی بہت تھوڑا
سا پڑھکر اس قدر استعداد بہم پہونچائی کہ فلسفہ اور علم کلام کی مشکل بحثوں کو ایک محقق
کیطرح بیان کرتے تھے اسمیں صدرا اور شرح مواقف تک کی کتابیں تھیں جن کے مشکل
مباحث کو چٹکیوں میں حل فرمادیتے تھے، جو بحث شروع کرتے بغیر ختم کئے نہ چھوڑتے،
جو کتاب ایک دفعہ ابتدار سے انتہار تک دیکھ لی وہ اَزبر ہو جاتی دوبارہ دیکھنے کی ضرورت
نہیں پڑتی تھی۔

حکایت:۔ منقول ہے کہ ایک دن ہم لوگوں کے مشہور استاد اور ماہر فن عالم مولانا
محمد شکور مغفور مچھلی شہری جوہر فرد (جزء الذی لایتجزیٰ) کے مباحث بیان کر رہے تھے
قاضی علی اکبر اپنے استاذ پر نقض وارد کر رہے تھے، مولانا ممدوح جواہر فردہ سے جسم کی ترکیب
کو باطل ثابت کر رہے تھے اور قاضی علی اکبر اس بطلان کی راہ میں مناقضہ اور معارضہ
کا سنگ گراں حائل کرکے قدمائے متکلمین کی تائید کر رہے تھے، یہ مناظرہ اتنا طول کھینچ
گیا کہ ایک ہفتہ تک یہی بحث چلتی رہی آخر میں مولانا ممدوح نے قاضی علی اکبر کی باتوں
سے خوش ہوکر ان کے جوہر شناسی کی داد دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک ایسے اختلافی مسئلہ
میں جس میں منع کی جانب سے کوئی دلیل قابل تسلیم نہیں سمجھی جاتی تھی ایسے مقام پر
پہونچا دیا ہے کہ متکلمین میں سے متأخرین اس کی طرف چشم پوشی کرتے رہے ہیں۔ قاضی
علی اکبر موصوف صاحب مال اور صاحب ثروت شخص تھے انگریزی حکام کی طرف سے
بھی ان کی عظمت مسلّم تھی، وہ انگریزی سرکار میں بھی باوقار خیال کئے جاتے تھے۔

ہندوستان میں غدر کے زمانہ میں جو انھوں نے انگریزوں کی خیر سگالی کی اس کے صلہ میں انعام اور وظیفہ اور خوشنودی کے پروانہ کے ساتھ اسلحہ رکھنے کا لائسنس بھی ملا مگر ان سب کے باوجود ہمیشہ کمال حاصل کرنیکی طرف متوجہ رہے اور اپنے دونوں صاحبزادوں مولوی عنایت رسول اور مولوی محمد فاروق کو تحصیلِ علم و ہنر کی برابر تاکید فرماتے رہے اور روپیہ پیسہ کی تحصیل واکتساب سے ہمیشہ منع کرتے رہے اور یہ دونوں صاحبان فضل وکمال میں اپنے والد کے آئینہ دار ہیں۔

قاضی صاحب کو تصنیف وتالیف سے رغبت نہیں تھی پھر بھی دو رسالے انکے تالیف کردہ ہیں۔ ایک میں جذب وانجذاب جو انگریزوں کا مزعومہ ہے اس کے رد میں، دوسرا رسالہ شیعوں کے بعض اعتراضات کے رد میں۔

وفات:۔ تیرھویں صدی ہجری کے تراسی ویں سال یعنی ۱۲۸۳ھ میں رحلت فرمائی اَدْخَلَہُ اللہُ فِی اَعْلٰی عِلِّیِّیْن

(۳۶۶-۱۰۶) مولوی علی احمد

سجادہ نشین آستانہ بھیرہ ضلع اعظم گڈھ حافظ شاہ ابواسحٰق کے نواسہ۔ ورع، زہد اور تقویٰ میں اپنے نانا جان کے مثنیٰ اور یکتائے زمانہ تھے، ۱۲۲۹ھ (بارہ سوانتیس ہجری) میں پیدا ہوئے، اکثر درسی کتابیں فاضل ادیب مولوی محمد سلیم مچھلی شہری مرحوم سے پڑھیں اور کچھ تھوڑی سی مولوی احمد علی عباسی چریاکوٹی سے بھی پڑھی۔ قوی الحفظ، فہیم، فاضل تھے اور اس دیار کے معتبر ثقہ لوگوں میں گنے جاتے تھے۔ مولوی محمد فاروق عباسی چریاکوٹی سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس تالیف کے تعاون کے سلسلہ میں جو مجھ کو لکھا وہ یہ ہے کہ میں مولوی علی احمد موصوف کی بابرکت خدمت میں تیس سال سے زیادہ رہا ہوں، اس طویل عرصہ میں میں نے کسی کی برائی کا کلمہ ان کی زبان سے نہیں سنا اور نہ میں نے انکی مجلس کو کبھی ذکرِ الٰہی سے خالی دیکھا اس وقت تک آپ صلاح تقویٰ کے ساتھ

اور لوگوں کی زبانوں پر مدح وستائش اور نیک اعمال کی پابندی کے ساتھ سلامت باکرامت ہیں۔ اللہ انکی برکتوں کو باقی رکھے۔

(۳۶۷-۱۰۷) مولوی علی بخش خاں بدایونی

علماء کے سہارا اور شہر بدایوں کے رؤسا میں سے ہیں، شرف تلمذ مولوی فیض احمد بدایونی سے اور عظمت بیعت مولوی شاہ عبدالحمید عین الحق بدایونی سے حاصل ہے، باوجودیکہ منصب صدر الصدوری پر انگریزی سرکار کی طرف سے فائز ہیں مگر طلبہ کی تعلیم اور دینی کتابوں کی تالیف میں مشغول رہتے ہیں رسالہ شہاب ثاقب ۲ رسالہ تائید الاسلام (فرقہ نیچریہ کے رد میں) ۳ اور ایک رسالہ مذہب شیعہ کی تردید میں انکی تالیفات میں سے مطبوع اور شائع ہوچکی ہیں۔ بقیہ تالیفات ابھی تک چھپ نہیں سکی ہیں۔ ۱۳۰۳ھ (تیرہ سوتین ہجری) میں رحلت فرماکر عالم جاودانی کو سدھار گئے۔ علیہ الرحمۃ والرضوان

(۳۶۸-۱۰۸) مولوی علی عباس چریاکوٹی

ولد شیخ امام علی ولد شیخ غلام حسین ولد شیخ سعد اللہ۔ یہ مولوی علی احمد چریاکوٹی کے بھتیجہ ہیں اور مادری سلسلہ فاضل باب اللہ جونپوری سے جاملتا ہے، فاضل زمانہ، اور اپنے زمانہ کے نہایت ذکی شخص تھے۔ کتاب میبذی مولوی ابوالحسن منطقی سے پڑھی اور بقیہ درسی کتابیں اپنے محترم چچا مولوی علی احمد سے پڑھیں، ان کا حافظہ نہایت پختہ تھا اور ذہانت و فطانت، اعلیٰ مرتبہ کی تھی، اس لئے حافظہ اور ذکاوت کی خوبی سے تحصیل علم کے زمانہ میں ہمیشہ مناظرہ، مباحثہ کیا کرتے تھے اور اپنے حریف کو زک دیدیتے تھے اور بحث کی نزاع میں کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر پاتا تھا، جو کتاب بھی استاذ سے پڑھتے اس میں استاذ سے خوب بحث و مباحثہ کرتے، درس نظامی کی ترتیب سے پڑھتے ہوئے جب حاشیہ

زاہدیہ بر رسالہ قطبیہ تک پہونچے تو انکی استعداد کتابوں کے مطالعہ بلکہ ان پر تنقید کرنے تک پہونچ چکی تھی اس وقت تعلیم چھوڑ دی اور متقدمین و متأخرین کی کتابوں کے مطالعہ میں لگ گئے اور رات دن ایک کر کے محنت کرنے لگے یہاں تک کہ تھوڑے ہی دنوں میں درسی اور غیر درسی تمام کتابوں پر حاوی ہو گئے، اور مشہور کتابوں میں سے شاید ہی کوئی کتاب انکی نگاہ سے نہ گذری ہو گی اکثر درسی کتابیں کتابوں کی مراجعت کے بغیر محققانہ پڑھایا کرتے تھے پھر جب درس نظامی میں کمال پیدا کر لیا تو ادب اور لغات اور دوسرے ادبی علوم کو سیکھنے میں مشغول ہو گئے یہانتک کہ مضامین کو نظم و نثر ہر نوع میں بیان کرنے لگے۔ نحو اور منطق کے اکثر مسائل کو منظوم کر ڈالا چونکہ بحث و جدل طبیعت میں غالب تھی اس لئے اگر غلط بات بھی زبان سے نکل جاتی تو مد مقابل کو جدل اور مناظرہ کے زور سے صحیح بات میں بھی مغلوب کر دیتے۔ اس کا بھی ایک عجیب واقعہ ہے۔

حکایت:۔ ایک دن "جِئْتُ زَیْدًا" کی ترکیب میں جئتُ کو فعل متعدی اور زیدًا کو مفعول بہ قرار دیا۔ طالب علموں میں سے ایک ذکی طالب علم نے مخالفت کی اور دوسرے طلبہ بھی اس کے ساتھ ہو گئے یہانتک کہ آپس میں مناظرہ شروع ہو گیا پھر یہ مناظرہ طول کھینچ گیا، تقریری مناظرہ کے بعد قلم اور کاغذ کی نوبت آ گئی اور تحریر بازی شروع ہو گئی اس وقت طالب علموں نے ان کے تحریری مناظرہ میں مقابلہ کرنے سے ہاتھ کھینچ لیا اور کسی نے جواب نہیں لکھا اس کے علاوہ اور بھی علوم میں جدت طبع کیوجہ سے منفرد رائے رکھتے تھے۔

قضیہ شرطیہ کی تقسیم متصلہ اور منفصلہ دو قسموں میں مشہور ہے لیکن یہ تقسیم حاصر نہیں ہے اس میں انھوں نے ایک تیسری قسم کو ایجاد کیا اور اس کو قضیہ عباسیہ کہتے تھے اور اس کی مثال قام زید ثم قعد عمرو فرماتے تھے۔ الحاصل ہر فن میں

اپنے نتائج فکر کے زور سے اس فن کے مسائل کو اپنی نظر و فکر میں تولتے تھے اور امر واقعی کی تحقیق میں حکیمانہ کوشش کرتے تھے چنانچہ مروجہ مسائل میں ان کے نقض و ایراد بہت پائے جاتے ہیں۔ اس مختصر تاریخ میں ان کے ذکر کرنیکی گنجائش نہیں ہے۔

مروج علوم و فنون میں سے فن تاریخ و سیر میں کامل تھے اور فن ادب اور انشار نظم و نثر عربی میں بھی کافی حد تک مہارت حاصل تھی، دیگر علوم سے بھی بے گانہ نہیں تھے، اپنے ابتدائی دور میں سیر و سیاحت کی غرض سے حیدرآباد بھی گئے تھے مگر وہاں آپ کو خاص قبولیت نہ ہوسکی وہاں جانے پر جس طرح امرار و اغنیار کے مدحیہ قصیدے لکھے تھے ناکامی پر بھی وہاں کی اور وہاں والوں کی ہجو میں قصائد کہہ ڈالے۔ اسی قصیدہ کا ایک شعر یہ ہے ؎

من حیدرآباد اهربن ولا تقم ۔۔۔ فیها فؤادا اولی المکارم یصدءُ

حیدرآباد سے بھاگ جاؤ اور وہاں مت ٹھہرو ۔۔۔ اصحاب شرف و کرم کے قلوب یہاں سے والپس چلے جاتے ہیں

اس کے بعد ریاست بھوپال چلے گئے وہاں کی حاکمہ نواب سکندر بیگم نے آپ کی قدردانی کی اور انعامات سے نوازا؛ چند سال وہاں مقیم رہ کر بعض لوگوں کی مخالفت کیوجہ سے وطن والپس آگئے اور کچھ دنوں بیکاری کی زندگی گذاری اس وقت آپکی شہرت کا آفتاب اوج کمال تک پہنچ چکا تھا۔ والی حیدرآباد نے ارکان دولت کے مشورہ سے آپکو دوبارہ حیدرآباد بلوا کر عزت و جلال کے منصب پر آپکی تقرری کی آپ اس منصب پر کچھ دنوں رہ کر مستعفی ہوگئے اور دو سو روپیہ ماہانہ کے وظیفہ پر خدمت کی شرط کے بغیر قناعت اختیار کی تاآنکہ چودھویں صدی ہجری کے دوسرے سال حیدرآباد چھوڑ کر وطن مالوف کو مراجعت کی۔ اسی سال ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ میں عالم بالا کو روانہ ہوگئے۔ غالب گمان ہے کہ آپ کی ولادت ۱۲۳۰ھ میں ہوئی ہوگی۔

کچھ نمونہ کے اشعار :۔

لو کان ندی فی الزمان فہاتہ　　　وَ اَجزبہٖ ان کان فی میقاتہٖ

اگر زمانہ میں میرا مثیل ہو تو اسکو بلاؤ　　　اور اگر اس کی اوقات ہو تو مقابلہ کی اجازت دو

اسی قصیدہ میں شمس الامراء کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے :

لولم یکن شمس السماء سمیۂ　　　مَا ھذّ دری لخضراوتہ

اگر آسمان کا آفتاب ممدوح کا ہم نام نہ ہوتا　　　تو کوئی روشن ستارہ اسکی ہریالی کو تیزی سے قطع نہ کرتا

ثغورلک والحواجب والمحیا　　　سِمَاءُ ھلا بلات ثریا

تیرے دندان چاند جیسے چمکدار اور بھویں ماہ نو جیسے خمیدہ اور چہرہ ثریا کی طرح روشن ہیں

مسکین مصنف کو آپکی زیارت ۱۲۶۳ھ میں نصیب ہوئی۔ جب ممدوح، مولانا ابوالحسن منطقی کے پاس خاطر سے دارالسرور غازی پور میں صدر الصدور مولوی محمد ظہور مچھلی شہری کی قیام گاہ پر تشریف لائے تھے تو واقعی آپ کو انھیں اوصاف کمالات سے متصف پایا جس کو اوپر ذکر کردیا ہے اس زمانہ میں یہ ناچیز مولوی ابوالحسن مذکور الصدر سے شرح جامی کا حاشیہ عبدالغفور اور شرح تہذیب یزدی پڑھتا تھا ان تمام کمالات کے ساتھ طبیعت نقاد کی تیزی اور مزاج کی سختی کیوجہ سے آپ کو مقبولیت حاصل نہ ہو سکی اسی زمانہ میں آپکی ایک کتاب نبراس الفطانہ پڑھی جس میں قابلیت کی خوب خوب داد دی گئی ہے۔

(۳۶۹-۱۰۹) مفتی علی کبیر مچھلی شہری

سید تفضل حسین خاں کشمیری کے شاگرد ہیں۔ بہت دنوں تک انگریزی سرکار کے محکمہ دائرسائر میں منصب افتاء پر فائز تھے پھر وہ عہدہ چھوڑ کر خانہ نشین ہو گئے۔ یہ راقم السطور جس وقت ۱۲۶۰ھ میں مولانا محمد شکور مرحوم و مغفور مچھلی شہری کی خدمت میں تعلیم حاصل کرنے مچھلی شہر گیا اس وقت مفتی علی کبیر صاحب جو کہ

استاذ مرحوم کے ماموں تھے بقید حیات تھے مگر نہایت ضعیف و نحیف ہو چکے تھے اور کمر ٹیڑھی مثل حالتِ رکوع کے ہو گئی تھی صرف ہڈی چمڑا رہ گیا تھا اس وقت ہم طالب جب کبھی ان کے پاس جاتے تو نہایت ہی اخلاق حمیدہ سے پیش آتے اور فرداً فرداً ہم لوگوں کا حال چال پوچھتے میرا اندازہ ہے کہ اس وقت نوے سال کے رہے ہوں گے اگر ہم لوگ کوئی کتاب مانگتے تو اسی ہیئت سے اٹھ کر الماری میں سے کتاب نکال کر عنایت فرماتے تھے اور یہ شعر پڑھتے ؎

کتابم می دہم لاکن بایں شرط | کہ طبل بوق و صندوقش نہ سازی
اس شرط پر اپنی کتاب دیتا ہوں | کہ ٹھوکنا بجانا نہیں نہ صندوق میں رکھے رہنا

(۳۷۰-۱۱۰) قاضی علی محمد بیجاپوری

سلطان ابراہیم عادل شاہ کے زمانے کے بڑے عالم، محدث، مفسر اور فقیہ تھے، "اوستاذ الاولیاء" کے لقب سے مشہور تھے، گجرات سے شہر بیجاپور میں آ کر وہاں ایک مدرسہ قائم کئے تھے جہاں طالبانِ علم ان سے مستفیض ہوتے تھے۔

تلامذہ:۔ ان کے تلامذہ میں سے شاہ برہان، شیخ ابوتراب مدراسی، سید محمد مدراسی اور قاضی ابراہیم زبیری زیادہ مشہور ہیں، سلطان موصوف کے زمانہ میں آپ بیجاپور کے منصبِ قضاء پر فائز تھے۔ ۴؍ ماہ ذی حجہ ۱۰۷۰ھ (ایک ہزار ستر ہجری میں رحلت فرما کر بیجاپور میں مدفون ہوئے۔

(۳۷۱-۱۱۱) ملا علی محدث سمرقندی

ملا صادق حلوائی کے بھائی تھے، علم حدیث عرب میں حاصل کر کے نہایت متقی و پرہیزگار ہو کر ہندوستان میں آئے تھے اور نو سو اکیاسی ہجری (۹۸۱ھ) کو وفات ہوئی ملا علی کابلی نے انکی تاریخ وفات اس مصرعہ سے نکالی:

بگو مُرد ملا علی محدث

۱۰۰۵ھ

مترجم :- نوسو اکیاسی تاریخ اس مادہ سے نہیں نکلتی، اور اگر بگو کو نکال دیا جائے اور "مردما اعلی محدث" کو مادہ مانا جائے تو چار عدد کم ہوں گے معلوم نہیں تاریخ وفات میں فرق لکھ گیا ہے یا مادہ میں کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے۔ واللہ اعلم

(۱۱۲-۳۷۲) شیخ علی متقی برہانپوری

آپ حسام الدین بن عبدالملک بن قاضی خاں کے لڑکے ہیں متقی لقب ہے سلسلۂ تصوف میں آپ قادری، شاذلی، مدینی چشتی تھے، برہانپور میں پیدا ہوئے اور جونپور میں سکونت اختیار کی اس لئے جونپوری بھی کہلاتے ہیں۔

آپ کے تفصیلی حالات شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں ذکر کیا ہے مختصراً یہ ہے کہ جب آپ سات یا آٹھ سال کے ہوئے تو آپ کے والد آپکو شاہ باجن برہانپوری کی خدمت میں لے گئے اور آپکو مرید کرادیا اور خود سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ والد ماجد کی وفات کے بعد آپ کچھ دنوں امراء وسلاطین کی صحبت میں رہے جب بالغ ہو گئے تو عین جوانی میں آپ کو شیخ عبدالحکیم ولد شیخ باجن سے خاندان چشتیہ میں خرقۂ خلافت عنایت ہوا اور برہانپور سے ملتان کا سفر کر کے شیخ حسام الدین متقی سے تفسیر بیضاوی اور عین العلم پڑھا اور سلوک طریقت زہد وتقویٰ کی دولت سے آپ کی خدمت بابرکت میں مالامال ہوئے، پھر توشۂ تقویٰ لیکر حرمین شریفین پہونچے۔ وہاں شیخ ابوالحسن بکری کی شاگردی اختیار کی اور وہاں کے دوسرے نامی گرامی علماء کو دریافت کر کے ان سے فیض لیا اور شیخ محمد بن محمد السخاوی سے خلافت قادریہ اور شاذلیہ کا خرقہ حاصل کیا اور مکہ معظمہ میں اقامت اختیار کرلی وہاں طاعت ومجاہدہ کے انوار اور دینی علوم وفنون سے ایک عالم کو منور فرمایا اور کتابوں کو جمع وتالیف کرنے اور تصنیف کتب حدیث ورسائل تصوف کو ترتیب دینے میں مشغول ہو گئے۔ حدیث کی کتابوں میں سے امام سیوطی کی جامع صغیر اور جمع الجوامع کو حروف تہجی کے موافق فقہی ابواب پر مرتب فرمایا

پھر اسکو نہایت مفید طرز پر انتخاب فرمایا۔

[مترجم:۔ پہلی ترتیب کا نام "کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال" اور دوسری ترتیب کا نام "منتخب کنز العمال" رکھا جو مسند احمد کے حاشیہ پر چھپی ہے]

اس کے علاوہ رسالہ تبئین الطرق اور مجموعہ حکم کبیر علم تصوف میں ان کی مشہور کتابیں ہیں انکی چھوٹی بڑی عربی اور فارسی کتابوں کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہے۔

وفات:۔ تاریخ ۲ ماہ جمادی الاولیٰ ۹۷۵ھ (نو سو پچہتر ہجری) مکہ معظمہ میں انتقال ہوا، اللہ کی ان پر رحمت ہو۔ "قطبے شجب لے" ۹۷۵ھ تاریخ وفات کا مادہ ہے۔

(۳۷۳۔۱۱۲) ملا علی مہائمی

ولد شیخ احمد، نوائت قوم میں سے ہیں (ثوابت کے وزن پر)

زمانہ کے ماہرین صاحب عرفان بزرگوں اور وحدۃ الوجود کے قائلین میں سے تھے معتبر اور مفید کتابوں کے مصنف ہیں ان میں سے ایک تفسیر رحمانی ہے جس کو تفسیر مہائمی کہا جاتا ہے۔ ۲۔ اس کے علاوہ عوارف المعارف کی شرح بنام زوارف ۳۔ نصوص الحکم کی شرح ۴۔ صدر الدین قونوی کی فصوص کی ۵۔ ادلۃ التوحید ۶۔ وجوہ اعراب جس میں الٓمٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ تک کے اعراب نحوی کے وجوہ بیان کئے ہیں جس کی تعداد بارہ کروڑ تراسی لاکھ چوالیس ہزار پانسو چوبیس وجوہ اعراب (۱۲۸۳۴۴۵۲۴) بیان کئے ہیں۔ آٹھ سو پینتیس ہجری میں وفات پاکر مہائم میں مدفون ہوئے۔

مہائم:۔ ملک کوکن کی ایک بندرگاہ کا نام ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے پچاس ہزار علماء اور اولیاء کو جب قتل کرایا تھا تو مدینہ طیبہ کے قریشی باشندے وہاں سے بھاگ کر بحر ہند کے ساحل پر آباد ہو گئے تھے انھیں کی اولاد میں سے نوائت نامی فرقہ سے آپ کا نسبی تعلق تھا۔

(۳۷۴۔۱۱۴) سید علیم اللہ جالندھری

ظاہری و باطنی علوم کے جامع

شاہ ابوالمعالی کے مرید اور سید کبیکھ کے خلیفہ تھے ۱۔ اظہار الاسرار ۲۔ نزہتہ السالکین ۳۔ شرح اخلاق ناصری ۴۔ نثر الجواہر جو کہ مرزا جاں بر کی محدث کی عربی کتاب نظم الدر و المرجان کا فارسی ترجمہ ہے۔ آپ کی تصنیفات میں سے مشہور ہیں۔ ایک ہزار دو سو دو (۱۲۰۲ھ) ہجری میں وفات پائی۔

(۳۷۵-۱۱۵) مولوی حافظ علیم اللہ نگرامی

صاحب علم و فضل اور مولانا شاہ عبدالرحمٰن نزیل لکھنؤ کے فیض یافتہ تھے، چونکہ گوشہ گمنامی میں ہمیشہ رہے اس وجہ سے کتابوں کی تصنیف کی طرف متوجہ نہ ہوئے پھر بھی اپنے مرشد کے ایک رسالہ "جہد المقل" کا ترجمہ انکی تصنیف موجود ہے ۱۲۵۵ھ (ایک ہزار دو سو پچپن ہجری) کو عالم ناپائیدار سے عالم جاودانی کو چلے گئے۔

(۳۷۶-۱۱۶) مولوی علیم اللہ قنوجی

ولد مولوی فصیح الدین قنوجی، فضائل میں نمونہ سلف صالحین، اور عربی زبان میں خالص اہلِ زبان کا نمونہ تھے، مولوی عبدالباسط قنوجی کے شاگرد۔ ان کی تصنیفات لطیفہ میں سے ۱۔ دار الفضائل فی شرح الشمائل ۲۔ منطق کے رسائل ۳۔ کتاب عین الہدیٰ شرح قطر الندیٰ جسکو ۱۲۱۱ھ میں مکمل کر لیا۔ سنہ وفات دریافت نہ ہو سکا۔

(۳۷۷-۱۱۷) امیر کبیر سید علی ہمدانی

ابن سید شہاب الدین، ۱۲ رجب دو شنبہ ۷۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ علمِ ظاہر و باطن کا خزانہ تھے، تجلیاتِ الٰہی کا آئینہ علاؤ الدولہ سمنانی کے مرید، دنیا کے اکثر ممالک کی سیاحت کرتے ہوئے۔ ایک ہزار چار سو اولیاء اللہ کی خدمت میں مستفید ہو کر سات سو سادات کے ساتھ خطۂ کشمیر میں تشریف لا کر محلہ علاء الدین پورہ میں نزول اجلال فرمایا اسی جگہ انکی خانقاہ ہے وہیں سکونت پذیر ہوئے انکی تشریف آوری کی تاریخ لفظ "مقدم شریف او" سے برآمد ہوتی ہے، قطب الدین شاہ والی کشمیر نے کمال ارادت سے آپکی قدردانی کی، یہاں آکر

آپ نے نہایت سرگرمی سے اشاعتِ اسلام کی کوشش کی۔ تہتر سال کی عمر میں کشمیر کے میدانِ کبیر (محلہ) میں ۶ ر ذی الحجہ ۹۸۶ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا، انکی نعش کو ختاان میں دفن کیا گیا۔ وفات کے وقت انکی زبان پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تھا جو کہ مادہ تاریخ ثابت ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ واسلام
مترجم :۔ اس حساب سے انکی عمر تہتر سال سے صرف چار مہینہ چوبیس دن زیادہ ہوتی ہے۔ آپکی تصنیفات میں مجمع الاحادیث، شرح اسماء حسنیٰ، ذخیرۃ الملوک، شرح فصوص الحکم، مرآۃ التائبین، شرح قصیدہ خمریہ فارضیہ، آدابُ المریدین، اورادِ فتحیہ وغیرہ ہیں۔"

(۲۷۸-۱۱۸) شیخ علی کشمیری رفیقی

ابن یحییٰ بن معین الدین منگل کے دن ۴ ر رمضان المبارک ۱۱۵۲ھ (گیارہ سو باون ہجری) میں پیدا ہوئے، اپنے والد بزرگوار اور اپنے بڑے بھائی جان شیخ اسلم سے علوم حاصل کر کے فقیہ اور محدث ہوتے اپنے تینوں لڑکوں یعنی عبد الاحد بہاؤ الدین، شیخ سنا اور تینوں چچازاد بھائیوں ابو الطیب احمد، عبد اللہ، اخوند عبد الرسول کو خود تعلیم دی، خود باعمل عالم، عارف و زاہد محتاط بزرگ تھے۔ ۱۰ ر محرم الحرام ۱۲۱۴ھ (بارہ سو چودہ ہجری) کو رحلت فرمائی۔

(۲۷۹-۱۱۹) شیخ علائی مہدوی بیانوی

ابن شیخ حسن، بنگالہ کے مشائخ کبار میں سے تھے
شیخ حسن اور ان کے چھوٹے بھائی شیخ نصر اللہ جو زبردست عالم بنگال تھے بنگالہ سے حجاز مقدس مکہ معظمہ کی زیارت کو گئے وہاں سے ہندوستان آکر بیانہ کے علاقہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ تاریخ قدوم جآءَ نصرُ اللہِ وَالفتح سے نکالی گئی۔ ۹۲۵ھ
شیخ حسن تو ارشاد و ہدایت میں اور شیخ نصر اللہ فتوی اور درس میں مشغول ہوتے شیخ علائی جو شیخ حسن کے نہایت باصلاحیت لڑکے تھے اپنے والد صاحب کی خدمت میں چمٹ کر علوم و فنون حاصل کرنے لگے تہذیب الاخلاق اور ظاہری و باطنی علوم سے آراستہ ہو کر تھوڑے ہی دنوں میں تمام مروجہ کتابوں کا مطالعہ کر کے درس دینے اور

فائدہ پہنچانے میں مشغول ہو گئے لیکن والد بزرگوار کی وفات کے بعد تعلیم و تدریس
چھوڑ چھاڑ کر تصوف میں لگ گئے ریاضت و مجاہدہ کے ساتھ ساتھ مشیخت کے
سجادہ پر جاوہ فگن ہو گئے، طالبین کو تلقین وارشاد کا مشغلہ جاری کر دیا لیکن ابھی
نفس امارہ کی گرفت سے آزاد نہیں ہوئے تھے چاہتے تھے کہ اس شہر میں دوسرا
کوئی شیخ میرے مقابل میں نہ رہے اسو جہ سے اپنے آبار و اجداد کا طریقہ چھوڑ کر (افغان)
عبداللہ نیازی کے پاس جاکر انہیں کا طور طریقہ سیکھ لیا اور عبداللہ نیازی سید محمد جونپوری
کا خلیفہ تھا جس نے مہدویہ طریقہ ایجاد کیا تھا اور ایک بڑی جماعت علائی کے ساتھ
ہو گئی ان سب نے توکل کے طریقہ پر سلوک میں قدم رکھ لیا اور ان سب چیزوں کے
باوجود وہ لوگ ہمیشہ اسلحہ اور سامان جنگ اپنے ساتھ ساتھ رکھتے تھے کہ مخالفین کا
مقابلہ کریں وہ لوگ شہر میں اور بازوں میں جاکر نا شروع اور منہیات کو بزور طاقت
مٹاتے تھے اور حاکموں کی ذرا پرواہ کرتے تھے بلکہ جو حکام موافق ہوتے وہ بھی انکے
احتساب میں تعاون کرتے تھے۔ جب شیر شاہ سوری کا لڑکا سلیم شاہ سلطنت ہند
کا مالک ہوا تو ملا عبداللہ سلطانپوری کے بہکانے پر اس نے میر سید رفیع الدین محدث
اور میاں ابوالفتح تھانیسری و دیگر علماء کو آگرہ سے بلاکر علائی کے بارہ میں مشورہ
کیا، عبداللہ سلطانپوری کی چالبازی سے علائی کو بیانہ سے طلب کیا علائی اپنے تمام
مریدوں کے ساتھ ایک قسم کے لباس پہنے ہتھیار بند اس کے سامنے آئے اور
آداب بجالائے۔ بغیر مسنون طریقہ پر سلام کیا۔ سلیم شاہ نے ناپسندیدگی سے سلام کا
جواب دیا، تمام ارکان دولت کو شیخ علائی کا یہ طرز ناپسند ہوا اور ملا عبداللہ سلطانپوری
سلیم کے دل میں یہ بات بٹھا چکا تھا کہ یہ بدعتی مہدیت کا دعویٰ کرتا ہے اور آئندہ
بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنے کا خیال رکھتا ہے اس لئے یہ واجب القتل ہو گیا ہے
خیر اس روز تو عیسیٰ خاں کی سفارش سے بات ٹل گئی اور قتل کے بجائے ان

لوگوں کو جلاوطن ہو جانے کا حکم دیا تو شیخ علائی اپنے مریدوں کے ساتھ دکن کی سرحد ہنڈیہ چلا گیا وہاں کے حاکم اعظم ہمایوں شروانی نے چند دن ان لوگوں کو اپنے پاس رکھا وہاں کی مخلوق بھی شیخ علائی کی گرویدہ ہوگئیں، جاسوسوں نے یہ خبر سلیم شاہ تک پہونچادی تو اس نے دوبارہ اس کو طلب کیا جب آیا تو سلیم شاہ نے کہا تو اپنے عقیدہ سے توبہ کرے شیخ نے بادشاہ کی بات اَن سنی کر دی تو اس نے کوڑا مارنے کی سزا تجویز کی، شیخ علائی پہلے ہی سے کمزور تھا، تیسرے کوڑے کی مار برداشت نہ کر سکا اور مر گیا تو بادشاہ کے حکم سے اس کی نعش ہاتھی کے پاؤں میں باندھ کر اردوئے معلےٰ (بازار) میں دوڑائی گئی اور حکم دیدیا کہ اس کو کوئی دفن نہ کرے۔ یہ واقعہ دسویں صدی ہجری کے ستاونویں سال میں پیش آیا (یعنی ۹۵۷ھ میں)

اردوئے معلیٰ :۔ اس بازار کو کہتے ہیں جو شاہی دروازہ کے سامنے ہو۔

(۳۸۰-۱۲۰) معتمد الملوک سید علوی خاں حکیم دہلوی

اس کا اصلی نام محمد ہاشم ولد حکیم محمد ہادی قلندر ولد سید مظفر الدین علوی ہے۔ حضرت محمد بن الحنفیہؓ کی اولاد میں سے، اس کی پیدائش ماہ رمضان ۱۰۸۰ھ (ایکہزار اسی ہجری) کو شہر علم شیراز میں ہوئی ۱۱۱۱ھ میں قلعہ ستارہ کے نیچے عالمگیر بادشاہ کی ملازمت میں خلعت اور منصب سے سرفراز ہوا اور شہزادہ محمد اعظم کا استاذ مقرر ہوا، شاہ عالم بہادر شاہ کے زمانہ میں اس کا عروج ہوا اور علوی خاں کے خطاب اور منصب و جاگیر سے نوازا گیا۔ محمد شاہ بادشاہ کا بہت اچھا علاج کیا تھا بادشاہ نے اس کو چاندی سے تول دیا اور شش ہزاری کے منصب پر تین ہزار نقدی اور معتمد الملوک کے خطاب سے سرفراز کیا، نادر شاہ اس کو اپنے ساتھ پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ لے گیا۔ وہاں سے بیت اللہ کے حج کو جا کر ۱۱۵۶ھ (گیارہ سو چھپن ہجری) میں شاہ جہاں آباد

واپس آیا اس کی تصنیفات میں سے ایک کتاب جامع الجوامع علم طب میں ہے جو اسم
بامسمیٰ ہے۔ بتاریخ ۲۵ رجب ۱۱۶۰ھ ہجری مرض استسقاء میں مبتلا ہو کر دھلی میں
فوت ہوا اور اس کی وصیت کے مطابق حضرت نظام الدین اولیاء کی درگاہ کے آس
پاس دفن کیا گیا۔

(۳۸۱-۱۲۱) ملا عماد الدین عثمانی لبکنی

متبحر عالم، فطری ذہانت اور طبعی ذکاوت کا مالک تھا

ملا عبد العلی بحر العلوم کا شاگرد رشید تھا، ملا بحر العلوم جب حرمین شریفین گئے تو ملا عماد الدین
نے بقیہ شرح چغمینی ملا محمد حسن سے پڑھی۔ انکی تصنیفات میں سے چند معقولی مشکل بحثوں
کے بیان میں عقدۂ وثیقہ ہے۔ ۲ اور علم کے مباحث میں عشرۂ کاملہ مع منہیہ کے ہے
۳ اور رسالہ مقولات عشر محقق طوسی کے ابیات کے بیان میں، مقولات عشرہ کے بیان
کا مضمون اور دیگر کتابیں اس کے علمی سرمایہ کی گواہ ہیں۔

لبکنی :- لام کو فتحہ اور بائے موحدہ ساکن اور کاف عربی کو فتحہ، اس کے بعد نون :
ایک دیہات کا نام ہے جو ضلع بانس بریلی علاقہ روہیل کھنڈ میں واقع ہے۔

(۳۸۲-۱۲۲) مولانا عماد الدین غوری

نارنول کے دیار کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ اس

مولانا عماد کی اولاد میں سے جو محمد تغلق کے زمانہ میں تھے ان کے آباء واجداد عرب سے
غور میں آئے تھے وہاں سے ان کے بعض بزرگان سلطان شہاب الدین غوری کے
ساتھ ہندوستان پہونچے۔ کہتے ہیں کہ ابتدائی جوانی میں اس نے علم حاصل کرنے
کی کوشش نہیں کی اور طاقتور تھا بڑے بڑے پہلوانوں کو کشتی میں پچھاڑ دیتا
تھا، ایک دن اپنے بڑے طاقتور پہلوان کو پچھاڑ کر مست و مغرور ہو کر گھر آرہا تھا
اس زمانے کے کسی بڑے عالم نے اس کو مستی کی حالت میں دیکھ کر بہت افسوس کیا

اور جہالت وغرور کی بنیاد پر اسکو طعنہ دیا بس اس کی رگ حمیت غیرت سے پھڑک اٹھی اور اس وضع پر ہونے سے اسکو شرمندگی لاحق ہوئی اور چاہا کہ علم حاصل کروں، لیکن بچپن سے یہ کام نہیں کیا تھا اس لئے اسکی کوشش بے فائدہ گئی۔ تو لاچار ہو کر شیخ محمد نارنولی کے روضہ پر جا پڑا اور دن رات وہاں باطہارت رہنے لگا نوافل پڑھتا، ذکر و تلاوت قرآن مجید کرتا اور طہارت حاصل کرنے کے سوا اور کسی کام کیلئے وہاں سے نہیں نکلتا تھا اور شیخ کی روحانیت سے حصول علم میں مدد طلب کرتا تھا اسی طرح سے بارہ سال گذار دیا۔ ایک رات طہارت حاصل کرنے باہر آیا ایک آدمی نظر آیا اور اسکو پیچھے سے پکڑ کر کہا: بول کیا چاہتا ہے؟ اس نے اپنے بزرگوں کا طریقہ اور ان کے علم اور تقوی کو طلب کیا۔ اس شخص نے کہا کہ جا اور اپنے بزرگوں کے کتب خانہ میں سے کتابیں لے اور لوگوں کو ان کتابوں کو پڑھا۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے علوم دینیہ کے ابواب اس پر کھول دیئے رحمۃ اللہ علیہ اب وہ انتہائی بزرگ شخص ہو گئے، سنتوں کا حد درجہ اہتمام کرتے تھے کوئی سنت چھوٹنے نہیں پاتی تھی فقیر اور فقیروں کو بہت چاہتے تھے۔

(۳۸۳-۱۲۳) شیخ عماد الدین رفیقی کشمیری ولد عبدالرسول ولد اسلم بن یحییٰ رفیقی کشمیریؒ

۱۲۴۹ھ (بارہ سو انچاس ہجری) میں پیدا ہوئے، مروجہ علوم اپنے وقت کے اساتذہ سے حاصل کرکے صحیح بخاری شیخ احمد واعظ سے پڑھکر شیخ احمد تاریلی سے مرید ہوئے اور زیارت بیت اللہ کے ارادہ سے سفر اختیار کیا اور اکثر شہروں کی سیر و سیاحت کرتے ہوئے بیت اللہ کے حج سے مشرف ہوئے؛ ان کے شاگردوں میں ان کے دو چچازاد بھائی شیخ نظام الدین اور شیخ حمزہ ہیں۔ جمعہ کے دن عصر کے وقت ۸ رمضان ۱۳۰۰ھ (تیرہ سو ہجری) کو جان جان بخش کے حوالہ کردی۔

(۳۸۴-۱۲۴) عمر غزنوی

ولد اسحاق ابن احمد ہندی غزنوی، انکی کنیت ابوحفص لقب سراج الدین تھا، علم فقہ کو ابوالقاسم تنوخی کے عزیز شاگردوں امام زاہد وجیہ الدین دہلوی، شمس الدین خطیب دہلوی، ملک العلماء سراج الدین ثقفی دہلوی، رکن الدین بدایونی سے حاصل کر کے مصر گئے وہاں قاضی القضاۃ ہو گئے، ابوالقاسم تنوخی شیخ حمید الدین الضریر کے شاگرد ہیں، عمر غزنوی کی یادگار بہت ساری مفید تصنیفات ہیں ان میں سے ۱ توشیح ہدایہ کی شرح، ۲ زبدۃ الاحکام فی اختلاف الائمۃ الاعلام ۳ شامل علم فقہ میں ۴ شرح بدیع الاصول۔ ۵ شرح مغنی ۶ مغرۃ المنیفہ فی ترجیح مذہب ابی حنیفۃ ۷ شرح زیادات ۸ شرح جامع صغیر ۹ شرح جامع کبیر نامکمل ۱۰ شرح مائۃ ابن الفارض ۱۱ کتاب الخلاف۔ ۱۲ کتاب التصوف ۱۳ شرح منار ۱۴ شرح المختار ۱۵ لوائح الانوار ۱۶ لطائف الاسرار ۱۷ عدۃ الناسک فی المناسک ۱۸ شرح عقیدۃ الطحاوی ۱۹ اللوامع فی شرح جمع الجوامع

وفات:۔ شیخ کفوی کے بقول ۷۶۳ھ میں اور امام سیوطی اور صاحب کشف الظنون کے بقول ۷۷۳ھ میں وفات ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۳۸۵-۱۲۵) عنایت اللہ قادری لاہوری

قصوری پھر لاہوری شطاری، ان کی کنیت ابوالمعارف تھی۔ علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے، شرح وقایہ کی دو جلدوں میں شرح لکھی جس میں بہت فروعی مسائل ہیں اس کا نام غایۃ الحواشی ہے۔ ۲ کنز الدقائق کی شرح ملتقط الحقائق جس میں اشارہ سبابہ کی مسنونیت کو راجح بتایا ہے، انکی تصنیفی یادگار ہیں۔ **وفات** ۱۱۴۱ھ ہجری کو انکی وفات ظاہر ہوئی۔

(۳۸۶-۱۲۶) ملا عنایت اللہ سال کشمیری

کشمیر کے علماء میں سے فقیہ، محدث، متقی

زاہد تھے۔ خواجہ حیدر چرخی کے لڑکوں مولوی ابوالفتح اور ملا عبدالرشید سے علوم حاصل کئے تھوڑے ہی زمانے میں فائق الاقران ہوئے، ترسیٹھ مرتبہ صحیح بخاری کا مذاکرہ شروع سے آخر تک کیا۔ مثنوی مولانا روم کامل ذوق وشوق سے پڑھتے تھے مشائخ وقت سے خرقۂ خلافت حاصل کر کے مدۃ العمر تدریس وتذکیر میں مشغول رہے طبیعت موزون تھی شعر بھی کہتے تھے جو تصوف سے لبریز ہوئے۔ ارسٹھ سال کی عمر میں آخر ماہ شعبان ۱۱۲۵ھ میں وفات ہوئی۔

(۳۸۷ - ۱۲۷) مولوی عنایت رسول چریاکوٹی

علمی میدان کے جوان مرد،

معقول ومنقول کے ماہر، نفوس وعقول کے رازداں اور فروع واصول میں بصیرت نافذہ کے مالک تھے قاضی علی اکبر ولد قاضی عطاء رسول کے فرزند یوسف آباد چریاکوٹ کے عباسی خاندان میں تیرہویں صدی ہجری کے چالیسویں سال (۱۲۴۴ھ) میں پیدا ہوئے بچپن میں والد بزرگوار سے صرف ونحو کے ابتدائی رسائل اور بعض دوسرے بزرگوں سے بھی حاصل کر کے مولوی احمد علی چریاکوٹی کے دامن تعلیم وتربیت کو تھام لیا انھوں نے صلہ رحمی کی بنیاد پر انتہائی شفقت ومہربانی کے ساتھ انکی تعلیم وتثقیف میں سعی بلیغ فرمائی اور سفر وحضر میں اپنے لڑکے مولوی نجم الدین کے ساتھ ساتھ مولوی عنایت رسول موصوف کو رکھ کر ہر جگہ تعلیم دیتے رہے جب ان کے ہاتھ پر علم ہندسہ، حساب مناظرہ، ہیئت اور تمام ریاضی ومعقولی علوم سے فراغت حاصل ہوگئی تو ان کو حدیث نبی علیہ السلام کی تعلیم کیطرف متوجہ کر کے مولوی حیدر علی مرحوم کے پاس ٹونک پہونچا دیا وہاں نقلیات اور کچھ عقلیات کے مسائل سیکھ کر وطن واپس آگئے صرف چند دنوں وطن میں رہنے کے بعد عبری زبان سیکھنے کے شوق میں کلکتہ چلے گئے چند سال وہاں مقیم رہ کر یہودی علماء سے عبری زبان مکمل سیکھ لی اور توراۃ وزبور وغیرہ دیگر کتب سابقہ کی آیتوں سے ان بشارتوں اور پیشین گوئیوں کو پختہ کر لیا جن میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف

اشارہ ہے پھر ۱۲۷۱ھ ہجری میں کلکتہ سے گھر چلے آئے اس کے بعد پھر کہیں رہ نوردی کا قدم نہیں بڑھایا بہت تھوڑے سے طلبہ کی تعلیم و تدریس میں مشغول رہتے ہیں طلبہ کا ہجوم انکو ذرا پسند نہیں۔ اس گوشہ نشینی اور استغناء کے باوجود انکے کمالات کا شہرہ سید احمد خاں نجم الہند کے کان میں پہونچ گیا انھوں نے تن بدن سے ان کے دیدار کی کوشش کی اور ان کے دامن میں آکر چمٹ گئے، مولوی عنایت رسول موصوف نے اپنے علمی افادہ کے چند گھونٹ ان کے جام طلب میں بھی ڈال دیئے اور کتب قدیمہ کے رازہائے سربستہ میں سے کچھ نجم الہند (اللہ انھیں معاف کرے) کی جھولی میں بھی ڈالدیئے اور جوھر شناسی کی داددی۔ اس وقت چند سال سے مولوی صاحب موصوف علوم متعارفہ کی تسہیل اور زبان ہند میں ان کا ترجمہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں سب سے پہلے علم صرف کی لطیف تہذیب اور دقیق تحقیق کے ساتھ تیس اجزاء میں مرتب فرمایا جس میں اس فن کی دشوار گذار گرہوں کو اپنے ناخن فکر سے کھول دیا ہے۔

اس کے بعد علم ہندسہ، حساب، مساحت کی تحریر و تنقیح میں مشغول ہوئے اور اس فن کے تمام مسائل اور جملہ اشکال کو نئے اور پرانے دلائل کے ساتھ مرتب فرمادیا ہے اور عملِ حساب و ہندسہ اور مسائل انعکاس و مناظر کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ اجنبی زبان سے ہندوستان کی مروجہ زبان میں منتقل کر دیا ہے۔ اس کتاب کو نواب ریاست حیدر آباد کی خدمت میں بھیجدیا وہاں کے ماہرین فن نے بہت پسند فرمایا اور کتاب کو حسن قبول بخشا۔ اللہ آپ کو تادیر زندہ سلامت رکھے۔ آمین

ملا عیاض رامپوری (۳۸۸-۱۲۸)

مفتی شرف الدین رامپوری کے شاگرد بہت بحث کرنے والے شخص تھے، ہر شخص سے بحث و مناظرہ کرنے لگتے تھے علم صرف میں انکی ایک کتاب "دستور المنتہی" ہے جسکو "دستور المبتدی" کے تقابل میں لکھا ہے۔

اور سوال کی جگہ "شک" اور "جواب" کی جگہ "فک" کا استعمال کیا ہے۔

(۳۸۹-۱۲۹) شاہ عیسیٰ جنداللہ برہانپوری

برہانپور کے بڑے عالم اور عظیم عارف تھے انکی ایک تصنیف انوار الاسرار ہے۔ چار جلدوں میں قرآن مجید کی تفسیر عربی زبان میں لکھی ہوئی ہے۔ اللہ انکی خواب گاہ کو ٹھنڈی رکھے۔

(۳۹۰-۱) مولوی غلام اللہ لاہوری

لاہور کے بزرگ فاضل اور باکمال عالم تھے۔ آپ کی بابرکت ذات کا علمی فیض مشرق سے مغرب تک پھیل گیا، آپ کے شاگردوں میں سے "گنج تاریخ" کے مصنف مفتی غلام سرور لاہوری وغیرہ ہیں آپ کے دو لڑکے تھے۔

نمبر۱ احمد دین، نمبر۲ حمید دین ۱۲۷۲ھ (بارہ سو بہتر ہجری میں دنیا سے گذر گئے۔

(۳۹۱-۲) مولوی غلام حسنین قنوجی

ولد مولوی حسین علی بن مولوی رستم علی قنوجی ۱۲۲۱ھ میں پیدا ہوئے "غلام علیم" (۱۲۲۱) آپ کا تاریخی نام ہے۔ مولوی محمد سعادت خاں فرخ آبادی اور مولوی ولی اللہ فرخ آبادی کے شاگرد ہیں ۱۲۵۵ھ میں بیت اللہ الحرام کے حج سے مشرف ہو کر مدینہ طیبہ میں شیخ محمد عابد سندھی سے صحاح ستہ اور سنن کی اجازت حاصل کی، اپنے اوقات کو تصوف کی کتابوں کے مطالعہ میں اکثر صرف کرتے ہیں۔ ان کے دادا مولوی رستم علی نے کتاب المنازل الاثنا عشر لکھی تھی آپ نے اس کا حاشیہ

لکھا ہے اخیر عمر میں دوسری مرتبہ حج بیت اللہ کو گئے حج کے واپسی پر بمبئی بندرگاہ پر رحلت فرمائی "ابجد العلوم" مطبوعہ میں ان کا سال وفات اس طرح لکھا ہے ۱۲۔ از صفر.... ان نقطوں سے پتہ نہیں چلتا کہ سال وفات کیا ہے ؟۔

(۳۹۲-۳) مفتی غلام حضرت لکھنوی

اپنے وقت کے علامہ اور مفتی عدالت شہر لکھنؤ تھے ۱۲۳۴ھ (بارہ سو چونتیس ہجری) میں فوت ہوئے۔ ایک شاعر نے آپکی تاریخ وفات کو رباعی میں یوں منظوم کر دیا ہے ؎

مرد مفتی غلام حضرت افسوس — کو بود بشہر لکھنؤ حاکم شرع
افسوس کہ مفتی غلام حضرت جو کہ — شہر لکھنؤ کے حاکم شرع تھے مر گئے
سال تاریخ رحلت آں مرحوم — فرمود کہ بود او حاکم شرع

{مترجم :۔ تاریخ صحیح برآمد نہیں ہوتی پتہ نہیں کیا چھوٹا ہے۔

(۳۹۳-۴) مولوی غلام رسول لاہوری

لاہور کے عمدہ ترین فضلاء میں سے تھے۔ اپنے والد مولوی غلام فرید لاہوری کے شاگرد تھے جنکی شاگردی پر علماء پنجاب فخر کیا کرتے تھے۔ ۱۲۵۰ھ میں وفات پائی۔

(۳۹۴-۵) مولوی غلام رسول پنجابی

علمائے پنجاب میں سے فقہ حدیث اور تفسیر میں فاضل اور کامل شخص تھے اکثر اوقات وعظ کہا کرتے، شیخ محمد نصیر مجددی کے مرید تھے ان کی بہت سی تصانیف پنجابی زبان میں ہیں ۱۲۹۱ھ (بارہ سو اکیانوے ہجری) میں چل بسے۔

(۳۹۵-۶) حسان الہند سید غلام علی آزاد بلگرامی

ولد سید نوح۔ اصل میں واسطہ کے

حسینی سادات میں سے تھے مگر آپکی پیدائش ونشو ونما بلگرام میں ہوئی چشتی المشرب تھے مگر فقہ حنفی کے پابند تھے۔ تاریخ پیدائش ۲۵ صفر یکشنبہ ۱۱۱۶ھ (گیارہ سو سولہ ہجری) ہے درسی کتابیں شروع سے آخر تک سید طفیل محمد اترولوی سے پڑھیں، لغت اور سیرۃ نبویہ اور حدیث پاک اپنے نانا سید عبدالجلیل بلگرامی سے حاصل کیں، عروض وقوافی اور کچھ ادبی فنون کو اپنے ماموں سید محمد بن سید عبدالجلیل سے حاصل کیا، سید لطف اللہ بلگرامی کے مرید تھے، حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف تھے اور مدینہ منورہ میں جاکر صحیح بخاری کی قرارت شیخ محمد حیات سندھی کے سامنے کی اور ان سے صحاح ستہ کی اجازت لے کر ہندوستان واپس آئے اور نظام الدولہ ناصر جنگ ابن نواب نظام الملک آصف جاہ حیدرآبادی کی مصاحبت میں داخل ہوئے آپکی تصنیفات کی فہرست نیچے لکھی جاتی ہیں

عربی تصنیفات:۔ ۱؎ ضوء الدراری شرح صحیح بخاری، کتاب الذکر تک ۲؎ تسلیۃ الفواد جس میں آپ کے قصائد ہیں ۳؎ تراجم علماء ۴؎ تین، تین ہزار اشعار کے دو دیوان۔ ۵؎ کتاب سبحۃ المرجان میں سات سو عربی اشعار بطور سند ذکر کئے ہیں ۶؎ سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان۔

فارسی کتابیں:۔ ۷؎ ید بیضاء ۸؎ سرو آزاد ۹؎ خزانہ عامرہ در تذکرہ شعراء ۱۰؎ روضۃ الاولیاء، تذکرہ بعض اولیاء کرام ۱۱؎ مآثر الکرام تاریخ بلگرام جس میں بلگرام کے اولیاء، فضلاء اور شعراء کا ذکر خیر ہے ۱۲؎ سند السادات، سیدوں کے حسن خاتمہ کے بیان میں ۱۳؎ دیوان فارسی ۱۴؎ مظہر البرکات ۱۵؎ سبعہ سیارہ وغیرہ آپکی یادگار تصانیف ہیں۔

وفات:۔ ۱۲۰۰ھ (ایک ہزار دو سو ہجری) میں اس دنیا سے کوچ کیا نور اللہ ضریحہ

(۳۹۶-۷) حافظ غلام علی چریاکوٹی

ولد شیخ نجابت اللہ عباسی، مولوی محمد احسن عباسی کے خاندان سے ہیں شروع شروع میں ہتھیار بند فوجیوں میں سے تھے ان کے بزرگوں میں سے

کسی نے انکو دیکھ کر کہا: کاش ہمارے خاندان میں کوئی ایسا آدمی ہوتا جو تلوار کلہاڑی کے فن کی جگہ علم و ہنر سیکھتا اور ڈھال کٹاری کے بجائے احادیث و اثر کو حاصل کر لیتا۔ یہ سن کر غلام علی کی نبض غیرت اچھلنے لگی، بس علم و فن سیکھنے کیلئے سفر کی مشقت برداشت کرنے پر آمادہ ہو گئے اور سید سے دہلی کی راہ لی اور بافیض بزرگ مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی کے آستانہ قدس پر جا پڑے اور بہت دنوں تک وہاں قیام کر کے علوم درسیہ سے فارغ ہو کر وطن پہونچے اور قومی برادران کو تعلیم دینے کی کوشش میں لگ گئے، آپ کا طریقہ تعلیم نہایت مفید اور دلکش ہوتا تھا۔ صرف و نحو میں پر مغز رسالے لکھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثروت بھی دی تھی اور اخلاق کریمانہ سے بھی نوازا تھا۔ ۱۲۴۸ھ تیرہویں صدی ہجری کے اڑتالیسویں سال جہان فانی سے الوداع کہا۔

(۳۹۷-۸) مولانا غلام علی دہلوی

علوی سادات، اور مرزا مظہر جان جاناں کے مریدوں میں سے ایک عارف کامل شخص تھے علوم ظاہر و باطن کو جمع کئے ہوئے۔ آپکی ولادت ۱۱۵۶ھ (گیارہ سو چھپن ہجری) میں ہوئی۔ ایک شاعر نے آپکی تاریخ ولادت یوں کہی ہے ؎

جب آسمان ہدایت کے ستارے حضرت غلام علی دنیا میں ظاہر ہوئے تو دنیا کھل اٹھی، دل مہربان نے جب آپکی ولادت کا سال ڈھونڈھا تو اس نے یوں کہا "مہ سپہر ہدایت شدہ طلوع" ۱۱۵۶ھ

اور بتاریخ بست و دوم صفر ۱۲۴۰ھ کو دنیائے فانی کو الوداع کہا اور اپنے مرشد کے پہلو میں دفن کئے گئے نور اللہ مضجعہٗ سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔ اور اس نامہ سیاہ نے صنعت تخرجہ میں یوں تاریخ نکالی ہے ؎

چو ماہ چرخ ہدیٰ حضرت غلام علی + برخ کشید ز ابر عدم نقاب و نہفت

چرخ ہدایت کے ماہتاب حضرت غلام علی نے جب عدم کے بادل سے چہرہ پر نقاب کھینچا اور چھپ گئے

گزیدہ پیر خرد "لب" بحسرت وافسوس — مہ سپہر ہدایت نہفت سال بگفت

تو پیر خرد نے حسرت وافسوس سے لب کاٹا اور سال کہا "مہ سپہر ہدایت نہفت"
۱۲۶۷ - ۳۲ = ۱۲۳۵ھ

[مترجم :- لیکن ۱۲۴۰ھ سال وفات مکتوب ہے۔

(۳۹۸-۹) قاضی غلام غوث گوپامئوی

شارح سلّم جناب قاضی مبارک صاحب کے پوتے نہایت فاضل اور فقیہ کامل تھے ارتضا علی خاں سے علوم حاصل کرکے کچھ دنوں درس وتدریس میں مشغول رہے اور کچھ دنوں ریاست مدراس کے ضلع گنٹور میں قضا کے مسند کے صدر نشین رہے، دو جلدوں میں فتاویٰ لکھے اور ۱۲۳۲ھ حیدرآباد میں وفات فرمائی

(۳۹۹-۱۰) مولوی غلام فرید لاہوری سہروردی

بزرگ عالم و فاضل، کمالات ظاہری وباطنی کے جامع، عبادت گذار، ذاکر وشاغل تھے، طالب علموں کے درس وتعلیم میں پوری عمر گذار دی، دنیا اور دنیا والوں سے مطلق تعلق نہ رکھتے تھے، تنہائی اور گمنامی آپکی طبیعت پر غالب تھی ۱۲۱۶ھ میں جان، جان آفرین کو سپرد کردیا۔

(۴۰۰-۱۱) شاہ غلام قطب الدین الہ آبادی مصیب تخلص

ولد شاہ محمد فاخر زائر ولد شیخ خوب اللہ۔ الہ آبادی، اپنے والد کے مرید اور خلیفہ تھے یکم محرم ۱۱۳۸ھ کو پیدا ہوئے "نیک بخت ازلی بادا" سے تاریخ پیدائش نکلتی ہے۔

ظاہری علوم کی تکمیل مولوی برکت اللہ الہ آبادی سے کرکے کم عمری کے زمانہ میں مسندِ خلافت کو اس وقت مزین کیا جب ان کے والد صاحب مکہ معظمہ چلے گئے تھے۔ انکی تصنیفات میں سے ۱ فارسی دیوان ہے جو نہایت مربوط ومنظم ہے ۲ مثنوی نان قلیہ جو بہائی کے نان وحلوا کے جواب میں ہے ۳ دبستانِ حقیقت۔

آخر عمر میں بیت اللہ کا حج کرنے کے لئے ذی قعدہ کی آخری تاریخ کو ۱۱۸۷ھ میں گئے وہیں وفات ہوگئی اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے قبہ کے پاس داہنی طرف مدفون ہوئے۔ ان کے ایک شاگرد "جو گل کشور" نے اس کی تاریخ صنعت تعمیہ میں یوں کہی ہے

ذات پاک غلام قطب الدین — رخت بر بست زیں جہاں افسوس

افسوس غلام قطب الدین کی ذات پاک نے اس دنیا سے رختِ سفر باندھا

دل سوزان من سوال نمود — سال ایں غم زنوحہ خواں افسوس

میرے جلے دل نے نوحہ خواں سے اس غم کے سال کو افسوس کے ساتھ پوچھا

بادل زارِ سوختہ گفتم — قطب دیں رفت زیں جہاں افسوس ۱۱۸۸ھ

جلتے ہوئے دلِ بے قرار سے میں نے کہا، افسوس قطب الدین اس جہاں سے چلے گئے

(۴۰۱-۱۲) مفتی غلام محمد لاہوری

آپ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے اولاد امجاد میں سے، اور مفتی غلام سرور لاہوری کے والد ماجد ہیں علوم و فنون کے جامع تھے ہمیشہ تدریس اور طبابت کے کاموں میں سرگرم رہتے تھے اور قرآن کریم کی کتابت کر کے حلال روزی حاصل کرتے تھے ۱۲۷۶ھ (بارہ سو چھہتر ہجری) میں عالم فانی کو الوداع کہا۔

(۴۰۲-۱۳) مولوی غلام محمد ساکن کوٹ

ولد رحمت خاں عرف خان محمد، کوٹ کے رہنے والے کھوکھر خاندان کے تھے مولانا محمد سلامت اللہ کشفی کانپوری کی خدمت میں آکر مروجہ علوم کو حاصل کیا، تقویٰ و پرہیزگاری کو اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا، خلوت گزینی کیطرف فطرۃً مائل تھے جب علوم دینیہ حاصل کر کے فارغ ہوئے تو ان کی قوم نے اپنے موضع میں لوٹ آنے کی درخواست کی، آپ نے فرمایا کہ جب تک میری قوم

سود خواری اور عورتوں کی نامحرم سے بے پردگی نہیں چھوڑے گی تب تک میں اپنے گاؤں میں قدم نہ رکھوں گا۔ آخر جب قوم نے اجتماعی طور سے ان دونوں باتوں کو ترک کرنے کا عہد قبول کر لیا تب اپنے گاؤں واپس آئے اور زندگی بھر لوگوں کو شریعت غرا پر چلنے کا پابند بنائے رکھا۔ اور اس گاؤں میں ایک مسجد تعمیر کی آخر عمر شریف پوری ہوگئی اور ۱۴ ربیع الاول یکشنبہ چودھویں صدی ہجری کے پہلے سال رحلت فرما گئے (۱۴ ربیع الاول ۱۳۰۱ھ وفات) اور ان کا مسکن ہی مدفن بنا۔

کھوکھر:۔ دونوں کاف مخلوط بالہاء ہندی (کھ) سے پہلے کو پیش دوسرے کو فتحہ، تاریخ فرشتہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب سے آئی ہوئی ایک قوم ہے جن کا لقب خان ہے وہ لوگ اپنے کو شیخ کہتے ہیں اور خان کے لقب کا انکار کرتے ہیں خالص سنی المذہب یہ قوم ہے۔

کوٹ:۔ واؤ مجہول ہے گنگا جمنا کے دوآبہ میں ایک گاؤں کا نام ہے اس وقت ضلع فتحپور ہسوہ سے تعلق رکھتا ہے۔

(۳۰۳-۴۰-۱۴) قاضی غلام مخدوم چریاکوٹی

ولد قاضی عبدالصمد عباسی فطانت و ذکاوت میں اپنے والد کی طرح مشہور رہیں اور لوگوں کی زبان پر انکی سخاوت اور انکا کرم معروف ہے علوم مروجہ کو سیکھنے کے بعد سنسکرت زبان سیکھنے کا شوق پیدا ہوا یہاں تک کہ اس زبان کو کافی مقدار میں سیکھ لیا اور سرزمین بنارس میں جو زبان کے ماہرین کا گڑھ ہے اس فن کے ماہرین کے بیچ امتیازی شان حاصل کر لی، طبیعت میں سخن سنجی بھی تھی فارسی زبان میں ایک دیوان مرتب کیا تھا، جب دنیا سے جانے کا وقت قریب ہوا تو اس دیوان کو منگا کر آگ میں جلا دیا لوگوں کی زبان پر آپ کے جو اشعار باقی ہیں وہ بہت کم ہیں ان میں سے یہ اشعار بھی ہیں ؎

بباغ دہر نہ گل ماند و نی سمن باقیست + زعندلیب پری چند در چمن باقیست

زمانہ کے باغ میں نہ پھول رہا نہ چنبیلی باقی رہی بلبل پری میں سے چمن میں کچھ ہی باقی ہیں۔

دلم بسوخت تنم سوخت و استخواں ہم سوخت + تمام سوختم و ذوق سوختن باقیست

میرا دل میرا بدن اور میری ہڈیاں بھی جل چکیں میں پورا جل چکا لیکن جلنے کا ذوق ابھی باقی ہے

زفیض خان مکرم خوشم نیم محتاج + درون سینہ ولی حسرت وطن باقیست

محترم فیض خاں سے میں خوش ہوں محتاج نہیں ہوں لیکن سینہ میں وطن کی حسرت باقی ہے

میرے مخلص دوست، مولوی محمد فاروق چریاکوٹی جو دو واسطہ سے قاضی غلام محمد سے جڑ جاتے ہیں انھوں نے اسی زمین میں ایک دوسری غزل کہی ہے جس سے ناظرین کی ضیافت طبع کرتا ہوں ؎

نہ آں پیالہ نہ آں می نہ آں چمن باقیست مگر زبیخودیم قصۂ کہن باقی است

نہ وہ گلشن نہ وہ پیالہ نہ وہ بادہ باقی ہے مگر میری بے خودی کا پرانا قصہ باقی ہے

چناں گداختہ ام من کہ غیر یاد تو نیست زمن ہرآنچہ در آغوش پیرہن باقی است

میں اتنا پگھل گیا ہوں کہ تیری یاد کے سوا کچھ نہیں میرا جو کچھ پیراہن کی گود میں باقی ہے

بہرچہ داد خداوند شادم ولیکن درون دل ہوس طائف و یمن باقی است

جو کچھ خدا تعالیٰ نے دیا اس سے خوش تو ہوں لیکن دل میں سرزمین مقدس طائف اور یمن کی خواہش باقی ہے۔

خجل زمنت دشنام تو شدم اے جان کہ بر زبان تو زیں حیلہ یاد من باقی است

جان من تیری بدگوئی کے احسان سے میں شرمندہ ہوں کیونکہ تیری زبان پر اس حیلہ سے میری یاد باقی ہے۔

الغرض۔ قاضی غلام مخدوم اپنے والد کی جگہ عہدۂ قضا پر مامور تھے تیرھویں صدی ہجری کے پانچویں سال پچاس سال کی عمر میں فوت ہوئے (۱۲۰۵ھ) غفرلہ اللہ تعالیٰ۔

(۱۵ - ۴۰ھ) مولوی غلام محی الدین بگوی

ولد حافظ نور حیات بن حافظ محمد شفا ولد حافظ نور محمد بگوی،

عالم وفاضل کامل واکمل، محدث، کمالات صوری ومعنوی کے جامع تھے دوشنبہ ماہ محرم ۱۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے قرآن شریف ناظرہ حافظ حسن صاحب سے پڑھا اس کے بعد رمضان المبارک کے مہینہ میں ہر دن ایک ایک پارہ حفظ کر کے رات میں تراویح میں پڑھتے تھے، ایک ماہ پورا ہوا تو یہ پورے حافظ ہو چکے تھے۔ اس کے بعد دوسرے علوم سیکھنے کیطرف متوجہ ہوئے۔ چونکہ کامل ذہین وفطین تھے اس لئے علاقہ پنجاب میں کوئی عالم انکو تعلیم دینے پر آمادہ نہیں ہوا بالآخر اپنے چھوٹے بھائی مولوی احمد الدین کے ساتھ جو اسوقت صرف آٹھ سال کے تھے دہلی آکر یہاں کے علماء سے عقلی ونقلی علوم حاصل کئے اور علم حدیث مولوی محمد اسحٰق صاحب سے پڑھ لی اور اس کی سند مولانا شاہ عبد العزیز صاحب سے حاصل کی فارغ التحصیل ہونے کے بعد لاہور واپس آکر لال مسجد میں تیس سال تک درس دیتے رہے پھر استرخار کی بیماری کیوجہ سے اپنے موضع "بگا" میں آگئے جو کہ مضافات لاہور کے قصبہ بھیرہ کے پاس ایک گاؤں ہے اور چودہ برس تک بیمار رہے مگر اس حالت میں بھی سبق پڑھایا کرتے تھے۔

وفات:۔ دوشنبہ کی رات شوال کے مہینہ ۱۲۷۳ھ میں وفات پا کر موضع بگا میں مدفون ہوئے اور دو لڑکے اپنا خلف الصدق چھوڑا ۱۔ حاجی مولوی غلام محمد جو کہ جامع مسجد لاہور کے امام ہیں، ۲۔ مولوی عبد العزیز جو جامع مسجد بھیرا کے امام ہیں۔ اللہ ان دونوں کو زندہ سلامت رکھے۔

(۱۶-۴۰۵) حافظ سید غلام میر سندیلی

ابن سید قلندر بخش ابن مولوی عبد اللہ بن سید زین العابدین سندیلہ کے مخدوم زادہ ہیں مولوی حیدر علی سندیلی اور مولوی ظہور اللہ لکھنوی ومولوی عبد الواحد خیرآبادی سے علوم حاصل کر کے اکثر کلکتہ کے اطراف میں تاجرانہ زندگی بسر کی پھر سندیلہ واپس آکر طلبہ کو درس دینے میں مشغول ہو گئے۔ ۳ رذی قعدہ ۱۲۶۴ھ

میں وفات ہوئی اور امر ہرہ کے قبرستان میں مدفون ہوئے جو سندیلہ میں واقع ہے۔

(۴۰۶-۱۷) **مولوی غلام نجف حقانی سندیلی** ابن احمد شاہ ولد حافظ عنایت اللہ حقانی

سندیلہ قصبہ کے شیوخ میں سے عقلمند، کثیر الدرس، حافظ قرآن نیز تلاوت کرنیوالے تھے اکثر ماہ رمضان کی ایک رات میں قرآن ختم کر لیتے۔ ۱۲۱۵ھ میں وفات ہوئی۔

(۴۰۷-۱۸) **شیخ غلام نقشبند لکھنوی** ولد شیخ عطاء اللہ، یکتائے زمانہ، شریعت وطریقت کے

جامع، میر محمد شفیع دہلوی کے شاگرد تھے جو کہ ان کے والد کے شاگرد تھے اور وہ شیخ پیر محمد لکھنوی کے شاگرد تھے لیکن شیخ غلام نقشبند نے فراغت شیخ پیر محمد لکھنوی سے کی جوان کے والد کے استاد تھے فارغ ہونیکے بعد اپنی تمام عمر طلبہ کو علمی فائدہ پہنچانے میں صرف کردی اور آپ کے دامن علم سے بہت سے علماء وفضلاء زمانہ پیدا ہوئے۔

ہندوستان کے اکثر علماء کی شاگردی کی سند آپ کی ذات تک پہونچتی ہے اورنگ زیب عالمگیر کے لڑکے شاہ عالم نے آپ کے علمی کمالات کا شہرہ سنا تو آپکو بلایا اور نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ پیش آیا۔ آپ کے تلامذہ نامدار میں سے سید عبد الجلیل بلگرامی ہیں جن کا ذکر پہلے گذرا۔

تصنیفات :- ایک چوتھائی قرآن مجید کی تفسیر مع حاشیہ ۲؎ چند سورتوں کی تفسیر ۳؎ فرقان الانوار ۴؎ رسالہ لامعہ عرشیہ وحدۃ الوجود کے بیان میں ۵؎ شرح قصیدہ خزرجیہ وغیرہ آپکی معتبر اور مستند کتابیں ہیں۔

وفات :- ماہ رجب کی آخری تاریخ ۱۱۲۶ھ (ایک ہزار ایک سو چھبیس ہجری) میں مرکز لکھنؤ میں دفن ہوئے نور اللہ مرقدہٗ

(۴۰۸-۱۹) **مولوی غلام یحییٰ بہاری** آپکی جائے پیدائش موضع اکبر کٹر ہے۔

جو صوبہ بہار کے قصبہ نگرنہسہ کے قریب ہے یہ گاؤں پٹنہ اور بہار کے بیچ بہار سے ۱۸-۱۹ میل کے فاصلہ پر ہے۔ متبحر عقلمند، علماء زمانہ کے سرآوردہ، منطق دانی اور ذہانت میں ہمعصروں سے فائق گذرے ہیں۔

تصنیفات:۔ میرزاہد رسالہ کا حاشیہ غلام یحییٰ اہل علم میں بہت رائج اور مشہور رہے۔

۱۱۲۸ھ بہار میں وفات ہوئی۔ مخدوم شرف الدین قدس سرہٗ کے احاطہ سے باہر دفن ہوئے

اکیرکٹھ:۔ الف کو زیر کاف کو فتحہ اور یائے معروف کے بعد ڑ ہندی۔

نگرنہسہ:۔ نون اور گاف کو زبر سکون را، دوسرے نون کو پیش اور سین کو زبر۔

(۴۰۹-۲۰) میر غیاث الدین قزوینی

آپ میر عبد اللطیف قزوینی کے لڑکے ہیں۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے زمانے کے عمدہ ترین فاضل، سیر، تواریخ، اسماء الرجال، علم محاضرات میں پروردگار عالم کی ایک نشانی تھے اور اس زمانہ کیلئے برکت الٰہی، آپ کا حافظہ اتنا مضبوط تھا کہ کہو لوح محفوظ کا مثنیٰ، آپ کا لقب نقیب خاں تھا، علم تاریخ، ادب منظوم و منثور دن رات پڑھایا کرتے تھے۔

حرف الفاء

(۴۱۰-۱) ملا فتح اللہ اودھی

شروع حال میں دہلی کے نام آور علماء میں سے تھے سالوں جامع مسجد منار شمسی کے نیچے مسند درس و افادہ کو رونق بخشتے رہے اور آخر میں شیخ صدر الدین حکیم کے مرید اور خلیفہ ہوگئے اور اس طریقت کے سلوک پر گامزن ہوگئے۔ ریاضات و مجاہدات بہت کرتے تھے لیکن اس راہ کا کچھ حظ حاصل نہ ہوتا تھا تو اپنے

شیخ کو اپنے حال کی اطلاع دی، انھوں نے کہا کہ سبق پڑھانا چھوڑ دو اور اپنی کتابوں کو اپنی ملکیت سے نکال دو، انھوں نے ایسا ہی کیا لیکن کچھ عمدہ اور نفیس کتابیں اپنے پاس رہنے دی ابھی تک غیبی دروازہ نہیں کھلا تو بقیہ کتابوں کو بھی اپنی ملکیت سے نکالدیا، ایک نہر کے کنارے اپنی کتابوں کو دھوتے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے جب دل کی تختی تمام ماسوی اللہ سے صاف ہو گئی تو اس کے بدلہ میں علم باطن آپکی لوح پر ثبت ہو گیا۔ ان کے مریدوں میں سے شیخ قاسم اودھی ہیں۔ اور آپ کا ایک رسالہ بھی ہے جس کا نام آداب السالکین رکھا ہے۔

میر فتح اللہ شیرازی (۲-۱۴۱۱)

شیراز کے سادات میں سے شیعی المذہب اور زمانہ کے اعلم العلماء تھے تمام نقلی و عقلی علوم اور حکمت، ہیئت، ہندسہ، رمل، نجوم، حساب، طلسمات، نیرنجات اور جرأثقال خوب جانتے تھے اور رصدگاہ بنانے کی بھی قابلیت تھی اور عربی ادب، حدیث تفسیر، کلام سے بھی مناسبت تھی، غیاث الحکماء کے شاگرد تھے انکی دو تصنیفات بہت خوب ہیں

صفات متضادہ:۔ عام مجلس میں نہایت خلیق متواضع، منکسر المزاج تھے لیکن جب طلبہ کو درس دینے بیٹھتے تو نہایت ضدی اور سخت ہو جاتے تھے طالب علموں کو مخاطب کرتے تو گالی گفتاری، بدکلامی اور تندخوئی کے علاوہ کوئی سنجیدہ اور متین لفظ نہ بولتے اس لئے لوگ ان کے سبق میں بہت کم جاتے حتیٰ کہ ایک بھی شخص آپ کا رشید شاگرد نہ پیدا ہوا چند سال دکن میں وہاں کے حاکم عادل شاہ کے پاس رہے جب ۹۹۰ھ میں اکبر بادشاہ کی ملازمت کرلی تو انکو "عضد الملک" کا خطاب ملا اور صوبہ کشمیر میں ۹۹۷ھ میں مر کر مقام تخت سلیمان میں دفن ہوئے۔

عجیب و غریب چکی بنائی تھی جو خود حرکت کرتی تھی اور آٹا پیستی تھی، ایک ایسا آئینہ بنایا تھا کہ دور اور نزدیک کی شکلیں اور نامانوس چیزیں اس میں نظر آتی تھیں

اور بارہ فیر کی بندوق بنائی تھی جو ایک چکر میں بارہ آواز کرتی تھی۔

(۴۱۲-۳) بابا فتح محمد برہانپوری

نقلی و عقلی علوم کے عالم، حدیث اور معرفتِ الٰہی کے شناسا ہمیشہ برہانپور میں درس دیا کرتے علم فقہ، حدیث اور تفسیر اپنے والد بزرگوار اور مولانا عین العرفاء شاہ محمد عیسیٰ جند اللہ برہانپوری سے حاصل کیا آپ کے دادا شیخ محمد قاسم سندھی کا لقب رئیس المحدثین تھا۔ بابا صاحب کی قبر مکہ معظمہ میں ہے۔

(۴۱۳-۴) مولوی فخر الدین زراوی

ایک بزرگ تھے علوم اور تقویٰ کے جامع دینی معاملات میں بہت سخت اور قابل تعظیم شروع شروع میں مولانا فخر الدین ہانسوی سے دھلی شہر میں تعلیم حاصل کرتے تھے اور خوش طبعی، کلام لطیف، فصاحت و بلاغت میں اہل شہر کے اندر امتیاز رکھتے تھے، بعد میں سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء کے مرید ہو کر مدرسہ سے نکل کر خانقاہ میں آگئے سلوک طے کرنے کے زمانے میں اکثر سفر میں رہنے لگے، چٹیل بیابان میں عبادتِ الٰہی میں لگے رہتے اور برابر روزہ رکھا کرتے جس زمانہ میں شاہ محمد تغلق شاہ دہلی نے دہلی کے لوگوں کو دیوگر بھیجا تو وہ بھی چلے گئے اور وہاں سے خانہ کعبہ کی زیارت کو چلے گئے وہاں سے بغداد جاکر علم کی تفتیش میں لگ گئے۔ واپسی کے وقت آپ کا جہاز ڈوب گیا۔ اس حادثہ میں آپ بھی غریق شہادت ہو گئے علم صرف میں آپکی ایک کتاب مشہور ہے رحمۃ اللہ علیہ۔

(۴۱۴-۵) مولوی فخر الدین احمد الہ آبادی

شاہ رفیع الزماں الہ آبادی کی اولاد امجاد میں سے ہیں، شہر الہ آباد کے بارہ دائروں میں سے ایک دائرہ آپ کا ہے جو محلہ یحییٰ پور شہر الہ آباد میں آپ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ شرفاء الہ آباد کے ایک

اہم رکن تھے، لکھنؤ شہر میں جاکر علماء عصر مثل مفتی محمد یوسف، مولوی نعمت اللہ، مفتی محمد اصغر مولوی حسین احمد محدث لکھنوی، آخون شیر محمد ولایتی وغیرہ سے علوم متعارفہ ومروجہ حاصل کیا، فراغت کے بعد اپنے وطن الٰہ آباد لوٹ آئے اور خاندانی روایت کے مطابق مسند ارشاد کو رونق بخشی، اور بیت اللہ الحرام کے حج سے شرف اندوز ہوئے۔ آپ چونکہ ماہر حکیم بھی تھے اس لئے طالبانِ علم کی نفع رسانی کے ساتھ مریضوں کا علاج بھی کرتے تھے اور حکیم بادشاہ آپ کا لقب پڑگیا تھا۔ آپ کے فیض صحبت وتعلیم سے بہت سے نامی گرامی علماء ومشائخ پیدا ہوئے جیسے آپ کے صاحبزادہ اور خلیفہ، مولوی مسیح الدین احمد، مولوی عبدالسبحان ساکن احمد آباد نارہ اور انکے بھتیجہ مولوی حافظ عبدالکافی وغیرہ۔

تصنیفات:- آپکی تصنیفات میں سے ۱ رسالہ تفرقۃ البدعۃ والسنۃ ۲ کف الالسنۃ عن تکفیر الفرقۃ الرفضہ ۳ رسالہ البشیر والنذیر ۴ رسالہ مولد شریف ۵ رسالہ مناسک الحج ۶ رسالہ ازالۃ الشکوک والاوہام بجواب تقویۃ الایمان ۷ فاتحہ فی جواز الفاتحہ مشہور ہیں۔

لیکن کل من علیہا فان کے بموجب ۷۰ سال کی عمر میں ۲۳ ربیع الثانی روز جمعہ ۱۳۰۲ھ میں دار الفناء سے دار البقاء کو روانہ ہوگئے اور محلہ یحیٰی پور الہ آباد ہی میں آسودہ خاک ہوگئے علیہ الرحمۃ والغفران

(۴۱۵-۶) فرید واحد العین

سید شاہ میر سامانہ کے شاگردوں میں سے ہیں ان کے بارہ میں لوگ بتاتے ہیں علم بہت زیادہ حاصل نہیں کیا تھا لیکن ہر کتاب میں مشکل ترین بحثوں کو اس طرح یاد کرلیا تھا کہ جب ان مشکل مباحث کو کوئی بطور سوال لکھ کر پوچھتا تو ایک لحظہ میں قلم دوات لیکر اس کا جواب ایسا لکھ دیتے کہ وہ مسئلہ حل ہو جاتا لیکن زبان سے بتانے اور پڑھنے کی صلاحیت نہیں تھی جیسا کہ انھوں نے خود ہی اسکو لکھ دیا ہے۔

(۴۱۶-۷) مولوی فرید الدین احمد

ابن سید محمد راجی بن مولوی

سید یاد علی مشہدی کرڑوی فطری ذہانت وسمجھداری کا جوہر تھا۔ پہلے مولانا محمد سلامت اللہ کشفی کانپوری و دیگر علماء کی خدمت میں مروجہ علوم حاصل کئے پھر انگریزی قوانین پڑھنے کیطرف متوجہ ہوئے تو قانون دانی اور معاملہ فہمی میں اپنے ہم عصروں سے بڑھ گئے اس لئے بڑے بڑے حکام ان کے قدردان ہو گئے کچھ دنوں ہائی کورٹ کی وکالت کی پھر سب جج کے عہدہ پر فائز ہوئے گو علوم دینی کے بعد دوسرے علوم کے اندر مشغول ہوئے لیکن ملا حسن سہالوی اور ملا عماد لبکنی سے کم رتبہ نہ تھے اور اس حالت میں ساز وسامان اور زمین و جائداد بھی اتنی تھی کہ دیگر برابری کرنیوالوں کو کم ہی نصیب تھی اس کے علاوہ بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ اعزہ و اقارب سے صلہ رحمی کو اپنا شعار بنالیا تھا اور جب انگلستان کی ملکہ قیصر ہند (ملکہ وکٹوریہ) کی جوبلی تقریب منعقد ہوئی تو آپ کو خان بہادر کے خطاب سے نوازا گیا۔

(۴۱۷- ۸) مولوی فضل امام خیرآبادی

شیخ فاروقی ہیں مولوی سید عبدالواحد خیرآبادی کے شاگرد رشید شاہ جہاں آباد (دہلی) کی صدر الصدوری کے منصب پر انگریزی حکومت نے آپکو اعزاز بخشا تھا، میر زاہد رسالہ اور میر زاہد ملا جلال کو حل کرنیوالا حاشیہ ان دونوں کتابوں پر لکھا ہے عقلی علوم میں اپنے ہمسروں پر میدان مارلیا تھا ۳ آمدنامہ جس میں فارسی قواعد لکھے ہیں ۴ لکھنؤ اور جوار لکھنؤ کے چند علماء کے حالات لکھے ہیں جو مبتدی طلبہ کیلئے بہت مفید ہیں۔ ۵ ذی قعدہ ۱۲۴۳ھ کو داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے جنت کو روانہ ہو گئے۔

(۴۱۸- ۹) مولوی فضل اللہ سندیلی

ولد سید شاہ غلام علاء الدین، سندیلہ کے مخدوم زادگان میں سے ہیں، شروع میں مولوی زین العابدین سندیلی سے علوم حاصل کئے اور اس کی تکمیل قصبہ گوپامئو میں جاکر وہاں کے علمائے کرام سے کی، اپنے والد کے مرید اور سجادہ نشین تھے

طالبین کی ہدایت وارشاد میں مشغول رہتے تھے۔ بارہویں صدی ہجری کے اواخر میں وفات پاکر روضہ کے اندر مقبرہ کریم باغ قصبہ سندیلہ میں مدفون ہوئے۔

(۴۱۹-۱۰) مولوی فقیہ اللہ سندیلی

ولد سید اصلح اللہ بن غلام علاء الدین سندیلہ کے مخدوم زادہ ہیں ۱۲۰۳ھ میں پیدا ہوئے آپ کے اساتذہ اساطین وقت تھے جیسے مولوی احمد بخش سندیلی، مولوی ہادی ساکن دیوا، مولوی غلام حسین بنگالی، مولوی اسلم بلگرامی، مولوی نور الحق لکھنوی، مولوی محمد حیدر فرنگی محلی، مولوی سراج الحق فرنگی محلی لکھنوی، مفتی محمد اصغر فرنگی محلی، مولوی محمد جعفر ساکن کس منڈی۔

اور اپنے والد صاحب سے بیعت وارادت کا تعلق رکھتے تھے، درس دینے، وعظ کہنے میں ہمیشہ وقت صرف کرتے تھے۔ بتاریخ ۲۲ ماہ صفر ۱۲۵۹ھ وفات کر کے قصبہ سندیلہ میں مخدوم صاحب کی مسجد کے صحن میں مدفون ہوئے۔

(۴۲۰-۱۱) شاہ فضل اللہ محمد برہانپوری

نائب رسول اللہؐ کے لقب سے شہرت رکھتے تھے۔ اصل میں یہ جونپور کے تھے اور برہانپور میں مقیم ہونیکی وجہ سے برہانپوری مشہور ہو گئے۔ برہانپور میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی اور برابر فقہ، حدیث، تفسیر اور تصوف کا درس دینے میں مشغول رہتے تھے مدرسہ اور طلبہ کے اخراجات بادشاہ وقت برداشت کرتے تھے آپکی وفات ۱۰۰۵ھ (ایک ہزار پانچ ہجری) کو برہانپور میں ہوئی اور وہیں دفن کئے گئے۔

(۴۲۱-۱۲) مولانا فضل رحمٰن

آپ کے قابل تعریف اوصاف اور شایستہ خصوصیات اتنی زیادہ ہیں کہ میرے سر بریدہ قلم سے ان کا شمار نہیں ہو سکتا اور جو کچھ زیب قرطاس کروں گا وہ

ان اوصاف سے بہت تھوڑا ہو گا۔

لا یدرک الواصف المطری خصائصہ　　وان یک سابقا فی کل ما وصفا

مبالغہ کے ساتھ وصف بیان کرنیوالا اسکی خصوصیات کو دریافت نہیں کرسکتا، اگرچہ ان تمام چیزوں میں جنکو وہ بیان کرتا ہے آگے بڑھنے والا ہو۔

اجمالاً یہ کہ آپکے والد بزرگوار کا نام اہل اللہ بن محمد فیاض ہے۔ قصبہ ملانواں ضلع انام (اناؤ) صوبہ اودھ کے رہنے والے، مخدوم شیخ محمد ملانواں مصباح العاشقین کی نسل سے ہیں، حضرت والا نے ملانواں سے چھ سات میل کے فاصلہ پر واقع قصبہ مراد آباد ضلع انام کو اپنے قدم لزوم میمنت سے نوازا اور یہیں رہنے لگے حالانکہ آپکے خاندان کے کچھ لوگ اب بھی ملانواں میں رہتے ہیں۔ حضرت والا کی پیدائش ۱۲۰۸ھ (بارہ سو آٹھ ہجری) میں ہوئی چنانچہ فضل رحمن بغیر الف اور لام کے آپ کا تاریخی نام ہے۔ اب اسوقت جبکہ میری کتاب کی تالیف ہو رہی ہے ~~۱۳۰۵~~ ۱۲۰۵ ہجری ہے۔ آپکی عمر شریف ستانوے سال کی ہو چکی ہے اللّٰھمّ متع المسلمین بطول بقائہ۔ درسی رائج علوم علماء وقت سے حاصل کئے جن میں سب سے زیادہ مشہور مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی اور مرزا حسن علی کبیر محدث لکھنوی اور مولوی محمد اسحٰق دہلوی ہیں۔ ورع، تقویٰ اور اتباع فقہ و احادیث ہی آپ کا اوڑھنا بھی ہے اور بچھونا بھی، بیعت کی ارادت اور خلافت کی اجازت حضرت شاہ محمد آفاق، اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی سے حاصل ہے۔ جب سے آپ سن شعور کو پہونچے تبھی سے شغل باطنی آپکی جبلت طبعی ہو چکی تھی اس لئے درس و تدریس میں اور تالیف و تصنیف میں مشغول ہونیکا موقع کم ملا۔ کچھ پہلے تک کبھی کبھی وعظ و نصیحت کر دیا کرتے تھے اب عمر کے تقاضہ اور ضعف جسمانی کیوجہ سے اس کا موقعہ بھی جاتا رہا تب بھی ہمارے زمانے میں آپ مرجع خلائق ہیں۔ کیا چھوٹا کیا بڑا اور کیا مالدار اور کیا غریب، کیا مقامی یا پردیسی مشہور، غیر مشہور نزدیک اور دور دراز سے آنے والے

آتے ہیں اور آپ سے بیعت کا شرف حاصل کر کے بہرہ یاب ہوتے ہیں۔ مسترشدین کے سروں پر آپ کے فیض کا سایہ دیر تک رہے۔ آمین

عرضِ مؤلف:۔ یہ ناچیز مؤلف ماہ ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ حضرت والا کی شرف ملاقات کی غرض سے کانپور تک آیا یہاں آکر معلوم ہوا کہ اس وقت کانپور سے مراد آباد تک اتنا زبردست سیلاب آیا ہوا ہے کہ معمولی سواری سے گنج مراد آباد نہیں پہونچا جا سکتا ناچار یہ شعر پڑھتے ہوئے واپس ہو گیا۔

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل — کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

(۴۲۲-۱۳) مولوی فضل رسول بدایونی

ولد مولوی شاہ عبد المجید قدس سرہما ماہ صفر ۱۲۱۳ھ میں پیدا ہوئے تاریخی نام "ظہور محمد" رکھا گیا۔[عہ] درسی علوم مروجہ کی تحصیل و تکمیل مولوی نور الحق فرنگی محلی ولد مولوی انوار الحق فرنگی محلی سے کی، مولوی نور الحق جناب ملک العلماء بحر العلوم ملا عبد العلی کے شاگرد ہیں فراغت کے بعد قصبہ رودولی میں مخدوم شاہ عبد الحق قدس سرہٗ کے مزار پر انوار کے پاس جا کر علماء وقت مثل مولوی عبد الواسع مولوی عبد الواجد خیر آبادی، مولوی ظہور اللہ فرنگی محلی وغیرہم کے ہاتھوں دستارِ فضیلت حاصل کی اس کے بعد علم طب کو حکیم سید ببر علی خاں موہانی سے اور علم حدیث و تفسیر شیخ مکہ عبد اللہ سراج سے اور شیخ مدینہ عابد مدنی سے اور علم تصوف اپنے والد ماجد سے حاصل کیا نیز سلسلۂ قادریہ اور چشتیہ کی بیعت اور خلافت بھی اپنے والد سے حاصل کیا۔ چند بار حرمین شریفین جا کر حج و زیارت کا شرف بھی حاصل کیا۔ ایک دفعہ تو دہلی سے احرام باندھ کر پیدل بمبئی تک پھر جہاز سے جدہ تک پھر جدہ سے پیدل مدینہ منورہ تک گئے اور پورے جذب و احترام سے بغداد خیر البلاد پہونچ کر سادہ غوثیہ کے سجادہ نشین سید علی سے اجازت حاصل کی سید علی نے بلا درخواست

عہ لیکن اس مادہ میں دس عدد کم نکلتا ہے، اگر نام "ظہور محمدی" ۱۲۱۳ ہو تو تاریخ صحیح نکلے گی۔ زین العابدین

ازخود اجازت مرحمت فرمائی۔
برابر مخلوق کی ہدایت کی تعلیم و تدریس میں مشغول رہتے ہیں اور وہابیہ کی
بیخ کنی میں سعی بلیغ فرماتے ہیں، آپ کے دامنِ فیض سے نامی گرامی علماء مشائخ نشو و نما
پاتے ہیں جن میں مولوی فیض احمد بدایونی، مولوی سخاوت علی جونپوری، مفتی
اسد اللہ الہ آبادی، مولوی شاہ احمد سعید رامپوری، مولوی عنایت رسول چریاکوٹی
خاص لائق ذکر ہیں۔

وفات :۔ ۲ رجمادی الثانیہ ۱۲۸۹ھ میں بعمر ستہتر سال جہان فانی کو الوداع کہا
اور بدایوں میں مدفون ہوئے برّد اللہ مضجعہٗ۔ مولوی عبدالسلام مرادآبادی نے
" انا فضل الرسول " سے تاریخ وفات نکالی۔
۱۲۸۹ھ

مشہور تصنیفات :۔ ۱ بوارق محمدیہ ۲ تصحیح المسائل ۳ معتقد منتقد سیف الجبار
۴ فوز المومنین ۵ تلخیص الحق ۶ احقاق الحق ۷ شرح فصوص الحکم ۸ رسالہ طریقت
۹ حاشیہ میرزاہد ۱۰ حاشیہ ملا جلال ۱۱ طب الغریب وغیرہ

(۱۴۰-۲۲۳) مولوی فضل حق خیر آبادی

عمری، حنفی، ماتریدی، چشتی
۱۲۱۲ھ ہجری میں پیدا
ہوئے۔ اپنے والد مولوی فضل امام خیر آبادی کے شاگرد ہیں اور حدیث مولانا عبدالقادر
دہلوی سے حاصل کیا، چار ماہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور کل تیرہ سال میں فارغ
ہوگئے۔ آپ شاہ دھومن کے مرید تھے۔ منطق، حکمت، فلسفہ، ادب، کلام، اصول
شعر گوئی ان سب میں ہمعصروں سے فائق تھے۔ آپ کا استحضار علمی بیان سے باہر تھا
آپ کے اشعار چار ہزار سے زائد ہیں، دور دراز شہروں سے لوگ آپ سے پڑھنے آتے تھے

چشم دید گواہی :۔ ۱۲۶۴ھ میں مؤلف بمقام لکھنؤ آپکی خدمت میں پہونچا
تو دیکھا کہ ایک طرف حقہ کا کش لگا رہے ہیں تو دوسری طرف شطرنج کھیلنے میں مشغول

تو تیسری طرف عین اسی حالت میں "افق المبین" کا سبق بھی ایک طالب علم کو پڑھا رہے ہیں اور کتاب کا مضمون نہایت آسانی سے اور حسن بیان سے متعلم کے ذہن میں بٹھا رہے ہیں۔ پُر رونق تصنیفات کے مصنف ہیں ہندوستان میں فساد کے زمانہ میں انگریزوں نے آپ کو قید کر کے جزیرہ رنگوں میں بھیجدیا تھا وہیں بتاریخ ۱۲ ماہ صفر ۱۲۷۸ھ میں وفات پا گئے۔

اعلیٰ تصنیفات:۔ ۱۔ الجنس الغالی فی شرح الجواہر العالی ۲۔ حاشیہ شرح سلم قاضی مبارک ۳۔ حاشیہ افق المبین ۴۔ حاشیہ تلخیص الشفار ۵۔ الہدیۃ السعیدیہ ۶۔ رسالہ تحقیق العلم والمعلوم ۷۔ الروض المجود فی تحقیق حقیقۃ الوجود ۸۔ رسالہ تحقیق کلی طبعی و تشکیک درماہیات، تاریخ غدر ہندوستان۔ رسالہ تحقیق الاجسام۔

{مترجم: اس کتاب کے عربی ایڈیشن کا نام "الثورۃ الہندیہ" ہے۔ آپ کے خلف الرشید ایک صاحب زادہ مولوی عبدالحق ہیں اور اپنے والد کے کمالات کا آئینہ ہیں۔

(۲۲۴-۱۵) شیخ فضیل کالپوی

شیخ جلال واصل کالپوی کے بڑے لڑکے، عربیت کے میدان میں انوکھی معلومات رکھتے تھے اور عربی قصیدے نہایت فصاحت سے کہا کرتے تھے۔ معین الدین طنطرانی نے ایک قصیدہ کہا تھا آپ نے اس کے جواب میں اسی قصیدہ کی زمین استعمال کیا۔

مطلع قصیدہ طنطرانی ؎

یا خلی البال قد بلبلت بالبلبال بال | بالنوی زلزلت قلبی فھو بالزلزال زال

مطلع قصیدہ شیخ کالپوی ؎

یا جمیل الوجہ وجھی عن قدیم الحال حال | راح روحی بالنوی والدمع کالسلسال سال

{مترجم:۔ دیکھئے طنطرانی کے شعر میں جو تنافر کلمات تھے شیخ نے اسکو بھی ختم کردیا اور جناس کی تمام صنعتوں کو طنطرانی کیطرح برقرار رکھا۔}

شیخ فضیل نے فیضی کی تفسیر پر جو عربی نظم و نثر میں توقیع لکھی ہے وہ آپ کے علمی کمال پر دلالت کرتی ہے۔

(۴۲۵-۱۶) مولوی فقیر محمد جہلمی

ابن حافظ محمد سفارش شہر جہلم سے دو میل پچھم ایک گاؤں جتن ہے وہاں موصوف پنجشنبہ کے دن ۱۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے، رواجی اور عربی علوم کو میاں قطب الدین ساکن نالیان والہ اور میاں غلام محمد ساکن موضع جادہ اور مولوی نور احمد ساکن موضع کھائی کوٹلی وغیرہ علماء سے حاصل کرکے رفتہ رفتہ مفتی صدر الدین خاں صدر الصدور دہلوی کے شاگردوں کی لڑی کے ایک موتی بن گئے اور تھوڑے ہی دنوں میں فارغ التحصیل ہو کر وطن واپس آئے اور مذہب نصاریٰ کی تردید میں پوری کوشش فرمائی اس وقت مطبع سراج المطابع واقع جہلم کے مالک اور سرپرست مربی ہیں۔

تصنیفات:- ترجمہ تصدیق المسیح ۲؎ حاشیہ صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیطان ۳؎ حدائق الحنفیہ علماء احناف کے تذکرہ میں ۴؎ زبدۃ الاقاویل فی ترجیح القرآن علی الاناجیل ۵؎ رسالہ آفتاب محمدی۔ آپکی تصنیفات میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپکو زندہ سلامت رکھے۔

(۴۲۶-۱۷) مولوی فیض احمد بدایونی

ولد حافظ غلام احمد ولد مولوی شمس الدین پسر مولانا محمد علی بدایونی۔ آپکی ولادت ۱۲۲۳ھ ہجری کے حدود میں ہوئی جملہ علوم عقلی و نقلی کی روئیداد اپنے ماموں جان مولوی شاہ فضل رسول بدایونی کی خدمت میں کمال تحقیق و تدقیق سے حاصل کی اور اپنے نانا جناب مولانا شاہ عبدالمجید سے مرید ہوئے۔

اس مختصر رسالہ میں آپ کے علمی اور عملی کمالات کی تشریح کی گنجائش نہیں ہاں آپکی تالیفات مفیدہ میں سے ۱؎ صدرا کا حاشیہ، فصوص فارابی کے حواشی ۲-۳-۴-۵ عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں کے آپ کے تین دیوان تھے جو حضرت غوث الاعظم

قدس سرہٗ کے مناقب میں تھے جن میں سے اکثر ہندوستان کے فتنۂ عامہ (غدر) کے زمانے میں ضائع ہوگئے آپ کی وفات ۱۲۷۰ھ ہجری کے حدود میں ہوئی۔

(۴۲۷-۱۸) ملا فیروز کشمیری

معروف بہ سچاگنائی ولد بابا نونی گنائی۔ نوجوانی میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوکر ہندوستان واپس آئے۔ بداویں میں آکر علم حاصل کرنے کی کوشش میں لگے مگر کوشش بے سود رہی آخر خوبی بخت کی رہنمائی سے آپکی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوگئی آپنے علم سکھلانے کی درخواست پیش کی تو حضرت خضر نے آپکو علم سکھایا جس سے فقہ، حدیث، تفسیر میں ساتھیوں سے فائق ہوگئے اور کشمیر کے عہدۂ افتا کے منصب پر سرفراز ہوئے اور میر حمزہ کشمیری سے بیعت ہوئے حسین شاہ والی کشمیر کے زمانہ میں ۹۷۲ھ ہجری میں ستر سال کی عمر میں اہل تشیع کے ہاتھوں آپ شہید ہوگئے۔

شیخ یعقوب صیرفی نے تاریخ وفات منظوم کہی ہے ؎

از پے تاریخ درد دیں وحید	گفت "شد از بہر دیں ملا شہید"
دین وحید میں شہادت کی تاریخ کیلئے	کہا دین کے لئے ملا شہید ہوگئے

آپ کے بیٹوں میں سے ایک عقل مند ملا عبدالوہاب ہیں جو صاحب تالیف تھے جنھوں نے توتی کے حاشیہ اور شرح مواقف اور شرح شمسیہ پر حواشی لکھا ہے۔

حرف القاف

(۴۲۸-۱) قاضی خان ظفر آبادی

آپ کا نام یوسف، جائے پیدائش ظفر آباد، آپ شیخ حسن بن طاہر کے مرید اور خلیفہ، علوم ظاہر و باطن کے جامع اور قناعت وورع کی صفت سے

متصف تھے نصیر الدین محمد ہمایوں شاہ نے سرخیدان کے پاس نذرانے بھیجے اور قبول کرنے کی التجا کی مگر آپ نے کبھی قبول نہیں کیا اور یہ کہہ کر واپس کر دیا ؎

از خدا خواہم واز غیر نخواہم بخدا ۔۔۔ کہ نیم بندۂ غیر و نہ خدائی دگر است

میں خدا سے چاہتا ہوں بخدا غیر خدا سے نہیں چاہتا ۔ کیونکہ میں غیر کا بندہ ہوں اور نہ خدا کوئی دوسرا ہے۔

قاضی صاحب کے بعد جب ان کے بڑے لڑکے شیخ عبداللہ کے پاس معافی والی جائداد پیش کی گئی تو انھوں نے یہ کہہ کر معافی واپس کر دی کہ لڑکے کو باپ ہی کی متابعت کرنی چاہئے۔

وفات :۔ ۱۵ ربیع صفر ۹۰۰ھ کو آپ کی وفات ہوئی ان کا مرقد ظفرآباد علاقہ جونپور میں ہے۔

(۴۲۹-۲) قاضی قاضن بھکھری

ولد قاضی ابوسعید بن قاضی زین الدین بھکھری علماء وقت کے سربراہ، فضائل سے آراستہ، حافظ قرآن، علم قرارت کے اچھے جانکار تھے، علم فقہ، حدیث، تفسیر، تصوف، عربیت اور انشاء میں کافی مہارت رکھتے تھے اور راہ سلوک میں بہت ریاضت و مجاہدہ کرتے تھے۔ حرمین شریفین کی زیارت کی اور سیر و سفر بہت کیا آخر سید محمد جونپوری کے مرید ہو گئے جو مہدویت کا دعویٰ کرتا تھا، اسوجہ سے علماء وقت ان پر جرح کرتے تھے سندھ کے حاکم مرزا شاہ حسن سے بھکھر کی سند قضا حاصل کر کے اس منصب پر متمکن ہوئے مگر بڑھاپے میں استعفاء دیدیا تو ان کے بھائی قاضی نصراللہ کو قضاء کا منصب ملا۔

وفات :۔ ۹۵۸ھ میں دنیا سے کوچ کیا۔

بھکھر میں دونوں ہاء مخلوطہ ہیں اور کھ پر تشدید ہے، سندھ کے مضافات میں سے ایک شہر ہے۔

(۴۳۰-۳) ملا قاسم

جن کا تخلص کاہی ہے۔ علم تفسیر، ہیئت، کلام و تصوف میں انکو بڑا حصہ ملا تھا علم موسیقی میں بھی انکی ایک تصنیف ہے اگرچہ بڑے بڑے مشائخ کو پایا اور مولانا جامی قدس سرہٗ وغیرہ اکابر کا زمانہ انکو ملا مگر پوری عمر بددینی اور الحاد میں گذار دی گو کہ چند خوبیاں بھی تھیں

جیسے ایثار، مال کا خرچ کرنا، باوضع رہنا وغیرہ۔

فارسی کے اشعار کہتے تھے ان کا ایک دیوان بنام "گل افشاں" ہے جس کی مثنوی شیخ سعدی کی بوستاں کے طرز پر بلکہ اس کا جواب ہے۔ پہلا مطلع ہے ؎

جہاں آفریں را بجاں آفریں ۔۔۔ بجاں آفریں صد جہاں آفریں

یہ شخص ہمایوں بادشاہ کے زمانہ سے اکبر بادشاہ کے زمانہ تک زندہ رہے لیکن وفات کی تاریخ نہ مل سکی۔

(۴۳۱-۴) سید قطب الدین محمد الحسنی الکڑوی

ابن سید رشید الدین احمد الغزنوی۔ جن کا سلسلۂ نسب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما تک پہونچتا ہے، متبحر عالم اور ماہر فقیہ، ولی، مجاہد فی سبیل اللہ تھے ۵۸۱ھ (پانچ سو اکیاسی) میں پیدا ہوئے سلطان قطب الدین التمش کے زمانہ میں غزنیں سے دہلی آئے اور وہاں سے موضع کرا قصبہ ہسوہ کے پاس آکر مقیم ہو گئے وہ بستی کرا سادات کے نام سے مشہور رہے پھر وہاں سے غزوہ اور جہاد کیلئے موضع کڑا (ک ڑا) گنگا کے کنارے موضع مانک پور کے سامنے رونق افروز ہوئے۔ راجہ جے چند سے آپکی لڑائی ہوئی آپ غالب آئے۔

وفات:- چھیانوے برس کی عمر میں ۳ رمضان ۶۷۷ھ میں کڑا ہی میں وفات ہوئی۔

اولاد:- اپنے پیچھے تین لڑکے چھوڑے ۱۔ سید نظام الدین ۲۔ سید قوام الدین جو دہلی میں مقیم تھے ۳۔ سید تاج الدین قاضی بدایوں۔

سید قطب الدین کی نسل سادات قطبیہ کہلاتی ہے وہ لوگ ملک بھر میں پھیلے ہوئے ہیں مثلاً قصبہ کڑا، نصیر آباد، ردولی، کوندھن پٹی، اجھوا، رسول پور، کرولی، منعم آباد، راجو پور، گوالیار، کرنٹی، جہیزا، دہلی، بدایوں، ہسوہ وغیرہ میں سکونت پذیر ہیں۔

(۴۳۲-۵) ملا قطب الدین شہید سہالوی

انصاری شیوخ میں سے ہیں جن کا نسب سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ آپ کے بزرگوں میں سے کوئی صاحب مدینہ طیبہ سے آکر ہرات میں بس گئے تھے جن کی اولاد میں سے خواجہ عبداللہ انصاری مشہور بزرگ ہرات میں مدفون ہیں خواجہ عبداللہ کے پوتوں میں سے شیخ علاء الدین انصاری نے ہندوستان آکر دھلی کے قریب رہائش اختیار کرلی تھی اور وہ وہیں فوت ہوئے پھر شیخ علاء الدین کے پوتوں میں سے ملا نظام الدین صوبہ اودھ کے قصبہ جات میں سے قصبہ سہالی میں اقامت گزیں ہو گئے ملا نظام الدین کی آٹھویں پشت میں ملا قطب الدین شہید سہالوی پیدا ہوئے جن کے حالات یہاں لکھے جاتے ہیں۔ ملا قطب الدین استاذوں کے امام، ماہر فن کے پیشرو، علوم عقلیہ کی کان، علوم نقلیہ کے مخزن تھے۔ سلسلۂ اساتذہ اس طرح ہے آپ کے استاذ ملا دانیال جورسی ان کے استاذ ملا عبدالسلام ساکن دیوہ انھوں نے قاضی گھاسی سے علم سیکھا جو شیخ محب اللہ الٰہ آبادی کے شاگرد ہیں۔ ملا قطب الدین نے اپنی پوری عمر عزیز درس و تعلیم میں بسر کی اور اطراف لکھنؤ میں آپکی علمی ریاست مسلم تھی بلکہ انھیں پر ختم ہوئی بڑے بڑے علماء کی سند انھیں تک پہنچتی ہے۔

قصبہ سہالی (بکسر السین) میں شیوخ کے دو گروہ رہتے تھے ایک عثمانی، دوسرے انصاری اور دونوں زمینداری میں برابر کے شریک تھے اس لئے ان کے آپس میں جھگڑا تنازع بھی رہا کرتا تھا۔ ۱۱۰۳ھ (گیارہ سو تین ہجری) رات کے وقت عثمانی شیوخ ملا قطب الدین کے گھر میں گھس آئے اور انکو جان سے مار ڈالا اور ان کے مکان میں آگ لگادی اسی میں شرح عقائد جلالی کا جو آپ نے حاشیہ لکھا تھا وہ بھی تلف ہوگیا، کتاب تلویحات آپ کی ایک تصنیف ہے۔

اولاد :- آپ کے پیچھے آپ کے چار لائق فرزند تھے جن کی اولاد میری اس کتاب کے لکھنے کے وقت لکھنؤ کے فرنگی محل، ضلع بنارس، مرزاپور میں موجود ہیں (اللہ انکو باقی رکھے) آپ کے چاروں لڑکوں کی اولاد صاحب علم وعمل ہیں بلکہ یہ پورا گھرانہ ہی سورج ہے، ایسے موروثی علمی خاندان کا پتہ سوائے ملا شہید کے گھرانہ کے ہندوستان میں اور کسی کا پتہ نہیں چلتا کہ باپ دادا کے زمانے سے برابر مسلسل علم چلا آرہا ہو۔ آپکی اولاد میں جو اہلِ علم ہیں ان میں سے کچھ کے حالات اسی کتاب میں لکھے جاچکے ہیں

ناموں کی تحقیق :- سِہالی (سِہالی) لکھنؤ کے ملحقات میں سے ایک قصبہ۔

چوراسی (چَوراسی) کیطرف نسبت ہے جو صوبہ اودھ کا ایک قصبہ ہے۔

دِیوہ (دیے وَہ) یہ بھی اودھ کا قصبہ ہے (اسوقت ضلع بارہ بنکی میں ہے)

فرنگی محل (فِرنگی محل) فرنگ بمعنی انگریز قوم کیطرف منسوب ہے، اس وقت اودھ کے دارالامارۃ لکھنؤ کا ایک محلہ ہے پہلے ایک زمین کا ٹکڑا تھا جس پر فرنگستان کے تاجر رہا کرتے تھے، فرنگی تاجروں کی نسل جب وہاں سے ختم ہوگئی تو وہ نزول کی سرکاری زمین ہوگئی ملا قطب الدین سہالوی کے شہید ہونے کے بعد انکی اولاد کو بطور معافی یہ زمین دیدی وہیں ملا صاحب کی اولاد شریف قیام پذیر ہیں اور وہ جگہ فرنگی محل سے مشہور ہے

(۴۳۳-۶) مولوی قطب الدین شمس آبادی

آپ اصلاً امیٹھی کے سادات میں سے ہیں وہاں سے شمس آباد مقیم ہوگئے، اپنے زمانے کے بڑے علماء میں سے تھے پہلے علماءِ وقت سے علم حاصل کرکے جناب ملا قطب الدین سہالوی کے تلامذہ میں شامل ہوئے، تحصیل علم سے فارغ ہوکر پوری عمر شمس آباد کے افادہ وتدریس کے مسند نشین رہے۔ ستر سال کی عمر میں سنہ ۱۱۲۱ھ میں فوت ہوئے نور اللہ مرقدہٗ۔

امیٹھی (اَمے ٹھی) لکھنؤ کے قصبات میں سے ایک قصبہ ہے۔

شمس آباد :- قنوج کے ملحقات میں سے ایک قصبہ ہے۔

(۳۴۴-۷) نواب قطب الدین خان بہادر محدث دہلوی

۱۲۱۹ھ (بارہ سوانیس ہجری) میں پیدا ہوئے، آپ فقیہ، محدث، مفسر، قاطع شرک و بدعت تھے۔ دینی علوم خصوصًا علم حدیث و اصول حدیث مولوی محمد اسحٰق دہلوی سے حاصل فرمایا اور علمائے حرمین سے بھی فیض یاب ہوئے تھے۔

وفات :- آپ کی وفات مکہ معظمہ میں ۱۲۷۹ھ (بارہ سوانیاسی ہجری میں ہوئی۔

تصانیف مبارکہ :- ۱ مظاہر حق ترجمہ و شرح اردو مشکوٰۃ ۲ جامع التفاسیر ۳ ظفر جلیل حصن حصین کا اردو ترجمہ ۴ مظہر جمیل ۵ مجمع الخیر ۶ جامع الحسنات ۷ خلاصہ جامع صغیر ۸ ہادی الناظرین ۹ فقہ سلطان ۱۰ معدن الجواہر ۱۱ وظیفہ مسنونہ ۱۲ تحفۃ الزوجین ۱۳ احکام الضحٰی ۱۴ فلاح دارین ۱۵ تنویر الحق، توقیر الحق ۱۷ تحفۃ العرب والعجم ۱۸ احکام العیدین ۱۹ رسالہ مناسک ۲۰ خلاصۃ النصائح ۲۱ گلزار جنت ۲۲ تنبیہ النساء ۲۳ حقیقۃ الایمان ۲۴ مراد المعاد ۲۵ تذکرۃ الصیام ۲۶ تذکرۃ الربا اور دوسری کتابیں۔ (غالبًا ناشئۃ اللیل تہجد کی فضیلت میں ہے۔ مترجم)

(۳۴۵-۸) مولوی قطب الہدیٰ ساکن رائے بریلی

ابن سید محمد واضح بن محمد صابر بن سید آیۃ اللہ بن سید شاہ علم اللہ قدس اللہ اسرارہم۔ اپنے وقت کے اکابر علماء باشرع دیندار لوگوں میں سے تھے، درسی کتابیں لکھنؤ کے فاضلوں سے پڑھی تھیں اور حدیث و تفسیر اور ان کے علاوہ دینیات کو حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی اور ان کے برادران سے، اور شاہ عبدالقادر مصنف موضح القرآن سے علم قرارت و سند قرارت حاصل کر کے ان علوم میں اچھا ملکہ حاصل کرلیا تھا، اور معارف

لطائفِ باطنیہ میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی خدمت شریف سے فیضیاب ہوئے۔ اور ظاہری و باطنی فیوض کی تکمیل کر کے وطن واپس تشریف لا کر خلوت و طمانیت کا گوشہ اختیار فرمایا اور پورے اطمینان سے تعلیم دینے اور مسترشدین کی تربیت کرنے میں مشغول رہے۔

وفات:۔ ۱۹ ربیع الآخر ۱۲۲۶ھ (بارہ سو چھبیس ہجری) چالیس سال کی عمر میں دارفانی کو چھوڑ کر عالم جاودانی میں جا بسے آپ کی تصنیفات میں سوائے ایک رسالہ کے کسی دوسری کتاب کا پتہ نہیں چل سکا۔ رسالہ کا نام ہے "جانب الشرقی فی اثبات کفر فرعون الغرقی۔

(۴۳۶-۹) سیّد قمر الدین حسینؒ اورنگ آبادی ولد سیّد منیب اللہ

بن سید عنایت اللہ، اصل کے اعتبار سے آپ خجند کے سادات میں سے ہیں ۱۱۲۳ھ میں پیدا ہوئے اور اپنے دربار کے نامور گرامی قدر علماء سے عقلی و نقلی علوم حاصل کر کے بتوفیق خداوندی حافظ قرآن کریم ہو گئے اور اپنے والد بزرگوار سے خلافت نقشبندیہ کا خرقہ مبارکہ زیب تن کیا، عالم باعمل اور فاضل زمانہ تھے۔ بتاریخ ۲۰ رجمادی الاولےٰ ۱۱۷۴ھ حرمین شریفین کی زیارت کے لئے اورنگ آباد سے روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ ساتھ آپ کے دونوں صاحبزادے بھی تھے یعنی میر نور الہدیٰ اور میر نور العلیٰ جدہ سے سیدھے مدینہ طیبہ گئے اور ۱۷ر ذوالقعدہ کو روضۂ اطہر کی زیارت سے سرفراز ہو کر مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئے اور سنہ مذکور گیارہ سو چوہتر کی ماہ ذی الحجہ کی چوتھی تاریخ کو مکہ معظمہ پہنچ کر تمام مناسکِ حج وغیرہ ادا فرما کر اپنے وطن اورنگ آباد کو واپس ہوئے۔ آپ کی تصنیفات میں سے ایک کتاب "مظہر النور" ہے جو وجود کے مبحث میں ہے۔ اسکی تاریخ تصنیف ہے ۱۱۶۴ھ (ایک ہزار ایک سو چونسٹھ ہجری)

وفات:- دوم ربیع الاول ۱۱۹۳ھ (ایک ہزار ایکسو ترانوے ہجری) کو رحلت فرما کر اورنگ آباد میں مدفون ہوئے۔ غلام علی آزاد (حسان الہند بلگرامی) نے آپکی تاریخ وفات کا مادہ "موت العلماء ثلمۃ" ۱۱۹۳ھ پایا ہے۔

(۴۳۷-۱۰) سید قوام الدین دہلوی

آپ سید قطب الدین محمد الحسنیؒ کے بچلے لڑکے ہیں۔ عالم باعمل فاضل دیندار اور کامل شخص گذرے ہیں، سلطان التمش کی لڑکی سے شادی کی اور دہلی میں اقامت اختیار کرلی۔ آپکی پیدائش ۶۲۷ھ (چھ سو ستائیس ہجری) میں ہوئی اور تراسی سال کی عمر میں ۷۱۰ھ میں مرے۔ آپ کے شاگردوں میں سید رکن الدین ہیں جو سید نظام الدین بن سید قطب الدین محمد الحسنی کے بیٹے ہیں۔

(۴۳۸-۱۱) مفتی قوام الدین محمد کشمیریؒ

ولد مولوی سعد الدین صادق ابن مولوی معز الدین ولد امان اللہ شہید بن مولوی خیر الدین، آپکی پیدائش ۴ر شعبان ۱۲۵۲ھ (بارہ سو باون ہجری) میں ہوئی۔ آپ محدث، فقیہ، کمالات ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ شیخ رحمت اللہ اور ملا مقیم السنہ "ٹوپی گر" کی خدمت میں قرآن شریف ختم کرنے کے بعد بچپن ہی میں علوم و فنون حاصل کرکے اپنے ہم عصروں کے لئے قابلِ رشک بن گئے، آپ کو حدیث کی اجازت کئی بزرگوں سے حاصل تھی (۱) شیخ القراء کے شاگرد میر قاری سے (۲) شیخ ابو الحسن سندھی کے شاگرد حاجی عبد الولی طرخانی سے (۳) حاجی نعمت اللہ نوشہری سے۔ (۴) بابا محمد محسن پل چمری سے جو مولوی امان اللہ شہید کے تلمیذ تھے۔ اجازت کے بعد سید محمد امین اویسی کی خانقاہ میں آپنے درس و تدریس کی محفل سجائی اور رفتہ رفتہ کشمیر کے عہدۂ قضاء اور شیخ الاسلامی کے منصب پر رونق افروز ہوگئے، اکابر صوفیہ میں سے آپنے شاہ زین العابدین قادری، اور میاں زکریا لاہوری، شیخ الاسلام

احمد اکبرلی اور خواجہ عبدالرحیم بیچکماں وغیرہ سے مدتوں استفادہ کیا۔ ساٹھ علوم پر مشتمل کتاب صحائف سلطانی آپ ہی کی تصنیف ہے۔

وفات:۔ تاریخ ۹ رماہ ذی قعدہ سنہ ۱۲۹۰ھ میں اس جہان فانی کو رخصت کیا۔

حرف الکاف

(۴۳۹-۱) مولوی کرامت اللہ چریاکوٹی

ولد احمد ملیح عباسی، علوم کے ماہرین اور وطن کے ناموروں میں سے تھے، اپنے والد کی وفات کے بعد وطن کو الوداع کہہ کر علمی طلب میں جونپور آئے وہاں ملا محمد عسکری شیعی سے کچھ علوم حاصل کئے پھر وہاں سے ملا حمد اللہ سندیلی کی خدمت میں گئے اور ہر قسم کے نئے اور پرانے علوم کو کمال تحقیق سے حاصل کیا پھر جب فارغ ہوئے تو چاہا کہ خوب دھوم دھام سے انکی دستار بندی ہو تاکہ ملک کے ہر چہار اطراف میں انکی شہرت ہو جائے تو تین سو علماء کرام کو بلایا گیا جن میں سے ہر ایک آپ سے سوال کرتا تو آپ اس کو اس فن کا نہایت تسلی بخش جواب دیتے اور آفریں وشاباش کی صدائیں بلند ہوتیں، اس کے بعد آپکی دستار فضیلت باندھی گئی علم حاصل ہونیکے بعد دنیا طلبی کی کوشش کی، لکھنؤ کے بعض امراء کیطرف سے آپ کو اتنا بڑا قطعہ زمین وظیفہ کے طور پر ملا جس کی آمدنی دو ہزار روپیہ تھی نہایت عزت وجلال سے مرجعیت خواص وعوام کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے آخر وقت آخر آپہونچا اور تیرہویں صدی ہجری کے اکیاون دیں سال سو سال کی عمر میں اس خرابہ کو خیرباد کہنا پڑا یعنی ۱۲۵۱ھ میں فوت ہوئے

(۴۴۰-۲) مولوی کرامت علی جونپوری

صدیقی، شریعت کے پابند، محتاط، وعظ گو،

صاحب تصنیف و تدریس بزرگ ہیں، سید احمد رائے بریلوی مجاہد کے مرید ہیں، مخلوق کی ہدایت و رہنمائی کی بہت زیادہ کوشش کرتے ہیں خصوصاً ڈھاکہ اور ملک بنگالہ میں انکا فیض خوب پہنچا، اس دیار میں اسلام کی حقیقی زندگی آپ ہی کی ذات بابرکات کے طفیل پائی جاتی ہے۔

وفات :۔ ۳ ربیع الآخر جمعہ کی صبح صادق کو ۱۲۹۰ھ (ایک ہزار دو سو نوے ہجری) میں فوت ہوکر رنگپور میں مدفون ہوئے۔ آپ کے پیچھے ایک آپ کے صاحبزادہ بلند اقبال مولوی حافظ احمد صاحب اور ایک بھتیجہ مولوی محمد محسن صاحب دونوں آپکی علمی یادگار ہیں اس کے علاوہ آپکی مفید **تصنیفات** بھی بہت ہیں۔ ۱ مفتاح الجنۃ ۲ زینت المصلی ۳ دعوات مسنونہ ۴ قرۃ العیون ۵ تزکیہ نسواں ۶ زاد التقویٰ ۷ راحت روح ۸ نور علیٰ نور ۹ فیض عام ۱۰ تزکیۃ العقائد ۱۱ مراد المریدین ۱۲ قوۃ الایمان ۱۳ نسیم الحرمین ۱۴ احقاق الحق ۱۵ تنویر القلوب ۱۶ حق الیقین ۱۷ قول الحق ۱۸ مرآۃ الحق ۱۹ رفیق السالکین ۲۰ عکازۃ المومنین بطرد المعاندین ۲۱ براہین قطعیہ فی مولد خیر البریۃ ۲۲ کرامۃ الحرمین فی ازالۃ شبہۃ الفریقین ۲۳ ملخص القول الامین، ۲۴ اطمینان القلوب ۲۵ ہدایۃ الرافضین ۲۶ برہان الاخوان مخارج الحروف ۲۷ زینۃ القاری ۲۸ شرح ہندی جزری ۲۹ شرح شاطبی ۳۰ ترجمہ مشکوٰۃ جلد اول ۳۱ ترجمہ شمائل ترمذی ۳۲ فتح باب صبیان ۳۳ کوکب دری ۳۴ نور الہدیٰ ۳۵ حجت قاطعہ ۳۶ مکاشفات رحمت ۳۷ دافع الوسواس ۳۸ مصباح الظلام ۳۹ رسالہ بیعت۔ ۴۰ قامع المبتدعین ۴۱ استقامت ۴۲ رد البدعۃ ۴۳ قوت روح ۴۴ سبیل الرشاد ۴۵ القول الثابت ۴۶ رسالہ محمودیہ وغیرہ

(۱۴۷-۳) مولوی کرم اللہ محدث

آپ ہندو قوم میں سے تھے، آپکے والد حضرت مولانا

شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کے ہاتھوں خلعتِ اسلام پہنا تھا، آپ نے علوم ظاہری کو حاصل کرنے کے بعد شاہ غلام علی دہلوی سے خرقۂ خلافت کا شرف پایا تھا، فنِ قرات میں اکثر علماء دہلی آپ کے شاگرد ہیں ایک مرتبہ حج سے مشرف ہونیکے بعد جب وطن واپس آئے تو اپنی واپسی پر بہت افسوس کرتے تھے پھر دوبارہ زیارت حرمین کے لئے روانہ ہو گئے لیکن راستہ میں ہی موت کا فرشتہ آکر آپ کی روح مبارک ۱۲۵۸ھ میں عالم بالا کو لے گیا اور آپ کا اجر عنداللہ واقع ہو گیا باشارہ آیہ کریمہ وَمَنْ یَخْرُجْ مِنْ بیتہٖ مہاجراً الی اللہ۔ روح اللہ روحہٗ

(۴۲۲-۴) مولوی کریم اللہ دہلوی

ولد مولوی لطف اللہ فاروقی مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی، مولانا رشید الدین خاں دہلوی، مولانا محمد کاظم دہلوی سے علوم رائجہ کو پڑھا اور سید آل احمد مارہروی عرف اچھے میاں کے مرید ہو کر نقد خلافت حاصل کی، بہت زیادہ سبق پڑھانے والے کتابیں لکھنے والے تھے۔ ۴ شوال ۱۲۹۱ھ کو بعمر ۹۰ سالگی دار دنیا سے چلے گئے۔

(۴۲۳-۵) مولوی کریم الزماں سندیلی

سندیلہ کے اکابریں سے خواجہ نہال الدین سندیلی کے لڑکے ہیں ان لوگوں کا نسب خواجہ عبیداللہ احرار سے جا ملتا ہے۔ صفر ۱۲۳۰ھ کو پیدا ہوئے وقت کے اکابر علماء مثلاً مولوی تراب علی لکھنوی، مولوی سعد اللہ مراد آبادی سے تعلیم حاصل کی طلبہ کو سبق پڑھانے، علوم سکھانے میں گذر کرتے تھے۔

۲۹ ربیع الثانی ۱۲۹۷ھ میں مرض فالج میں فوت ہوئے۔

(۴۲۴-۶) مولوی کلیم اللہ جہاں آبادی

ایک عقل مند دریائے علم تھے شیخ یحییٰ مدنی کے مرید، معتبر کتابوں کے مصنف جو مختلف علوم و حقائق میں

ہیں جیسے ۱۔ سواء السبیل ۲۔ کشکول ۳۔ مرقع وغیرہ۔ ۱۱۴۰ھ میں جاں آفریں کو جان حوالہ کردی نور اللہ مرقدہٗ

(۴۲۵-۷) ملا کمال الدین سہالوی

آپ ملا نظام الدین بن قطب الدین شہید سہالوی کے عظیم شاگردوں میں سے ہیں، معقول و منقول کے جامع، فروع و اصول پر حاوی اپنے زمانہ کے ذکی لوگوں میں افضل ترین شخص ہیں۔ آپ عمدہ تصنیفات کے مصنف ہیں ان میں سے ۱۔ عروۃ الوثقی ۲۔ شرح کبریت احمر ۳۔ حاشیہ کمالیہ شرح عقائد جلالی پر مبسوط و مشہور حاشیہ ہے ۴۔ میر زاہد ملا جلال کے حاشیہ پر تعلیقات۔

وفات:- آپ کی وفات ۱۳ محرم الحرام ۱۱۷۵ھ میں ہوئی برد الودود مضجعہ (۱۱۷۵ھ) سے سال وفات برآمد ہوتی ہے۔

(۴۲۶-۸) کمال الدین علامہ دہلوی

آپ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے بھانجہ اور خلیفہ تھے آپ کا سلسلہ نسب سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے جڑ جاتا ہے چونکہ آپ علم حدیث و تفسیر و اصول میں یکتائے زمانہ تھے اس لئے آپ کا لقب علامہ پڑ گیا تھا۔ احمد آباد گجرات میں تشریف لاکر ایک زمانہ تک مخلوق کی ہدایت اور فیض رسانی فرماتے رہے۔ پھر ۷۵۶ھ (سات سو چھپن ہجری) میں وفات پاگئے اور دہلی میں مدفون ہوئے۔ نور اللہ مرقدہٗ

(۴۲۷-۹) ملا کمال الدین زاہد دہلوی

دریائے علم، عقل و ورع اور تقویٰ میں کمال رکھتے تھے شیخ نظام الدین اولیاء نے آپ کے سامنے حدیث کی مشہور کتاب "مشارق الانوار" پڑھ کر سند لی۔ اور انھوں نے مولانا برہان الدین بلخی سے اور انھوں نے مصنف کتاب سے سند لی، سلطان غیاث الدین بلبن نے التجا کی کہ آپ انکے امام ہوجائیں مگر آپ نے قبول نہ کیا۔

(۴۲۸-۱۰) ملا کمال الدین لاہوری

آپ مولانا جمال الدین کے بھائی ہیں، علم و عمل، زہد و تقویٰ کے جامع ہیں، لمبے عرصہ تک لاہور اور سیالکوٹ میں مسند درس کو رونق بخشی اور عام مخلوق کو علمی نفع رسانی میں مشغول رہے۔ مولانا شیخ احمد مجدد الف ثانی اور ملا عبدالحکیم سیالکوٹی آپ کے باکمال شاگردوں میں سے ہیں ۱۰۱۷ھ کو شہر لاہور میں وفات ہوئی لیکن اس زمانہ میں آپکی قبر لاپتہ ہے۔ آپکی تاریخ وفات مصرعہ ذیل سے نکلتی ہے

ع   ملحق حق قطب و تاج اولیا ملا کمال

۱۰۱۷ھ

حرف اللام

(۴۲۹-۱) مولوی لال محمد ساکن ہسوہ

قصبہ ہسوہ ضلع فتحپور کے سادات قطبیہ میں سے متبحر عالم، جامع معقول و منقول بہت تالیفات والے شخص ہیں، اکثر کتابوں پر حواشی اور شرحیں لکھ ڈالی ہیں، سادات عرب و عجم کے نسب نامہ میں بھی ایک کتاب تصنیف کی ہے تمام عمر قصبہ ہی میں عقلی و نقلی علوم کی فیض رسانی میں مشغول رہ کر لاولد فوت ہوگئے، انکی ایک کتاب کا نام ہے "ملفوظات قطبیہ"۔ آپ کے مورث اعلیٰ سید قطب الدین محمد الحسنی الکڑوی ہیں وہاں تک کا نسب نامہ یہ ہے۔

سید لال محمد بن فیض اللہ بن سید ملوک بن سید علی بن سید جان بن سید طاہر بن سید رکن الدین بن سید قطب الدین ابن سید اخوند بن سید بڈا (بڈھا) بن سید قوام الدین ابن سید صدرالدین بن رکن الدین بن سید نظام الدین بن سید قطب الدین محمد الحسنی المدنی الغزنوی الدھلوی الکڑوی۔

(۴۳۰-۲) شاہ لطف اللہ انبالوی

آپ شاہ بھیکھ چشتی لاہوری کے مرید صاحب علم و عمل تھے۔ ایک کتاب "ثمرۃ الفواد" آپکی تالیف ہے جس میں اپنے مرشد کے کرامات و خوارق عادات کو ذکر کیا ہے ۱۱۸۶ھ (گیارہ سو چھیاسی ہجری) میں وفات پائی۔ نور اللہ مضجعہٗ۔

حرف المیم

(۴۳۱-۱) قاضی مبارک گوپاموی

شیخ نظام الدین امیٹھوی قدس سرہٗ کے شاگرد اور مرید تھے۔ تحصیلِ علم اور تہذیب الاخلاق دونوں شیخ ہی سے حاصل کیا۔ منصب قضا کا جھنڈا نہایت امانت و دیانت سے سربلند رکھا لمبی عمر تک، اعزاز و اکرام اور احترام کے ساتھ گذاری اور اسی اعزاز و اکرام کے ساتھ دنیا سے کوچ کر گئے آپ کے شاگرد رشید میاں مخدوم بڈھ ولد میاں ابوالفتح خراسانی ہیں جو کہ اکثر درسی نسخوں کا درس دیتے رہتے ہیں اور دوسرے شاگرد سید محی الدین کہ وہ بھی ایسے ہی ہیں۔ ماخوذ از منتخب التواریخ للبدایونی۔

(۴۳۲-۲) شیخ مبارک ناگوری

اپنے زمانہ کے یکتائے روزگار، جوانمرد عالم تھے۔ ابتداء میں خطیب ابوالفضل گازرونی اور مولانا عماد طارمی سے گجرات میں علم سیکھے اور مسلسل دینی علوم کی تدریس و تعلیم میں مشغول رہے، فن شعر اور معما گوئی و علم فضائل خصوصًا علم تصوف کو خوب سیکھا تھا، شاطبی زبانی یاد تھی اس کا سبق زبانی پڑھاتے تھے اور قرآن مجید کو قراءۃ عشرہ میں حفظ کیا تھا۔ آخر عمر میں قرآن پاک کی تفسیر چار جلدوں میں لکھی جس کا نام "منبع العلوم" ہے۔ پچاس سال کے قریب آگرہ میں طالبانِ علوم کو پڑھایا۔ انکے

لڑکے سب کے سب فخر زمانہ اور یکتائے روزگار تھے، شیخ ابوالفضل علامی بھی اور ملک الشعراء شیخ ابوالفیض فیضی و فیاضی بھی اور شیخ ابوالخیر بھی۔

وفات :- ۱۷ ذی قعدہ سنہ ۱۰۰۱ھ (ایک ہزار ایک ہجری) لاہور میں رحمت حق سے جاملے۔

(۴۳۳-۳) سیّد مبارک بلگرامی

حسینی واسطی، آپ شیخ المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے فرزند وتلمیذ شیخ نورالحق دہلوی کے شاگرد تھے، دینی علوم سے نفع پہونچانے میں خصوصًا فن حدیث کے پڑھنے پڑھانے میں اپنی ساری عمر صرف کی سنہ ۱۱۱۵ھ میں آپکی طائر روح قفس عنصری سے اڑکر روضۂ رضواں کے نشیمن پر جابسی۔ اللہ آپ سے راضی ہو۔

(۴۳۴-۴) قاضی مبارک گوپامئوی

سلم العلوم کے شارح، شیخ محمد دائم ادہمی فاروقی کے لڑکے ہیں انکی منطق دانی پر انکی شرح سلم شاہد عدل ہے۔ مولوی حمداللہ سندیلی اور مولوی قاضی احمد علی سندیلی کے معاصر تھے اور ان دونوں سے مختلف موضوعات پر مناظرہ بھی کرتے تھے سنہ ۱۱۶۲ھ میں رحلت فرمائی (ماخوذ از بحر زخار) قاضی صاحب نے اپنی شروح کے خاتمہ پر جو عبارت لکھی ہے وہ بعینہٖ درج کی جاتی ہے۔

قدتم الشرح بفضل مِنَ اللہ تعالیٰ وتبارك من عبدہٖ (اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل سے اس کے بندے محمد مبارک کی طرف سے یہ شرح پوری ہوئی)

سنہ ۱۱۴۳ھ (ایک ہزار ایک سو تینتالیس ہجری) میں ماہ ربیع الاول کی ساتویں تاریخ پنجشنبہ کا دن شاہ جہاں آباد (دہلی) میں والحمد للہ رب العالمین، اللہ رب العالمین کو بہت سراہنا پاکیزہ، برکت والا، اور درود ہو ہمارے نبی محمد کو جو تمام مخلوق میں بہتر ہیں اور آپکی آل واصحاب اور ازواج کو اور تمام مومنین و مومنات کو، اے ارحم الراحمین تیری رحمت کے طفیل۔

(۴۳۵-۵) مولانا شیخ محب اللہ الٰہ آبادی

عقل و علم کے بحر ذخار، صوفی علماء میں مشہور ترین اور علم ظاہر و باطن میں اپنے ہمسروں کے سرخیل علامہ تھے اور آپ کا اصلی وطن تو موضع صدیپور ضلع خیرآباد اودھ تھا اور شیخ فرید شکر گنج کی اولاد میں سے ہونیکی وجہ سے آپ کا نسب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ شیخ ابو سعید گنگوہی کے مرید اور خلیفہ ہیں، علم تصوف میں آپکی تحقیقات اور باریک بینیاں اتنی ہیں کہ آپ کو اس علم کا مجتہد مانا گیا۔ لیکن آپ اس لائق ہیں کہ اگر شیخ محی الدین ابن العربی کو شیخ اکبر کہا گیا تو آپ کو شیخ کبیر کہا جائے۔ علم توحید و حقائق میں آپکی تصنیفات بہت زیادہ اور بہت عمدہ ہیں جن کو دقائق کا خزانہ اور اسرارِ الٰہی کے حقائق کا گنج گراں مایہ سمجھنا چاہیئے۔

مشہور تصنیفات :۔ آپکی مشہور تصنیفات میں سے کچھ کا نام لکھا جاتا ہے۔

۱۔ شرح فصوص (عربی) ۲۔ شرح فصوص (فارسی) ۳۔ رسالہ ہفت احکام ۴۔ غایۃ الغایات ۵۔ مغالیط عامہ ۶۔ سر الخواص ۷۔ عبادۃ الخواص ۸۔ طرق الخواص، ۹۔ عبادۃ اخص الخواص ۱۰۔ مناظر اخص الخواص ۱۱۔ رسالہ تسویہ ۱۲۔ رسالہ سہ رکنی ۱۳۔ رسالہ وجود مطلق۔

وفات :۔ ۱۰۵۸ھ (دس سو اٹھاون ہجری) کی نویں رجب کو ابھی فلک پیر کا آفتاب منہ چھپانے کی تیاری کر رہا تھا کہ علم و معرفت کا آفتاب عالمتاب لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا، الٰہ آباد میں آپ کا مزار اہل بصیرت کی زیارت گاہ ہے۔

خلفاء و اولاد :۔ آپ کی بزرگوار اولاد دائرۂ شاہ حجۃ اللہ قدس سرہٗ میں رونق افروز ہیں ان میں سے ایک ہمارے مرشد گرامی مولانا حافظ حکیم حاجی مولوی محمد حسین الٰہ آبادی سلمہٗ رب المشرقین بحرمۃ الماوی (خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی) بھی ہیں، ان کے علاوہ شیخ محب اللہ کے ارشد تلامذہ اور خلفاء میں سے قاضی گھاسی[۱]

الہ آبادی، میر سید کبیر قنوجی، میر سید محمدی فیاضی امروہی رحمۃ اللہ علیہم بھی ہیں۔

قاضی محب اللہ بہاری (۶-۳۴۴)

ولد عبد الشکور، موضع کڑا تعلقہ محب علی پور، صوبہ بہار۔ ملک خاندان میں پیدا ہوئے، علم کے سمندروں میں یہ خود ایک سمندر تھے، اور ستاروں (علماء زمانہ) کے جھرمٹ میں ایک بدر کامل تھے، شروع میں درسی کتابیں عصر حاضر کے علماء سے پڑھکر ملا قطب الدین شمس آبادی کے تلامذہ میں شامل ہوگئے وہاں سے فارغ ہونیکے بعد ملک دکن جاکر عالمگیر بادشاہ کی ملازمت اختیار کی اور بادشاہ کیطرف سے لکھنؤ اور حیدر آباد کے قضا کا منصب باری باری عنایت ہوا اس کے بعد عالمگیر بادشاہ کے پوتا رفیع القدر ولد شاہزادہ محمد معظم (عرف شاہ عالم) کی تعلیم دینے پر مامور ہوئے پھر شاہ عالم محمد معظم کا دور آیا تو آپ کو اور اقبال ہوا ممالک ہند کی صدارت کا عہدہ، اور فاضل خاں کا خطاب ملا۔ آخر کار ۱۱۱۹ھ میں وفات پاکر شاہ فرید الدین طویلہ بخش کے مزار کے احاطہ میں شہر بہار کے محلہ چاند پور میں مدفون ہوئے، انکی تاریخ وفات "قاضی مولوی محب اللہ" (۱۱۱۹ھ) اور "رفتہ سوئے ارم محب اللہ" سے نکلتی ہے۔

تصنیفات: ۱۔ سلم العلوم منطق کا مشہور متن (۱۱۱۹ھ مع ہمزہ) ۲۔ افادات (منطق میں) ۳۔ مسلم الثبوت علم اصول فقہ میں مع حاشیہ منہیہ ۴۔ الجوہر الفرد (جزء لا یتجزی کے بیان میں) ۵۔ ایک رسالہ "مغالطہ عامۃ الورود" آپ کی تصنیفات میں سے مقبول اور علماء کے درمیان رائج ہے۔ آپکی کتاب "مسلم الثبوت" کا نام تاریخی ہے اس سے کتاب کا سنہ تالیف گیارسو نو (۱۱۰۹ھ) برآمد ہوتا ہے۔

بہار: نیچے ایک نقطہ والی باء کو کسرہ پھر ہاء مفتوحہ اور الف کے بعد راء ساکن۔ پوربی ہندوستان میں ایک شہر کا نام ہے جو تیموری بادشاہوں کے دور میں

صوبہ بہار کے نام سے مشہور ہوا۔

کرا:(ک رَا) یہ ایک دیہات کا نام ہے جو صوبہ بہار قصبہ محب علی پور کے ملحقات میں سے ہے۔

ایک ضروری تنبیہ:۔ ملا محب اللہ بہاری کا سلسلۂ تلمذ بیان کرنے میں دو بزرگ مورخوں کے بیانات الگ الگ ہیں۔ "کتاب سبحۃ المرجان" میں سید غلام علی آزاد بلگرامی آپ کو ملا قطب الدین شمس آبادی کا شاگرد کہتے ہیں۔ اور "ملا حسن" کے حاشیہ میں مولوی عبدالحلیم لکھنوی ملا قطب الدین شہید سہالوی کا تلمیذ گردانتے ہیں اور حقیقتِ حال کا علم اللہ ہی کو ہے۔

(۴۳۷-۷) مولوی محمد احسن عباسی چریاکوٹی

زمانہ کے نہایت ذکی وفطین شخص تھے عقلی علوم کی تکمیل اور نقلی فنون میں مہارت ملا نظام الدین فرنگی محلی کی خدمت میں حاصل کئے تھے جو کہ اولین وآخرین علوم کے جامع اور معتمد تھے پھر ان اعلیٰ درجہ کے عقلی معارف ونقلی علوم کے ساتھ ساتھ آپ کا حافظہ انتہائی غضب کا تھا جو کتاب مطالعہ کیلئے کھولتے اس کے الفاظ، معانی، مالہ وما علیہ، تمام کا تمام آپ کے لوح حفظ میں نقش ہو جاتا تھا اس لئے دوسرے دن بغیر سامنے کتاب لئے سبق پڑھ لیا کرتے ہیں بعض حضرات سمجھتے تھے کہ بغیر کتاب کھولے پڑھتے ہیں انکو کیا آئیگا لیکن حقیقت یہ تھی کہ سب کچھ آپ کے حافظہ میں پہلے ہی سے موجود تھے اس پر ایک لطیفہ بیان کیا جاتا ہے۔

لطیفہ:۔ سلم العلوم کے شارح ملا محمد حسن مرحوم نے ایک دفعہ آپ سے کہا کہ تم سے زیادہ غنی کون شخص ہوگا کہ پڑھی ہوئی کتابیں پڑھ رہا ہے۔

جواب:۔ آپ نے جواب دیا کہ شاید آپ مجھ سے بھی زیادہ غنی ہیں کیوں کہ میں

اپنی نادانی کو جان کر استاذ کے سامنے اسکی اصلاح کرنیکی کوشش کرتا ہوں اور آپکو تو اپنی نادانی کا بھی پتہ نہ چل سکا اور اسی نادانی میں کھوئے رہ گئے۔

الغرض :۔ تمام علوم میں پوری مہارت اور کمال حاصل کر کے دہلی پہونچے اور شاہی ارکانِ دولت کے پاس بڑی قدر و منزلت پائی، شہر کے علماء نے ان کا مقابلہ کرنا چاہا لیکن جس بحث کو اٹھاتے مولوی صاحب کا سکہ ان کے قلوب پر بیٹھ جاتا بالآخر علماء دھلی شرمندہ و نادم ہو کر سپر انداز ہو گئے اور مقابلہ سے باز آئے کیونکہ آپکی ذات عالی اعجوبہ روزگار تھی۔ اور آپ نادرہ امصار و دیار تھے ان کے علوم کی بوقلمونی اور ان کے کلام کی بوالعجبی شہر دھلی کے والی اور بادشاہ کے کارندہ کے کان میں پہنچی تو اس نے چاہا کہ آپ کو اپنی بارگاہ میں بلا کر کوئی معزز منصب حوالہ کرے، حاسدوں کو جب اس کی بھنک پہونچی تو انھوں نے آپ کو جان سے مار ڈالنے کی سازش رچی آخر آپ کے کھانے میں زہر ملا کر اپنی سازش میں کامیاب ہو گئے ؂

اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی ۔۔ کہتے ہیں کہ زہریلا کھانا کھانے کے بعد جب آپ موت و حیات کی کشمکش میں تھے اسی وقت گھر سے کوئی خط آگیا آپ کی روح پر فتوح نے اس کے جواب میں صرف ایک شعر کہا اور اپنی روح کو تسلیم و رضا کے پانوں پر جھکا دیا۔ شعر کا ترجمہ یہ ہے:

آپ نے جب یاد کیا اور میری زندگی کی ایک رمق باقی رہ گئی تھی
تو آپ کا خط آئینہ کیطرح میرے نفس کی تشخیص کر گیا۔

(۴۳۸-۸) مولوی محمد احمد فرنگی محلی

مولوی احمد انوار الحق کے لڑکے اور جانشین ہیں

اگرچہ کتابی علم اپنے خاندانی رواج کے مطابق اتنا حاصل نہ کر سکے تھے لیکن اپنے والد صاحب سے ذکر اذکار، اوراد و وظائف خوب حاصل کر لیا تھا اور عبادت الٰہی

میں زندگی بسر کرتے تھے۔ ۱۵ ر صفر اتوار کا دن ۱۲۶۹ھ کو خلد بریں کو دوڑ گئے۔ تاریخ وفات کا مادہ ہے "نور انوار رفت از دنیا" (مترجم: مادہ میں ۲ نمبر کی کمی ہے ۱۲۶۷ھ نکلتا ہے اگر برفت از دنیا کر دیا جائے تو مادہ تاریخ صحیح ہو جائے گا۔

(۴۳۹-۹) مولوی محمد ادریس نگرامی

ابن مولوی حافظ عبد العلی نگرامی: یہ اپنے والد ہی کے شاگرد اور خلیفہ تھے اور لڑکا اپنے والد کا راز سربستہ ہوتا ہے اسوجہ سے یہ بھی اپنے والد ہی کیطرح تدریس، تعلیم اور لوگوں کی ہدایت وارشاد میں مشغول رہتے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالے آپ کو اپنی حفاظت وامان میں محفوظ رکھ کر استقامت کی راہ اور صراطِ مستقیم کی ہدایت عام کرنے کی توفیق بخشے۔

تصنیفات :- آپکی بہت سی قابلِ قدر تصنیفات بھی منظرِ عام پر آچکی ہیں ان کی مختصر فہرست یہ ہے: (۱) ابراز الکتمان من تکمیل الایمان (۲) تحفۃ النبلاء فی آداب الخلفاء (۳) القول المتین فی التامین (۴) الکلام الموطا فی تحقیق الصلوٰۃ الوسطیٰ (۵) واھب القدوس فی احکام الجلوس (۶) طریق الفلاح الی الاضطجاع بعد رکعتی الصباح (۷) تحصیل المرام بتبویب مسند الامام (۸) اربعین من مرویات نعمان سید المجتہدین (۹) الکلام النفیس فی ترجمۃ محمد ادریس (۱۰) تحفۃ الحبیب فی تحقیق الصلاۃ والکلام بین یدی الخطیب (۱۱) الکلام المبین فی تحقیق مجدد الاٰئین (۱۲) امحار السیئات باقامۃ الصلوات (۱۳) قر العیون عن مدعی ایمان فرعون۔

(۴۴۰-۱۰) ملا محمد اسعد سہالوی

ملا قطب الدین الشہید السہالوی کے بڑے صاحبزادہ ہیں علامہ عصر تھے اپنے والد صاحب ہی کے شاگرد تھے اور انکی زندگی ہی میں محی الدین اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے آگے پیچھے رہا کرتے تھے یہاں تک کہ برہانپور کی صدر الصدوری کا منصب حاصل کر لیا تھا، اسی دوران ملا اسعد کی عدم موجودگی

میں ان کے والد ملا قطب الدین کو سہال کے باشندگان عثمانی شیوخ نے جان سے مار ڈالا (جس کا ذکر باب القاف میں گذرا) اور خود ملا اسعد اسوقت دکن میں تھے وہیں پر بعد میں فوت ہو کر مدفون ہوئے۔

(۱۱-۳۴۱) مولانا شیخ محمد اسعد حنفی مکی

شیخ تاج الدین نزیل ارکاٹ کے تلامذہ میں سے ہیں اپنے زمانہ کے علامہ تھے مکہ معظمہ سے آکر ہندوستان میں نواب نظام الدولہ ناصر جنگ کی رفاقت میں ایک زمانہ بسر کیا نواب موصوف انکی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا، نظام الدولہ ناصر جنگ کے قتل ہو جانیکے بعد ان کے بھانجہ مظفر جنگ ملک و دولت کے مالک ہوئے تو شیخ محمد اسعد بھی مظفر جنگ کے ساتھیوں کے گروہ میں آبسے کچھ دنوں کے بعد مظفر جنگ اور ان افغانوں کے درمیان بگاڑ پیدا ہو گیا جنھوں نے ناصر جنگ کو قتل کیا تھا یہانتک کہ جنگ کی نوبت آگئی، طرفین میں نامی گرامی لوگ مارے گئے افغانوں کے سرداروں کے علاوہ خود مظفر جنگ بھی مقتول ہو گئے اور اسی معرکہ میں شیخ محمد اسعد بھی عین میدان جنگ میں مقتول ہو کر "کریت" کی زمین میں مدفون ہوئے۔ اس کی تاریخ ہے ۱۷ ربیع الاول ۱۱۶۴ھ اتوار وقت ظہر (گیارہ سو چونسٹھ ہجری) شیخ غلام علی آزاد بلگرامی نے جو اس جنگ میں شریک تھے تاریخ وفات یوں نکالی۔

مضیٰ خیرنا اسعد الاتقیا ۔۔۔ الا لا یریٰ مثلہ واحد

ہمارا بہترین آدمی متقیوں میں کا اسعد چلا گیا + کوئی شخص اسکا مثیل نہ دیکھے گا

لقد الہم اللہ تاریخہ ۔۔۔ قضیٰ نحبہٗ عالم ماجد

۱۱۶۴ھ

اللہ نے اسکی تاریخ جو دل میں ڈالی اس کا ترجمہ ہے کہ بزرگ عالم اپنا ذمہ پورا کرلے گیا

(۱۲-۳۴۲) مولانا محمد اسحٰق دہلوی

آپکی کنیت ابو سلیمان ہے، مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کے نواسہ

اور انھیں کے جانشین تھے، حدیث، فقہ اور تفسیر میں کامل مہارت رکھتے تھے
چند تصنیفات بھی مثلاً مسائل اربعین اور افتای ہندی بھی آپکی یادگار ہیں ہندوستان
سے ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے تھے وہیں ۱۲۶۲ھ (بارہ سو باسٹھ ہجری) کو رحمتِ
الٰہی کے جوار میں پہونچ کر مدفون ہوئے۔ آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔

(۱۳-۴۴۳) قاضی محمد اسلم ہروی

ملا خواجہ کوہی خراسانی کی نسل سے ہیں، ہرات میں پیدا ہوئے اور
کابل میں نشو و نما پائی، مروجہ علوم شیخ بہلول لاہوری سے حاصل کئے تعلیم
سے فارغ ہونے کے بعد نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ کے پاس گئے قاضی صاحب
کی قرابت جہانگیر بادشاہ کے استاذ محترم میر کلاں محدث سے تھی اس لئے بادشاہ
آپ کے ساتھ اعزاز و اکرام سے پیش آیا اور کابل کے منصب قضاء پر آپکو نامزد
کردیا ادھر قاضی محمد اسلم صاحب نے بھی اپنے عہدۂ قضا کو نہایت امانت داری و
مکمل دیانتداری سے انجام کو پہونچایا، تو جہانگیر بادشاہ نے خوش ہو کر آپ کو ترقی
دے کر اردوئے معلیٰ کا محکمۂ قضا آپ کے حوالہ کردیا اور قاضی صاحب جہانگیر کے
وقت سے شاہ جہاں کے زمانے تک اسی عہدہ پر مستقل رہ گئے اور مال وجاہ
بہت زیادہ حاصل ہوا ہزاری کے منصب پر سرفراز رہ کر تیس سال عہدہ قضاء
لشکر کے مسند نشین رہے اور مراحم خسروانہ کا کیا پوچھنا بادشاہ نے ایک دفعہ
آپ کو چاندی کے سکہ سے تولا؛ چھ ہزار پانسو روپیہ آپ کا وزن ہوا وہ سب
قاضی کو عنایت ہوا، قضا کے مشاہرہ کے علاوہ دس ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیر
بھی آپ کو بادشاہ سے ملی تھی۔

وفات:- قاضی محمد اسلم کی وفات گیارہویں صدی ہجری کے اکسٹھ ویں سال
لاہور میں ہوئی یعنی ۱۰۶۱ھ (ایک ہزار اکسٹھ ہجری) آپ کے لڑکے

محمد زاہد مشہور عالم ہیں جنھوں نے زواہد ثلاثہ لکھی ہے {یعنی میر زاہد رسالہ، میر زاہد ملا جلال، میر زاہد مواقف امور عامہ۔ مترجم}

(۴۴۴-۱۴) محمد اسمٰعیل محدث لاہوری

شہر بخارا کے سادات عظام میں سے ہیں سلطان مسعود غزنوی کے دور میں ۳۹۵ھ (تین سو پنچانوے ہجری) کے آخر میں بخارا سے آکر لاہور کو وطن بنا لئے تھے، نقلی کل ہی علوم فقہ، حدیث، تفسیر کے ماہر تھے علم ظاہر اور ذوق باطن دونوں کے جامع ہونیکے ساتھ ساتھ عظیم واعظ تھے، لاہور میں شروع شروع جن حضرات نے پر اثر وعظ کہا ان میں سے ایک آپکی باکمال ذات بھی ہے ہزاروں کفار انکے وعظ سے متاثر ہوکر اسلام سے مشرف ہوتے ہیں۔

وفات:۔ ۴۴۸ھ (چار سو اڑتالیس ہجری میں وفات ہوئی اور لاہور کے بیرون دروازہ دکھن کی جانب دفن ہوئے۔

(۴۴۵-۱۵) مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی

ابن مولوی عبدالغنی بن مولانا شاہ ولی اللہ۔

دیانتداری اور اصابت رائے میں یکتائے زمانہ اور علمار زمانہ میں مشارالیہ اور خود زبردست عالم تھے سید احمد مجاہد کے لشکر غازیان کے جرنیل تھے، بڑی عمدہ کوششیں ان سے ظاہر ہوئیں۔ بالآخر ۲۴ ذوالقعدہ ۱۲۴۶ھ میں شہر پنجاب کے بالاکوٹ کے متصل جہاد میں شہید ہوکر باغ رضوان میں پہونچ گئے۔

تصانیف:۔ (۱) ایک رسالہ علم اصول فقہ میں (۲) ایک رسالہ علم توحید میں (۳) صراط مستقیم (۴) تنویر العینین (۵) تقویۃ الایمان انکی مشہور تصنیفات میں ہیں۔ اللہ انکی تربت کو ٹھنڈی رکھے۔

(۴۴۶-۱۶) مولوی محمد اسمٰعیل لندنی

پہلے مراد آباد کے ساکنوں

میں سے تھے پھر کچھ دنوں لکھنؤ میں سکونت اختیار کرلی تھی، ذہین، ذکی و فطین آدمی تھے خصوصًا علم ادب میں کامل استعداد رکھتے تھے۔ آپ کے شاگردوں میں سے مولوی تراب علی لکھنوی تھے۔ لندنی کے ساتھ اس لئے مشہور ہوئے کہ لکھنؤ کے فرماں روا نصیر الدین حیدر نے انکو سفیر بناکر لندن کے بادشاہ کے پاس بھیجا وہاں سفارت کا کام پورا کرکے ایک لندنی عورت "مس ڈف" سے شادی کرلی تھی اسکو لے کر جب وطن لوٹنے لگے اور عدن پہونچے تو مس بولی کہ خانہ کعبہ قریب ہی ہے اس کی زیارت کرکے وطن چلنا چاہئے اور یہ چونکہ آزاد منش آدمی تھے بولے کہ اینٹ پتھر کے مکان سے مجھکو چنداں عقیدت نہیں ہے (اعوذ باللہ من سوء الاعتقاد۔ بداعتقادی سے خدا کی پناہ

تصانیف :- یزدی) کی شرح تہذیب اور میبذی ان دونوں کا حاشیہ آپکی مشہور تصنیف ہے۔ ماہ ربیع الاول اٹھارہویں تاریخ ۱۲۵۳ھ (بارہ سو ترپن ہجری کو فوت ہوئے۔ اللہ انکی غلطیوں کو معاف کرے۔

(۴۴۷-۱۷) ملا محمد اشرف ٹٹو کشمیری

خواجہ محمد طیب کے صاحبزادہ خواجہ حیدر کشمیری کی اولاد میں سے نہایت ذہین اور ذکی و فطین تھے، پہلے اپنے خاندانی بزرگوں سے کمالات حاصل کئے پھر ملا محمد محسن کی خدمت میں جاکر علم فقہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کی، نہایت عقلمند متبحر عالم ہوئے انکی عمدہ تصنیفات علم قرارت اور تردید روافض کے علاوہ دیگر فنون میں بھی یادگار ہیں ان میں سے کتاب جواہر الحکم بہت شہرت رکھتی ہے ۱۱۲۳ھ (گیارہ سو تیئیس ہجری) میں فوت ہوئے۔

(۴۴۸-۱۸) مولانا محمد اشرف لکھنوی

ولد قاضی نعمت اللہ خوشنویس ولد محمد معظم ولد احمد علی صدیقی، ان کے خاندان کے کوئی بزرگ لاہور سے آکر لکھنؤ میں مقیم ہوگئے تھے۔

مولانا محمد اشرف جناب مولوی نورالحق لکھنوی فرنگی محلی اور مولوی سید مخدوم لکھنوی کے شاگرد تھے اور سید احمد مجاہد رائے بریلوی کے مرید تھے۔ تدریس اور تصنیف میں اپنی عمر عزیز صرف کی، لکھنؤ کے حاکم کے حکم سے جب تاج اللغات لکھی گئی تو آپ بھی اس میں شریک تھے۔

دیگر تصنیفات:۔ ۱ اصول راسخہ اور ۲ اسکی شرح دوحہ شامخہ ۳ قسطاس الصرف ۴ تفسیر قرآن مجید عربی ۵ تاریخ علماء و مشائخ و سلاطین ہند جو کہ ناتمام رہ گئی اور مصنف کی نگاہ سے اس کا اصل مسودہ گذر چکا ہے۔

تلامذہ:۔ مولانا ثابت علی مرحوم ساکن موضع بھکا ضلع الٰہ آباد جو کاتب السطور کے اساتذہ میں سے ہیں وہ مولانا محمد اشرف کے شاگردوں میں سے ہیں۔

مرض و وفات:۔ آخر میں آپ کو ہیضہ کی بیماری ہوگئی تھی۔ ۱۷ صفر ۱۲۴۴ھ میں آپکی وفات ہوئی لکھنؤ کے محلہ جھوائی ٹولہ کی مسجد میں آپ کا حجرہ تھا اس حجرہ میں دفن ہوئے۔ اللہ تعالےٰ آپکو مغفرت کے شرف سے نوازے۔

(۴۴۹-۱۹) مولوی محمد اصغر فرنگی محلی

ولد مفتی احمد ابوالرحم بن مفتی محمد یعقوب، عالم؛ حافظ قرآن تھے اور طلبہ کی تعلیم کا مشغلہ رکھتے تھے شہر لکھنؤ کی عدالت دیوانی میں مفتی کا منصب سپرد تھا۔ آپکی وفات بتاریخ ۱۹ ماہ رجب ۱۲۵۵ھ میں ہوئی۔

(۴۵۰-۲۰) مولوی محمد اعلم سندیلی

قصبہ سندیلہ کے قاضی زادوں میں سے تھے جن کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق رضؓ سے جاملتا ہے۔ ملا کمال الدین سہالوی کے شاگرد تھے اور مولوی حمداللہ سندیلی کے ہاتھوں فارغ التحصیل ہوئے تصنیف و تدریس میں مشغول رہے انکے مشہور شاگردوں میں مولوی سید عبدالواحد خیرآبادی انکے بھانجہ اور مولوی محمد

مستعان کاکوری ہیں۔

تصانیف ۔ آپکی تصانیف میں سے حاشیۂ دوائر، شرح منار اور صدرا کے تین حواشی صغیر، کبیر، اکبر اور رسالۂ تشکیک ہیں۔

وفات :۔ بارھویں صدی کے آخر میں فوت ہو کر قصبہ سندیلہ کے محلہ ملکانہ میں دفن ہوئے

(۴۵۱-۲۱) خواجہ محمد اعظم ڈومری

ولد خیر الزماں کشمیری مجددی۔ نامور علماء اور بڑے مشائخ میں سے تھے آپ کے اساتذہ ملا عبداللہ شہید، مراد بیگ، کامل بیگ اور میر ہاشم وغیرہ ہیں اور ارادت کا ہاتھ شیخ محمد مراد مجددی کے ہاتھ پر دیا، شعر گوئی اور تاریخ نویسی میں بڑی مہارت رکھتے تھے انکی ایک کتاب "تاریخ اعظمی" معروف بنوارتخ ڈومری ہے جس میں کشمیر کے علماء، مشائخ اور شعراء اور بادشاہوں کے حالات اور دیگر واقعات ہیں ۱۱۸۳ھ میں اس کی تالیف فرمائی اور اس کا تاریخی نام "واقعات کشمیر" ۱۱۴۸ھ ہے۔

دیگر تصنیفات :۔ ۱ فیض مراد جس میں اپنے پیر کے حالات و مقالات تحریر کئے ہیں ۲ فوائد المشائخ درویشی کے بیان میں ۳ رسالہ اثبات الجہر ۴ تجربۃ الطالبین ۵ اشجار الخلد ۶ ثمرات الاشجار ۷ شرح کبریت احمر آپکی یادگار تصنیفات ہیں۔

سال وفات :۔ ۱۱۸۵ھ (گیارہ سو پچاسی ہجری)

(۴۵۲-۲۲) مولوی محمد اعظم عباسی

ولد مولوی نجم الدین عباسی چریاکوٹی، آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۶۶ھ (بارہ سو چھیاسٹھ ہجری) میں ہوئی، علوم مروجہ کی اکثر کتابیں اپنے چچا مولوی محمد فاروق عباسی چریاکوٹی، اور مولوی علی عباس عباسی سے پڑھیں اور بقیہ تعلیم مختلف مقامات میں مکمل کیں۔ اس وقت ریاست حیدر آباد میں ایک خاصی ملازمت پر مامور ہیں۔

اللہ ان کو زندہ سلامت رکھ کر ان کی دلی مراد کو پوری کرے۔
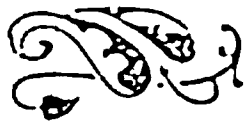
(۴۵۳-۲۳) مولانا شیخ (محمد) افضل جونپوری

اپنے زمانہ کے ماہر ترین فاضل اور اپنے دور کے سب سے بڑے عالم تھے، عقلی و نقلی علوم کے جامع، باشرع، متقی، بلند اخلاق اور سلیم المزاج بزرگ تھے، اپنے اوقات عزیز کو ہمیشہ علم کی خدمت میں مصروف رکھتے تھے، آپ کے ارشد تلامذہ ملا محمود جونپوری تھے جب ملا محمود صاحب کی آپ کے سامنے وفات ہوگئی تو مولانا کو انکی وفات سے بیحد صدمہ اور انتہائی رنج پہونچا۔ چنانچہ چالیس روز تک آپ کے لبوں پر مسکراہٹ نہیں دیکھی گئی اور اسی غم و اندوہ میں چالیس دن کے بعد ۱۰۶۲ھ (ایک ہزار باسٹھ ہجری) میں اپنی جان بھی روح بخشنے والے کے حوالہ کردیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(۴۵۴-۲۴) شیخ محمد افضل الہ آبادی

آپکی ولادت قصبہ سید پور میں جو غازی پور زمانیہ کے مضافات میں سے ہے گیارہویں صدی کے اڑتیسویں سال کے دسویں ربیع الاول کی شب میں ہوئی (۱۰ ربیع الاول ۱۰۳۸ھ میں) اور سید پور ہی آپ کا وطن اصلی تھا۔ شروع شروع میں جونپور تشریف لائے اور مروجہ علوم کو ملا نور الدین صاحب سے پورا کیا اور چھ ماہ تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا، یک بہ یک آپ پر جذب الٰہی کا غلبہ طاری ہوا اور تمام مشاغل چھوڑ کر کالپی چلے گئے، میر سید محمد قدس سرہ کی خدمت میں شرف یاب ہوکر تصوف کے کئی سلسلوں میں بیعت و خلافت سے سرفراز ہوئے، وہ سلاسل یہ ہیں: سلسلۂ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، مداریہ، نقشبندیہ

مگر پوری عمر اپنے شیخ کیطرح سنتِ نبویہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں گذاری اور طریقۂ نقشبندیہ ہی کی متابعت کرتے رہ گئے۔ آخر اپنے شیخ کے حکم سے الہ آباد آکر مقیم ہو گئے اور پورے توکل و تفویض کے ساتھ ارشاد و ہدایت کی مسند سنبھالے رہے اور مخلوق کا مرجع بنے رہے۔ ایک ہزار اٹھاسی ہجری (۱۰۸۸ھ) میں الہ آباد میں ایک مسجد تعمیر فرمائی اور اس کا مادہ تاریخ "بقعۂ افضل" ہے اور آپکی خانقاہ کی تعمیر ۱۰۹۲ھ میں ہوئی جس کا تاریخی نام "مقام افضل" ہے۔

[مترجم :- اصل کتاب میں بناءِ مسجد کی تاریخ ۱۰۸۰ لکھی ہے۔ "ہشتاد و ہشت" کے بجائے صرف "ہشتاد" چھپا ہے، ہمارے خیال میں لفظ "ہشت" چھوٹ گیا ہے جبکہ "بقعۂ افضل" سے تاریخ (۱۰۸۸) نکلتی ہے۔ اس لئے ہم نے صحیح تاریخ درج کردی ہے۔

تصنیفات :- بیعت و ارشاد کی مشغولی کے باوجود آپ کی بہت سی کتابیں عربی اور فارسی زبان میں موجود ہیں۔ چند کے نام یہ ہیں (۱) شرح گلستاں (۲) شرح بوستاں (۳) شرح زلیخا (۴) تذکیر دلپذیر (۵) شرح فصوص الحکم جس کا پورا نام ہے شرح الفصوص علی وفق النصوص (۶) فتح الاغلاق (۷) ایک فارسی اور ایک عربی رسالہ جس میں فرعون کے ایمان و کفر کی بحث ہے (۸) شرح قصائد خاقانی / (۹) مثنوی معنوی کی شرح بنام سیر منظوم، اس کے علاوہ دوسری کتابیں جنکی مجموعی تعداد پچاس سے زیادہ ہوگی۔

وفات :- ستاسی یا بانوے سال کی عمر میں بروز جمعہ پندرہویں ذالحجہ ۱۱۲۴ھ (گیارہ سو بیس اور چار چوبیس ہجری) میں جاں آفرین کے مشاہدہ میں اپنی جان قربان کردی۔

مدفن اور مادہ تاریخ کان الشیخ قطبا ۱۱۲۴ھ سے آپکی تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے، مزار مبارک الہ آباد میں ہے۔

آپ کے بعد آپکے بھتیجے شاہ محمد یحیٰی عرف شاہ خوب اللہ آپکی مسند ارشاد پر سرفراز ہوئے۔

(۲۵-۴۵۵) شیخ محمد آفاق لکھنوی

تجرد کی زندگی بسر کرنے والے ایک عارف اور بلند ہمت محقق تھے، علوم ظاہرہ و باطنہ کی فضیلت سے آراستہ اور طریقت اور سچے مجاہدوں میں ثبات قدمی سے جمے رہنے والے بزرگ تھے، پٹنہ صوبہ بہار کے مضافات میں موضع تلاوہ کے بزرگوں کی اولادیں سے تھے، شروع میں مروجہ کتابیں شیخ وجہ الدین گوپاموی سے پڑھیں، پھر فقر وفنا کے کوچہ میں قدم رکھا تو نام ونمود، نفع نقصان، سب سے بے پرواہ ہوکر شیخ پیر محمد لکھنوی کی صحبت شریف سے مشرف ہوکر انھیں کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر بیعت ہوگئے لیکن ان کے علاوہ اس دور کے بہت مشائخ کی صحبت حاصل کی خصوصاً شیخ مجا مہرپوری کی بارگاہ سے علوم طریقت میں استفادہ کیا اور شیخ عبدالرسول بجھندوی جو شیخ مجاہد کے خلیفہ تھے انھوں نے رسالہ مصباح الطالبین فارسی میں لکھا تھا شیخ محمد آفاق نے اپنے پیر کے حکم سے اس رسالہ کو عربی میں منتقل کردیا۔ اس رسالہ میں طریقۂ قلندریہ کے تمام اذکار و اشغال اور مراقبے مذکور ہیں اور شیخ محمد آفاق نے ان تمام مجاہدوں پر عمل کرلیا تھا۔ الغرض شیخ پیر محمد قدس سرہٗ کی وفات کے بعد چند سال ان کے جانشین رہے، رسم ورواج کے تکلفات سے خالی اور عائلی زندگی سے بالکل علیحدہ رہے آپ کی قبر لکھنؤ میں ان کے شیخ پیر محمد کی پائینتی میں زیارت گاہ اور متبرک مقامات میں شمار ہوتی ہے۔

(۲۶-۴۵۶) حاجی محمد افضل سرہندی

ولد شیخ محمد معصوم ولد شیخ احمد مجدد الف ثانی، سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، کامل وعقلمند محدث تھے، ظاہری علوم کی تحصیل کے بعد شیخ حجۃ اللہ نقشبندی کے مرید ہوئے ان کے بعد شیخ عبدالاحد سے رجوع ہوئے جو شیخ احمد سعید کے خلیفہ تھے پھر حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور وہاں سے

بے شمار فیوض و برکات لیکر واپس ہوئے اور علوم دینی کی تدریس اور اسرار باطن کی تلقین میں مصروف ہو گئے، مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے آپ سے بھی سند حدیث حاصل کی ہے، آپ کو جو کچھ فتوحات اور ہدایا ملتے تھے سب کی کتابیں خرید کر وقف کر دیا کرتے تھے۔

وفات:۔ آپکی وفات گیارہ سو چھیالیس ہجری (۱۱۴۶ھ) میں ہوئی۔

(۴۵۷-۲۷) مولوی محمد اکبر کشمیری

اپنے وقت کے بڑے علماء میں سے تھے، جامع مسجد بمبئی کے مدرسہ محمدیہ میں تیس برس تک درس دیتے رہے، ملک کوکن میں اب بھی ان کے بہت سے شاگرد موجود ہیں، ان میں سے مولوی سید عبد الفتاح گلشن آبادی اور مولوی سید عماد الدین اور مفتی عبد اللطیف نامی و گرامی ہیں۔ ۱۲۷۲ھ (بارہ سو بہتر ہجری) میں رحلت فرما کر بمبئی کے بوری بندر میں مدفون ہوئے۔

(۴۵۸-۲۸) ملا محمد امین کشمیری

عقلمند متبحر، بہت درس و تصنیف والے تھے ملا عنایت اللہ شال اور ملا محسن وغیرہ علماء کشمیر آپ کے شاگرد ہیں، شرح تہذیب وغیرہ متداول کتابوں پر آپ کے حواشی اور شروح ہیں، ماہ رمضان المبارک لیلۃ القدر کے دن بارہویں صدی کے نویں سال (یعنی ۱۱۰۹ھ) وفات پائی۔ اللہ آپکی قبر کو نور سے بھر دے۔

(۴۵۹-۲۹) مولوی محمد امجد قنوجی

قنوج کے بڑے علماء اور عظیم فاضلوں میں سے ہیں مولوی علی اصغر قنوجی کے شاگرد، درس و تصنیف میں بہت مشغول رہتے تھے، علم حکمت کی مشہور مشکل کتاب صدرا پر آپ کا حاشیہ ہے انکی تاریخ وفات نہ مل سکی۔

(۴۶۰-۳۰) محمد بیرم خاں خانخاناں

مرزا جہان شاہ کی اولاد میں سے

ہیں عقل، سخاوت، سچائی، حسن بیانی، تواضع اور انکساری میں وافر حصہ کیوجہ سے ہمعصروں پر فوقیت لے گئے۔ شروع میں بابر بادشاہ کی خدمت میں درمیان میں ہمایوں بادشاہ کی ملازمت میں نشوونما پاکر خانخاناں کے خطاب سے سرفراز ہوئے اور اخیر میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی خدمت میں مزید القاب سے نوازے گئے، اپنی ذات سے درویش دوست، صاحبِ علم اور صاحبِ حال اور صحیح الفکر آدمی تھے ہندوستان دوسری مرتبہ انھیں کی حسن تدبیر سے فتح ہوا اور دنیا جہان کے فضلاء انکی علم دوستی کیوجہ سے ہر طرف سے انکی خدمت میں آتے اور سمندر جیسی سخاوت کے ہاتھوں سرسبز و شاداب ہوتے اور ان کے مرتبہ کا آسمان زمانہ کے اصحابِ فضل و کمال کا قبلہ اور انکی ذات عالی لوگوں کیلئے قابلِ فخر تھی لیکن جن لوگوں کے مزاج میں نفاق تھا ان لوگوں نے بادشاہ کے مزاج کو ان کے خلاف کردیا تھا؛ ناچار ہوکر اپنے متعلقین کے ساتھ حرمین شریفین کے قصد سے براہ ناگور گجرات کو روانہ ہوئے راستے میں کیکر کے درختوں کے پاس سے گذر رہے تھے کہ کانٹے میں پگڑی الجھ کر کھل گئی یہ ایک بدشگونی تھی جس سے بددل ہوگئے، حاجی محمد خاں نے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھ کر آپ کے قبض کو دور کیا ؎

خانۂ کعبہ کے شوق میں جب آپ بیابان طے کر رہے ہیں تو کیکر کا کانٹا لگنے سے اس شوق میں کیا فرق پڑ سکتا ہے اس میں غمگین نہیں ہونا چاہئے۔

جب گجرات کے مقام پٹن میں پہونچے تو ایک دن حوض سشش لنگ میں کشتی پر بیٹھ کر سیر کر رہے تھے نامبارک شخص جس کا نام مبارک خاں تھا اور اسکا باپ آپکے حکم سے قتل ہوچکا تھا بدلہ لینے کی سازش کرکے ملاقات کے بہانہ آیا اور آتے ہی خنجر کا وار کرکے آپ کو شہید کرڈالا۔ یہ واقعہ ۹۶۸ھ (نوسو اڑسٹھ ہجری) میں پیش آیا، پھر آپ کی وصیت کے مطابق آپکی ہڈیاں مشہد میں لے جاکر دفن کی گئیں "شہید شد محمد بیرام" سے ۹۶۸ھ

تاریخ شہادت نکلتی ہے۔

مزید اوصاف:۔ خانخاناں رقیق القلب آدمی تھا، اکابر و مشائخ کی باتوں کا معتقد انکی مجلس میں قال اللہ اور قال الرسول کے سوا دوسری باتیں نہیں ہوتی تھیں، سیکری میں ایک درویش خلوت گزیں تھے خانخاناں انکی زیارت کو گئے اور آیت کریمہ تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ کا مطلب پوچھا، درویش تفسیر نہیں جانتے تھے، خان خاناں نے خود ہی مطلب بتایا کہ" یا اللہ جس کو تو چاہتا ہے قناعت دے کر با عزت کرتا ہے اور جس کو تو چاہتا ہے سوال میں مبتلا کر کے ذلیل کر دیتا ہے۔

خانخاناں سے جمعہ اور جماعت کبھی نوبت نہ ہوتی تھی لیکن تفضیل کیطرف مائل تھے، حافظ محمد امین اور خطیب سے کہتے کہ امیر کرم اللہ وجہہ اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت چند تعظیمی کلمات اور بڑھا کر خطبہ دیا کریں۔ **لطیفہ:** ایک رات خان خاناں بیرم خاں بادشاہ سے گفتگو میں مشغول تھے اس وقت بیرم خاں کو اونگھتے دیکھ کر ہمایوں بادشاہ نے تنبیہ کی کہ میں تم سے گفتگو کرتا ہوں اس وقت اونگھنا مناسب نہیں خانخاناں نے کہا ہاں بادشاہ سلامت میں حاضر ہوں لیکن ایک بات میں نے سن رکھی ہے کہ بادشاہوں کے سامنے آنکھوں کو اور درویشوں کے سامنے دل اور عالموں کے سامنے زبان کو بہت محفوظ رکھنی چاہئے، اب میں حیرت میں ہوں کہ بادشاہ سلامت تو ایک وقت میں بادشاہ درویش، اور عالم تینوں ہیں تو میں کس کس عضو کو محفوظ رکھوں۔ بادشاہ کو یہ بات بہت پسند آئی اور بیرم خاں کو شاباشی دی۔ خان خاناں کا فارسی زبان میں ایک دیوان بھی ہے، جس میں منقبت امیر کرم اللہ وجہہ کے متعلق ایک قصیدہ کا مطلع ہے ۔

جس بادشاہ کا افسر نو آسمانوں سے آگے گذر گیا اگر وہ علی کا غلام نہیں تو اس کے سر پر خاک پڑے، بے پدر کی اولاد علی کی محبت کیسے کر سکتا ہے جس کی ماں کے پاؤں کو دوسرے آدمی کا ہاتھ پکڑ لے۔

(۴۶۱-۳۱) مولوی محمد جعفر سندیلی

ولد شاہ ولی اللہ ولد شاہ غلام علاء الدین ولد سید روح اللہ، سندیلہ کے مخدوم زادہ ہیں، مولوی اظہر علی سندیلی، مولوی وارث علی سندیلی اور مولوی فقیہ اللہ، مولوی انعام اللہ سندیلیاں اور مولوی تراب علی لکھنوی سے علم حاصل کیا، تدریس و تصنیف کی باری آئی کہ ۱۳ رمضان ۱۲۶۱ھ (بارہ سو اکسٹھ ہجری) کو لکھنؤ میں انتقال ہو گیا۔ نعش سندیلہ لاکر کریم باغ میں دفن کی گئی۔

(۴۶۲-۳۲) مولوی محمد جونپوری

یہ مولوی سخاوت علی عمری جونپوری مہاجر مکہ کے بڑے لڑکے ہیں والد محترم کے فیض تعلیم سے آپ کے سرو علم کو بالیدگی اور تازگی حاصل ہوئی، علم، فضل، زہد، تقویٰ، پارسائی، وعظ، افتاء، برجستہ گوئی، حاضر جوابی، پراثر تحریر و تقریر میں یکتائے زمانہ تھے۔ بیع کی تعریف میں جو تحریر انھوں نے لکھوائی وہ آپکی قابلیت کی داد دیتی ہے لیکن عین جوانی میں والد صاحب کی زندگی ہی میں جہان فانی کو چھوڑ کر ۲ر شوال ۱۲۷۳ھ میں روضۂ رضوان کو چلے گئے۔

(۴۶۳-۳۳) مولوی حکیم محمد جنید جونپوری

آپ مولوی سخاوت علی عمری جونپوری کے دوسرے فرزند ہیں، والد بزرگوار کے ساتھ ملک حجاز تشریف لے گئے اور والد کی زندگی بھر انھیں سے فیض حاصل کرتے رہے والد بزرگوار کے انتقال کے بعد جونپور آکر مولوی عبد الحلیم فرنگی محلی سے بقیہ علوم حاصل کئے جوان دنوں حاجی امام بخش جونپوری کے مدرسہ میں مدرس تھے پھر مفتی محمد یوسف فرنگی محلی کی خدمت میں فارغ التحصیل ہوئے۔ اس کے بعد فن طبابت کو حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوئے اور حکیم اولاد علی کے ساتھ کبھی کبھی مطب میں بیٹھتے اس طرح اس فن میں بھی کمال و مہارت حاصل کرلی اس کے باوجود تدریس

و تذکیر اور طلبہ کی امداد میں بھی لگے رہتے اور مریضوں کا علاج بھی کیا کرتے اور عین جوانی میں ۱۲۸۱ھ میں رحلت فرما گئے اور اپنے پیچھے ایک لڑکا چھوڑ گئے جن کا نام محمد معروف تھا وہ صاحبزادہ جناب مولوی عبداللہ ساکن چھپرا کی خدمت میں تحصیل علم کے لئے پہنچے اور وہاں سے فارغ التحصیل ہوئے اللہ انکو زندہ سلامت رکھے۔

(۴۶۴-۳۴) قاضی محمد جمیل، یا محمد جمیل برہانپوری

عالم کامل اور عظیم فاضل تھے، حیدرآباد کے مدرسہ میں مدرس تھے ۱۲۷۴ھ (بارہ سو چوہتر ہجری) میں رحلت فرمائی۔

(۴۶۵-۳۵) مولوی محمد حامد فرنگی محلی

یہ مولوی احمد کے لڑکے اور جانشین تھے ۱۲۸۳ھ میں جب وفات پا گئے تو انکی جگہ مولوی برہان الحق کے صاحبزادہ مولوی لمعان الحق سجادہ نشین ہوئے

(۴۶۶-۳۶) شیخ محمد حسن جونپوری

ابن شیخ حسن بن طاہر جونپوری اپنے زمانے کے بڑے عارف، صاحب حال و قال ہونیکے ساتھ صوری مظاہر سے بھی تعلق رکھتے تھے اپنے والد صاحب کیطرف سے سلسلۂ چشتیہ کی نسبت رکھتے تھے لیکن خود آپ کا ربط سلسلہ عالیہ قادریہ کے ساتھ ایسا مضبوط تھا کہ دوسری نسبت دب گئی تھی، حرم مدینہ منورہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں معتکف رہ کر مین کے مشائخ قادریہ سے بیعت و اجازت حاصل ہوئی۔ آپ کے خوارق بہت مشہور ہیں ان میں سے ایک یہ کہ حجرہ میں مجاہدہ ریاضت کرنیکے بعد جب حجرے سے باہر آتے تو جو کوئی آپکی طرف نگاہ ڈالتا خواہ ہندو ہو خواہ مسلمان بے ساختہ اللہ اکبر کی صدا لگاتا ان کے مریدان بھی بہت تھے اور انکی کتابیں اور ان کے رسالے بھی بہت ہیں۔ آپکی پیدائش تو جونپور میں ہوئی مگر آپکی اقامت آگرہ میں

رہی اور وفات ۲۷ رجب ۹۴۴ھ دہلی میں ہوئی اور بجی منڈل کے نیچے اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن ہوئے قدس سرہ۔

ملا محمد حسن (۷۶۴-۷۲)

ابن قاضی غلام مصطفٰے بن ملا محمد اسعد جو ملا قطب الدین الشہید السہالوی کے بڑے لڑکے تھے، ملا قطب الدین کے لڑکے ملا نظام الدین کے شاگرد ہیں، ذہانت اور ذکاوت میں اپنے تمام بھائیوں سے بڑھکر تھے، معقولی و منقولی بحثوں کی تحقیق کرنے میں کوئی انکی ہمسری نہیں کر پاتا تھا سبق بھی خوب پڑھاتے اور کتابیں بھی خوب لکھتے (۱) مسلم الثبوت کی مبادی الاحکام تک شرح لکھی، اس کے علاوہ (۲) معارج العلوم منطق میں (۳) غایۃ العلوم علم طبعی میں (۴) شرح ہدایۃ الحکمۃ صدر الدین کا حاشیہ (۵) شمس بازغہ کا حاشیہ (۶) زواہد ثلثہ کے حواشی (۷) سلم العلوم کی شرح جو کہ ملا حسن ہی سے مشہور ہو گئی۔ یہ سب عمدہ کتابیں ہیں۔ دہلی سے لوٹنے کے بعد فرنگی محل لکھنؤ میں رہ کر کچھ تعلیم دینی شروع کی لیکن فضا ان کے موافق نہ تھی تو وطن میں رہنا نامناسب سمجھ کر نواب فیض اللہ خاں حاکم روہیل کھنڈ کے دور میں روہیل کھنڈ میں مسافرانہ داخل ہوئے پھر رام پور چلے گئے اور محلہ موسومہ میں ایک مدرسہ قائم کر کے یہیں رہ پڑے اور ایک معمولی خاندان میں نکاح ثانی کر لیا جنکے شکم سے مولوی عبداللہ اور عبدالرزاق ہیں جنکی اولاد اب بھی رام پور میں موجود ہے پھر انکی تیسری بیوی موضع صفی پور کی لڑکی تھیں جن سے ایک لڑکا غلام دوست محمد پیدا ہوئے پھر ان کے لڑکے مولوی غلام یحیٰی، مولوی غلام محمد، مولوی غلام زکریا بنارس میں مقیم ہیں اور انگریز سرکار کیطرف سے اونچے عہدوں پر فائز ہیں۔ الحاصل ملا حسن کی وفات رام پور میں ہوئی، وہیں مدفون بھی ہیں لیکن تاریخ وفات ہم کو نہ مل سکی۔ ان کے شاگردوں میں مولوی محمد مبین لکھنوی اور مولوی عماد الدین لبکنی مشہور رہیں۔

(۴۶۸ - ۳۸) مولوی محمد حیدر لکھنوی

ابن ملا محمد مبین ابن ملا محب اللہ فرنگی محلی۔ اپنے والد بزرگوار سے علم حاصل کرکے درس و تدریس میں مشغول ہوئے اور مخلوق کو ہدایت اور وعظ و پند کیا کرتے تھے، شاہ نجابت اللہ مرحوم سے دست بیعت تھے اور اپنے والد صاحب ہی کی طرح خلائق میں مقبول تھے اور نواب سعادت علی خاں کی سرکار سے تین روپیہ یومیہ جیب خرچ پاتے تھے، بیت اللہ کے حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے، سفر کی تمام تکالیف کاٹ کر ۲ر جمادی الاولیٰ ۱۲۴۰ھ (بارہ سو چالیس ہجری) کو مکہ معظمہ پہونچے اور سید یوسف بطاح اور شیخ عمر مکی سے صحیحین پڑھ کر جمادی الثانیہ کے مہینہ میں مدینہ طیبہ کی روانگی کا سامانِ سفر مرتب کیا اور اس وقت کے وہاں کے علمار کرام سے حدیث کی سند حاصل کی پھر ماہِ شعبان کے آخر میں مکہ معظمہ واپس ہوئے اور راستہ میں ہی قرآن مجید حفظ کر ڈالا تھا جس کو ماہ رمضان میں بیت اللہ شریف کے اندر پڑھتا پھر ارکانِ حج کی ادائیگی کے بعد ۲۷ر ویں ذی الحجہ سنہ مذکور مکہ معظمہ سے گھر کیلئے روانہ ہوئے، بے انتہا پریشانی اٹھا کر انیس۱۹ دن بعد بمبئی پہونچے پھر وطن آتے ہوئے ایک تقریب میں حیدر آباد پہونچے تو نواب نظام کی سرکار سے ان کا ماہانہ ایک ہزار روپیہ وظیفہ مقرر ہوا، آپ کے دو پوتے مولوی ظہور حسن اور مولوی افضل حسن اب بھی حیدر آباد دکن میں موجود ہیں اور نظام سرکار سے چار ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیر پاتے ہیں۔ (ماخوذ از اغصانِ اربعہ)

(۴۶۹ - ۳۹) شیخ محمد حیات سندھی

علمائے ربانی اور محدثینِ عظام میں سے عالم باعمل گذرے ہیں۔ آپ کے والد صاحب عادل آباد سندھ کے اطراف میں سے چاچر قبیلہ کے تھے، ان کا نام ملا فلاریہ تھا شیخ محمد حیات ابتداء جوانی ہی میں وطن سے نکل کر

حرمین شریفین چلے گئے تھے، مناسکِ حج ادا کرکے مدینہ طیبہ گئے اور وہیں مقیم ہو گئے، گذارے کا کوئی ذریعہ بجز توکل کے حاصل نہیں کیا اور اسی حالت میں تحصیل علمِ دین میں لگ گئے اور مولانا ابوالحسن سندھی (مدنی المسکن) کی شاگردی اختیار کرکے ان کے بابرکت فیوض سے چمک اٹھے، اور حدیث کی اجازت مولانا عبداللہ بن سالم بصری سے پائی، اور اپنی عمر کا پورا سرمایہ حدیثِ نبوی کی تعلیم دینے میں خرچ کر ڈالا۔

وفات :- ۲۶ صفر الخیر ۱۱۶۳ھ (گیارہ سو تریسٹھ ہجری) چہار شنبہ کو روح مبارک خاکدانِ تیرہ کو چھوڑ کر باغ رضواں میں جا بسی اور جسد خاکی موضع پاک جنت البقیع کے حوالہ ہوا، اللہ تعالےٰ آپکو حسنات سے نوازیں۔

لغات :- فلاریہ میں فا کو زبر ہے یہ سندھی نام ہے۔ چاچڑ دونوں چ کو زبر بیچ میں الف، آخر میں بلا نقطہ والی زا ر۔ ملک سندھ میں ایک قوم اور قبیلہ ہے۔ عادل آباد بھکھر کے پاس ایک چھوٹا سا شہر ہے۔

(۴۰-۴۷) مولوی محمد رضا لکھنوی

مولوی عبدالقادر لکھنوی کے چھوٹے صاحبزادہ، شروع شروع میں شیخ پیر محمد لکھنوی اور اپنے بڑے بھائی قاضی محمد وارث سے پڑھنے لگے تھے علمِ ضروری سے فارغ التحصیل ہو کر تصفیہ باطنی میں مشغول ہوئے، چلے کھینچے بڑی بڑی ریاضتیں کیں اور مشکل اشغال میں خوب محنت اٹھائیں، اسفار برداشت کرکے فقراء و مشائخ کی بارگاہ میں جاتے اور جنگلوں، بیابانوں میں خالق کی عبادت میں مشغول رہتے آخر بے سروسامانی کا توشہ لے کر قدم ہمت سفر حجاز پر براستہ خشکی رکھا اور حرمین شریفین کی زیارت کی دولت سے مالا مال ہو گئے پھر ملک مصر روانہ ہوئے اور ۲۲ رمضان ۱۱۰۷ھ کو وہیں وقت آخر آگیا مر کر وہیں دفن ہوئے۔

(۴۷۱-۴۱) ملاّ محمد رضا سہالوی

ملا قطب الدین شہید کے چوتھے لڑکے ہیں والد صاحب کی شہادت کے بعد بڑے بھائی ملا نظام الدین سے تعلیم و تربیت پائی اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد مسندِ درس برادر مکرم کے پہلو میں لگایا اور طلبہ کو پڑھانے لگے، سید شاہ عبدالرزاق بانسوی سے بیعت ہوکر مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے، روضۂ اطہر کی زیارت کے بعد حج کیا اور بغداد آگئے اور وہیں آخری وقت بھی آگیا۔ تقبلہ اللہ تعالیٰ۔

(۴۷۲-۴۲) شیخ محمد رفیقی کشمیری

ابن مصطفیٰ بن معین الدین رفیقی کشمیری، آپکی کنیت ابوالرضا تھی ۱۲۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ فقیہ، محدث، صوفی مشرب، مفسر تھے عقلی و نقلی دونوں علموں کو اپنے نانا جان سے پڑھا تھا یعنی مقیم السنہ ٹوپی گر سے اور اپنے ماموں علامہ نورالہدیٰ ٹوپی گر سے اور علم حدیث اپنے چچا اور والد بزرگوار سے اور کتاب عوارف نعمت اللہ بن رضا ٹوپی گر سے اور آپ سے بہت فیض پہونچا اور کافی لوگ آپ سے ظاہر و باطن کا علم لینے والے ہوئے اور علم تصوف میں کچھ کتابیں آپکی تصنیفی یادگار ہیں۔

وفات:۔ چہار شنبہ ۱۶ رجمادی الاخریٰ ۱۲۸۰ھ تیرہویں صدی کے اٹھائیسویں سال۔

(۴۷۳-۴۳) میر محمد زاہد ہروی

ولد قاضی محمد اسلم ہروی کابلی آپ ہندوستان ہی میں پیدا ہوئے اپنے والد اور دیگر علماء ہند سے علوم حاصل کئے، ذہن تیز، سوجھ درست، مزاج تحقیقی تھا اسلئے تحقیق و تدقیق میں اپنے ہم عصروں پر فائق رہتے تھے، مقامی اور باہر سے آنیوالے علماء کے نزدیک آپ خاص مقام کے مالک تھے، شاہ جہاں بادشاہ نے آپ کو کابل کے واقعات لکھنے کے منصب پر مقرر کیا تھا، پھر عالمگیر کے دور میں آپ اردوئے معلّیٰ کے کوتوال ہوئے، پھر آپکی خواہش کے مطابق عالمگیر بادشاہ نے آپکو

کابل کی صدارت پر مامور کیا اور اس پر اپنی ڈیوٹی بحسن وخوبی انجام دینے کے ساتھ علمی فائدہ پہونچانے میں بھی برابر مشغول رہے۔

تصانیف غرّا:- آپکی روشن متین تصنیفات میں سے شرح مواقف، حاشیہ شرح تہذیب علامہ دوانی، رسالہ تصور وتصدیق تصنیف کردہ ملا قطب الدین رازی کا حاشیہ، شرح ہیاکل کا حاشیہ مشہور ہیں۔

وفات:- سنہ ۱۱۰۱ھ (گیارہ سو ایک ہجری میں) بمقام کابل فوت ہوئے۔

(۴۴-۴۷) مولوی محمد باقر مدراسی

تخلص آگاہ تھا اصل باشندہ بیجاپور کے تھے، ویلور میں سنہ ۱۱۵۸ھ بارہویں صدی ہجری کے اٹھاونویں سال پیدا ہوئے اور مدراس میں نشو ونما پائی۔ مولانا سید ابوالحسن قربی سے علوم ظاہر حاصل کئے، عجیب علوم کے عالم اور انوکھے فنون کے ماہر تھے، شعرگوئی اور علم ادب میں ید طولی رکھتے تھے لوگ کہتے ہیں کہ شافعی المذہب تھے۔ مدراس، کرناٹک وغیرہ کا علاقہ آپ کے ظاہری وباطنی فیوض سے پُر ہے سنہ ۱۲۲۰ھ (بارہ سو بیس ہجری) کے ماہ ذی الحجہ کی چوبیسویں کو رحلت فرما کر مدراس میں دفن ہوئے۔ **فائق تصنیفات** نمبر۱ تنویر البصیر، نمبر۲ نفائس النکات نمبر۳ القول المبین، نمبر۴ الدر النفیس، نمبر۵ عربی اشعار کا دیوان النفحۃ العنبریہ نمبر۶ کشف الغطاء نمبر۷ اتحاف السالک، نمبر۸ جلاء البصائر، نمبر۹ تبیین الانصاف، نمبر۱۰ النقول البدیعہ، نمبر۱۱ الحجۃ البدیعہ، نمبر۱۲ ریاض الجنان، نمبر۱۳ روضۃ الاسلام وغیرہ۔

(۴۵-۴۷۵) مولوی محمد زماں خاں شاہجہانپوری

فضائل وکمالات کے جامع، قرآن وحدیث پر کاربند، سنتوں اور نیکیوں کو زندہ کرنے والے: بدعتوں اور شرک کو مٹانے والے، ابو رجاء محمد زماں خاں، اللہ انکو رحمت و

غفران میں ڈھا نپے، حیدرآباد کے مدرسہ میں استاد تھے موجودہ نظام صاحب سیّد محبوب علی خاں بہادر بھی آپ کے شاگرد تھے۔ آپکو فرقہ مہدویہ سے سخت عداوت تھی فرقہ مہدویہ سید محمد جونپوری کا پیرو ہے جس نے اپنے کو مہدی بتایا تھا اس کے پیروان زیادہ تر ملک ڈھونڈھار، گجرات، حیدرآباد میں پائے جاتے ہیں یہ لوگ تمام اسلامی فرقوں سے سخت نفرت رکھتے ہیں اور اپنے مخالف کو جان سے مار ڈالتے ہیں، اس گمراہ فرقہ کا حیدرآبادی سردار عالم میاں مہدوی تھا جس کا اصل نام سید عیسیٰ بتلاتے ہیں اس نے کچھ رسالے اپنے باطل معتقدات میں اور مذاہب کی تردید میں، اسی طرح ابن حجر مکی کے فتوی کی تردید میں لکھے۔ ۱۲۸۲ھ میں ایک سال کے بعد چھپوا کر ہندوستان کے مختلف گوشوں میں بھیجا اور پھیلایا اور اس کو ایک سال پہلے کا قرار دیا، پھر کچھ اپنے باطل عقیدوں کو دوسرے رسالوں میں لکھکر حیدرآباد کے قاضی دلاور علی کی خدمت میں اس مضمون کی درخواست کے ساتھ پیش کیا ہم نے یہ رسالے محض حق معلوم کرنے کیلئے لکھے تھے اور ایک سال گذر گیا اطراف ہند کے علماء بالکل خاموش ہیں کوئی جواب دینے کیلئے نہیں اٹھا لہٰذا آنجناب سے درخواست کرتا ہوں کہ ان رسالوں میں اگر کوئی غلطی ہو تو براہِ کرم ہمکو مطلع کیا جائے تاکہ ہم اس سے رجوع کریں، اور اگر صحیح ہوں تو ہمارا التعاون کیا جائے اور ہم کو قانونِ تحفظ دیا جائے (ان رسائل کے نام یہ تھے: کشف الحجب[1]، دلیل متین[2]، ردشبہات الفتاوی[3] جس میں ابن حجر مکی کے فتاویٰ کی تردید تھی، ان سب کا جامع رسالہ معارضۃ الروایات[4]) حاکم دارالقضاء قاضی دلاور علی نے اسی بدباطن کے ہاتھوں اس درخواست کو مع اس کے تالیف کردہ رسائل کے جناب مولوی محمد زماں خاں صاحب کے پاس بھیجدیا، مولوی صاحب باوجودیکہ جنگ وجدال سے دور رہتے تھے مگر حمیت اسلامی اور غیرت دینی کے جذبہ سے ان رسائل کی تردید کیلئے اپنے حقیقت نگار قلم کو جنبش

دی اور ایسی مدلل تردید کر ڈالی کہ فرقۂ مہدویہ انگشت بدنداں رہ گیا اور ان باطل دعوٰں کی دھجی ایسی بکھری کہ کسی سے اس کا جواب نہ بن پایا، عالم میاں نے سوچا کہ مولوی صاحب کو قتل کرادے چنانچہ اس نے اپنے معتقدین میں یہ اعلان کرا دیا کہ جو کوئی مولوی محمد زمان کو قتل کردے گا اس کو میں جنت میں دو مکان مروارید کا اور چار درخت کھجور کا دیدوں گا یہ بیوقوف بنانے والا اعلان سن کر ایک بائیس سال کا مہدوی جوان اس کرتوت کیلئے تیار ہو گیا اور مولوی صاحب کو قتل کرنے کی گھات میں لگا رہا۔ ایک دفعہ نواب مختار الملک بہادر (اس وقت کے فرماں روا) کو کلکتہ جانا تھا جہاں وائسرائے ہند (پرنس آف ویلز) سے ملاقات کرنی تھی جب نواب صاحب حیدر آباد میں نہیں تھے اور شہر بیدار مغز حاکم سے خالی تھا تو شام کے وقت یہ جوان بدبخت مولوی صاحب کے پاس گیا، آپ اپنی مسجد میں حسبِ معمول تلاوت میں مشغول تھے، نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد دو زانو بیٹھ کر تلاوت شروع کر چکے تھے، یہ شقی القلب پہونچا اور مولوی صاحب کو سلام کیا پھر پیچھے سے آپکو چھرا گھونپ دیا آپ کا سر مبارک مصحف شریف پر گرا اور آپ شہید ہو گئے اور آپ کا خون قرآن پاک کی اس آیتِ مبارکہ "فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ" پر گرا۔ یہ واقعہ ۶ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ (بارہ سو بانوے ہجری) روز منگل کا ہے۔ قاتل اپنا کام پورا کر کے فرار ہو گیا تھا اور اس کا کہیں پتہ نہیں چل سکا۔ مہدیوں کے سردار نے انگریزی سفارت سے ایک محل خریدا (شاید جس محل کے دینے کا وعدہ کیا تھا وہ یہی کوٹھی تھی)

آں محترم کے جنازہ پر اس قدر کثیر مسلمانوں کا مجمع تھا کہ متفرق طور سے ۱۴ مرتبہ چودہ جماعتوں نے نماز جنازہ پڑھی اور آپ کے مدرسہ ہی کے صحن میں حیدر آباد میں دفن کئے گئے۔ اس زمانے کے شاعروں نے اس واقعہ کو منظوم بیان کیا جس میں تاریخی قطعے بھی تھے۔ مکرمی محمد عبد الرحمن خاں شاکر مالک مطبع نظامی نے یہ قطعہ کہا ؎

محمد زماں خاں زحکم قضا | بہ بحر شہادت چو شد آشنا
تقدیر کے فیصلہ سے محمد زماں خاں | جب شہادت کے سمندر میں تیرے
ہمیں مصرعہ سال شاکر نوشت | عبائی شہادت زحق شد عطا
۹۲ ۱۲ھ
شاکر نے یہ مصرعہ سال تاریخ کیلئے لکھا | شہادت کی عبا رحق سے عطا ہوئی

انھیں کا یہ مصرعہ بھی ہے : بگو چوں علی شد بمسجد شہید

اور جناب منشی عنایت حسین صاحب نے اس واقعہ کو یوں منظوم کیا ہے

بروں رفت از جسم چوں جان جاں | عنایت بگو شد چو عثماں شہید
محبوب کی جان جب جسم سے نکل گئی | عنایت بولو کہ عثمان کی طرح شہید ہوگئے

{مترجم : ان دونوں مصراعوں سے کسطرح تاریخ نکلتی ہے ہمکو معلوم نہیں، تاریخ گو حضرات غور کرلیں کیونکہ اول مادہ سے نوسو انتیس اور دوسرے سے بارہ سو تیرالیے سے بصنعت تخرجہ کیسے بارہ سو بیانوے ہوگا، ہم کو معلوم نہیں}

شیخ محمد سعید سہرندی (۴۷۶ - ۴۶)

ابن مولانا شیخ احمد مجدد الف ثانی ولد عبد الاحد سہرندی، ان کا لقب خازن الرحمۃ تھا، بڑے عقلمند، متبحر، فقیہ، محدث تھے، ظاہری اور باطنی علوم اپنے والد ماجد سے سیکھے تھے، مشکوٰۃ المصابیح کا حاشیہ تحریر فرمایا۔ ۱۰۷۰ھ ہجری میں وفات ہوئی۔

مُلا محمد سعید سہالوی (۴۷۷ - ۴۷)

آپ ملا قطب الدین شہید سہالوی کے دوسرے فرزند ہیں، والد محترم کی شہادت کے بعد اپنی درخواستِ مظلومی کا استغاثہ لیکر فریادرسی کے لئے ملک دکن جناب محی الدین اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کی خدمت میں گئے اور وہاں سے شہر لکھنؤ کے مشہور محلہ فرنگی محل کی معافی کا فرمان حاصل کرکے لکھنؤ آئے اور نزول کے زمین داروں کے ذریعہ فرنگی محل پر قبضہ کرکے ملا قطب الدین شہید کے تمام فرزندان کو وہاں بسایا۔

پھر کئی بار معافی کے فرمان کی توثیق کیلئے ملک دکن گئے آخر تمام کاغذات بحفاظت کرکے فرنگی محل بھیجدیا اور خود مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہاں جسمانی بیماریوں کے ہجوم کیوجہ سے وہیں ملک عدم کو سدھارے ہوئے۔

نزول:۔ لکھنؤ کے اہلِ دفتر کی اصطلاح میں ان جگہوں کو کہا جاتا ہے جو لاوارث ہونیکی وجہ سے سرکاری ملک ہو جاتی ہے۔

(۴۸-۴۷۸) مولانا محمد سعید بدایونی

ابن محمد شریف بن محمد شفیع بدایونی، آپ وقت کے بڑے عالم اور کامل اولیاء اللہ میں سے تھے، شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی سے بیعت تھے جنکا مزار پر انوار دہلی میں ہے، انھیں کے ظاہری و باطنی فیض سے کامران ہوئے۔

وفات:۔ ۴ ذی قعدہ ۱۱۵۷ھ میں رحلت ہوئی، آپ کے پیچھے دو لڑکے آپ کے خلف الصدق ہوئے۔ ایک مولوی محمد لبیب دوسرے مولوی عبد الحمید قدس اللہ سرہ السامی۔

(۴۹-۴۷۹) حکیم محمد سرور ساکن احمد آباد نارہ

آپ کا تخلص سرور تھا نعت گو شاعر تھے، آپ حکیم حضور احمد کے لڑکے ہیں، سلیم الطبع، درست ذہن رکھتے تھے رواجی علوم اسی کاتب سطور (رحمان علی) سے حاصل کئے تھے، آپکے اکثر اشعار نعتیہ ہوتے تھے۔ حضرت اویس قرنی کے قصہ کو منظوم لکھا تھا اور فتوح الشام کو بحر متقارب میں لکھ رہے تھے کہ وقت موعود آپہونچا اور ۱۲۹۴ھ میں رحلت فرما گئے، ان کے منظومات کے خاتمہ میں ایک نعت ہے جس میں شیخ سعدی کے ایک شعر پر تضمین کرکے مسدس بنا دیا ہے اس کا ترجمہ اگلے صفحہ پر لکھا جاتا ہے جس سے آپ کے عشق نبوی کا پتہ چلتا ہے۔

اے خدا کے نور آپ تو عجیب حسین ہیں　　عالمین کے واسطے رحمتِ الٰہی ہیں
زمین اور زمان کے محبوب ہیں　　اللہ اللہ آپکی پیشانی چاند کیطرح کتنی حسین ہے

اگر ہمارے سر اور آنکھوں پر تشریف لائیں
تو اے نازنیں ہم آپکا ناز برداشت کرینگے

اولین کے علوم سے واقف کار ہیں　　اور آخرین کے رازہائے سربستہ کے جانکار ہیں
یقین کی آنکھ کیلئے آپ سرمہ ہیں　　اے مکی و مدنی آقا گڑیوں جیسے حسین

اگر ہمارے سر اور آنکھ پر تشریف رکھیں۔
تو ہم آپکا ناز برداشت کرینگے کیونکہ آپ ناز والے ہیں

آپکے مبارک گیسو رات کیطرح کالے ہیں　　اور آپ کا مبارک چہرہ سورج کی تفسیر ہے
آپکے ابرو نون کیطرح گول ہیں　　اے عزت و توقیر کے آسمان کے سورج

اگر آپ ہمارے سر اور آنکھ پر تشریف رکھیں
تو ہم آپکا ناز برداشت کرینگے کیونکہ آپ ناز والے ہیں

اے سرکار آپ دونوں عالم کی تخلیق کا سبب ہیں　　اور حضرت آدمؑ اور نوحؑ کیلئے موجبِ فخر ہیں
رب اکرم کے منظور نظر ہیں　　آپ زخمی سینہ کے لئے مرہم ہیں

اگر آپ ہمارے سر اور آنکھ پر تشریف رکھیں
تو ہم آپ کا ناز برداشت کرینگے کیونکہ آپ ناز والے ہیں

اے دوستی کی آنکھ کا سرمہ!　　اے تمنا کے چہرہ کا غازہ!
تماشا کی آنکھ آپکی طرف لگی ہے　　آپ بھی ذرا نگاہِ کرم کھولئے

اگر آپ ہمارے سر اور آنکھ پر تشریف رکھیں
تو ہم آپکا ناز برداشت کرینگے کیونکہ آپ ناز والے ہیں

اے نور کی محمل کے ہودج نشیں　　اے شعلہ طور کی روشنی کی شمع

آپ کے نور سے تو سارا عالم بھرا ہے اے حور کی دونوں آنکھوں کی پتلی

اگر آپ ہمارے سر اور آنکھ پر تشریف رکھیں

تو ہم آپ کا ناز اٹھائینگے کیونکہ آپ ناز والے ہیں

اے مکمل ناز والے آپکی زلف مبارک جانباز عاشقوں کیلئے آزمائش کی زنجیر ہے

آپ کے سامنے طناز کے تمام معشوق اسی ترانہ کی دھن پر مگن ہیں

گر بر سر و چشم من نشینی

نازت بکشم کہ نازنینی

آپکی زلف مبارک اس سرور کی جان کیلئے آزمائش ہے + آپکا درد سرور کی جان کیلئے درماں ہے

آپکی محبت ہی سرور کا نام و نشان ہے آپ کا اسم مبارک سرور کی زبان کا وظیفہ ہے

اگر آپ ہمارے سر اور آنکھ پر تشریف رکھیں

تو ہم آپکا ناز اٹھائینگے کیونکہ ناز آپ ہی کو زیبا ہے

(۵۰-۴۸۰) اوستاذی مولانا محمد شکور مچھلی شہری

ابن شیخ امانت علی جعفری، معقولات اور ادب میں مولانا رشید الدین خاں دہلوی کے شاگرد تھے اور علم حدیث اور تفسیر مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی سے حاصل کئے تھے، ہمیشہ انگریزی سرکار سے اونچے عہدوں پر فائز رہے جس زمانہ میں فتحپور ہنسوہ میں رونق افروز تھے اس وقت آپ صدر الصدور کے عہدہ پر ممتاز تھے اور راقم الحروف کو اسی زمانہ میں آپکی جوتیاں سیدھی کر کے آپ کے تلمذ کا شرف حاصل ہوا تیرہویں صدی کے ساٹھویں سال ۱۲۶۰ھ میں آپ ریٹائرڈ ہو کر وظیفہ یاب ہوئے اور وطن مچھلی شہر پہونچے تو یہ کاتب الحروف بھی آپ کے ساتھ ساتھ مچھلی شہر آگیا اور جناب عالی کی خدمت میں متوسطات تک پڑھی۔ مولانا موصوف

پوری عمر تعلیم دیتے رہے، درسی کتابیں اسقدر ازبر تھیں کہ بلا کتاب دیکھے چہل قدمی کرتے کرتے سبق پڑھا دیتے تھے، تالیف و تصنیف کیطرف متوجہ نہیں ہوئے دو دفعہ حرمین شریفین کی زیارت کی سعادت ملی۔

وفات - ۲۱ رویں ذی الحجہ منگل کے دن ۱۳۰۰ھ (تیرسو ہجری) میں عالم ناپائدار سے عالم بقا کو روانہ ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی ولادت ۱۲۱۱ھ میں ہوئی، اس حساب سے آپکی عمر ننانوے (نو دو نہ سال) پہونچی ہوگی۔ لفظ "تاریخ" (۱۲۱۱ھ) آپکی ولادت کا سال نکلتا ہے۔

[مترجم: ہمارے حساب سے عمر شریف نواسی سال ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ "سیزدہ صد" سال وفات میں جو لکھا گیا ہے اس میں کچھ چھوٹ گیا ہو لیکن اس نسخہ میں یہی ہے اگر "سیزدہ صد و دہ ہجری" ہوتا (۱۳۱۰ھ) تو نو دو نہ سال عمر شریف ہوتی واللہ اعلم}

(۴۸۱-۵۱) مولوی محمد شبلی اعظم گڈھی

رسالہ اسکات المعتدی فی انصات المقتدی کے مصنف اور حل الغمام وغیرہ کے مؤلف، آپنے تمام متداول درسی کتابیں مولوی محمد فاروق عباسی چریاکوٹی سے پڑھیں، اسوقت علی گڈھ کے مدرسۃ العلوم میں مدرس اول کے عہدہ پر فائز ہیں۔ اللہ آپ کو زندہ سلامت رکھے۔

تصنیفات:- (۱) المامون: بغداد کے عباسی خلیفہ مامون الرشید کے زمانہ کی تاریخ۔ (۲) الجزیہ: جزیہ کی حقیقت کا بیان ہے۔ (۳) گذشتہ تعلیم: جس میں ان علوم کا بیان ہے جنکو اہل اسلام نے عہد سلف میں مدون کیا ہے اور اس میں پرانے مدارس کا نام ہے۔ (۴) صبح امید: اسلام کی موجودہ حالت کا بیان۔ (۵) سیرۃ النعمان: امام ابو حنیفہؒ کی سوانح عمری ہے۔ (۶) عربی و فارسی قصائد و غزلیات۔

(۴۸۲-۵۲) مولوی محمد شبلی جونپوری

مولانا سخاوت علی جونپوری

کے تیسرے فرزند، آپکی پیدائش ۲۵ رشعبان المکرم ۱۲۶۳ھ (بارہ سو تریسٹھ ہجری) میں ہوئی۔ والد محترم کی ہجرت کے وقت نہایت کم عمر تھے اس لئے ساتھ میں مکہ معظمہ نہ جا سکے اور اپنے نانا جناب قاضی ضیاء اللہ صدر الصدور کی آغوش تربیت میں نہایت ناز و انداز سے پرورش ہوئی، جونپور میں جناب حافظ نعمت اللہ صاحب سرائمیری سے قرآن مجید حفظ کیا پھر عربی تعلیم حاصل کرنے میں مشغول ہوئے، علم نحو اور صرف کی مختصر کتابیں مفتی محمد یوسف فرنگی محلی کے شاگردوں سے پڑھیں پھر تھوڑے ہی دنوں میں درس نظامی کی تمام کتابیں نہایت تحقیق و تدقیق سے مفتی صاحب کے سامنے گذار دیں اور مفتی صاحب نے اپنے دستخط خاص سے فضیلت کی سند عنایت فرمائی اس کے بعد کتب حدیث کی اجازت مولوی سید نذیر حسین، شاگرد مولوی محمد اسحٰق دہلوی سے حاصل کی پھر ۱۲۸۶ھ (بارہ سو چھیاسی ہجری) میں اپنے نانا اور مربی جناب قاضی ضیاء اللہ صاحب کے ساتھ زیارت حرمین شریفین کو گئے اور وطن لوٹنے پر اپنے والد بزرگوار کی جگہ مسند تدریس کو زینت بخشی اور مدرسہ قرآنیہ جامع جونپور کے طلبہ کی خبرگیری اور مخلوق کو وعظ و تذکیر کرنے میں مشغول ہو گئے۔ اللہ انکو سلامت رکھے اور انکو دلی مراد تک پہنچائے۔

(۴۸۳-۵۲) مولوی محمد شفیع بدایونی

آپ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے عہد سلطنت میں ایک عظیم عالم تھے، آپ کا سلسلۂ نسب امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفانؓ سے جا ملتا ہے، سلسلۂ نسب یہ ہے: مولوی محمد شفیع ابن شیخ مصطفٰی بن عبد الغفور ابن عزیز اللہ بن کریم الدین بن قاضی محمد بن شیخ معروف بن شیخ ودود بن عبد الشکور بن محمد راجی بن قاضی سعد الدین بن قاضی القضاۃ رکن الدین جن کا لقب شمس الحق تھا ولد قاضی دانیال ابن شیخ شہید بن شیخ ابراہیم بن شیخ اسحٰق ابن عبد الکریم بن شیخ شریف ابن نور اللہ ابن عبد الحی بن شیخ محمد فردوس بن شیخ انیس بن شیخ رافع بن شیخ

عبدالکریم بن عبدالرحیم بن عبدالرحمن بن ابان بن سیدنا عثمان بن عفان الاموی القرشی
رضوان اللہ علیٰ من اتبع الہدیٰ منہم۔ قاضی دانیال عراق سے ہندوستان آئے اور
بداؤن کے منصب قضا پر جلوہ افروز ہوئے اور اسی جگہ سکونت اختیار کرلی آپ کی
بزرگ اولاد میں سے شیخ مصطفیٰ ہیں جو علم تصوف میں یکتائے زمانہ تھے بالخصوص شیخ
محی الدین العربی رحمہ اللہ کی کتابوں سے مشکل مقامات کو حل کرنے میں یدطولیٰ رکھتے تھے
ان کے لڑکے مولوی محمد شفیع ان کے باہوش شاگرد تھے جنھوں نے پوری عمر درس تدریس
میں بسر کی۔ ۷۹ سال کی عمر میں جمعہ کے دن ۲۲ شوال ۱۱۰۰ھ کے آخر میں یا ۱۱۰۱ھ
کے شروع میں رہ گرائے عالم آخرت ہوئے اور دو صاحبزادگان اپنا خلف الصدق چھوڑا
ایک مولوی محمد شریف کو دوسرے خطیب عبداللطیف کو۔

محمد صدیق لاہوری (۴۸۴-۴-۵۴)

ولد محمد حنیف ولد محمد لطیف فقیہ، محدث اور ادیب تھے ان کے والد محترم
کابل سے لاہور آکر وزیر خاں کی مسجد میں امامت کرنے لگے تھے جناب محمد صدیق یہیں
لاہور میں دوشنبہ کے دن ۲۹ ویں محرم ۱۱۲۸ھ (گیارہ سو اٹھائیس ہجری) میں پیدا
ہوئے، جب پانچ برس کے ہوئے تو تفسیر بیضاوی پر تعلیق لکھنے والے مولانا محمد عابد
صاحب نے بسم اللہ کی رسم ادا کرائی قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد رسمی علوم کو مولانا محمد عابد،
مرزا مہر اللہ، ملا حفیظ اللہ مولوی عبداللہ اور ملا ظہور اللہ اور ملا شہریار وغیرہ سے حاصل کیا،
اور علم حدیث کی سند شیخ یحییٰ بن صالح مکی مدرس مسجد الحرام اور شیخ ابوالحسن سندھی
مدنی مدرس مدینہ منورہ سے ۱۱۷۰ھ میں حاصل کی۔ آپکی تصنیفات بھی بہت ہیں۔
۱۱۹۲ھ میں وفات ہوئی۔

تصانیف:۔ ۱؎ سلک الدرر غیر منقوطہ حروف میں سیرت کے اندر ۲؎ مدار الاسلام
علم کلام میں ۳؎ شروط الایمان ۴؎ القول الحق فی بیان ترک الشعر والحلق ۵؎ درر التعف

۶ ہدم الطاغوت فی قصۃ ہاروت و ماروت ۷ نور حدقۃ الثقلین فی تمثال النعلین ۸ شرح النفحات الباہرہ فی جواز القول بالخمسۃ الطاہرہ ۹ ازالۃ الفسادات فی شرح مناقب السادات ۱۰ تبییض الرق فی تبئین الحق ۱۱ جامع الوظائف ۱۲ لقطۃ الحطب ۱۳ مزیل الاحزان ۱۴ زبدۃ الفرح ۱۵ جامع طب احمدی ۱۶ ترجمہ فقر محمدی ۱۷ ہدیۂ انام وغیرہ

(۴۸۵-۵۵) محمد صدیق برہانپوری

علمائے دکن میں سے ہیں آپ کی کنیت ابوبکر اور لقب محی الدین اور والد کا نام حبیب اللہ الزبیری البرہانپوری ہے، آپ کا ایک رسالہ "فقہ ممات" ہے۔ جس میں ایک تنبیہ بارہ فصلیں اور ایک خاتمہ ہے جس میں مرنے والے کے مسائل اور تجہیز و تکفین وغیرہ متعلقات اموات کے مسائل نہایت اختصار کے ساتھ مربوط بیان ہیں دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس سے زائد مسائل بھی ہیں۔ آپکی وفات کا زمانہ معلوم نہ ہو سکا۔

(۴۸۶-۵۶) شیخ محمد طاہر پٹنی

آپ کا نام جمال الدین محمد بن طاہر ہے، اور محمد طاہر سے مشہور ہیں۔ ۹۱۴ھ (نو سو چودہ ہجری) میں شہر نہروالہ گجرات میں پیدا ہوئے۔ اولاً مولانا مٹھ اور مولانا شیخ ناگوری، مولانا برہان الدین سمہوی اور مولانا یداللہ سوہی سے علوم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ اس کے بعد ۹۴۴ھ میں حجاز مقدس کی طرف سامانِ سفر تیار کیا اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے اللہ دونوں مقدس شہروں کو بہت زیادہ محترم بنائے اور اس دیار مقدس کے اکابر سے تحقیقات حدیثیہ اور استناد فی الحدیث کو حاصل فرمایا وہاں کے اساتذہ کبار میں سے یہ اکابر ہیں شیخ عبداللہ زبیدی، سید عبداللہ عدنی، شیخ عبیداللہ

حضرمی، شیخ جاراللہ مکی، شیخ ابن حجر مصری ثم المکی جنھوں نے صواعق محرقہ لکھی ہے اور شیخ علی مدنی، شیخ برخوردار سندھی، شیخ علی بن حسام الدین متقی، اور شیخ ابوالحسن بکری مکی وغیرہ۔ اور یہیں شیخ علی متقی کے دست حق پرست پر بیعت ہوکر کمالاتِ علمیہ کے ساتھ فیوضِ باطنی حاصل کرکے کامل واکمل ہوئے پھر بخیر وعافیت باالانوار وبرکات وطن مالوف واپس ہوئے۔

[**مترجم**: حجازِ مقدس کے سفر کی تاریخ کتاب میں ۸۴۴ھ تحریر ہے جو بالیقین غلط ہے۔ صحیح ۹۴۴ھ ہونا چاہیئے جیساکہ مقدمہ مجمع بحارالانوار میں ص الف پر ہے]

واپسی کے بعد: وطن آنے کے بعد تعلیم اور فیض رسانی میں مشغول ہوئے اور آپ کی ذات علومِ نبوی کے طالبین کیلئے مرجع کی حیثیت اختیار کرگئی۔ آپکی طبیعت میں بھلائی کے پھیلانے اور برائی سے روکنے کا جذبہ غالب تھا اور آپکی قوم جو تاجروں کا گروہ تھا مہدویہ اسماعیلیہ کے مذہب پر کاربند تھی جو شیعیت کیطرف جھکاؤ رکھتے تھے ان کے اندر سے رسم ورواج، خرافات وبدعات کے نکالنے کا عہد کرلیاکہ جب تک اس قوم سے تمام بدعات کا خاتمہ نہ کرلیں گے اپنے سرپر دوبارہ عمامہ نہیں باندھیں گے چنانچہ بدعات کو ختم کرنے میں مشغول ہوگئے اور اپنے شیخ علی متقی کی وصیت کے مطابق روشنائی بناکر طلبہ کو دیدیا کرتے تھے اور اس عمل میں اس قدر مشغول رہتے کہ درس دیتے وقت بھی ہاتھ سے روشنائی جل کیاکرتے اور زبانِ مبارک سے حدیثی تحقیقات کی بارش ہواکرتی تھی۔ بادشاہِ وقت محمد جلال الدین اکبر بادشاہ جب ۹۸۰ھ میں اپنے جاہ وجلال کے ساتھ سرزمین گجرات میں مقیم ہوا تو آپ بھی علمائے وقت کے ساتھ شاہی دربار میں پہونچے، بادشاہ نے آپ سے عمامہ اتارنے کی وجہ پوچھی، آپ نے بدعات کو ختم کرنے کا عہد بتایا تو اکبر بادشاہ نے یہ کہہ کر کہ

سنتِ نبوی کا زندہ کرنا تمہاری ذمہ داری ہے، اپنے ہاتھ سے آپ کے سر پر عمامہ باندھ دیا اور کہا کہ آپ ازالہ بدعت کی کوشش کرتے رہیں اور اپنے رضاعی بھائی خاں اعظم مرزا عزیز خاں کو گجرات کا حاکم مقرر کیا جس نے اپنے عہدِ حکومت بھر شیخ محمد طاہر پٹنی کا بھرپور تعاون کیا لیکن پھر جب مرزا عزیز خاں حکومت سے معزول ہوئے اور ان کی جگہ عبدالرحیم خان خاناں منصب پر پہونچا تو چونکہ شیعی مذہب رکھتا تھا اس لئے بوہرہ اسماعیلیہ کے مذہب کے مطابق دوبارہ بدعات جڑ پکڑنے لگیں اور شیخ اس کی اصلاح سے مایوس ہوگئے تو دوبارہ عمامہ سر سے اتار دیا اور اکبر بادشاہ کی خدمت میں حالات بیان کرنے کیلئے آگرہ روانہ ہوئے اور بوہروں کی ایک جماعت بھی ان کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئی، شیخ جب اُجین کے قریب اوجین اور سارنگپور کے بیچ میں تھے تو ان بد بختوں میں سے ایک شقی نے آپکو شہید کر دیا۔ یہ حادثہ ۹۸۶ھ میں پیش آیا۔ آپ کے رفیقان سفر آپکی لاش پٹن اٹھالائے اور یہیں اپنے بزرگوں کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپکی کوششوں کی قدر کرے اور بہترین بدلہ دے۔

تصنیفات مبارکہ: ۔ علم حدیث میں آپنے نہایت فائدہ مند تصنیفات تحریر فرمائیں جن میں سے مجمع بحار الانوار[۱] ہے حدیث کی لغت میں لیکن در حقیقت یہ صحاح ستہ کی عمدہ شرح کی حیثیت رکھتی ہے، مغنی[۲] ہے جس میں اسماء الرجال کا صحیح تلفظ سکھایا ہے اس میں رجال کے احوال کو ہاتھ بالکل نہیں لگایا صرف صحیح پڑھوانا ہی اس کا موضوع ہے، تذکرۃ[۳] الموضوعات۔ جس میں جعلی حدیثوں کی حیثیت بتائی ہے ۔ قانون[۴] الموضوعات۔ اس میں ضعیف اور جعل ساز راویوں کا ذکر ہے۔

بعض ضروری تشریحات: ۔ بوھرہ، جوہرہ کے وزن پر ہندی لفظ ہے اس کے معنی تاجر کے ہیں جو بیوہار سے مشتق ہے ملک دکن میں ایک قوم ہیں جن کا قومی پیشہ تجارت ہے اور آپس میں بہت زیادہ اتحاد و اتفاق رکھتے ہیں انکا

مالدار، فقرا، کا خیال کر کے خود اپنی اعانت اس تک پہونچا دیتا ہے ان کا رئیس اس زمانہ میں ملا نجم الدین ہے جو بمبئی میں رہتے ہوئے اپنی پوری قوم پر باپ کیطرح شفیق و مہربان ہے اور یہ گروہ مذہبًا مہدویہ اسماعیلیہ ہیں اپنے کو پیرو بتاتے ہیں محمد ن المہدی کا جن کا نسب یوں بتلاتے ہیں محمد بن عبداللہ ابن احمد بن محمد ابن اسمٰعیل بن جعفر صادق اور محمد بن عبداللہ کو مہدی آخر زمان مانتے ہیں اور سخت مذہبی تعصب رکھتے ہیں۔ خود اسماعیلیہ کے کئی فرقے ہیں ۱۔ داؤدیہ، ۲۔ اسحاقیہ اور ہندوستان کے دکنی علاقے کے علاوہ یمن والموت، مغرب، ایران اور تہستان میں بھی پائے جاتے ہیں مگر اسماعیلی بوہرے بالخصوص دکن میں سکونت رکھتے ہیں۔

فرقہ مہدویہ: جوکہ اپنے کو محمد جونپوری کے متبع بتاتے ہیں، اس مذہب والے ملک میں بجے پور اور حیدر آباد دکن میں قیام پذیر ہیں۔ مہدویہ اسماعیلیہ اور مہدویہ جونپوریہ کے درمیان یہ فرق ہے اسماعیلی مہدویہ شیعی مذہب کیطرف جھکاؤ رکھتے ہیں اور مہدویہ جونپوریہ وہابی مسلک کیطرف میلان رکھتے ہیں۔ **نہروالہ**: یہ لفظ نہل واڑہ کا محرف ہے جوکہ شہر پٹن کا پرانا نام ہے۔ **پٹن**: صوبہ گجرات دکن میں ایک شہر ہے، پا فارسی کے بعد ٹ ہندی مشدد ہے۔ باستان کے زمانہ میں ہندو راجاؤں کی راجدھانی رہ چکا ہے۔

(۴۸۷ - ۵۷) مولوی محمد ظاھر

ابن سید غلام جیلانی بن سید محمد واضح ابن سید محمد صابر بن سید محمد آیت اللہ بن سید شاہ محمد علم اللہ حسنی حسینی القبطی النقشبندی امام ہمام حسن مثنی کی اولاد میں سے ہیں جو صاجزادہ کلاں اور سبط اکبر حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں ان کے باپ دادا مدینہ طیبہ سے آئے تھے اور آپکی جائے پیدائش اور جائے سکونت محلہ تکیہ شاہ علم اللہ شہر رائے بریلی ہے جو علاقہ اودھ میں واقع ہے۔ آپکی ولادت باسعادت ۱۱۹۸ھ میں ہوئی۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ آپنے درسی کتابیں اپنے محترم چچا مولوی سید

قطب الہدیٰ سے پڑھی جو مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے خاص شاگرد تھے اور علوم کی تکمیل مولوی عبدالجامع سید نپوری کی خدمت میں کر کے کمالات کے جامع ہوئے اور بیعت طریقت سید احمد مجاہد کے دست حق پرست پر کی جن کا مبارک تذکرہ پچھلے اوراق میں ہو چکا اور آپ کو خرقۂ خلافت سلسلۂ چشتیہ، قادریہ اور نقشبندیہ مجددیہ محمدیہ حاصل ہوا تھا اور آپ نے ہدایت وارشاد، طریقت کی تعلیم اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ ایک عالم کو منور کر دیا تھا۔

تصانیف:۔ آپکی مبارک تصنیفات علم تصوف، عقائد، سنت وبدعت کے درمیان محاکمات کے بیان میں اکثر فارسی زبان میں نہایت سلیس اور متین حسن ترتیب کے ساتھ انتہائی نفع بخش ہیں۔ مثلاً ۱۔ خیر المسالک ۲۔ تحریم الحرام ۳۔ قاطع البدعۃ ۴۔ رسالہ وحدۃ وجود ووحدۃ شہود ۵۔ فتوح الشام وغیرہ، جناب عالی ان مشغولیات کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی نظم بھی کہا کرتے تھے جو ہر ایک زبان، ہندی، اردو، فارسی میں ہوتی اور بہت من پسند ہوا کرتی تھیں۔

مصنفِ تذکرہ کی ملاقات کا ذکر:۔ ایک زمانہ میں مولوی سید محمد ظاہر صاحب علیہ الرحمۃ مقام ریوان میں، ریاست ریوان کے دیوان پانڈی دین بندہ بہادر صاحب کے لڑکوں کو تعلیم دینے کو رونق افروز تھے اس زمانہ میں یہ ناچیز راقم السطور حضرت کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کرنے خدمت اقدس میں پہونچا۔ حقیقت میں آنمحترم سلف صالحین کی سچی یادگار ہیں، ریوان کے باشندوں میں سے کچھ لوگ آپ کے دستِ مبارک پر بیعت بھی ہوئے، آپ کے کہے ہوئے اشعار میں سے کچھ ٹھمری اور کچھ ہولی کو شہر ریوان کے گانا گانیوالے کچھ ماہرین نے محفوظ کر لیا ہے۔ آپ کے نواسے جناب مولوی سید فخر الدین احمد سلمہٗ نے اپنی کتاب "مہرِ جہاں تاب" میں اس میں سے کچھ نقل کر دیا ہے۔ جناب عالی کے باقی حالات کو

مولوی سید قمر الدین کے سپوت لڑکے مولوی سید عبد الحی نے "نزہۃ الناظر" میں بسط و شرح کے ساتھ لکھدیئے ہیں۔ مولوی ولی الدین نصیر آبادی آپ کے مرید تھے اور آپ کے شاگردوں میں ۱۔ مولوی محمد صادق غازیپوری ۲۔ مولوی لطف اللہ مناظر جنھوں نے تفسیر مظہر العجائب لکھی ہے ۳۔ آپ کے نواسہ مولوی فخر الدین احمد۔ ان لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا۔

وفات :۔ آپکی رحلتِ مبارکہ ۱۲۷۸ھ میں بعارضہ فالج رائے بریلی میں ہوئی۔ تاریخ وفات کا مادہ ہے "آہ سید محمد ظاہر" ۱۲۷۸ھ اللہ آپ سے اور آپ کے اسلاف کرام سے راضی ہو۔

محمد جونپوری (۵۸ - ۴۸۸)

جو مہدی ہونے کا دعویٰ کرتے تھے انکی سیادت شیخیت میں اہل تاریخ کے درمیان اختلاف ہے چنانچہ سیر المتاخرین کے مؤلف نقل کرتے ہیں کہ سید محمد جونپوری ولد سید بڈھا اویسی روحانیت سے فراواں فیض حاصل کر کے صوری و معنوی علوم پر حاوی ہو گئے تھے، لیکن سر کی شوریدگی کیوجہ سے مہدی ہونیکا دعویٰ کر دیا اور بہت سے لوگ ان کے گرویدہ ہو گئے اور بہت خرق عادت بھی ان سے نقل کی جاتی ہے۔ سیر المتاخرین کی بات پوری ہوئی۔ مولوی محمد زماں شاہجہانپوری "ہدیہ مہدویہ" میں فرقہ مہدویہ کی معتبر کتابوں مطلع الولایت، شواہد الولایت، پنج فضائل اور تذکرۃ الصالحین وغیرہ سے نقل کرتے ہیں: جونپور کا شیخ جس کو مہدوی فرقہ والے میران سید محمد مہدی موعود کہتے ہیں کہ اسکی ابتداء یوں ہوئی کہ شہر جونپور میں ایک آدمی تھے سید خان نام تھا ان کے دو لڑکے ہوئے، ایک کا نام احمد اور دوسرے کا نام محمد تھا یہی دوسرے جونپوری شیخ ہیں جن کی پیدائش ۸۴۷ھ میں ہوئی۔ انکی والدہ کا نام بی بی آغا ملک تھا لیکن مہدویوں نے انکے مہدی ہونیکا دعویٰ صحیح ثابت کرنیکی خاطر ان کے والدین کا نام بدل کر میاں عبد اللہ اور بی بی آمنہ مقرر کیا۔ جب انکی عمر چار سال چار مہینہ اور

چار دن ہوئی تو ان کے والد صاحب نے جونپور کے رؤسا اور اشراف کی پر تکلف دعوت کی جس میں اس زمانہ کے شیخ اور مشائخ کبار میں سے شیخ دانیال بھی تھے انکی زبان سے محمد کی رسم بسم اللہ خوانی ادا کرائی، اس کے بعد یہ دونوں بھائی احمد اور محمد شیخ دانیال کی خدمت میں حاضر ہو کر علم سیکھنے میں مشغول ہو گئے۔

چونکہ جونپوری شیخ (محمد) کی طبیعت بلند اور ذہن عمدہ تھا انھوں نے سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا اور بارہ سال کی عمر میں علوم درسیہ سے فارغ ہو گئے اور چونکہ علمی دقائق کی موشگافی میں دلیر و بحث و مباحثہ میں شیر کیطرح بے باک تھے شیخ دانیال جونپوری اور داناپور کے علماء نے آپ کا لقب "اسد العلماء" رکھا شیخ جون پور پہلے سلسلہ چشتیہ میں شیخ دانیال سے بعیت ہوئے، گوڑ کے راجہ دلیپ راؤ کے باج گزار داناپور کے حاکم سلطان حسین کو ان سے بہت عقیدت تھی تو شیخ جونپور نے سلطان حسین کو دلیپ راؤ سے بغاوت پر آمادہ کر کے جنگ کرنے پر آمادہ کر لیا، سلطان حسین تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ مع شیخ جونپور کے گوڑ کیطرف روانہ ہوا ان کے ساتھ مجرد سواروں کا ایک ہزار پانسو کا مزید لشکر تھا جو بیراگی فوج کہلاتا تھا۔ سلطان حسین کی بغاوت اور خروج کی خبر پا کر دلیپ راؤ مقابلہ میں آیا لیکن سلطان کی فوج دلیپ راؤ کی فوج کے مقابلہ میں بہت کم تھی اس وجہ سے سلطان حسین شکست کھا کر پسپا ہوا لیکن شیخ جونپور کے پائے استقامت میں کچھ جنبش نہ ہوئی اور شیخ نے پانسو بیراگی فوجوں کے ساتھ دلیپ راؤ پر حملہ کر دیا ایک تلوار کھینچ کر دلیپ راؤ پر ایسا وار کیا کہ سر سے پاؤں تک دلیپ راؤ کو چیر ڈالا اور اس کا دل اندر سے باہر کو نکل آیا لوگ کہتے ہیں کہ اسکے دل پر اس مورت کا نقش ابھر آیا تھا جس کی دلیپ راؤ پوجا کرتا تھا اسکو دیکھ کر شیخ جونپور پر جذب کی کیفیت طاری ہو گئی کہ جب معبود باطل کی پرستش کا یہ اثر ہو سکتا ہے تو معبود برحق کی عبادت پر کیا کچھ اثر ہو گا اور شیخ جونپور پر جذب کی یہ کیفیت بارہ سال

تک رہ گئی۔ اور بارہ سال تک جذب کی حالت میں بے سُدھ رہ گئے جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو شیخ اپنی بیوی اور لڑکے اور کچھ مریدوں کے ساتھ ترک وطن کر کے جنگل جھاڑی کے راستہ سے داناپور سے صحرانوردی میں چل پڑے اسی سفر میں انکی بیوی اللہ دینی اوران کے لڑکے شیخ محمود، اور شیخ بھیکھ اور مقتول دلیپ رائو کا نومسلم بھانجہ میاں دلاور بھی شیخ کے ساتھ ساتھ تھے اور پہلی مرتبہ مہدویت کا الہام اسی بیابان میں شیخ محمد جونپوری کو ہوا جب اس الہام کو ظاہر کیا تو اس کے تمام رفیقوں نے اس کی تصدیق کی، رفتہ رفتہ چندیری شہر میں پہونچے اور وہاں جب وعظ و تذکیر کی مجلس گرم کی تو اس سرزمین کے آدمی انکی مجلس وعظ میں ٹوٹے پڑنے لگے اس سرزمین کے مشائخ کو ان سے حسد پیدا ہوا اور بالجبر وہاں سے شیخ کو شہر بدر کر دیا گیا تو شیخ اپنے متبعین کے ساتھ شہر مندو میں آئے جو سلطنت مالوہ کی راجدھانی تھا ان کے وعظ کی شہرت اور تذکیر کا غلغلہ لوگوں کے کانوں میں پہونچا سلطان غیاث الدین مالوہ کا بادشاہ اپنے بیٹے سلطان نصیر الدین کے حکم سے سنہری زنجیروں میں مقید تھا اس نے شیخ کو بہت زیادہ انعام عطا کر کے مرفہ الحال بنادیا اور سلطان غیاث الدین کے امراء میں سے ایک شخص جس کا نام الہداد تھا علمی فضیلت اور شعر گوئی میں مشہور تھا وہ امارت دنیوی چھوڑ کر شیخ کے ہمراہ ہو گیا اس کو مہدوی فرقہ والے خلیفہ ششم کہتے ہیں الہداد کی تصنیفات میں سے (۱) مرثیہ شیخ جونپوری، (۲) دیوان مہمل، (۳) رسالہ بار امانت، (۴) رسالہ ثبوت مہدویت وغیرہ ہیں۔ خواجہ طٰہٰ کا لڑکا جس کی کتاب دیوان مہری ہے اسی الہداد کا شاگرد ہے۔ الغرض مندو سے شیخ جونپور، شہر چاپانیر آیا جو گجرات کا دارالحکومت تھا۔ اور وہاں کی جامع مسجد میں آکر ٹھیرا اور شیخ کے وعظ اور مخلوق سے یکسوئی کی شہرت اطراف و اکناف میں پہونچی۔

سلطان محمود بے گڈھ، (بے گڈھا) سلطان محمود گجراتی کا لقب ہے اور یہ لقب

پڑنے کی دو وجہیں بیان کی جاتی ہیں (۱) یہ کہ گجراتی زبان میں اس گائے کو جس کی دونوں سینگیں پیچدار ہوتی ہیں بے گڈھ کہتے ہیں، سلطان محمود کی مونچھ اسی طرح کی پیچدار تھیں جیسے گائے کی دو سینگیں ہوتی ہیں (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ بے کے معنیٰ دو اور گڈھ کے معنیٰ قلعہ، چونکہ سلطان محمود کے ہاتھوں دونوں قلعے (جوناگڈھ کا قلعہ اور جاپانیر کا قلعہ) فتح ہوئے تھے اس لئے اسکو بیگڈھ کہتے ہیں (مرآت احمدی)
گجرات کے حاکم نے چاہا کہ شیخ کی مجلس وعظ میں شریک ہو مگر علماء وقت نے اسکو اس ارادہ سے باز رکھا البتہ میاں نظام جو کہ اسلام خاں کی مسجد میں طالب علم تھا وہاں سے آکر شیخ کے ہاتھ پر بیعت ہوا اور شیخ کے ساتھ ہو گیا وہیں اس کی بیوی اللہ دینی کی وفات ہو گئی اور قلعہ کے نیچے مدفون ہوئی یہ شیخ کی بڑی بیوی تھی۔
اب شیخ وہاں سے روانہ ہو کر برہان پور اور دولت آباد ہوتے ہوئے شہر احمد نگر میں آئے وہاں کا بادشاہ احمد نظام الملک پوری عقیدت کے ساتھ آپ سے ملا اس کے بعد ملک برید کی بادشاہت کے زمانے میں وہاں سے ملک بدر ہو کر شہر بیدر میں پہونچے۔ بیدر میں شیخ ممن، ملا ضیاء، قاضی علاء الدین وغیرہ شیخ جونپوری سے بیعت ہوئے شیخ وہاں سے گلبرگہ پہونچے اور سید گیسو دراز قدس سرہٗ کے روضہ کی زیارت کر کے رائے باگ کے راستہ سے دابھول کی بندرگاہ پر پہونچے اور دریا کے راستہ سے بیت اللہ کی زیارت کا عزم کیا، حرم محترم میں پہونچکر یاد آیا کہ مہدی آخر الزماں کے ہاتھ پر بیعت رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان ہوگی بس انھوں نے وہیں یہ نعرہ بلند کیا" من اتبعنی فھو مومنٌ" جو میری پیروی کرے گا وہ مومن ہے۔
میاں نظام اور قاضی علاء الدین نے "آمنّا" کہہ کر بیعت کیلئے ہاتھ بڑھا دیا کہ اس بیعت کیلئے دو گواہ کافی ہیں۔ یہ واقعہ سنہ ۹۰۱ھ (نو سو ایک ہجری) میں پیش آیا پھر مکہ معظمہ سے واپس ہونیکے بعد تاج خاں سالار کی مسجد میں جو احمد آباد گجرات میں واقع ہے

مقیم ہو گئے اور دعوت و تذکیر میں مشغول ہو گئے اور ملک برہان الدین اور ملک گوہران کے مریدوں کے گروہ میں شامل ہو گئے اور اسی مسجد میں ۹۰۳ھ دوبارہ مجمع عام کے سامنے اپنے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا، گجرات کے علماء و مشائخ نے سلطان محمود کو بتایا کہ شیخ جونپور جن حقائق و معارف کو بیان کرتے ہیں وہ سب شرع شریف کے خلاف ہے، بادشاہ نے انکو شہر بدر کرنے کا حکم صادر فرمایا تو شیخ وہاں سے نکل کر ایک دیہات میں اتر پڑے جس دیہات کا نام "سولا سانیج" تھا وہاں پر ایک خونخوار ڈاکو میاں نعمت جو کہ ایک حبشی کو قتل کر کے بھاگا تھا آکر شیخ جونپور سے مل گیا اور ارادت کا ہاتھ شیخ کے ہاتھ میں دے کر ان کے رفیقوں میں شامل ہو گیا پھر "سولا سانیج" سے شیخ نہروالہ پٹن گجرات آکر خان سرور تالاب کے کنارے اترے اس جگہ میاں خوندمیر اور ان کے رشتہ دار آپ سے بیعت ہو گئے لیکن وہاں سے بھی حاکم وقت نے ملک بدر ہونیکا دوسرا پیغام بھیجدیا تو شیخ مع اپنے توابع کے پٹن سے "بدلی" میں آئے جو وہاں سے تقریباً پانچ میل کے فاصلہ پر واقع تھا لیکن "میاں خوندمیر" کو حاکم مبارز الملک نے بدعقیدگی کے جرم میں قید کر لیا تھا خوندمیر کسی طرح قید خانہ سے بھاگ کر شیخ جونپور کے پاس آگیا اب بدلی کے مقام پر شیخ کے تمام مریدوں نے استقلال کی بیعت کر کے شیخ کو اپنا حاکم مقرر کر لیا اب شیخ جونپور نے علی الاعلان یہ حکم سنایا کہ میں ہی مہدی موعود ہوں اور اللہ کی مراد کو میں ہی بیان کرتا ہوں اور اپنے جسم میں سے دو انگل پکڑ کر کہا کہ اس ذات کے مہدی ہونیکا جو انکار کرے وہ کافر ہے میں خدا سے بلا واسطہ حکم حاصل کرتا ہوں اور اللہ نے مجھ کو فرمایا ہے کہ تجھکو اولین و آخرین کا علم، اور معانی قرآن کا بیان، ایمانی خزانوں کی کنجی تجھکو دیدی، جو تجھکو قبول کرے گا وہی مومن ہے اور جو تیرا انکار کرے گا وہ کافر ہے" خوندمیر اور تمام ساتھیوں نے جن کی تعداد

اسوقت تین سو ساٹھ تھی اس دعویٰ کو سننے کے ساتھ ہی "امنّا صدّقنا" کا نعرہ لگایا اور ہر طرف سے یہ نعرہ گونج اٹھا۔ لومڑی کے پیٹ سے مہدی کا یہ تیسری بار ظہور ہے جو ۹۰۵ھ (نو سو پانچ ہجری) میں پیدا ہوا اور موت کے وقت تک اسی دعویٰ پر شیخ جونپور جما رہا اور مہدی فرقہ والے اس دعویٰ کو "مہدویت کا موکد دعویٰ" موسوم کرتے ہیں، اب دعویٰ کو سنکر چند علماء کرام شہر پٹن سے بدلی آئے اور بحث کر کے شیخ جونپور کو اس خیال سے رجوع کر لینے پر زور دیا، شیخ اپنے خیالات سے باز نہیں آیا" وہی مرغ کی ایک ٹانگ والی مثل" مترجم" آخر علماء وقت نے سلطان گجرات کو شیخ کی بے راہ روی کی اطلاع دی، سلطان نے شہر سے نکالدینے کا حکم دیا تو شیخ اپنے مریدوں کے ساتھ ملک سندھ کیطرف منہ اٹھا کر چلا اور جالور، ناگور، نصیر پور ہوتے ہوئے ٹھٹھہ شہر میں جو سندھ کا دار الحکومت تھا پہونچا وہاں بھی چند لوگ اسکی مہدویت کی تصدیق کرنیوالے پیدا ہو گئے۔ جب اہل اسلام کو شیخ کے فاسد عقائد کی خبر ہوئی تو شاہ سندھ نے شیخ اور اس کے تمام مریدوں کو قتل کر دینے کا حکم دیا مگر شاہ سندھ کے مصاحب دربانوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر قتل کی سزا کو ملک بدر کی سزا میں تبدیل کرالیا۔ تو شیخ نے اپنے رفقاء کے ساتھ جن کی تعداد اسوقت آٹھ سو تک پہونچ چکی تھی ملک خراسان کی راہ لی۔ ان آٹھ سو ہمراہیوں میں سے ان تین سو ساٹھ آدمیوں کو جو بدلی میں مہدویت کی تصدیق کئے تھے، اصحاب اور مہاجرین کا نام رکھ لیا گیا تھا جب یہ قافلہ قندھار پہونچا تو وہاں کے حاکم مرزا شاہ بیگ نے شیخ کے حالات پر واقف ہو کر کہا کہ جمعہ کے دن اس ہندوستانی شخص کو علماء کرام کے سامنے جامع مسجد میں پیش کیا جائے حاکم کے ملازموں نے شیخ کو گرفتار کر کے علمائے اسلام کے سامنے جامع مسجد میں حسب الحکم پیش کیا تو علماء نے اس شخص کے ساتھ سختی سے بات چیت کی مگر شیخ نے سختی کے مقابلہ میں حلم و بردباری کا معاملہ کرتے ہوئے

قرآنی وعظ بیان کرنا شروع کیا اور اس قدر موثر وعظ کہا کہ اس کی سحر بیانی سے نوجوان حاکم مرزا شاہ بیگ بہت متاثر ہوا اور اس کا خیال بدل گیا اور شیخ کو حاکم کی نرمی سے اس مہلکہ سے نجات ملی اور وہاں سے یہ قافلہ آگے بڑھا اور شہر فراہ پہونچا یہ شیخ کے دنیاوی سفر کی انتہا تھی۔

وفات۔ شہر فراہ کے عہدہ داروں میں ایک شیخ کے پاس آیا اور شیخ اور ان کے تمام رفقاء کے جنگی سامانوں پر قبضہ کر کے اپنی کمان کے اشارہ سے ایک ایک کو گن کر کہا کہ آپ سب لوگوں کو جیل میں بند کر دیا جائیگا اگلے دن فراہ کا حاکم ذوالنون حالات کا جائزہ لینے خود شیخ جونپور کے پاس آیا اور اس کا گرویدہ ہو گیا۔ اور وہاں کے علماء سے کہا کہ مہدویت میں ان کا امتحان لیا جائے چنانچہ علماء نے مناظرہ اور مباحثہ شروع کیا اور ذوالنون نے پوری اطلاع خراسان کے بادشاہ مرزا حسین کے پاس بھیجی اور اس کے جواب کا انتظار کیا لیکن نو مہینے تک کوئی جواب نہیں آیا اس لئے شیخ فراہ شہر میں نو مہینہ رہ گیا۔

آخر تریسٹھ سال کی عمر میں ۹۱۰ھ (نو سو دس ہجری) میں داعی اجل کا بلاوا شیخ کے پاس آگیا اور سفر آخرت پر شیخ روانہ ہو گیا اور شہر فراہ اور "رز" کے بیچ مدفون ہوئے اللہ داد بن جنید جس کا تذکرہ اوپر گذرا اس نے شیخ کی قبر پر کھڑے ہو کر ایک لمبا مرثیہ پڑھا جس میں سے ایک شعر درج کیا جاتا ہے جس سے مہدیوں کی بدعقیدگی واضح ہو جائیگی۔

ع
نفضلش کہ بر جمیع پیمبر شد از خدا
بادا بروز حشر شفاعت گر از خدا

خدا کی طرف سے اس شخص کی فضیلت تمام پیغمبروں کے اوپر ہے، خدا سے قیامت کے دن شفاعت کرنے والے ہو جائیے "

مولانا محمد عابد لاہوری (۹۸۹ - ۵۹)

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے فقیہ مفسر

علمی خانوادہ کے نورچشم بہت عبادت گذار شخص تھے، آپ کی مبارک مجلس میں روزانہ قریبًا دو سو علماء اور صلحاء بیٹھ کر فیض حاصل کرتے تھے، لاہور سے پیدل حرمین شریفین کی زیارت کے لئے گئے اور مناسکِ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ روضۂ انور کی زیارت کر کے لاہور واپس تشریف لائے۔

وفات:- ۱۸ رمضان المبارک سنہ ۱۱۶۰ھ (گیارہ سو ساٹھ ہجری) میں اس عالم سے کوچ کر گئے۔

تصنیفات:- (۱) تفسیر بیضاوی کا حاشیہ نامکمل (۲) خلاصہ کیدانی کی فارسی شرح، (۳) قصیدہ بانت سعاد کی شرح (۴) رسالہ وجوہ اعجاز القرآن (۵) احتیاط الظہر سے متعلق ایک رسالہ (۶) امت مرحومہ کے فضائل میں العشرۃ المبشرۃ۔

(۴۹۰-۶۰) شیخ محمد عابد سندھی

ولد احمد علی بن یعقوب سندھی فقیہ، محدث، عقلی و نقلی علوم کے جامع اور مذہب حنفیہ کے محافظ شخص تھے، حیدرآباد سندھ کی نہر کے شمالی کنارہ پر شہر ادیک کے متصل ایک شہر سیون میں پیدا ہوئے آپ شہر زبید اور یمن کے علماء وقت سے مستفید ہو کر صنعاء یمن میں پہونچے اور وہاں کے وزیر کی لڑکی سے عقد نکاح ہوا اور امام صنعاء کیطرف سے مصر کے سفیر مقرر ہوئے اور وہاں سے واپسی کے بعد وطن مالوف لوٹے تو قصبہ نیواڑی میں جو کراچی بندرگاہ کے قریب ملک سندھ میں واقع ہے اقامت پذیر ہو گئے پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو والی شہر نے آپ کو مدینہ منورہ کا رئیس العلماء مقرر کیا۔

تصانیف:- آپکی تصنیفات میں کئی مفید کتابیں مشہور ہیں۔ (۱) مواہب اللطیفہ علی مسند الامام ابی حنیفہ (۲) طوالع الانوار علی الدر المختار (۳) شرح تیسیر الوصول الی احادیث الرسول (۴) شرح بلوغ المرام۔

وفات :۔ بروز دوشنبہ ماہ ربیع الاول ۱۲۵۷ھ میں وفات پاکر جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

(۴۹۱-۶۱) میر محمد عسکر جونپوری

جونپور کے بڑے سادات میں سے شیعی مذہب تھے اگرچہ علماء ہندوستان کے معمول کے مطابق درسی کتابیں کوئی خاص طرح نہیں پڑھی تھیں مگر طبعی ذہانت، اور کتب بینی کے زور سے تمام عقلی و نقلی فنون، اور اصول و فروع میں مہارت حاصل کرلی تھی حسن بیان اور چرب زبانی میں اپنے ہمعصروں پر فائق تھے ایک مدت تک علوم کی تعلیم دیتے رہے اور تھوڑی گذران پر قناعت کئے رہے، مؤلف سیر المتاخرین لکھتا ہے کہ سنی المذہب عالم شیخ صدر جہاں عرف انگنوں میاں سے فضیلت ابوبکر صدیق اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے باب میں مناظرہ کیا اور شیخ صدر جہاں کو پچھاڑ دیا۔" واللہ اعلم بالصواب۔ صحیح بات تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔

وفات :۔ ستر سال کی عمر میں ۱۱۹۰ھ (گیارہ سو نوے ہجری) میں انتقال ہوا۔

(۴۹۲-۶۲) حافظ محمد عظیم پشاوری

لوگ کہتے ہیں کہ یہ شروع میں بہت غبی تھے، خضر علیہ السلام کی دعا کے سبب ایسے ذہین ہوگئے کہ تھوڑے ہی زمانہ میں عقلی و نقلی علوم پر دسترس حاصل کرکے عالم نبیل، فاضل جلیل، اور بے نظیر واعظ ہوگئے ان کا وعظ بہت پر اثر ہوتا تھا اور لوگوں کے ذوق کے مطابق بھی چونکہ عربی زبان، فارسی زبان، پشتو اور پنجابی زبان ہر ایک میں پوری مہارت رکھتے تھے اسلئے مجمع کے ذوق، زبان کے مطابق وعظ فرماتے۔ اور جو طالب علم جس زبان کو جانتا اسی کی زبان میں اسکو اسباق سمجھا دیا کرتے، آپکی ظاہری بینائی چلی گئی تھی لیکن نور باطن اتنا قوی تھا کہ ظاہری بصارت کے چنداں محتاج نہ تھے۔

وفات :۔ ۱۲۷۵ھ (بارہ سو پچھتر ہجری) میں وفات ہوئی۔

(۴۹۳-۶۳) مولوی سید محمد علی دوکوہی

آپ کا عرف امام علی ہے، آپ کے والد سید غلام محی الدین موضع دوکوہہ ضلع جالندھر کے باشندہ تھے، آپ نے علوم متعارفہ مولوی لطف اللہ علی گڈھی، مولوی حافظ شوکت علی سندیلی، مولوی محمد کمال عظیم آبادی، مولوی محمد احسن پنجابی مدرس کانپور اور مولوی عبدالحمید عظیم آبادی سے حاصل کئے اسوقت آپ عظیم آباد میں مطب کرتے ہیں۔ اللہ آپ کو زندہ سلامت رکھے۔

(۴۹۴-۶۴) مولوی محمد علی بدایونی

ولد خطیب محمد لطیف بن خطیب عبداللطیف بن ملا محمد شفیع عثمانی آپ کے دادا جان عبداللطیف بدایون کی جامع مسجد کے خطیب تھے جسکو سلطان شمس الدین التمش نے تعمیر کرایا تھا، مولوی محمد علی کی پیدائش بارہویں صدی ہجری کے چونتیسویں سال میں واقع ہوئی۔ جب سن شعور کو پہونچے تو ان کے سر میں علوم ظاہری و باطنی کے تحصیل کا سودا سما گیا اور زمانہ کے باکمال حضرات جو عالمی شہرت یافتہ تھے کی خدمت میں پہونچکر فیض حاصل کیا۔ لیکن اکثر مروجہ علوم کو قاضی مبارک گوپاموی اور قاضی مستعد خاں دہلوی سے حاصل کیا اور انھیں سے تکمیل کی۔ میر عبداللہ دہلوی سے سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ ان کے کمالات اس قدر زیادہ ہیں کہ اس مختصر کتاب میں لکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔ بالآخر ترسیٹھ سال کی عمر میں ۱۱۹۷ھ میں ایک بیٹا مولوی شمس الدین کو پیچھے چھوڑ کر جہان فانی کو وداع کہا ؎

"کرد رحلت زیں جہاں قطب زماں" تاریخ وفات کا مادہ ہے۔
۱۱۹۷ھ

(۴۹۵-۶۵) مولوی محمد علی صدرپوری

ابن شیخ رمضان علی متوطن موضع صدرپور پرگنہ ملیح آباد۔ ضلع لکھنؤ۔ ایک عالم ربانی اور شاعر حقانی تھے۔ محمد تخلص رکھتے تھے۔

تیرہویں صدی ہجری کے دوسرے دہے میں پیدا ہوئے۔ مرزا حسن علی محدث لکھنوی کے پاس جو کہ شافعی المذہب تھے حدیث و تفسیر کی کتابیں قرأۃ اور سماعاً پڑھیں۔ اور مولوی شاہ بشارت اللہ بہرائچی مجددی سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں شرف بیعت حاصل کیا اور فیض حاصل کر کے سنت کی اشاعت اور بدعت کے مٹانے میں انتہائی کوشش کرنے لگے اور آپ کا اوڑھنا بچھونا بس صرف تقویٰ ہوتا آپکی اکثر تصنیفات جو کہ قصیدوں اور مثنویوں کی شکل میں پائی جاتی ہیں وعظ و نصیحت سے بھری ہوتی ہیں اور نعت نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں آپکی تصنیفات نصابی شکل کی ہیں۔ ۱۲۵۸ھ (بارہ سو اٹھاون ہجری) میں ٹونک تشریف لاکر وزیر الدولہ۔ امیر الملک نواب وزیر محمد خاں بہادر نصرت جنگ کے ملازمین کے حلقہ میں شامل ہوکر رئیس موصوف کے صاحبزادگاں کی مصاحبت و ہم نشینی کے ساتھ مخصوص ہو گئے اور نواب وزیر الدولہ کے خلف الصدق نواب یمین الدولہ وزیر الملک محمد علی خاں بہادر صولت جنگ کی ملازمت میں اپنی عمر کو ختم فرمایا اور ملازمت کے زمانہ میں تاریخ ۱۵ ماہ رجب ۱۲۸۹ھ (بارہ سو نواسی ہجری) کو آدھی رات عالم فانی کو چھوڑ کر عالم جاودانی کو جا بسے رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً مولوی محمد حسن نے انکی تاریخ صوری و معنوی اس مصرعہ سے نکالی ؎

زماہ رجب نصف لیل الخمیس
۱۲۸۹ھ

تصنیفات:۔ آثار[۱] محشر قیامت کے حالات، دلبر[۲] واعظین، تسر[۳] الناظرین رانڈوں کی شادی کے متعلق، مینو[۴] نظیر بزرگوں کے قصوں میں، ہدیۃ[۵] الاخیار جس میں عاد اولیٰ اور عاد اخریٰ کا قصہ ہے، وقائع[۶] احمدیہ سید احمد مجاہد کے حالات میں، حقیقۃ[۷] الاسلام مصنفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا ترجمہ، نصاب[۸] گوہر منظوم۔ نصاب[۹] سلک گہر، نصاب[۱۰] مصدر الفیوض، نصاب[۱۱] مفتاح المخازن، نصاب[۱۲] درج جواہر۔ نصاب[۱۳] عناقید الاثمار، نصاب[۱۴] کنز المصادر، مثنوی[۱۵] تحفۃ الاخیار، مثنوی[۱۶] تحفۃ الاصحاب، قصائد[۱۷] حمد و نعت میں، عبرت افزا جس میں

دیندار عبادت گذار عورت کا قصہ ہے۔

(۴۹۶-۶۶) مولوی شاہ محمد علی ساکن بھیرہ

ابن شاہ عبدالعلیم ولد شاہ ابوالغوث

گرم دیوان سا موضع بھیرا ضلع اعظم گڈھ حافظ شاہ ابواسحٰق قدس سرہٗ کے بھتیجے ہیں تحصیل علم کے شوق میں ارادت کا پاؤں مسافرت کی شاہ راہ پر ڈال کر منزل بہ منزل طے کرتے ہوئے مختلف مراحل سے گذر کر مدراس جناب ابوالعباس ملا عبدالعلی بحرالعلوم کی خدمت میں جا پہونچے اور مدراس کی سرزمین مین ایک مدت قیام کرکے علوم دریہ کی تحصیل سے فراغ علمی حاصل کرکے تین سال کی مدت میں مدینہ طیبہ پہونچے وہاں علم حدیث، اسمارالرجال، اسانید حدیث کی تحقیق وتکمیل کی تیئیس سال وطن سے باہر رہ کر تمام علوم میں کمال حاصل کرکے وطن مالوف لوٹے، اور سرکار مدراس سے تھوڑا سا وظیفہ پاتے اسی پر قناعت گزیں رہے، چند ہی دن وطن مالوف میں زندگی بسر کی کہ پیغام اجل آگیا اور جہان فانی کو الوداع کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۴۹۷-۶۷) ملا محمد عمران رامپوری

ولد ملا محمد غفران رام پوری، اپنے والد ماجد کے بھی شاگرد تھے اور

مولوی حیدر علی رام پوری سے بھی استفادہ کیا تھا، علم فقہ میں مشارالیہ ہو گئے تھے اپنی پوری عمر طالبان علم کے فائدہ پہونچانے میں صرف کی آپکی تصنیفات میں سے رسالہ تجہیز وتکفین بہت مشہور کتاب ہے جو چھپ چکی ہے۔ جس وقت اپنے والد ماجد کے ساتھ جانب کلکتہ تشریف لے جاتے تو مقام فتحپور ہنسوہ میں یہ فقیر سراپا تقصیر ان دونوں بزرگوں باپ بیٹوں کی خدمت کی سعادت حاصل کرتا تو یہ دونوں باپ بیٹے ایسے عمر رسیدہ تھے کہ اگر انجان آدمی انھیں دیکھتا تو یہ نہ سمجھتا کہ یہ باپ بیٹے ہیں بلکہ چھوٹا بھائی اور بڑا بھائی ہونے کا گمان ہوتا تھا۔ بہتر سال کی عمر میں تیرہویں صدی ہجری کے اکہترویں سال میں

دنیا سے رحلت کر کے رضوان کے باغ میں پہونچ گئے۔

(۴۹۸-۶۸) مولوی محمد عمر رام پوری

ایک متبحر عقلمند عقلی و نقلی علوم کے جامع فطرۂ ذکی، ماہر مناظرہ، فصیح شاعر، چرب زبان واعظ تھے تخلص صولت رکھتے تھے ان کے یادگار رسالوں میں سے رسالہ طنطنۂ صولت سماع کی بحث میں، اور عینی کی شرح ہدایہ کا حاشیہ ہے، نیز غیر مقلدین کے سرخیل مولوی محمد حسین لاہوری نے جن دس سوالات کا اشتہار کالاتھا ان میں سے ہر سوال کے کئی کئی جوابات تحریر فرمائے تھے اور اس کا نام عشرہ مبشرہ رکھا وہ بھی آپکی مشہور کتاب ہے۔ چھبیس سال کی عمر میں ۱۳ رمضان ۱۲۹۵ھ میں رحلت فرمائی

(۴۹۹-۶۹) شیخ محمد عیسیٰ جونپوری

ولد شیخ احمد عیسیٰ دہلوی امیر تیمور والیٔ دہلی کے ہنگامہ میں اکثر اکابر دہلی جونپور آبسے تھے شیخ احمد عیسیٰ بھی انھیں بزرگوں میں تھے اس وقت محمد عیسیٰ صرف آٹھ یا سات سال کے تھے لیکن ازلی سعادت اور فطری استعداد کے سبب شیخ فتح اللہ اودھی سے بچپن ہی میں مرید ہوگئے تھے اور اپنے پیر کے اشارہ سے ایک مدت تک ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی خدمت میں تحصیل علوم میں شاگردی کی، قاضی صاحب کا رسالہ شرح اصول بزدوی آپ ہی کی تقریب میں تحریر ہوا جوامر کی بحث تک ہے پھر علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد شیخ فتح اللہ ہی سے تصفیہ باطن سے آراستہ ہوئے یہانتک کہ جونپور کے مشہور مشائخ میں آپ کا بھی شمار ہونے لگا اور آپ جون پور ہی میں دفن ہیں۔

(۵۰۰-۷۰) ملا محمد غفران رامپوری

ولد ملا تائب آخون ابن حافظ سعد اللہ خاں رامپوری، تیراہی خیل کے افغانوں میں سے ہیں، فقیر آخون ولایتی کے شاگرد اور مرید تھے ان کے

علاوہ اس وقت کے دوسرے علماء سے بھی مستفید ہو کر فقہی فتاوے ایک سو جز میں تالیف فرمایا جس کا نام "جنگ" رکھا وہ کتاب رئیس رام پور کے کتب خانہ میں موجود ہے مشہور و نام آور علماء آپ کے دامن فیض سے پیدا ہوئے۔ ایک سو سال کی عمر میں ساٹھویں برس تیرہویں صدی ہجری (۱۲۶۰ھ) میں رحلت فرمائی۔ ابجد العلوم کے مصنف نے آپکو "روایت کش" کے نام سے یاد کیا ہے والعلم عند اللہ۔ تائب بروزن صائب شروع میں دو نقطہ والی تاء اور آخر میں بائے موحدہ بمعنی توبہ کرنے والا۔ آخون بمعنی معلم و استاد الف ممدودہ اور واؤ معدولہ مضمومہ اور نون ساکن۔ جنگ جیم کو پیش اور نون و گاف فارسی دونوں ساکن۔ بڑی بیاض کو کہتے ہیں۔

شیخ محمد غوث گوالیاری (۱۵۰۱-۷۱)

آپ سلسلۂ شطاریہ میں حاجی حمید کے مرید ہیں ابتدائے حال میں بارہ برس تک کوہ چنار کے دامن میں ریاضات شاقہ میں مشغول رہے، کھوہوں میں رہتے اور درختوں کے پتے کو غذا بنائے رہے، علم دعوت میں رہنما اور مقتدا تھے اور صاحب تصرف بزرگ تھے ہمایوں بادشاہ کو آپ سے بڑی عقیدت تھی ہمایوں بادشاہ کی پس پائی کے بعد شیر شاہ افغان شیخ کی ایذاء رسانی کے پیچھے پڑ گیا تھا اس لئے شیخ نے دکن کا سفر اختیار کیا۔ اس دیار کے سلاطین و امراء آپ کے معتقد ہو گئے، شیخ وجیہ الدین گجراتی جو کہ عالم ربانی اور فاضل متبحر تھے، آپ کے مطیع و منقاد ہو گئے۔ ۹۶۶ھ (نو سو چھیاسٹھ ہجری) میں شیخ گجرات سے آگرہ آئے اور اکبر بادشاہ کو اپنی عقیدت کی لڑی میں پرو لیا لیکن بادشاہ جلد ہی انکی ارادت سے منحرف ہو گیا اور خود شیخ کو بیرم خاں اور شیخ گدڑی کی صحبت راس نہ آئی اسلئے رنجیدہ ہو کر گوالیار چلے گئے وہاں ایک خانقاہ تعمیر کی جس کا خرچہ ایک کروڑ سکہ تھا، آپ نہایت منکسر المزاج تھے جس کو دیکھتے اس کی تعظیم میں اٹھ جاتے۔

تصنیفات :- (۱) رسالہ معراج نامہ خود اپنے عروج کے احوال میں (۲) جواہر خمسہ (۳) اوراد غوثیہ (۴) بحر الحیات - کبھی آپ نے "میں" کا لفظ استعمال نہیں کیا ہمیشہ اپنے کو "فقیر" سے تعبیر کیا کرتے تھے یہاںتک کہ فارسی لفظ "من" جس کا ترجمہ میں ہے اور وزن معروف بھی ہے اگر کہنا ہوتا تو یوں کہتے اتنا "میم و نون" غلہ فلاں شخص کو دیا جائے اسی سال کی عمر میں ۹۷۰ھ (نو سو ستر ہجری) میں رحلت فرمائی۔ اللہ کی رحمت آپ پر ہو۔

(۵۰۲-۷۲) شاہ محمد فاخر الہ آبادی

تخلص زائر بن شاہ خوب اللہ الٰہ آبادی علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ علوم ظاہر تو اپنے بڑے بھائی شیخ محمد طاہر سے حاصل کئے۔ اللہ تعالےٰ نے آپکو عظیم شان عنایت کی تھی کہ اکیسویں سال میں اپنے والد بزرگوار کی مسندِ خلافت کو سنبھال لیا اور اٹھائیسویں سال میں بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہو کر مدینہ طیبہ پہونچے اور حدیث کی سند شیخ محمد حیات سندھی مدنی سے حاصل کی جب تیسری بار سفر حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو برہان پور میں داعی اجل کو لبیک کہہ دیا آپکی تاریخ وفات ۱۱ ذی الحجہ اتوار کے دن ۱۱۶۴ھ آپکی تاریخ پیدائش کا مادہ "خورشید" تھا۔ (۱۱۲۰ھ) اور وفات "زوال خورشید" - (۴۴ + ۱۱۲۰ = ۱۱۶۴) اور مرقد مبارک برہان پور میں شاہ عبداللطیف برہان پوری کے پہلو میں واقع ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے اور اس سے تبرک حاصل کرتے ہیں۔

تصنیفات :- آپکی تصنیفات بہت ہیں ان میں سے ۱ قرۃ العینین فی رفع الیدین ۲ نور السنہ ۳ درۃ التحقیق وغیرہ مشہور ہیں۔ اللہ آپکی کوشش کی قدر کرے۔

(۵۰۳-۷۳) مولوی محمد فاروق چریّاکوٹی

آپ قاضی علی اکبر ولد قاضی عطا رسول کے چھوٹے لڑکے ہیں جو کہ فضل و کمال میں اپنے ہم عمر و ہم عصر میں سبقت کا گیند اچک لئے

تھے اور عقلی و نقلی علوم کے میدان میں تحقیق و تدقیق کی لگام کو بوسید کئے ہوئے تھے، درسی فارسی کتابیں اور عربی صرف و نحو اور عقلی و نقلی علوم کو اپنے بڑے بھائی مولوی عنایت رسول سے حاصل کئے ہوئے تھے اور علم ہیأت کو مولوی رحمت اللہ فرنگی محلی سے اور ہدایہ واصول فقہ کو مفتی محمد یوسف فرنگی محلی سے، اور میرزاہد ملا جلال کو مولوی ابوالحسن منطقی سے سیکھے اور پڑھے تھے۔ الغرض کمال کا ایک ایک دانہ نامی استادوں کے کھلیان سے چن چن کر سواری سفر کو ملک حجاز کیطرف دوڑا کر زیارتِ حرمین سے بہرہ اندوز ہوئے تھے اور علمائے اسلام کے دیدار اور فقراء اہل اسلام کے فیوض حاصل کئے تھے اور فارسی و عربی علوم میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے اور طالب علموں کے پڑھانے میں مشغول رہتے تھے آپ کے شاہکار رسالے عربی ادب، عربی اشعار، مکتوبات اور خطبوں میں بہت ہیں نمونہ کے طور پر تھوڑے ذکر کئے جاتے ہیں۔

فارسی قصائد۔ داد را گوہر شناسا اینکم در بزم تو + بحرِ معنی در دل و گنج
اے میرے حاکم، اے جوہر شناس میں تیری مجلس میں یہیں ہوں + دل میں معنی کا سمندر
سخن در آستیں + اطلس افلاک را دانم چو نقش بوریا +
لئے ہوئے اور آستین میں الفاظ کا خزانہ لئے ہوئے + آسمانوں کے چرخ اطلس کو چٹائی کا نقش سمجھتا ہوں
جامۂ عریانیم رو دار داز دیبائے چین + ہستم از گنج قناعت مایہ دار خرمی +
میری برہنگی کا جامہ چین کی دیبا کا مقابلہ کر رہا ہے + قناعت کے خزانہ سے خوشی کا سرمایہ رکھتا ہوں +
نیستم دریوزہ گردی بر در تاش و نگیں
صاحب بہادر اور موتی والوں کے سامنے بھیک نہیں مانگتا

مثنوی: اپنے استاذ محترم مفتی محمد یوسف صاحب کی تعریف میں ۱۲۸۶ھ میں یہ مثنوی منظوم کی تھی جو بہت مقبول ہوئی اور استاذ نے بھی اس کو سنا تھا کچھ اشعار اسی مثنوی کے یہ ہیں: میرا دل اس کی زلف کے شوق میں نالاں ہے + میں کتنا نالہ کروں انکی زلفِ غم تو بہت دراز ہے + میرا دل، منعم کے گرم دیگ کیطرح جل رہا ہے + لیکن میری صورت ساکن نبض کیطرح رکی ہے، میں ایسا دل رکھتا ہوں جو شیشہ بازی کا بھان متی ہے + اور میری جادو بیانی والی زبان منتر کا نقش و نگار بناتی ہے + میری گفتگو جان

پگھلانے کا منتر ہوتی ہے۔ میری دونوں آنکھیں ساز کی دو خونی نالیاں ہیں + میری پکار ہر نشیمن کی سیٹی + اور میری بات ہر گلی کوچہ کا قصہ ہے + اس گہرے جادو خیز قلم نے بہت دفعہ حروف کی تہ سے جادو نکال دکھایا + کبھی اس نے دن نکالا کبھی رات نکالی + کبھی اس نے بیش قیمت قاقمی پوستین دکھائی اور کبھی بیش بہا ریشمی لباس دکھایا + کبھی تو اس قلم نے ایسا افسون کیا کہ آزردہ دل کے ہونٹوں کو کچھ فرطِ طرب سے ہنسا دیا، اور کبھی مگن دل والے کی آنکھوں سے ماتمی آنسو نکال دیئے + میرے خیال کے بزم میں، صفائی ایک شمع ہے + اور میری بات کمال کے ساز کا ایک نغمہ ہے + تمہیں نظر نہیں آتا کہ میں ایک عجیب و غریب بلبل ہوں + کہ اسی سے ہر محفل کا میں ایک اعجوبہ ہوں + ہر میدان میں میں نے مقابلہ کیا ہے، ترکی اور عربی رسم الخط کو میں پڑھ لیتا ہوں + کبھی تو میں نے امام رازی کے فلسفہ کی تختی پڑھی + اور کبھی عربی حروف کی طرح باندھی اور جب میں اہلِ شیراز کی راگ میں الاپنے لگا + تو اہلی اور سعدی کی سُر میں سر ملا دی + اور جب کبھی میں گنگنانے کی بزم گاہ میں آیا، تو حجازی لے میں گفتگو چلا دی + مجھ پر حسد کرنے والے! میں وہ روشن موتی ہوں کہ میری جوت ہر بزم میں روشن ہے + جب میں نے قلم کو لغات اور زبان میں چلایا + تو کلام کو کرسی اعلیٰ پر لا بٹھایا + نحو میں بھی اور بلاغت میں بھی میں نے بہت سے معانی کے چراغ روشن کر دیئے + اور جب میں نے عالم موجودات کے اسرار کو ڈھونڈھا اور اعداد اور مقدار کے دفتر کو پڑھا + تو میں نے اپنے پاؤں میں مشقت کے بہت سے کانٹے چبھائے تب، آسمان اور ستاروں کے راز کو حاصل کیا + جب میں نے آسمان کے راز سے پردے ہٹائے، تو عرض و جوہر کی بحثوں میں اپنا کلام ہانکا + علت اور معلول کے چہرے کو میں نے کھولا۔ وحدت اور کثرت کی گرہیں میں نے کھولیں + اور شرع

محمدی کے دست مبارک سے میں نے ارواح کی بحثوں اور عقول کے احکام کی اصلاح کی + اس دل فروز آفتاب کی تاب سے میں نے بہت سی تاریک راتوں کو دن بناڈالا + علوی باپوں اور سفلی ماؤں تک سے میں واقف کار ہوگیا + اہل بصیرت کی پاکیزہ نظروں سے میں نے عناصر کے گلزار کو دیکھا ہے + دل کے نگہبان کو میں نے بہت گھما گھما کر پانی اور مٹی کی بہار کا تماشہ کیا ہے + ہر صورت میں میں نے فنا کا مشاہدہ کیا ہے اسلئے لاچار ہر ایک سے رخ موڑ لیا ہے + یہاں اور وہاں کی سوچ سے اپنے کو خالی کر کے بے نظیر ملت احمدی کیطرف رخ کیا ہے + میرا خیال آکاش سے پاتال تک آیات الٰہی کے اسرار کیلئے بھرا ہے + طلب کی مشقت کو بہت برت کر شریعت پاک کے سربستہ راز کے خزانوں کو حاصل کیا ہے + اور جب میں شریعت کے راز سے آگاہ ہوا تو سوائے ایک نقش "اللہ" کے بیچ میں کچھ نظر نہیں آیا۔

آگے ممدوح کی مدح کیطرف گریز کرتے ہوئے فرمایا ؎

جب میں اپنے کمال کی بلندی پر پہونچا، تو ایک عالی آستانہ پتھر کو بوسہ دیا + وہ پتھر شہ دین کے ایوان کا پتھر تھا + جس کی حکومت اور قانون شریعت سے حاصل شدہ چیز تھی + وہ اس استاد کی بارگاہ عالی تھی جو بلندی کے کعبہ ہیں۔ حق کے جانکار جوانمردوں کیلئے دلیل راہ ہیں + وہ بہنے والی بدلی ہیں عطار کی بارش ہیں، ایسے بزرگ سردار ہیں جو کمال کی بلندی کا شکار کرنیوالے ہیں + لڑائی کے شہ سوار دشمنوں کے مقابلہ میں شیر ہیں + سخاوت میں کرم والے عطایا کی بارش ہیں + ایسے کریم ہیں کہ معانی کے شہر کے یوسف ہیں، اما غزالی ان کے فضل کی چراگاہ کے ہرن ہیں + وہ ایسے یوسف ہیں جو مصر معانی کے عزیز ہیں، جم کی حکومت ان کے سامنے کوئی قیمت نہیں رکھتی، صورت کے اعتبار سے بزم یوسفی کی شمع ہیں، معنیٰ کے اعتبار

سے امام ابو یوسف کے ثانی ہیں، کمالات کے اعتبار سے اس وقت دنیا میں کوئی ان کا ہمسر نہیں ہے، کوئی پیشانی انکی خاک در سے خالی نہیں ہے + ان کی درسگاہ کے شوق میں افلاطون ایسا دل رکھتا ہے جو خون سے بھرے ہوئے پیالہ کے مانند ہے + ان کے باغ سے ارسطو سبق لیتا ہے + ان کے سامنے بو علی بن سینا شاگردی کا زانو تہ کرتا ہے۔ (ان کے آخر تک)

جن بقیہ آبدار اشعار کو میں حیز تحریر میں نہیں لایا کیونکہ بحر زخار کو کوزہ میں بند کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ آپکی عمدہ تصنیفات کے علاوہ دو عربی ادب کے شاہکار خطبے بھی ہیں جن میں انھوں نے فصاحت کی خوب داد دی ہے اور وہ انکی کمالِ بلاغت کی روشن دلیل ہیں ایک کا عنوان ہے" خطب جمعہ" جو کہ منظوم و منثور خطبوں پر مشتمل ہیں۔

جمعہ کا ایک خطبہ :۔ اللہ کی تعریف جو نعمتوں کے تقسیم کرنے والے، مصیبتوں کے دفع کرنیوالے، ناموں کو بلند کرنیوالے ہیں، درود و سلام سید الانبیاء محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر جو قیدیوں کو چھڑانے والے، اسرا و معراج کی خصوصیت رکھنے والے ہیں اور انکی پاک آل پر جو بدحالی کی آزمائش سے پاک صاف ہو چکے اور ان کے ان اصحاب پر جو دشمنوں کے اوپر غالب ہو گئے۔

اَمَّا بَعۡد :۔ بھولنے والا الاختطار کار بندہ، محمد فاروق حنفی عباسی اس کو اللہ اپنے دین کی ناموس کا محافظ بنائے اور روز قیامت اس کا نامۂ عمل داہنے ہاتھ میں عنایت فرمائے یوں عرض کرتا ہے کہ مجھ سے میرے ایسے دوستوں نے خطبے لکھنے کی درخواست کی جن سے میں محبت کرتا ہوں اور وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور انکی دوستی نے مجھکو غلام بنالیا اور ان سے محبت کرنیکی تمنا کی جاتی ہے کہ میں ایسے ادبی خطبے لکھوں اور نگاہوں کے سامنے ایسی خالص عربی زبان کو واضح کروں کہ اپنی شیریں بیانی سے لوگوں کی پیاس بجھادے اور اس کے سوج بچار کی شہد اس پیالہ سے مخلوط ہو جس کا

دور ابن نباتہ مصری نے چلایا ہے لیکن اس لئے اس درخواست کو قبول کرنے کی گنجائش نہ نکلی مجھکو تھکا دینے والے غم بے چین کئے ہوئے تھے اور میرا ہاتھ اعمال سے خالی تھا، اور میرا پاؤں مصیبتوں کی زنجیر میں جکڑا ہوا تھا، اور میرا نفس مشقت کے گرد و غبار جھیلنے سے اس طرح بجھا ہوا تھا کہ کیا اس غمگین کا نفس بجھے گا جسکو سوزشِ غم نے پکڑ لیا ہو۔ اور کیا اس لاغر مریض کا نفس گلا ہوگا جس کی تنگدلی مایوسی تک پہونچی ہوئی ہو، اور کیا وہ اولہ گلا ہوگا جسکو آگ کی لپٹیں لگی ہوئی ہوں، یہانتک کہ مجھے یہ معلوم ہونے لگا کہ زمین ہر مصیبت و مشقت کی فرودگاہ ہے، اور ہر جھڑ جھڑانے والی چوائی ہواؤں کے چلنے کی جگہ ہے۔ اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ علم کا پانی اس وقت زمین میں جذب ہو گیا ہے اور اس کا پچھتر دھوکہ دہی میں بھنبھنا رہا ہے، اور نگاہوں سے اس (علم) کی روشنیاں اوجھل ہو گئی ہیں اور دلوں میں اس کی نشانیاں بھولی بسری ہو گئی ہیں اور جہالت و نادانی نے اپنا برتن لوگوں کیلئے بھر لیا ہے، اور جسموں پر اپنی لمبی چادر تان دی ہے اور جہل کی آندھی نے نشانات کو مٹا دیا ہے یہانتک کہ علم کے گھنیرے درخت مرجھائے ہوئے ہیں، اور اسکی عمارتیں چھتوں کے اوپر ڈھہ گئی ہیں۔ پس لوگ اس چیز کا انکار کرتے ہیں جو ان کے ذہنوں میں نہ سمائے، اور اسکو ناپسند کرتے ہیں جسکو ان کے کانوں نے نہیں سنا ہے، پس جو چپ رہا وہی ان شہروں میں منافع میں رہا۔ اور جو کچھ بولا بس اس کے سوالات کساد بازاری کا شکار ہوئے۔

اسی طرح رات و دن گذرتے رہے تو ایک مدت کے بعد شخص موصوف نے مجھ سے پھر اصرار کیا، اور بہت زیادہ لپٹ کر مجھ سے دوبارہ درخواست کیا، یہانتک کہ مجھ کو انکی مقصد براری کے سوا کرنے گنجائش نہ رہی تو میں نے بہت عطا کرنیوالے مالک پر بھروسہ کر کے ان کی پکار کا جواب دیا۔

دوسرا خطبہ: خطبہ نکاح جسکو ہائی کورٹ ممالک مغربی و شمالی کے جج مسٹر محمود ولد سید احمد نجم الہند کے نکاح میں دیا تھا جس میں ترک حروف منقوطہ کی صنعت کو استعمال کیا ہے وہ یہ ہے:

تمام تعریف اللہ کیلئے ہے جو بے نیاز، محبت کرنیوالے ہیں، فیصلہ کرنیوالے انصاف در قابلِ تعریف ہیں، وعدہ کی ہوئی ذمہ داری کے مالک ہیں، پھیلی ہوئی بخشش کو وسعت دینے والے ہیں، جنھوں نے قوم ہود کو تباہ کر دیا، خاندان داؤد کو امیر بنایا، کسی گننے والے نے انکی عطار کو شمار نہیں کیا، اور نہ نعمتوں کو کوئی روکنے والا ہے، لاالٰہ الا اللہ اسکے سوا قوموں کا کوئی معبود نہیں، اے اللہ درود اور خوب سلام بھیج، اور ان دونوں کو کامل بناتے رکھئے ہمیشہ اپنے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے جو تمام رسولوں میں سب سے زیادہ کریم ہیں، جو ملتوں کو کمال تک پہونچانے والے امید کے ملجا ہیں۔ نادار اور بیوہ کی ڈھارس بندھانے والے ہیں، وہ اونچے جھنڈے والے اور اسیروں کے معاون ہیں، آسمان پر جا چڑھے کریم رسولوں کی سرداری کی اور آدم و حوا کا مرتبہ بلند کیا، یا اللہ انکی اولاد صالحین اور رحم کرنیوالے محبین پر رحم فرما جب تک آسمان برستا رہے اور گہرا پانی تاریک رہے، اے اہلِ اسلام! تم پر سلامتی والا خدا رحم کرے، شریفوں کا عمل جاری رکھو، اور یقین کرو کہ آدمی کے سامنے موت ہے، اور اس کا انجام فنا ہے، اور اس کی امیدیں خواب و خیال ہیں، اور اس کے منازل اکتا ہٹیں ہیں، اور اس کی سواریاں مصائب ہیں، اور ایک صراط ہے تلوار کی دھار کی طرح۔

اللہ کیلئے جوڑو ......[1] (پڑھا نہ جاسکا اس لئے ایک جملہ کا ترجمہ نہ ہوسکا)[1]

اور امر معہود کی تیاری کیلئے سامان تیار کرو۔ اور آل اور خاندان کے معاملہ کو درست کرو، اور دولھن اور اولاد کے موقعہ کی نگہبانی کرو۔ جیسے تم کو رسول کریم و مسعود نے حکم دیا ہے، کیونکہ آپ نے جو خدائے صمد کے رسول منیب ہیں جس طرح معاد

کے امور کو پختہ بنایا اور اس کی علامت بتائی اسی طرح اہل خانہ اور اولاد کی اصلاح کا بھی امر محکم دیا، پھر اس آدمی کا کیا کہنا جو شریفوں میں دامادی کا رشتہ قائم کرے۔ اور پاک لوگوں کا رشتہ شریف خاندان کی محبت سے جوڑے، اور اہل کرم و اہل سیادت کے ساتھ گتھ جائے، اور جو تمہارے رسول مکرم کے طریقہ پر چلے جیسا کہ اس پر حاکم عادل مسٹر محمود نے عمل کیا جو باکمال سید احمد بہادر کے لڑکے ہیں، یہ دو کے دونوں شریفوں پر سہارا کئے ہوئے ہیں اور ان دونوں کی محبت سے خوش ہونا پوری خوشی کی بات ہے کہ شرافت کی نشانی ہے اور ان کی ہمتوں کا سمندر رحموں کا در ماں ہے۔ اور رحمی کی امید ہے، اے اللہ محمود کو لمبی عمر اور بے شمار مال اور اور اس کو اور اس کی دولہن دونوں کو ایک دوسرے سے محبت عطا کر۔ اور ان دونوں کو مال اور اولاد سے عزت عنایت کر، اور ان دونوں کو ایسی خوشی دے جس کا کوئی شخص اندازہ نہ کر سکے۔ {اس پورے خطبہ میں نقطہ دار حرف نہیں ہے۔ مترجم}

اس خطبہ کے جواب میں مسٹر سید محمود نے اردو زبان میں ایک مکتوب لکھا جس میں کمالِ ظرافت سے ایک جملہ یہ بھی لکھا:

اگر میں ہنسی سے کہوں کہ خوب بے نقط سنائی تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(۵۰۴-۷۴) شیخ محمد فاضل بٹالوی

قادری مجددی، پنجاب کے نامی علماء میں سے شریعت و طریقت میں راسخ القدم شخص تھے، تمام عمر طلبہ کی تعلیم و تدریس میں بسر کی بہت سے باکمال آدمی آپ کے دامنِ تربیت سے نکلے ۱۱۵۱ھ میں وفات پا کر بٹالہ میں دفن ہوئے۔

(۵۰۵-۷۵) مولوی محمد قاسم نانوتوی

ولد شیخ اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش

ابن علاؤالدین ولد محمد فتح ولد محمد مفتی ولد عبدالسمیع ابن مولوی ہاشم نانوتوی ۱۲۴۸ھ (بارہ سواڑتالیس ہجری) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام "خورشید حسین" ہے فطرۃً عمدہ ذہن اور طبیعت کے تیز تھے، شیخ نہال احمد نانوتوی اور مولوی محمد نواز سہارنپوری سے عربی و فارسی کتابیں پڑھکر ۱۲۶۰ھ میں دھلی آکر مشہور درسی کتابیں مولانا مملوک علی نانوتوی مدرس اول مدرسہ دہلی سے پڑھیں اور حدیث کی سند شاہ عبدالغنی محدث دہلوی سے حاصل کی علوم کی تحصیل سے فارغ ہوکر کچھ دن دہلی کے انگریزی مدرسہ سے متعلق رہے پھر اس تعلق کو چھوڑ کر مطبع احمدی میں کتابوں کی تصحیح پر مقرر ہوئے۔ ۱۲۷۷ھ میں بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوکر دستِ بیعت ہمارے شیخ مولوی محمد حسین صاحب کے شیخ جناب حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر و نزیل مکہ معظمہ کی خدمت میں دیا اور سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں بیعت ہوئے وہاں سے واپس آکر مدرسہ اسلامیہ کی سرپرستی خود اپنے ذمہ میں لے لی پھر ۱۲۸۵ھ میں دوبارہ بیت اللہ الحرام کی زیارت کا فخر حاصل کیا وطن واپس آکر دہلی میں درس دینے اور علوم کی اشاعت میں مشغول ہوئے، پادری تاراچند کو مذہبی مباحثہ میں لاجواب کردیا۔ پھر ۱۲۹۳ھ میں بمقام چاند پور ضلع شاہجہانپور میں ایک بڑا مجمع میلہ خداشناسی کے نام سے اکٹھا ہوا جس میں ہر مذہب کے نامی علماء جمع ہوئے۔ صاحب ترجمہ (مولوی محمد قاسم) علیہ الرحمہ نے علیٰ رؤس الاشہاد تثلیث اور شرک کا ابطال اور توحید کا اثبات اس عظیم ڈھنگ سے بیان کیا کہ پورا جلسہ خواہ موافق ہو یا مخالف آپ کا بیان سننے کیلئے مہر سکوت اپنے اپنے ہونٹوں پر لگالیا اس کے بعد ۱۲۹۴ھ میں پنڈت سرستی کے ساتھ وجود اور توحید پر مناظرہ کیا اور عیسائیوں کے ساتھ تحریف کے عنوان پر گفتگو کی تو پنڈت جی مارے شرم کے سر جھکا کر خاموشی اختیار کرلئے

اور عیسائی پادری صاحبان اپنی کتابیں وہیں چھوڑ کر بھاگ جانے کو غنیمت جانا اس باب میں آپ کا رسالہ "حجۃ الاسلام" مشہور ہے اور اسی سال تیسری مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے وہاں سے واپسی میں مرض تپ میں مبتلا ہوئے لیکن عین بیماری کے زمانہ میں پنڈت دیانند مذکور نے استقبالِ قبلہ پر اعتراض کیا۔ آپ نے اس کا جواب بنام "قبلہ نما" تحریر فرمایا۔

وفات:۔ ۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ (بارہ سو ستانوے ہجری) پنجشنبہ بوقت ظہر مرض تپ وذات الجنب میں وفات پاکر قصبہ نانوتہ میں مدفون ہوئے۔

{صحیح یہ ہے کہ قصبہ دیوبند میں آسودہ خاک ہیں اور وہ جگہ جہاں آپ کا مرقد ہے اس وقت "مزار قاسمی" کے نام سے موسوم ہے۔ مترجم}

تلامذہ:۔ آپ کے شاگردوں میں سے مولوی محمود حسن دیوبندی، مولوی فخر الحسن گنگوہی، مولوی احمد حسن امروہی مشہور ہیں۔

تصنیفات:۔ ۱۔ مجموعہ رسائل قاسم العلوم ۲۔ مصابیح التراویح ۳۔ آب حیات، ۴۔ تقریر دلپذیر ۵۔ مباحثہ شاہجہانپور ۶۔ ہدیۃ الشیعہ ۷۔ قبلہ نما۔

دیوبند، نانوتہ شاہ جہاں پور کے دو قصبے ہیں {اسوقت ضلع سہارنپور میں ہے مترجم}

(۵۰۶-۷۶) مولوی محمد لبیب بدایونی

ولد مولوی محمد سعید بدایونی، مروجہ علوم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کئے اور تکمیل تک پہونچایا آپ جامع العلوم تھے خصوصًا فقہ اور فرائض میں کامل مہارت رکھتے تھے، چوہتر سال کی عمر میں بماہ محرم ۱۲۰۵ھ میں رحلت فرماکر دار الجنان میں جاپہنچے۔ رحمۃ اللہ علیہ وعلی اسلافہ۔

(۵۰۷-۷۷) مولانا محمد مبین لکھنوی

ولد ملا محب اللہ بن ملا احمد عبد الحق بن ملا محمد سعید جو کہ ملا قطب الدین شہید سہالوی کے دوسرے لڑکے ہیں۔ مولانا محمد مبین

شارح سلم ملا حسن کے شاگرد رشید ہیں، آپ نقلی و عقلی علوم کے عالم، خفی و جلی اسرار سے واقف تھے۔ ذہن کی عمدگی، ذکاوت اور حسن بیان میں مشہور تھے۔

تصنیفات :۔ آپکی لطیف تصنیفات میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ ۱ شرح سلم ۲ شرح مسلم الثبوت ۳ حاشیہ میر زاہد رسالہ ۴ حاشیہ میر زاہد ملا جلال ۵ حاشیہ میر زاہد شرح مواقف ۶ وسیلۃ النجات (اہل بیت نبوی کے حالات میں) ۷ حکایات الصالحین کا ترجمہ ۸ شرح اسمائے حسنیٰ ۹ شرح تبصرہ (علم تصوف میں) ۱۰ زبدۃ الفوائد (سحور رمضان کے باب میں) ۱۱ کنز الحسنات فی ایتاء الزکوٰۃ وغیرہ۔

وفات :۔ ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۲۵ھ (ایک ہزار دو سو پچیس ہجری) میں باغ رضوان کو روانہ ہوگئے اور مولانا احمد انوار الحق کے باغ واقع لکھنؤ میں مدفون ہوئے علیہ الرحمۃ "ماہ برج علوم پنہاں گشت" مادہ تاریخ وفات ہے۔
۱۲۲۵ھ

(۵۰۸-۷۸) ملا محمد محسن کشو

خطہ کشمیر کے علماء کبار میں سے ملا محمد امین کانی کشمیری کے شاگرد عقلی علوم میں مکمل دست رس تھے ان کے شاگردوں میں سے کوئی محروم نہیں رہتا تھا ہدایہ اور مطول کے اوپر حاشیے اور تعلیقات لکھیں اور ملا نازک کے مرید ہوئے ۱۱۱۹ھ میں وفات پاکر موضع تاشون سید محمد کرمانی کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

(۵۰۹-۷۹) حافظ محمد محسن دہلوی نقشبندی

شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے پوتے اور شیخ محمد معصوم مجددی کے خلیفہ تھے علوم عقلی و نقلی کے جامع تھے۔
وفات ۱۱۴۷ھ میں ہوئی۔

(۵۱۰-۸۰) خواجہ محمد معصوم سرہندی

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد الدین محمد معصوم خلف الصدق

وخلیفۂ اعظم حضرت قیوم ربانی محبوب صمدانی شیخ احمد فاروقی سہرندی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہما آنجناب کی پیدائش ۱۰۰۹ھ (ایک ہزار نو ہجری) میں ہوئی سولہ سال کی عمر میں والدِ محترم سے فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ عقلی ونقلی علوم کے جامع صوری ومعنوی کمالات کا خزانہ تھے، قطبیت کے مقام اور قیومیت کے منصب کی بشارت والد بزرگوار سے حاصل ہوئی، طریقۂ احمدیہ مجددیہ کی نسبت آپکی توجہات سے اطراف عالم میں پھیلی، اور ایک جہان بلند احوال اور عالی مقامات تک آپ سے پہونچے مقامات الہیہ کا کشف اس قدر پختہ تھا کہ دور دراز ملکوں کے باشندے جو آپ سے نسبت رکھتے تھے ان کے بارے میں بتادیتے تھے کہ فلاں ملک کا فلاں شخص موسویہ ولایت یا محمدیہ ولایت تک پہونچ گیا۔ نو لاکھ انسان آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور سات ہزار نفوس کو جناب عالی سے اجازت حاصل ہوئی، جسکو طلب صادق ہوتی وہ آپ کی خدمت میں ایک ہفتہ رہ کر مقام فنا تک اور ایک ماہ رہ کر مقام ولایت تک پہونچ جاتا اور بعض بعض کو تو محض ایک توجہ سے سارے مقامات طے کرادیتے تھے اسی طرح حضور کے صاحبزادگاں بھی وقت کے قطب تھے اور ہفت اقلیم کو روشن کردیا۔

وفات:۔ گیارہویں صدی کے سترویں سال نویں ربیع الاول کو دار فانی سے عالم جاودانی کو سدھارے {یعنی ۱۰۷۰ھ}

(۱۱۵۱ - ۸۱) سید معصوم نقشبندی بالاپوری

اپنے نظیروں اور ہم عمروں کے خلاصہ اور مشائخ زمانہ کے ستون تھے قصبہ بالاپور جو صوبہ برار کے مضافات میں سے ہے وہیں سکونت پذیر تھے۔ اور نظام حیدرآباد کیطرف سے چند دیہات معافی میں ملے تھے ان ممالک میں علوم ظاہری کا پھیلاؤ آپ ہی کے پرتو فیض سے ہوا

اور آپ کے اکثر اسلاف بڑے علماء اور قابلِ احترام فضلاء میں سے گذرے ہیں۔
وفات ۔ آپکی وفات تیرہویں صدی ہجری کے انیسویں سال (۱۲۱۹ھ) میں ہوئی اور قصبہ بالاپور میں مدفون ہیں۔ { اس وقت بالاپور ایک معمولی گاؤں ہے جو صوبہ آندھرا میں حیدر آباد کے قریب ضلع رنگاریڈی میں واقع ہے۔ مترجم }

(۵۱۲-۸۲) مولوی محمد معظم ساکن بنہ

ولد احمد صدیقی مولوی محمد اشرف لکھنوی کے جدامجد تھے بنہ میں پیدا ہوئے اپنے والد محترم اور عبد الحکیم سیالکوٹی سے علوم حاصل کئے اور قرآن مجید مع تفسیر بیضاوی کے حافظ تھے، دینی علوم میں اپنے ہمسروں پر فائق تھے عالمگیر بادشاہ کے لڑکے بہادر شاہ نے بنہ کی قضاء سے سرفراز فرمایا اور چند گاؤں انھیں جاگیر میں دی آپ عہدۂ قضاء کے ساتھ ساتھ درس دینے میں بھی مشغول رہتے تھے آپکی تصنیفات میں قرآن مجید کی ایک تفسیر تھی جو سکھوں کی شورش و غلبہ میں جلادی گئی ۔ نیز مولانا روم کی مثنوی کی شرح بھی آپ نے کی۔
وفات :۔ ۱۱۵۸ھ (ایک ہزار ایک سو اٹھاون میں وفات پاکر بنہ میں دفن ہوئے۔

(۵۱۳-۸۳) مولانا محمد مفتی

جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے زمانے کے علماء کبار میں سے اور شہر لاہور کے اصحاب درس میں سے عہدۂ افتاء پر فائز تھے، جب جب صحیح بخاری شریف اور مشکوٰۃ المصابیح ختم کرتے، عظیم تقریب کرتے اور بغرا و دیگر حلوہ جات پکوا کر حاضرین مجلس کی تواضع کرتے، انکی فرودگاہ اکابر و اعیان علم و فضل کی بیٹھک ہوا کرتی تھی۔ جب نوے سال کی عمر ہوگئی تو ضعیف اور منحنی ہوگئے اور درس دینے کی طاقت نہ رہی۔ اور آپ کے تمام صاحبزادگان بھی اپنے والد کا نمونہ اور فضل و کمال کے مالک تھے ان سب پر اللہ کی رحمت ہو۔

(۵۱۴-۸۴) مولوی محمد مکی جونپوری

آپ مولوی سخاوت علی عمری جونپوری کے چوتھے فرزند ہیں آپکی کنیت ابوالخیر ہے ۲۹ رجمادی الثانیہ ۱۲۷۴ھ (بارہ سو چوہتر ہجری) کو مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اپنی والدہ یعنی قاضی ضیاء اللہ مرحوم کی صاحبزادی کی پرورش کے دامن میں اپنے علاتی بھائی مولوی محمد جنید کے ہمراہ وطن (جونپور) واپس آئے تھوڑی مدت میں حفظ قرآن کی دولت سے مالامال ہوکر مروجہ فارسی کتابیں اور عربی علوم اپنے بھائی جان مولوی محمد شبلی سے شروع کیں، پھر موضع کوپا ضلع چھپرہ کے مولوی عبداللہ سے جوکہ مولوی مفتی محمد یوسف فرنگی محلی کے شاگرد تھے نیز مولوی سعادت حسین عظیم آبادی، مولوی علی اکرم آروی، اور مولوی محمد عبدالحی فرنگی محلی جیسے علماء کرام سے تکمیل علوم کئے اور طلبہ کو سبق پڑھانے اور عوام کو وعظ و نصیحت کرنے میں مشغول ہوگئے، اور جامع مسجد جونپور میں جو مدرسہ ربانیہ قرآنیہ آپ کے والد کا قائم کیا ہوا ہے اسی مدرسہ کے انتظام و انصرام میں اس وقت مصروف ہیں اللہ آپ کو زندہ سلامت رکھے اور آپکی دلی تمناؤں کو پوری کرے۔ آمین

(۵۱۵-۸۵) شیخ محمد مودود لاری

جو بابا نظام ابدال کے مرید ہیں تھوڑے دنوں مروجہ شدبد مولانا عبدالغفور لاہوری سے سیکھی اور بہت سارے دروازوں کی خاک چھان کر عیانی و بیانی مراتب کی اچھی معلومات حاصل کی اور انوکھے علوم جیسے کیمیا وغیرہ میں بھی معلومات فراہم کرلی۔ شاہ نعمت اللہ ولی اور شاہ قاسم انوار کو معلوم کرلیا۔ الحاصل علم توحید کے ماہروں اور تجرید و تفرید ی مشرب کے متبعین میں سے تھے۔ ۹۰۰ھ (نوسو ہجری) میں ہندوستان تشریف لائے تو شیخ امان پانی پتی نے آپ سے علم توحید میں استفادہ کیا اور کتاب فصوص الحکم کی تحقیق آپ سے

کرتے تھے اور شیخ امان کے حق میں آپ کہا کرتے کہ میں نے نابل جوہر پایا لیکن افسوس یہ ہے کہ اس کے صرف ایک ہی آنکھ ہے اور مخاطبت کے وقت بھی انکو تھوڑا اندھا کہہ کر پکارتے مدتوں آگرہ میں مقیم رہے اس کے بعد شیخ امان سے محبت کے علاقہ اور شیخ امان کی خدمت گذاری کی بنیاد پر پانی پت میں سکونت اختیار کرلی۔ اور اسی جگہ ماہ رمضان ۹۰۷ھ میں آخر محوِ خواب ہوئے اور مزار بھی وہیں بنا جہاں شیخ امان پانی پتی کا بھی مزار ہے۔

(۵۱۶-۸۶) شیخ محمد احمد آبادی

آپ شیخ حسن محمد حشتی احمد آبادی گجراتی سے مشہور ہیں آپکی کنیت ابو صالح تھی، اس شیخ احمد کے لڑکے ہیں جن کا عرف شیخ میانجی بن شیخ نصیر الدین ہے آپ ظاہری و باطنی علوم میں یکتائے زمانہ تھے بچپن ہی سے کمالات حاصل کرتے رہے اور والد بزرگوار کے سامنے ہی شہرۂ آفاق ہو گئے، اسی کے ساتھ ظاہری دولت و ثروت بھی تھی بزرگوں کے عرسوں کا خرچ اور درویشوں کے کھانے کا مکمل انتظام کرتے شہر احمد آباد کے اندر ایک بڑی مسجد ایک لاکھ روپیہ کے صرفہ سے تعمیر کرائی جس کی تاریخ کا مادہ "بنای شیخ" ۹۶۲ ہے۔

تصنیف: تفسیر محمدی اور حاشیہ تفسیر بیضاوی وغیرہ آپ کی یادگار تصنیفات ہیں۔ اکتالیس سال تک مسندِ ارشاد پر متمکن رہ کر ۵۹ سال کی عمر میں ۲۰ ذلقعدہ سنیچر کے دن ۹۸۲ھ (نو سو بیاسی ہجری) میں رحلت فرمائی۔

(۵۱۷-۸۷) سید محمد جعفر بدر عالم احمد آبادی گجراتی

ولد سید جلال مقصود عالم قدس سرہما۔ ۱۲ شعبان ۱۰۲۳ھ (ایک ہزار تیئیس ہجری) میں پیدا ہوئے اپنے والد بزرگوار کے مرید اور خلیفہ تھے، علوم ظاہر و باطن میں باکمال خصوصاً علم حدیث و

تفسیر میں فائق الاقران تھے انکی بہت سی تصنیفات یادگار ہیں۔

ان میں سے ایک کتاب روضاتِ شاہی ہے جو چوبیس جلدوں میں ہے اس میں بزرگوں کے حالات مذکور ہیں اور حدیث و تفسیر وغیرہ میں بھی دوسری بہت سی تصنیفات ہیں نویں ذی الحجہ ۱۰۸۵ھ (ایک ہزار پچاسی ہجری) میں وفات ہوئی اور اپنے والد کے پہلو میں احمد آباد میں دفن ہوئے۔

(۵۱۸-۸۸) **سید محمد ابو المجد محبوب عالم** ولد سید جعفر بدر عالم احمد آبادی گجراتی ۲ ربیع الاول ۱۰۴۷ھ میں پیدا ہوئے ابتدا پیدائش اور فطری جبلت سے خدا طلبی کے جذبہ سے سرشار اور علمی اکتساب سے سرمست تھے۔ احمد آباد گجرات کے علماء صوفیہ اور مشائخ میں سے ہیں بہت سی تصنیفات کے مصنف ہیں ان میں سے دو تفسیریں ہیں ایک فارسی میں جو اہل بیت کی روایت سے ہے۔ دوسری عربی میں تفسیر جلالین کے طرز پر اور حدیث میں زینۃ النکات فی شرح المشکوٰۃ ہر مذہب کے دلائل و تمسک میں یادگار ہے درس و تدریس اور دیگر علمی کتابوں کے مطالعہ کے علاوہ عبادت و ریاضت بھی بہت کرتے تھے۔

وفات:۔ ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۱۱۱ھ میں وفات پاکر احمد آباد میں مدفون ہوئے۔

(۵۱۹-۸۹) **سید محمد پٹنی گجراتی** عرف سید خدا بخش بن سید حسین ملتان سے پٹن تشریف لائے۔ علوم صوری و معنوی کو اپنے والد محترم سے حاصل کئے، کامل فقیہ اور باعمل محدث تھے، خاندانِ چشتیہ میں ارادت کا تعلق برہان الدین قطب العالم سے تھا۔ ۵ جمادی الثانیہ ۸۴۷ھ (آٹھ سو سینتالیس ہجری) میں وفات ہوئی۔ مزار مبارک و متبرک پٹن میں ہے۔

(۵۲۰-۹۰) شیخ محمد صالح احمد آبادی گجراتی عرف بیر بابا

ولد شیخ نور الدین پسر شیخ محمد گجراتی، پیدائشی صالح؛ علم، حلم، تقویٰ، سخاوت سے متصف۔ اپنے والد صاحب کے شاگرد، مرید اور جانشین تھے۔ شروع سے آخر تک سب کچھ والد محترم سے سیکھا، ظاہری علوم اور باطنی مقامات سے بہرہ مند تھے۔ سات سال کی عمر میں قرآن کریم تجوید کے ساتھ یاد کر لیا۔ محمد اعظم شاہ جس زمانہ میں گجرات کے صوبہ دار تھے شیخ محمد صالح کو اپنے یہاں بلا کر ان سے سورۂ رحمٰن سنی اتنا خوش ہوئے کہ خلعت اور نقد کے ساتھ ساتھ موضع تاجپور جاگیر میں دیا جو پرگنہ بیرم گام کے عملہ میں سے ہے، اور اورنگ زیب کے پاس سے فرمان شاہی طلب کر کے عنایت کیا پھر فرخ سیر اور محمد شاہ کی حکومت کے زمانہ میں آپ کو دہلی طلب کیا گیا اور دونوں بادشاہوں نے آپکو دو دو ہزار روپئے بطور زاد راہ عنایت کئے اور اعزاز و اکرام کے ساتھ با اختیار ملازمت ملی اور عنایات شاہانہ نقد، خلعت، ہاتھی کی سواری سے نوازے گئے۔ گجرات و دکن کے اکثر علماء و فضلاء کا آپ کی فضیلت و قابلیت پر اتفاق ہے۔ اور ان کے ہمعصروں میں سب پر فوقیت لے جانے کے مقر و معترف ہیں۔

وفات:۔ ۱۶ر جمادی الثانیہ ۱۱۴۷ھ میں اپنے والد کی زندگی میں شاہ جہاں آباد میں فوت ہوئے اور جنازہ شاہ جہاں آباد سے لا کر انکے دادا کے مقبرہ میں دفن کیا گیا۔

تاریخ وفات کا مادہ "مراد بخش" ہے
۱۱۴۷ھ

(۵۲۱-۹۱) میر سید محمد قنوجی

ہمیشہ دینی علوم کے درس دینے اور یقینی معارف کی نشر و اشاعت میں مشغول رہتے شاہ جہاں بادشاہ نے اپنی حکومت کے آخری دور میں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کو بلا کر اپنے تقرب کے ساتھ آپ کو مخصوص کیا اس کے بعد عالمگیر

بادشاہ نے اکبر آباد سے آپ کو کمال نیاز مندی کے ساتھ طلب کر کے اپنا مخصوص و مقرب بنا لیا آپ کے پاس بادشاہ نے جب حجۃ الاسلام امام غزالی کی تصنیفات خصوصًا "احیاء علوم الدین" دیکھی تو ہفتہ میں تین دن شاہی مجلس میں علمی مذاکرہ کیلئے مقرر کیا آپ شاہی مجلس میں علمی فیضان فرماتے رہتے۔ پھر فتاوی عالمگیری کی تالیف میں آپنے بہت عمدہ کوششیں فرمائیں۔

(۵۲۲-۹۲) حاجی محمد قائم سندھی

کامل ترین عالم اور فاضلوں میں افضل، علم وعمل کا مجموعہ، کسبی اور وہبی فیوض کی فرودگاہ، مخدوم رحمت اللہ سندھی کے شاگرد حاجی ہاشم کی نظیر تھے، علمی مباحث میں علماء کرام کے ساتھ انکی بہت مصاحبت رہی ذہانت میں اکثر ہمعصروں سے فائق رہے، ہر دن عصر کے وقت حدیث نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام بیان کیا کرتے تھے، اور بہت سے اہل توفیق کو راہ سلوک کی رہنمائی کیا کرتے تھے، ایک دفعہ حج کو جا کر وطن واپس آئے پھر دوبارہ اہل وعیال کے ساتھ سفر حج کیا اور وہیں مقیم ہو گئے اور حدیث پاک کا درس اسی پاک سرزمین میں دینے لگے اور تمام علماء کی نگاہیں ان کے درس حدیث کیطرف لگ گئیں۔ ۱۱۵۷ھ میں دنیا سے گذر گئے۔ آپکے شاگردوں میں سے ملا محمد باقر واعظ اور مخدوم نور محمد اپنے وقت میں مشہور ہوئے۔

(۵۲۳-۹۳) سید جلال مقصود عالم احمد آبادی گجراتی

ابن سید محمد مقبول عالم قدس سرہما شنبہ کی رات ۱۵ ار جمادی الثانیہ ۱۰۰۳ھ کو ولادت ہوئی۔ کلمہ "وارث رسول" سے تاریخ ولادت برآمد کی گئی۔ گیارہ سال میں قرآن مجید حفظ کر ڈالا اور علوم کے حاصل کرنے میں مشغول ہوئے تحصیل علم

کی ابتدا مولانا حسین سیستانی سے اور اس کی تکمیل شیخ عبدالعزیز سے کی جوان کے والد کے مرید اور شاگرد تھے اور باطنی مقامات کی تحصیل والد بزرگوار سے کی، شاہجہاں بادشاہ کے دربار سے شش ہزاری کا عہدہ اور صدارت کی خدمت حاصل کی اس جاہ و ثروت کے باوجود تنہائی میں مجاہدہ اور ریاضت بہت زیادہ کیا کرتے تھے اور تمام رات عبادت اور مناجات میں گذارتے۔

وفات:۔ ۸ ربیع الثانی ۱۰۵۹ھ کو لاہور میں انتقال کیا اور انکی لاش احمد آباد لاکر ان کے والد کے مقبرہ میں دفن کی گئی۔

(۵۲۴-۹۴) سید محمد مقبول عالم احمد آبادی گجراتی

ابن سید جلال الدین ابو محمد ماہ عالم، گجرات کے علماء، صوفیہ اور دکن کے مشائخ میں سے ہیں۔ ۱۴ رجب ۹۸۹ھ (نو سو اسی اور نو نواسی ہجری) میں پیدا ہوئے۔ صوری و معنوی کمالات کے جامع، ظاہری اور باطنی علوم پر حاوی تھے، سلسلۂ مغربیہ میں خرقۂ خلافت اپنے والد بزرگوار سے پاکر دنیا کے ارشاد و ہدایت پر مقرر ہوئے۔ اور دنیا کو منور کیا آپکی تصانیف اور تالیفات بھی بہت ہیں ان میں سے جمعاتِ شاہی مشہور ہے جن میں رات دن کے وظائف اور معمولات ہیں۔

وفات:۔ ۱۲ رجب ۱۰۴۵ھ میں اور مزار مبارک احمد آباد ہے۔

(۵۲۵-۹۵) مخدوم محمد معین سندھی

ولد مخدوم محمد امین ولد مخدوم طالب اللہ سندھی، مخدوم عنایت اللہ کے شاگرد تھے۔ تمام فنون کے جامع، معقول و منقول پر حاوی، زمانہ کے ماہر، علامہ دہر تھے، علمی کمالات کے ساتھ ساتھ بحر معرفت کی شناوری میں بہت سے بزرگانِ دین کی صحبت اٹھائے ہوئے تھے اور پوری ارادت میاں ابوالقاسم

نقشبندی سے حاصل تھی اور آخری ایام میں سید عبداللطیف تارک کی خدمت میں ارادتمندی اور اخلاص پیدا کرلیا تھا۔ آپ کے اور حاجی محمد ہاشم کے درمیان ہمیشہ دوستی اور گاڑھی چھنتی رہی۔ بہت سی کتابیں بھی تصنیف کیں، حکام وقت انتہائی تعظیم کے ساتھ ان کے دیدار کو جایا کرتے، اور آپ بھی ان سے خوب اچھی طرح ملاقات کرتے تھے، سماع کو پسند کرتے تھے بلکہ عین حالتِ سماع میں وفات بھی ہوئی۔ آپ کے اشعار محققانہ ہوتے تھے فارسی میں اپنا تخلص تسلیم باندھتے اور ہندی میں بیراگی۔ سنہ ۱۱۶۱ھ (گیارہ سو اکسٹھ ہجری) میں وفات ہوئی۔

(۵۲۶-۹۶) میرک محمود سبزواری ٹھٹوی

فضیلت و تقویٰ، سخاوت، زہد کے اوصافِ حمیدہ سے موصوف تھے، مدتوں شیخ الاسلامی کے عہدۂ جلیلہ کا عَلَم بلند کئے رہے اور طلبۂ علوم کو پورا فیض بخشتے رہے اور خطِ نستعلیق میں تو آپ کو یدِ بیضا حاصل تھا ماہ محرم سنہ ۹۶۲ھ (نو سو باسٹھ ہجری) میں وفات ہوئی۔ تاریخ وفات کا مادہ ہے ؎

رفت میرک آہ آہ
۹۶۲ھ
: ہائے ہائے میرک چلے گئے۔ میرک عبدالباقی آپ کے صاحبزادہ بلند اقبال تمام ہی علوم میں کامل تھے خصوصًا علم ہیأت اور حکمت میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا چنانچہ عبدالخالق گیلانی جو کہ مرزا جان اور شاہ فتح اللہ کے ٹکر کے تھے انھوں نے بعض علمی دقائق میرک عبدالباقی ہی سے حل کئے، علم اقلیدس میں اتنی مہارت تھی کہ اس کی بہت سی شکلیں خود ایجاد کردی اور لوگوں کی من پسند ہوئی۔

(۵۲۷-۹۷) میرک محمد ٹھٹوی

انسانی فضائل کو قائم کرنیوالے وہ اسی میرک محمود کے لڑکے تھے۔

انکی وفات سنہ ۹۷۰ھ (نو سو ستر ہجری) میں ہوئی فتاویٰ نورانی ان کی یادگار تصنیف ہے،

(۵۲۸-۹۸) مخدوم میران ٹھٹھوی

ولد مولانا یعقوب، علوم معقول و منقول کے جامع تھے، مرزا شاہ حسن کو کئی دفعہ سبق پڑھایا اور فائدہ پہونچایا، اکثر طلبہ انکی طبع منیر کے طاق سے علوم کی روشنی حاصل کرتے انکی وفات سنہ ۹۴۹ھ (نو سو انچاس ہجری) میں ہوئی۔ ان کا مدفن منگلی کی پہاڑی ہے۔ تاریخ وفات کا مادہ "علامہ وارث الانبیاء" ہے ۹۴۹ھ
{جب ہمزہ کو الف شمار کریں۔ مترجم}

(۵۲۹-۹۹) شاہ محمد ناصر الہ آبادی

شاہ خوب اللہ الہ آبادی کے دوسرے لڑکے اور شاہ محمد افضل الہ آبادی کے مرید تھے۔ اپنے والد صاحب سے بھی تلقین یافتہ تھے (تربیت یافتہ) وہ بھی اپنے بھائی کی طرح علم ظاہر کو اپنے بڑے بھائی محمد طاہر اور اپنے ماموں ملا کمال الدین سے حاصل کئے تھے۔

تصنیفات:۔ انکی تصنیفات میں سے ۱ کتاب منتخب الاعمال ۲ جواہر نفیسہ ۳ اذکار عشرہ مشہور ہیں۔

وفات:۔ تاریخ ۲۱ ربیع جمادی الاولیٰ وقت مغرب پنجشنبہ کے دن سنہ ۱۱۶۳ھ کو عالم فنا سے عالم بقا کو روانہ ہوئے۔ تاریخ وفات کا مادہ ہے فقرہ "آہ الہ آباد ویرانہ شد" {مترجم کہتا ہے کہ فقرہ میں کوئی کلمہ چھوٹ گیا ہے جسکی وجہ سے تاریخ (۱۱۶۳ھ) کے بجائے صرف (۶۲۶) نکلتی ہے۔ واللہ اعلم

(۵۳۰-۱۰۰) مولوی محمد نافع فرنگی محلی

مولانا عبد العلی بحر العلوم کے بچلے فرزند ہیں فن کی مختصر کتابیں والد بزرگوار سے شاہ جہاں پور میں پڑھیں لیکن باپ بیٹے میں کچھ ناچاقی

ہو گئی تو لکھنؤ آکر بقیہ کتابیں مولوی محمد ولی اور مولوی محمد یعقوب سے پوری کیں، آپ کا ذہن رسا تھا لیکن والد کی عدم موافقت کے سبب معاشی زندگی تنگ تھی درس دینے کا موقعہ نہیں ملا روزگار کی تلاش میں دوڑ دھوپ کرتے ہوئے ٹونک جناب نواب امیر خاں کے لشکرگاہ تک پہونچے، آب و ہوا کی ناموافقت کے سبب مرض استسقاء میں مبتلا ہوئے جو خون کی قے تک تجاوز کر گیا۔ ۲۸ رشعبان ۱۲۲۲ھ میں رحلت واقع ہو گئی۔ ایک شاعر نے تاریخ وفات یوں کہی ؎ مولوی نافع جو کہ رات دن خدا کی طاعت میں لگے رہے + اپنے محبوب سے جس دن ان کا وصال ہوا تو ماہ شعبان کی اٹھائیسویں تاریخ تھی + چاک دل سے رحلت کی سال یوں کہی ؎

"محو ذات الہ ہاتف ازاں"۔ پکارنے والے نے کہا کہ ذات الٰہی میں محو ہو گئے۔
۱۱۹۱ + ۳۱ = ۱۲۲۲

{تشریح محو ذات الہ کا عدد (۱۱۹۱) اسمیں "دل" کا عدد ۳۴ جوڑنے سے (۱۲۲۵) ہوئے پھر "چاک" کے چ کا ۳ عدد گھٹا دیا تو (۱۲۲۲ھ) سال وفات نکل آیا۔ مترجم}

(۵۳۱-۱۰۱) مولوی محمد نعیم فرنگی محلی

یہ مولوی عبدالحکیم کے چھوٹے لڑکے ہیں مولوی عبدالحکیم ولد مولوی عبدالرب بن مولوی عبدالعلی بحرالعلوم۔ آپ نے قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد اپنے والد محترم سے تحصیل علوم کیا اور اپنی خاندانی روایت کے مطابق درس و تدریس شروع کی اور اس میں اپنا نام کیا اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے، عابد و زاہد اور صاحب تصانیف ہیں۔ راقم الحروف نے آپ کو آپ کے والد صاحب کے پاس طالبعلمی کے زمانہ میں دیکھا اس عمر میں بھی آپ کے اندر حسن اخلاق اور شائستگی موجود تھی۔ اس کتاب کے لکھنے میں آپ سے مجھکو جو مدد ملی اس کا میں شکرگذار ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپکو زندہ سلامت باقی رکھے۔

(۵۳۲-۱۰۲) مولانا محمد وارث رسول نما بنارسی

آپکا پرانا وطن

غازی پور سے ۱۰۸۰ھ (ایک ہزار اسی ہجری) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا مادہ تاریخ ولادت "خلیفہ رسول اللہ" ہے آپ کے والد عالمگیر بادشاہ کے زمانہ میں بنارس کے عہدہ قضا پر فائز تھے اسلئے والد بزرگوار کے ساتھ آپکو بھی اکثر بنارس میں مقیم رہنے کا اتفاق پڑا کرتا تھا، میرزاہد ہروی کے ایک شاگرد مولوی محمد علی تھے اور ان کے شاگرد رشید ملا ابراہیم تھے انھیں ملا ابراہیم سے آپنے علوم ظاہر حاصل کئے اور صرف دو سال کی مدت میں علم فقہ، اصول، تفسیر، حدیث، منطق، حکمت، ہندسہ اور دیگر علوم جو اس زمانہ میں رائج تھے کل پڑھکر فارغ ہوگئے اور بنارس میں علماء کے لباس میں زندگی بسر کرنے لگے اور طلبہ کو سبق بھی پڑھاتے اور باطنی تلقین و ہدایت کی بھی کوشش کرتے رہتے آپ کی ذات پاک ظاہری و باطنی فیوض کا سرچشمہ تھی۔

وفات:۔ ۱۱ ربیع الثانی ۱۱۶۶ھ (ایک ہزار ایک سو چھیاسٹھ ہجری) میں رحلت فرمائی اور بنارس کے ایک محلہ "تلیا نالہ" میں مدفون ہوئے۔

(۵۳۳-۱۰۳) ملا محمد ولی فرنگی محلی

ولد قاضی غلام مصطفٰے بن ملا محمد اسعد جو ملا محمد حسن کے چھوٹے بھائی ہیں۔ ملا نظام الدین ولد ملا قطب الدین سہالوی کے شاگرد تھے، لکھنؤ کے قریب ملاواں پرگنہ کے عہدہ قضاء پر مامور تھے پھر استعفاء دیکر جم کر گھر میں بیٹھے اور اخیر عمر تک درس و تدریس کے مشغلہ میں مشغول رہے، ایک جہان نے آپکی خدمت میں تعلیم حاصل کر کے تکمیل کرلی۔

تصنیفات:۔ شرح سلم اور زواہد ثلثہ کے حواشی آپکی تصنیفات میں سے مروج اور مشہور ہیں لیکن ان کی تاریخ وفات معلوم نہ ہوسکی۔

(۵۳۴-۱۰۴) سید محمد ہمدانی

امیر کبیر سید علی ہمدانی کے فرزند ارجمند ہیں علم، زہد، تقوی سے بھرپور تھے، سلطان

سکندر بت شکن کے زمانہ میں جبکہ آپ کی عمر بائیس سال تھی اپنے رفیقوں اور خادموں کی چھ سو جمعیت کے ساتھ کشمیر میں تشریف لائے، سلطان نے بلا تردد وتاخیر آپ کے ہاتھ پر بیعت ارادت کرلی اور آپ کے مریدوں کے حلقہ میں شامل ہوگیا۔ سلطان کا ایک ہندو وزیر جس کا نام بسنت تھا اور سپہ سالاری کے منصب پر فائز تھا وہ بھی آپ کا معتقد ہوگیا اور عام وخاص مجمع کے ساتھ مشرف باسلام ہوگیا اور اس کا لقب ملک سیف الدین پڑا اور اپنی لڑکی کو شیخ محمد ہمدانی کے عقد نکاح میں دے دیا۔ آپ بارہ سال تک کشمیر میں سکونت پذیر رہ کر بدعتوں کو رفع کرنے اور اسلامی طریقوں کو رائج کرنے میں مشغول رہے، آپ کی تصنیفات میں سے ایک رسالہ تصوف میں اور شرح شمسیہ منطق میں ہیں۔ سید محمد حصاری انکے ہم عصر اور ان کے ساتھ نونک جھونک رکھتے تھے۔ سلطان سکندر بت شکن نے سید محمد ہمدانی کیلئے ایک عظیم خانقاہ کی بنیاد ۷۹۸ھ میں رکھی جس کی تکمیل ۷۹۹ھ میں ہوئی اور چند گاؤں کو اس خانقاہ کے مصارف کیلئے مقرر کردیا، خانقاہ مکمل ہونے کے بعد سید صاحب مناسک حج ادا کرنے حجاز تشریف لے گئے حج سے فارغ ہو کر "کولاب" (غالباً "لولاب" ہے کشمیر میں ایک مشہور جگہ۔ مترجم) واپس لوٹے اور لولاب ہی میں رحلت فرماگئے اور سید علی ہمدانی کے جوار میں آسودہ خاک ہوئے۔

(۵۳۵-۱۰۵) ملا محمد ہروی

ملا مرزا جان کے ارشد تلامذہ میں سے علوم عقلیہ میں اپنے ساتھیوں میں ممتاز گذرے ہیں، علم تواریخ اچھی جانتے تھے ۹۸۴ھ میں ہندوستان آئے تو جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے آپ کو مراحم خسروانہ سے نوازا لیکن ۹۹۰ھ میں سفر آخرت پیش آگیا۔

(۵۳۶-۱۰۶) سید محمد یوسف بلگرامی

ابن سید محمد اشرف حسینی الواسطی البلگرامی۔ آپ سید عبدالجلیل

بلگرامی کے نواسہ اور حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی کے خالہ زاد بھائی تھے۔ عقلی و نقلی علوم کے جامع اور فروع و اصول پر حاوی تھے۔ بارہویں صدی کے سولہویں سال (۱۱۱۶ھ) دوشنبہ کے دن اکیسویں شوال کو مہبط گیتی میں جلوہ افروز ہوئے۔ درسی کتابیں سید طفیل محمد بلگرامی اترولوی کے سامنے گذاریں اور لغت اور سیر نبویہ اپنے نانا جان سید عبدالجلیل سے اور علم ریاضی دہلی کے بعض اساتذہ سے پڑھکر کامل و مکمل ہوئے اور عقد بیعت سید لطف اللہ بلگرامی کے ہاتھ پر باندھی۔ طبیعت موزون تھی عربی اور فارسی کے اشعار کہا کرتے تھے آپکی ایک کتاب "الفرع النابت من الاصل الثابت" ہے جو وحدۃ الشہود کے اثبات میں لاجواب تصنیف ہے۔ اس کو ۱۱۶۲ھ میں تصنیف فرمایا۔ سید غلام علی آزاد بلگرامی نے اسکی تاریخ تصنیف یوں نکالی ہے ؎

مصر کمال کے عزیز میر یوسف نے + معرفت کے مٹکا سے شراب خالص نکالی + وحدت شہود کے مسئلہ میں + فکر عمیق سے ایک تازہ کتاب لکھی + جس میں احادیث اور آیات کلام اللہ سے حق کو ثابت کیا، واہ خوب توفیق ملی یہ دل نشین نسخہ حق ہے، توفیق کے قلم کی ایک یادگار ہے۔ عقل نے اس کتاب کی تاریخ تصنیف یوں کہی "شمع مجالس تحقیق" نیز اس کی ایک طویل عربی اشعار میں بھی تاریخ کہی جس میں سے صرف مادہ کو لکھا جاتا ہے ؎

مطوق من ریاض القدس الھمنی + مورخا، هو فرع مثمر بهدی

وفات:۔ سید صاحب موصوف کی وفات بارہویں صدی ہجری کے بہترویں سال {۱۱۷۲ھ} ۲ر جمادی الآخر پنجشنبہ کو بلگرام میں ہوئی اور باغ محمود میں آسودۂ خاک ہوئے۔ میر اولاد محمد نے جن کا تخلص ذکا ہے تاریخ رحلت کو یوں منظوم کیا ہے قطعہ۔ خاندان پیغمبر کی زینت، نسل حیدر کا چراغ + علم، نقل عقل کا احاطہ کرنے والا

زمانہ کا صاحب فطرت + ذکا میرے کان میں ایک عزیز نے انکی تاریخ وفات یوں کہی " زقید ہستی موہوم آمد یوسفی بیروں " ایک یوسف دہی وجود کی قید سے نکل آیا۔ اور حسان الہند میر غلام علی آزاد نے عربی میں تاریخ وفات یوں لکھی ہے

مات خیر الزمان یوسفنا + ولہ راحۃ وریحان

ہمارا یوسف جو زمانہ کا بہترین شخص تھا فوت ہوگیا اور اسکے لئے چین اور ریحان ہے

اذا تقاضیت عام رحلتہ + قال قلبی: علیہ رضوان

جب میں نے انکی رحلت کے سال کا تقاضہ کیا تو میرے دل نے کہا { ۱۱۷۲ھ

(۵۳۷-۱۰۷) مفتی محمد یعقوب فرنگی محلی

ابن ملا عبدالعزیز بن ملا محمد سعید بن ملا قطب الدین شہید سہالوی: آپ نے درسی کتابوں کی تحصیل ملا نظام الدین، نیز ملا محمد حسن سے کی اور علوم کے درس دینے کے مرتبہ پر پہونچے اور اپنے خاندانی بزرگوں کے نہج پر صرف دینی علوم کی تعلیم دینے میں مشغول رہے دیانت داری اور امانت داری میں اتنا نام اونچا کیا کہ شہر لکھنؤ کے افتاء کی خدمت جناب وزیر الممالک صفدر جنگ ابو المنصور خاں نے آپکے سپرد کردی ترسٹھ ۶۳ سال کی عمر میں استسقاء کی بیماری سے جہان فانی کو چھوڑا۔

(۵۳۸-۱۰۸) مفتی محمد یوسف فرنگی محلی

ابن مفتی محمد اصغر بن مفتی احمد ابو الرحیم

قابل عظمت فاضل اور باکمال مدرس تھے دن رات طالبانِ علم کی تعلیم دہی میں مشغول رہتے اور اپنے والد صاحب کی وفات کے بعد تو عدالت دیوانی شہر لکھنؤ کے فتویٰ دہی کے منصب پر مقرر ہوگئے۔ اور انتہائی امانت و دیانت کے ساتھ کار مفوضہ کو انجام دیا یہانتک کہ سلطنت لکھنؤ ہی ختم ہوگئی، آپ انتہائی زاہد و متقی تھے

انقراض سلطنت کے بعد جونپور کے مدرسہ کی مدرسی پر تقرر ہوا، چند سال وہاں رہے کہ حرمین شریفین کی زیارت کا شوق آپ کے قلب مصفا میں پیدا ہوا۔ بیت اللہ شریف کو گئے پھر مدینہ طیبہ کی زیارت سے بامراد ہوئے لیکن وہیں علیل ہوئے اور ۱۹ ذی قعدہ ۱۲۸۶ھ (بارہ سو چھیاسی ہجری) میں ملک بقاء کا سفر پیش آگیا اور اسی مقدس سرزمین میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے قبہ کے قریب مدفون ہوئے۔ آپ کے عظیم شاگرد مولوی محمد فاروق چریاکوٹی ہیں۔

(۵۳۹-۱۰۹) ملا محمود جونپوری

ابن شیخ محمد بن شاہ محمد فاروقی۔ حکمت وادب کے علوم میں بلند پایہ شخص تھے اگر ان کے وجود پر شیراز ہند جونپور، شیراز سعدی فارسی پر فخر کرے تو سزاوار ہے آپ نے شروع میں اپنے دادا شاہ محمد سے پڑھا پھر مولانا محمد افضل جونپوری کی خدمت میں آکر سترہ سال کی عمر میں درس کی تکمیل کرلی، اور جونپور سے اکبر آباد پہونچے تو شاہ جہاں بادشاہ کا وزیر آصف خاں ملا پھر آپ جونپور واپس تشریف لائے اور علوم کے پڑھانے میں مشغول ہوئے۔ تاریخ ۹ رماہ ربیع الاول ۱۰۶۲ھ میں اپنے استاد کے سامنے ہی فوت ہو گئے۔ مولانا محمد افضل پر یہ اتنا بڑا حادثہ ثابت ہوا کہ چالیس روز ان کے ہونٹوں پر ہنسی نہیں آئی آخر چالیس دن کے بعد استاذ محترم مولانا محمد افضل جونپوری بھی اسی غم میں دنیا سے چلے گئے۔

تصانیف:۔ آپ کی کتابوں میں سے ۱؎ شمس بازغہ علم حکمت میں ۲؎ فرائد علم معانی وبیان میں جس کا مادہ تاریخ "بلیغ" ہے مع حاشیہ ۳؎ چہار ورقی مختصر رسالہ جس میں اقسام زمانہ کو فارسی زبان میں بیان کیا ہے۔ یہ مشہور کتابیں ہیں۔

(۵۴۰-۱۱۰) قاضی محی الدین کاشانی

شیخ نظام الدین اولیاء

کے مرید، بھرپور علم، زہد، تقویٰ سے متصف تھے، علم و کرامت کی خاندانی وراثت تھی شہر دہلی کے مشہور استاد تھے، جب مرید ہوئے تو شروع میں تمام دنیاوی تعلقات سے دست بردار ہو گئے تھے، فقر و مجاہدہ میں اپنے کو کھپادیا تھا۔ کہتے ہیں کہ شیخ نے ایک پرچہ پر لکھ کر انکو دیا تھا جس کا مضمون یہ ہے:

دنیا کو چھوڑ دینا اور دنیاداروں کیطرف مائل نہ ہونا، کوئی دیہات قبول نہ کرنا، اور بادشاہوں کے جوڑ کو دانتوں سے کاٹ دینا، اور اگر ایسی حالت ہیں تیرے پاس مسافر پہونچیں جب انکی تواضع کے لئے تمہارے پاس کچھ نہ ہو تو اسکو ایک نعمت سمجھنا خداوندی نعمتوں میں سے، جس کا تم کو حکم میں نے دیا ہے اگر تم اس کو کرتے رہے جیساکہ تمہارے ساتھ میرا یہی گمان ہے تو تم میرے نائب ہو، اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ میرے بعد میرا کام کرے گا"

آپ کے متبعین بہت زیادہ تھے جب فقر و فاقہ کی شدت ناقابل برداشت حد تک ان تمام لوگوں پر پہونچ گئی تو ان کے ایک شناسائی نے سلطان علاء الدین بادشاہ دہلی کی خدمت میں شیخ نظام الدین اولیاء کی اوپر والی نصیحت کی اطلاع دیدی اور سلطان نے اودھ کا منصب قضا جو ان کا موروثی تھا ان کے حوالہ کردیا۔ تو قاضی محی الدین نے شیخ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں آکر یہ عرض کیا کہ یہ واقعہ بغیر سوال و درخواست کے پیش آیا اب مخدوم محترم کا جو حکم ہو اس کو کروں؟ شیخ نے فرمایا کہ یہ مضمون ضرور تمہارے دل میں آیا ہوگا جس کا اثر لوگوں کے دلوں پر پڑا ہوگا اور ان لوگوں نے تمہارا موروثی عہدۂ قضا تمہارے حوالہ کرنے کو کہا ہوگا، یہ سنکر قاضی صاحب تشویش میں پڑ گئے اور شیخ نے اپنا لکھا ہوا پرچہ واپس لے لیا اور ایک سال تک شیخ کی طبیعت قاضی محی الدین کیطرف سے مکدر رہی ایک سال کے بعد قاضی صاحب نے ارادت کی تجدید کی

بستر شیخ نظام الدین اولیاء کی زندگی ہی میں ۷۱۹ھ (سات سو انیس ہجری) کو قاضی محی الدین کی وفات ہوگئی۔

(۵۴۱-۱۱۱) مولوی محی الدین بدایونی

آپ مولوی شاہ فضل رسول ولد مولوی عبدالمجید بدایونی کے بڑے لڑکے ہیں ۱۲۴۳ھ میں پیدا ہوئے "منظہر محمود" تاریخ ولادت کا مادہ ہے، معقولات ومنقولات کی رائج مروجہ کتابیں والد بزرگوار سے پڑھیں اور رلائق وفائق ہوگئے اور ارادت کی بیعت اپنے دادا محترم سے کی، آپکی پاکیزہ تصنیفات بھی ہیں۔ ان میں سے ۱۔ حاشیہ میر زاہد رسالہ ۲۔ حاشیہ کلیات قانون بوعلی ابن سینا ۳۔ رسالہ شمس الایمان وہابیوں کی تردید میں اور اس کے علاوہ رسائل بھی مشہور ہیں۔ ۶ ر ذیقعدہ ۱۲۷۰ھ (بارہ سو ستر ہجری) سہارنپور سے سوئے فردوس رہ نورد ہوگئے۔

(۵۴۲-۱۱۲) سید شاہ محی الدین ویلوری

۱۲۷۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے بڑے عالم اور عظیم عارف تھے، قرآن کے حافظ تھے۔ فقہ، حدیث، تفسیر میں پوری مہارت رکھتے تھے، ویلور میں ایک مدرسہ تعمیر کیا اسی میں ہمیشہ درس دینے میں مشغول رہتے، اس وقت علاقۂ مدراس میں جہاں جہاں علم کا نور نظر آرہا ہے سب آپ ہی کے فیض عام کے طفیل ہے، عمدہ تصنیفات بھی آپ نے کیں جن میں سے ۱۔ جواہر الحقائق ۲۔ فصل الخطاب ۳۔ جواہر السلوک وغیرہ مشہور ومتعارف ہیں۔

وفات:۔ ۳ ر محرم الحرام ۱۲۸۹ھ (بارہ سو نواسی ہجری) کو مدینہ طیبہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ میں وفات فرمائی، آپ کے بڑے صاحبزادہ سید رکن الدین سلمہ ان کے اس وقت جانشین ہیں۔

(۵۴۳-۱۱۳) مخدوم مٹھو

آپ کا نام رکن الدین ہے مخدوم

بلال ساکن تلہٹی صوبہ سندھ کے خلفاء میں سے تھے۔ طاعات و عبادات، اوراد و وظائف کی ادائیگی میں ہمیشہ بلند ہمت رہتے تھے، علم حدیث میں انتہائی ماہر تھے، شرح اربعین، شرح گیلانی اور بعض دوسرے رسالے آپکی تصنیفات میں سے مشہور ہیں۔ سنہ ۹۴۹ھ ٹھٹھ میں وفات ہوئی اور مکلی پہاڑ پر دفن ہوئے۔

(۵۴۴-۱۱۴) مخدوم اشرف بساوری

آپ ملا عبدالقادر بدایونی کے نانا فاضل زمانہ بزرگ ہیں۔ ۲۰ رمضان سنہ ۹۷۰ھ کو وفات ہوئی۔ ملا موصوف کی تاریخ وفات کا مادہ "فاضل جہاں" ہے
۹۷۰

(۵۴۵-۱۱۵) مولوی مخدوم لکھنوی

ولد حافظ محمد نواز بن مولوی عبدالسمیع بن سید محی الدین المشہدی، ان کے دادا مشہد مقدس سے دہلی آئے وہاں سے لکھنؤ آکر مقیم ہو گئے تھے مولوی مخدوم نے ملا نظام الدین ولد ملا قطب الدین کی شاگردی اختیار کی اور مولوی عبدالعلی بحرالعلوم کے ساتھ ساتھ اسباق کی قرارت اور سماع میں برابر کے شریک رہے نیز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے بھی مستفید ہو کر برابر درس و تدریس طالبان علوم میں اوقات صرف کئے بہت سے لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے مگر اخیر عمر میں بصارت نے منھ موڑ لیا تو معقولات کا پڑھنا پڑھانا بند کر دیا اور دینی کتابوں کی فیض رسانی میں مشغول رہے۔ آپ نے گلستاں اور بوستاں کی تصحیح بھی کی۔

وفات:۔ سنہ ۱۲۲۹ھ میں بمقام لکھنؤ وفات ہوئی۔ شیخ امام بخش ناسخ نے تاریخ وفات یوں کہی ہے

جب سید مخدوم دنیا سے چلے گئے تو چھوٹے بڑے سب کی زبان پر ہائے افسوس تھا + ناسخ نے ان کی تاریخ وفات کہی "مخدوم زمانہ مرد صد حیف"
۱۲۲۹ھ

(۵۴۶-۱۱۶) مولوی مخصوص اللہ

ولد مولانا رفیع الدین دہلوی، اپنے والد کی وفات کے بعد اپنے چچا مولانا عبدالعزیز کے وعظ میں متعین ہوئے ۱۲۷۳ھ میں وفات ہوئی اللہ ان کے ساتھ مہربانی کا مخصوص معاملہ فرمائے۔

(۵۴۷-۱۱۷) مولوی مراد اللہ تھانیسری

نسب کے لحاظ سے فاروقی تھے اور مشرب کے لحاظ سے مجددی مظہری، مولوی نعیم اللہ بہرائچی کے خلیفہ تھے، چالیس برس سے زیادہ لکھنؤ میں رہ کر طریقہ مجددیہ مظہریہ کی ترویج کرتے ہوئے عالم کو شرک و بدعت کی ظلمتوں سے نجات دیتے رہے اور ترک خرافات، تجرید نفس، سنت مبارکہ کی اتباع، تزکیہ نفس اور تہذیب باطن کی رہنمائی فرماتے رہے اس زمانہ کے عارفین اور صالحین آپ کی جلالت شان پر متفق تھے۔

وفات: بیاسی ۸۲ سال کی عمر میں ۱۲۴۸ھ میں سرائے فانی سے کوچ کر گئے۔
مولوی ابوالحسن نصیر آبادی آپ کے عظیم خلفاء میں سے ہیں۔

(۵۴۸-۱۱۸) میر مرتضیٰ شریفی شیرازی

میر سید شریف جرجانی کے پوتے ہیں فاضل اہل تشیع میں افضل شخص تھے، طبیعت موزون پائی تھی، شعر میں اپنا تخلص شریفی رکھتے تھے۔ علم ریاضی، حکمت، منطق اور کلام میں اپنے ہم عمروں میں ممتاز تھے شیراز سے مکہ معظمہ جاکر علم حدیث کو ابن حجر مکی سے پڑھکر تدریس کی اجازت حاصل کی پھر دکن آئے اور دکن سے ۹۷۲ھ ہجری میں اکبر آباد آکر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی خدمت میں پہونچے اور وہاں قدیم وجدید علماء پر آپ کو فوقیت حاصل ہو گئی، حکمت و معقول کی تعلیم میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ ۹۷۴ھ ہجری میں وفات

پا گئے تو پہلے آپکو دہلی لاکرا میر خسرو کے مزار کے پاس دفن کیا گیا لیکن دوبارہ وہاں
کے صدروں اور قاضی اور شیخ الاسلام نے بادشاہ سے عرض کیا کہ امیر خسرو
ہندوستانی اور سنی المذہب ہیں اور میر مرتضیٰ عراقی اور شیعہ مذہب ہیں ایک
ساتھ رہنے میں دونوں کی روح دوسرے سے اذیت پائے گی، اس میں کوئی
شک نہیں ہے ؎ روح کیلئے ناجنس کی صحبت ایک دردناک عذاب ہے۔
پس بادشاہ کے حکم سے سید مرتضیٰ کی لاش کو وہاں سے نکال کر مشہد لے گئے
میر محسن برضوی نے ان کی تاریخ وفات کو یوں نظم کیا ہے ؎
جب میر مرتضیٰ زمانے سے چلے گئے، تو گویا نسل آدم سے علم چلا گیا +
انکی تاریخ کیلئے محسن نے کہا " علامۂ زعالم رفت " کہ ایک علامہ دنیا سے چلا گیا۔
۹۷۴

(۹۴۵-۱۱۹) سید مرتضیٰ حسینی زبیدی

قادری حنفی، آپ کا نام سید عبدالرزاق اور لقب
محی الدین اور کنیت ابوالفیض تھی، محدث تھے اور فقیہ، لغوی تھے اور ادیب،
عقلی ونقلی علوم کے جامع ۱۱۴۵ھ (گیارہ سو پینتالیس ہجری) میں قصبہ بلگرام میں
پیدا ہوئے اور نوعمری ہی میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوکر اسی پاک
دیار میں تحصیل علوم پر کمربستہ ہوئے۔ زبید (بروزن امیر) مصر، حجاز وغیرہ
کے علماء سے ظاہری وباطنی کمالات حاصل کئے چنانچہ ان کے اساتذہ جن سے فقہ،
حدیث اور دیگر علوم کی اجازت حاصل ہوئی۔ شیخ احمد علی ۲ عبدالخالق زبیدی
۳ ابوالعباس احمد بن علی نیسی ۴ جمال محمد بن احمد حنبلی ۵ ابو عبداللہ احمد بن محمد
عریانی ۶ عبدالغنی بن محمد بحرانی جو فحا میں مقیم تھے ۷ محمد بن زین باسمیط علوی
حضرمی، ۸ محمد بن ابراہیم طرابلسی (جو حلب میں مقیم تھے) ۹ عبدالقادر ابن
احمد شکعاوی ۱۰ عمر بن عبداللہ بن عمر قاضی ۱۱ عیسی ابن رزیق ۱۲ سید عبدالقادر

ابن احمد حسینی وغیرہ ہیں۔ چونکہ آپ تحصیل علم کے بعد بھی عرصہ تک زبید میں مقیم رہے
اس لئے زبیدی سے مشہور ہوئے یہاں تک کہ لوگ ان کو ہندوستانی جانتے
بھی نہیں۔ زبید سے مصر آکر علوم کو پڑھانے اور بہانے لگے آپ سے ارشاد کی
تلقین حاصل کرنے والوں میں دوسرے لوگوں کے ساتھ ساتھ خود عبدالحمید
خاں سلطان روم، اور محمد پاشا صدر الوزارت نے بھی آپ سے علم حدیث کی
اجازت حاصل کی خلاصہ بھرپور علم اور کثیر شاگردوں اور تصنیفات کے ذریعہ
علم کو عام کرنے والے تھے۔ ان کی کتابوں کی شہرت انکی زندگی میں اطرافِ
عالم میں پھیل چکی تھی۔ اگر ان کو تیرہویں صدی کا مجدد کہا جائے تو بھی بجا ہے۔
لوگ کہتے ہیں کہ جب ان کی شہرت انتہائی درجہ تک پہونچی اور مختلف بلاد
وامصار سے بہت زیادہ لوگوں کی بھیڑ ان کے پاس جمع ہونے لگی تو گوشۂ
تنہائی میں بیٹھ کر لوگوں اور دوستوں کی ملاقات کا دروازہ بند کر دیا۔

وفات:۔ ۱۲۰۵ھ ہجری میں مرض طاعون میں بتلا ہوئے اور وفات پاکر
درجہ شہادت سے مشرف ہوئے اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے مزار میں مرقد بنا۔

تصنیفات:۔ ۱؎ عقود الجواہر المنیفۃ فی ادلۃ امام ابی حنیفۃ۔ ۲؎ الازہار المتناثرہ
فی الاحادیث المتواترہ ۳؎ در الضرع فی حدیث ام زرع ۴؎ لغۃ الغریب فی مصطلح
آثار الحبیب ۵؎ تخریج حدیث شیبتنی ہود ۶؎ المواہب الجلیہ فیما یتعلق بحدیث
الاولیۃ ۷؎ المرقاۃ الجلیہ فی شرح الحدیث المسلسل بالاولیۃ ۸؎ العروس المجلیۃ فی طرق
حدیث الاولیۃ ۹؎ القول الصحیح فی مراتب التعدیل والتجریح ۱۰؎ التحبیر فی الحدیث
المسلسل بالتکبیر ۱۱؎ رسالہ اصول حدیث ۱۲؎ مناقب اہل الحدیث ۱۳؎ تاج العروس
فی شرح القاموس ۱۴؎ تکملۃ القاموس ۱۵؎ تخریج حدیث: نعم الادام الخل ۱۶؎ حدیقۃ
الصفا فی والدی المصطفٰے ۱۷؎ الانتصار لوالدی النبی المختار ۱۸؎ الفیۃ السند ۱۹؎ امالی منیفہ

۲۰ مجالس الشیخونیہ ۲۱ ایضاح المدارک فی الافصاح عن العوانک ۲۲ عقد الجمان فی بیان شعب الایمان ۲۳ القول المسموع فی الفرق بین الکوع والکرسوع ۲۴ النفحة القدوسیة بواسطة البضعة العیدروسیہ ۲۵ العقد الثمین فی طرق الالباس و التلقین ۲۶ حکمة الاشراق الی کتاب الآفاق ۲۷ شرح الصدر فی شرح اسماء اہل بدر ۲۸ التفتیش فی معنیٰ لفظ درویش ۲۹ رفع نقاب الخفا عمن انتہی الی وفاء ابی الوفا ۳۰ زہر الاکمام المنشق عن جیوب الالہام بشرح صیغة سیدی عبد السلام ۳۱ رشفة المدام المختوم البکری من صفوة زلال صنیع القطب البکری ۳۲ رشف سلاف الرحیق فی نسب حضرة الصدیق ۳۳ تنسیق قلائد المنن فی تحقیق کلام المنن ۳۴ النواضح المسکیة علی الفوائح الکشکیہ ۳۵ ہدیة الاخوان فی حکم شرب الدخان ۳۶ منح الفیوضات الوافیہ فیما فی سورة الرحمٰن من الاسرار الالٰہیہ ۳۷ ارجوزة فی الفقہ ۳۸ طبقات الحفاظ ۳۹ اسعاف الاشراف ۴۰ اتحاف السادة المتقین فی احیاء علوم الدین ۴۱ رفع الکلل عن العلل ۴۲ شرح حزب الکبیر المسمی تنبیہ العارف البصیر علی اسرار الحزب الکبیر ۴۳ امالة المنی فی اسرار الکنی ۴۴ القول المثبوت فی تحقیق لفظ التابوت ۴۵ حسن المحاضرة فی آداب البحث والمناظرة ۴۶ رسالہ فی اصول المعمات ۴۷ کشف الغطاء عن الصلوٰة الوسطیٰ ۴۸ الاحتفال بصوم الست من شوال ۴۹ اقرار العین بذکر من نسب الی الحسن والحسین ۵۰ الابتہاج بذکر الحاج ۵۱ التعریف بضروریات علم التصریف ۵۲ اتحاف الاصفیاء بسلاسل الاولیاء ۵۳ اتحاف بنی الزمن فی حکم قہوة الیمن ۵۴ المعاقد القندیة فی المشاہد النقشبندیہ ۵۵ الدرة المضیئة فی الوصیة المرضیة ۵۶ ارشاد الاخوان الی الاخلاق الحسان ۵۷ شرح الفیة السند ۵۸ شرح صیغة ابن مشیش ۵۹ شرح صیغة السید البدوی ۶۰ شرح ثلاث صیغ لآل الحسن البکری ۶۱ شرح سبع صیغ المسمی بدلائل القرب ۶۲ تحفة العبد ۶۳ تفسیر سورة

یونس ۶۲؎ لقطۃ العجلان فیما لیس فی الامکان ابداع مما کان ۶۵؎ المنح العلیۃ فی الطریقۃ النقشبندیۃ ۶۶؎ کشف اللثام عن آداب الایمان والاسلام۔

(۵۵۰-۱۲۰) مسعود بیگ

سلطان فیروز کے قرابت دار تھے ان کا اصلی نام شیر خاں ہے عالم صوفی تھے ایک زمانے تک مالداروں، دولت مندوں کے لباس میں زندگی بسر کی، اچانک جذبہ حق نے ان کا گریبان پکڑا اور ان کا حال پلٹ گیا، شیخ رکن الدین ولد شیخ شہاب الدین کے مرید تھے، انتہائی سکر کی حالت میں رہتے، علم تصوف و توحید میں بہت تصنیفات بھی کی ہیں ان میں سے ایک کتاب تمہیدات ہے جو عین القضاۃ ہمدانی کی تمہیدات کے موافق بہت سے حقائق اور باریکیوں کے بیان پر مشتمل ہے، ان کے اشعار کے دیوان میں قصیدے غزلیات اور تمام اصناف سخن جمع ہیں اور ان کے اکثر اشعار امیر خسرو علیہ الرحمہ کے قصیدوں کے جواب میں ہیں مگر بعض جگہوں پر شاعری کے ضابطہ اخلاق برقرار نہیں رہ سکے، انکی ایک دوسری کتاب کا نام مرآۃ العارفین ہے اس میں بھی حقائق و معارف کا بیان ہے، آپکی قبر آپ کے پیر کے قبرستان میں خواجہ قطب الدین کے مقام کے قریب "لاڈوسرا" میں ہے۔

(۵۵۱-۱۲۱) مولانا مسعود لاہوری

ابن سعد بن سلیمان لاہوری ہمدانی الاصل ہیں ان کے والد سعد بن سلیمان ہمدان سے غزنوی بادشاہوں کے زمانہ میں لاہور آئے اور یہیں سکونت اختیار کرلی تھی پہلے سلطان ابراہیم کے ملازم ہوئے رفتہ رفتہ اونچے مرتبہ تک جا پہونچے انھیں کے لڑکے یہ مولانا مسعود ہیں جو علوم حاصل کر کے علماء وقت سے لائق و فائق ہو گئے طبیعت بھی موزون تھی آبدار اشعار کہتے تھے سیف الدین

محمود ابن ابراہیم کے ہمنشین تھے ۵۱۵ھ (پانسو پندرہ ہجری) تک زندہ رہے۔
آپ عربی. فارسی اور ہندی تینوں زبانوں میں صاحب دیوان شاعر تھے لیکن
صرف فارسی دیوان ایران اور ہندوستان میں پایا جاتا ہے عربی اور ہندی
دونوں دیوان نایاب ہیں۔

(۱۲۲-۵۵۲) شیخ مصطفےٰ رفیقی

ابن طیب بن احمد بن مصطفےٰ رفیقی کشمیری، آپکی کنیت ابواحمد ہے ۱۲۲۶ھ
(بارہ سو چھبیس ہجری) میں پیدا ہوئے، آپ عالم باعمل، فاضل کامل، فقیہ و محدث،
شاعر و مؤرخ تھے، صحاح ستہ اور تصوف کی کتابیں اپنے والد محترم سے اور دوسرے
نقلی و عقلی علوم علمائے وقت سے پڑھے طاعت الٰہی میں ہمیشہ مشغول رہتے۔

تلامذہ:۔ شیخ بہاؤ الدین، شیخ احمد، شیخ احسن، شیخ عبدالشکور رفیقی آپ کے شاگردوں
میں بہت مشہور ہوئے۔

وفات:۔ بروز جمعہ ۱۴ ربیع الاول ۱۲۹۴ھ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۲۳-۵۵۳) مولانا مرزا مظہر جان جاناں

شمس الدین لقب، علوی نسب، حنفی
مذہب، مجددی مشرب تھے، مرزا مظہر جان جاناں سے معروف ہیں۔ ان کے والد
مرزا جان ہیں انیسویں پشت میں محمد بن الحنفیہ کے واسطہ سے ان کا نسب جناب ولایت
مآب سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپکے والد مرزا جان، محی الدین محمد اورنگ
زیب عالمگیر کے منصب داروں میں سے تھے، منصب چھوڑ کر دکن سے اکبر آباد کیطرف
روانہ ہوئے مالوہ کی حدود میں کالا باغ کے پڑاؤ پر مولانا مظہر جان جاناں کی پیدائش
ہوئی۔ تاریخ پیدائش شب جمعہ گیارہویں رمضان المبارک ۱۱۱۱ھ جب یہ خبر عالم
گیر بادشاہ کو پہونچی کہ مرزا جان کے لڑکا تولد ہوا ہے تو بادشاہ نے کہا کہ لڑکا تو جان

پذیر ہوتا ہے اس لئے ہیں نے لڑکے کا نام جان جاناں رکھدیا اس طرح آپ کا یہ نام پڑگیا۔ مظہر تخلص رکھتے تھے بڑے عقلمند، بحرِ زخار، فضائل صوری و معنوی کے جامع تھے علمائے وقت سے علم حاصل کیا اور علم حدیث حاجی محمد افضل سیالکوٹی سے حاصل کی اور شرف ارادت و خلافت سید محمد نور بدایونی سے حاصل کیا جو شیخ سیف الدین کے خلیفہ تھے اور وہ شیخ محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ کے اور وہ مجدد الف ثانی شیخ احمد سہرندی (سرہندی) کے خلیفہ تھے۔ عمدہ اشعار اور انوکھے مکتوبات آپکی یادگار ہیں آپ کے اوصافِ حمیدہ اتنے ہیں کہ یہ مختصر کتاب ان کے احاطہ کی گنجائش نہیں رکھتی۔ **وفات** :۔ ۷ محرم ۱۱۹۵ھ (گیارہ سو پنچانوے ہجری) کو ایک شیعی کے ہاتھ چھوٹی بندوق کی گولی سے آپ کے سینہ میں زخم لگا اور دسویں محرم کی شام کو ۱۱۹۵ھ اسی زخم سے شربتِ شہادت نوش فرمایا۔ {سیدنا حسین بن علی بھی ۱۰ محرم ۶۱ھ کی شام میں شہید ہوئے تھے۔ مترجم}

عاش حمیدًا ماتَ شہیدًا تاریخ وفات کا مادہ ہے۔
۴۳۴ + ۷۶۱ = ۱۱۹۵ھ

(۵۵۴-۱۲۴۳) مولانا سید معز الدین

سید شاہ خیرات علی کے بڑے لڑکے، اصلاً مشہدی کڑوی ہیں، احمد آباد نارہ (ضلع الٰہ آباد) میں سکونت اختیار کرلی تھی، سید معز الدین لکھنو کے علماء سے علم سیکھ کر فارغ التحصیل ہوئے تھے ذہن روشن اور سمجھ کامل تھی عین جوانی ہیں ۱۲۵۵ھ میں جہان فانی سے عالم جاودانی کو سدھارگئے ان کے آبائی قبرستان احمد آباد نارہ میں آپ کا مرقد مبارک بنا جس کی زیارت کی جاتی ہے۔ اعمالِ صالحہ کے علاوہ آپ نے اپنے پیچھے کوئی نسل نہیں چھوڑی۔

ایک شاعر نے ان کی تاریخ وفات اس قطعہ سے نکالی ؎

مشفقی مولوی معز الدین + کرد رحلت چو زیں جہان بجناں
محترم مولوی معز الدین صاحب نے — جب اس دنیا سے جنت کیطرف کوچ کیا

سالِ فوتش چنیں رقم کردم — آہ او بود بے نظیر جہاں
ان کی سال وفات میں نے یوں لکھی — ۱۲۵۶ھ

{ مصرعہ کا عدد ایک بڑھ جاتا ہے — مترجم }

(۵۵۵-۱۲۵) مولوی معشوق علی جونپوری

مولوی فتح علی جونپوری کے شاگردوں میں سے با استعداد، عقل مند شخص تھے، عمدہ، موزون تصنیفات منظومہ و منثورہ انکی یادگار ہیں، عہدہ منصفی سے تعلق رکھنے کے باوجود آپ کی عمر مبارک نصیحت کرنے اور درس دینے میں گذری۔ ۱۲۶۸ھ بارہ سو اڑسٹھ ہجری میں باندا مقام پر آپ کی وفات ہوئی۔ ان کے شاگرد تاریخ جدولیہ کے مؤلف منشی شیخ خادم علی نے انکی تاریخ وفات پر یہ قطعہ سپرد قلم کیا ہے ؎

اللہ کے عاشق اور علی کے محبوب — جن کی مجلس میں ہمیشہ ذکر اللہ کی مشق ہوتی تھی
اس دار فانی سے بیزار ہو گئے — اور آخرت کے ملک کی جانب کجاوہ کسا
دوئی کو چھوڑ کر وحدت میں گم ہو گئے — ان کی خمیر ہی میں وحدت رچی بسی تھی
اس لئے ہاتف نے ایک عدد کم کرکے یوں کہا — جنت الفردوس بادا منزلش
۱۲۶۹ - ۱ = ۱۲۶۸ھ

(۵۵۶-۱۲۶) مولانا محمد معین لکھنوی

ولد مولانا محمد مبین لکھنوی، درسی علوم کو اپنے بڑے بھائی مولوی محمد حیدر اور مولوی ولی اللہ، مولانا ظہور اللہ لکھنوی سے پڑھکر حدیث کی سند مولانا عبد الحفیظ مکی حنفی علیہ الرحمہ سے حاصل کی اور علم حدیث میں مشغول رہے اعلیٰ درجہ کی کتابیں لکھیں ان میں سے ۱؎ غایۃ البیان فیما یتعلق بالحیوان ۲؎ شرح رسالہ امام نووی ۳؎ غایۃ الکلام فی القراۃ خلف الامام ہیں اور ۴؎ ابراز الکنوز فی احوال ارباب الرموز ہے جو مکمل نہ ہو سکی اس میں حصن حصین

کے رموز کی تشریح اور ان بزرگوں کے حالات ہیں جن کی طرف صاحب حصن حصین نے حوالہ میں اشارہ کیا ہے ۔ صدرا کا حاشیہ ہیولیٰ کی بحث تک ۔ نیز اکثر درسی کتابوں پر حواشی لکھے ہیں۔

وفات: ۔ ۲ ؍ جمادی الثانیہ ۱۲۵۸ھ (ایک ہزار دو سو اٹھاون ہجری) میں عالم جاودانی کے مدرسہ میں روانہ ہو گئے اور مولانا احمد انوار الحق کے باغ میں جو لکھنؤ میں واقع ہے مدفون ہوئے، اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کی کشادہ بہار دکھلائے۔

(۵۵۷-۱۲۷) شیخ معین نبیرۂ مولانا معین

صاحب معارج النبوۃ، وعظ گو

انسانی شکل میں فرشتہ خصلت شخص تھے تھوڑے دنوں اکبر بادشاہ کے حکم سے شہر لاہور کے عہدۂ قضا پر مامور رہے لیکن کبھی اس عہدہ پر مدعی یا مدعا علیہ کے خلاف فیصلہ نہیں کیا بلکہ بہت منت سماجت سے فریقین کے درمیان صلح صفائی کرا دیتے تھے کہتے کہ بھائیو! تم دونوں عقلمند آدمی ہو اور میں ایک بیوقوف دو عقلمندوں کے بیچ میں آگیا ہوں لہٰذا آپ دونوں صاحبان اس ناکارہ کو بارگاہِ خداوندی میں شرمندہ نہ کرنا۔ آپ ہمیشہ قیمتی قیمتی کتابیں لکھواتے اور مقابلہ کر کے اس کی جلد سازی کرا کر طالب علموں کو دیدیتے پوری زندگی اسی مشغلہ میں گذار دی۔ اس طرح ہزاروں جلدیں لوگوں کو عطا کر دیں۔

وفات: ۔ ۹۹۵ھ (نو سو پچانوے ہجری) میں دنیاوی تکلیفات سے دست بردار ہو کر روضۂ عقبیٰ میں آسودہ ہو گئے۔ نور اللہ مرقدہٗ

(۵۵۸-۱۲۸) مولانا معین الدین عمرانی دہلوی

سلطان محمد بن تغلق کے زمانہ میں ایک عقلمند، عظیم استاد شہر دہلی تھے۔ کنز، حسامی اور مفتاح کے

حواشی ان کی تصنیفات میں سے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ قاضی عضد کو بلانے کے لئے محمد بن تغلق شاہ دہلی نے آپ کو شیراز بھیجا تھا، جب شیراز کا بادشاہ انکے احوال سے واقف ہوا تو قاضی کی جدائی پر کسی طرح راضی نہیں ہوا بلکہ سلطنت کے تمام لوازمات سے نکل کر قاضی کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ آپ تخت شاہی پر بیٹھیں اور میں آپکی خدمت کروں اور اپنی بیوی کو چھوڑ کر جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب آپ کا ہے۔ جب قاضی صاحب نے بادشاہ کی یہ ہمت اور مروت دیکھی تو سرزمین ہند میں آنے کا ارادہ فسخ کر دیا، مولانا معین تنہا ہندوستان واپس آئے۔ شیخ نصیر الدین محمود کے خلیفہ مولانا خواجگی مولانا معین کے شاگردوں میں سے ہیں جنکو شیخ نصیر الدین محمود سے اعتقاد نہیں تھا بلکہ ان پر نکیر کیا کرتے تھے اور شیخ نصیر الدین کے حکم سے چاول اور دہی کی ضیافت کی دہی چاول کھانے سے کھانسی سے شفایاب ہونے سے مولانا کی نکیر خوش اعتقادی سے بدل گئی اور ان تمام واقعات کی تفصیل شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اخبار الاخیار میں ملاحظہ فرمایا جائے (اخبار الاخیار صـ۳۱۲)

(۵۵۹ - ۱۲۹) خواجہ معین الدین کشمیری

ولد خواجہ محمود نقشبندی کشمیری،

خطۂ کشمیر کے بڑے علماء اور نامآور مشائخ میں سے ہیں، شریعت کی اتباع کرنے والے، سنت کو رواج دینے والے، بدعت کو مٹانے والے۔ زہد، تقویٰ، احتیاط میں بے نظیر، علمائے وقت اور صالحینِ زمانہ میں مقبول تھے۔ جناب ملا محمد طاہر خلف ملا حیدر، ملا ابو الفتح کلو، ملا یوسف مدرس، مفتی محمد ظاہر، مولانا عبد الغنی اور مفتی شیخ احمد جیسے اکابر علمائے کشمیر آپ کے گردیدہ تھے۔

تصنیفات:۔ ۱ فتاویٰ نقشبندیہ، ۲ کنز السعادات علم شریعت وطریقت میں، ۳ رسالہ رضوانی اپنے والد کے خوارق میں آپ کی یادگار تصنیفات ہیں۔

۱۰۸۵ھ (ایک ہزار پچاسی ہجری) میں فوت ہوئے۔

(۱۳۰-۵۶۰) مولانا سید معین الدین

سید شاہ خیرات علی مشہدی کے بچھلے لڑکے ہیں کڑا وطن تھا اور احمد آباد نارہ کے سجادہ نشین تھے، آپکی کنیت ابوالخیر ہے علوم مروجہ مرزا حسن علی عسکری محدث لکھنوی اور مولوی ظہور اللہ و دیگر علمائے وقت سے حاصل کئے، علوم عقلی و نقلی کے جامع تھے خصوصاً فن ریاضی میں شہرۂ آفاق تھے، تمام عمر شریف افادہ اور تدریس میں بسر کی اور بہت سے نامور علماء آپکے دامنِ تعلیم سے باکمال بنے، ادھیڑ عمر میں کثرت اسباق کے باوجود حفظ قرآن کرڈالا اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اس دیار کے علماء سے کتبِ حدیث کی سند حاصل کی اس ناکارہ راقم سطور کو دلائل الخیرات اور حصن حصین کی اجازت آنجناب سے حاصل ہوئی ہے۔ ربیع الاول کی تیسری تاریخ ۱۳۰۴ھ میں احمد آباد نارہ میں آپکی وفات ہوئی اور اسی جگہ اپنے بزرگوں کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ اللہ آپکی روح کو شاد رکھے۔ ایک شاعر نے تاریخ رحلت یوں کہی ہے دنیاکو تعاون دینے والے نے جب اس جہان سے کوچ کیا + تو فلک نے مارے غم کے اپنا گریبان چاک کرڈالا + فرشتہ خصلت زمانہ کے یکتا + ایسا صاحب علم نہ کسی نے دیکھا نہ سنا + بتغیریہ مصرعہ سالِ وفات کیلئے بول + بروحش بود رحمت حق پدید +
۱۳۰۴ھ

اولاد:۔ آپ کے دو لڑکے پیدا ہوئے ایک مولوی سید شاہ قیام الدین جو فارغ التحصیل ہونے کے بعد والد محترم کے سامنے مرگئے، دوسرے حکیم سید شاہ صدر الدین جو فارغ العلم ہوئے اور ابھی تک موجود ہیں اللہ آپکو زندہ سلامت رکھے۔

مولانا سید معین الدین کی درج ذیل کتابیں مشہور ہیں ۱۔ تبیان فی شرب الدخان

۲ ہدایۃ المومنین الیٰ سلسلۃ الصالحین ۳ آداب معینہ ۴ مرقاۃ الاذہان فی علم المیزان ۵ ہدایۃ الکونین فی شہادۃ الحسنین ۶ رموز القرآن ۷ مثناۃ بالتکریر صدرا کے حاشیہ پر ۸ رسالہ علم باری تعالیٰ ۹ رسالۂ علم ہیئت ۱۰ قرابادین ۱۱ طب مفردات ۱۲ طب ۱۳ رسالہ طہر متخلل

(۵۶۱-۱۳۱) مرزا مفلس اوزبک

ملا احمد جند کے شاگردوں میں سے ایک بااستعداد حاضر جواب ملا تھے، علوم مباحثہ و مناظرہ میں حاضر جوابی سے کامیاب رہتے ورنہ تقریر فصیح و بلیغ نہیں کرپاتے تھے، سبق کے دوران ہنسانے والی حرکتیں کرجاتے تھے، صلاح و تقویٰ کے مالک تھے لیکن اندازہ اور موقع شناسی اچھی نہ تھی ماوراء النہر سے ہندوستان آکر آگرہ میں خواجہ معین الدین فرخودی کی جامع مسجد میں درس دیا کرتے تھے۔ زیارتِ حرمین شریفین کی توفیق ملی وہیں مکہ معظمہ میں بعمر ستر سال انتقال کرگئے۔

(۵۶۲-۱۳۲) مولوی مقیم الدین ساکن ٹانک

ولد سلطان محمد ڈبال پتی سوبہ خیل بن احمد بن گل محمد ساکن ٹانک یعنی موضع کوٹ ممریز۔ ابتدار میں مولوی دین محمد کے پاس میزان الصرف سے میبذی تک پڑھکر علمائے وقت جیسے مولوی محمد مظہر نانوتوی، مولوی عبدالحق شمس العلماء خیرآبادی، مولوی احمد حسن پنجابی مدرس مدرسہ دارالعلوم کانپور کی خدمت میں آکر دیگر علوم درسیہ کو حاصل کیا، اسوقت جب کہ آپ کی عمر شریف تیس سال کو پہونچی ہے مدرسہ شوکت الاسلام سندیلہ میں عربی کے طبقۂ علیا کے مدرس ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

(۵۶۳-۱۳۳) ملوک شاہ بدایونی

اپنے وقت کے فاضل، شیخ

بیجو سنبھلی کے مرید تھے - ۲۷ ر رجب ۹۶۹ھ (نو سو انہتر ہجری) میں اسہال کبدی کی بیماری میں فوت ہوئے : ان کے لڑکے ملا عبد القادر بدایونی منتخب التواریخ کے مصنف نے ان کی تاریخ وفات کہی ہے

زمانہ کے فاضلوں کے سردار ملوک شاہ علم کے سمندر، احسان کی کھان اور فضیلت کی کان + ان کے فضل کیوجہ سے چونکہ ایک دنیا زمانہ میں فیضیاب تھی اس لئے انکی تاریخ وفات کا مادہ "جہان فضل" نکلا۔
۹۶۹ھ

(۵۶۴-۱۲۴) مولانا میر کلاں محدث اکبرآبادی خواجہ کوہی خراسانی

کے پوتے، حاجی حرمین، شیخ جلال الدین ہروی کے مرید، ظاہری و باطنی کمالات والے، دانشمند، متبحر تھے۔ خصوصاً علم حدیث میں بڑے ماہر تھے۔ حدیث کی اجازت سید میرک شاہ شیرازی سے تھی جو سند حدیث اپنے والد سید جمال الدین محدث روضۃ الاحباب کے مصنف سے حاصل کئے تھے انکو ان کے چچا سید اصیل الدین شیرازی نے اجازت دی تھی۔ الحاصل سید میر کلاں کی صلاحیت پیدائشی و خاندانی تھی اور ان کی عقل اسمائے حسنیٰ کی مظہر تھی۔ ان کو جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے شاہزادہ نورالدین محمد جہانگیر کی تعلیم کیلئے مقرر کیا تھا اور بادشاہ انکی بہت تعظیم و تکریم کیا کرتا تھا۔ میر صاحب سو سال کی عمر میں ۹۸۳ھ الٰہ آباد میں رحلت فرما کر وہیں مدفون ہوئے۔

تلامذہ :- (۱) ملا علی قاری جن کی کتابوں سے اکثر ہندوستانی طلبہ فائدہ حاصل کرتے ہیں وہ بھی مولانا میر کلاں محدث اکبرآبادی کے شاگردوں میں سے ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کا تذکرہ میری اس ناچیز کتاب میں آ جائے۔
ملا علی قاری ولد سلطان محمد ہروی حنفی ہرات میں پیدا ہوئے رسمی علم

علماء وقت سے، اور مشکوٰۃ شریف کی بعض حدیثیں مولانا میر کلاں محدث اکبر آبادی سے پڑھکر مکہ معظمہ پہونچے اور وہاں پر اقامت گزیں ہوئے اور ۱ ابوالحسن بکری ۲ سید زکریا حسینی ۳ شہاب احمد بن حجر ہیتمی ۴ شیخ عبداللہ سندھی ۵ قطب الدین مکی وغیرہ (اس پاک سرزمین کے علماء) سے علم حاصل کیا، عقلی و نقلی علوم کے جامع، سنت نبویہ کے متبع اور یکتائے زمانہ ہوئے۔ گیارہویں صدی ہجری کے چودہویں سال ۱۰۱۴ھ مکہ معظمہ میں رحلت فرمائی۔

تصنیفات ملا علی قاری :- کتب ذیل آپ کی مصنفات میں یادگار ہیں۔

۱ تفسیر قرآن مجید ۲ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ۳ شرح الشفاء ۴ شرح الشمائل ۵ شرح النخبہ ۶ شرح الشاطبیہ ۷ شرح الجزریہ ۸ ناموس ملخص القاموس ۹ الاثمار الجنیہ فی اسماء الحنفیہ ۱۰ شرح ثلاثیات بخاری ۱۱ نزہۃ الخاطر الفاتر فی ترجمۃ الشیخ عبدالقادر ۱۲ شرح فقہ اکبر ۱۳ ضوء المعالی شرح قصیدہ امالی ۱۴ تخریج احادیث شرح عقائد نسفی ۱۵ رسالہ تکفیر فرعون ۱۶ رسالہ دربیان والدین رسول الثقلین صلے اللہ علیہ وسلم ۱۷ المنہاج العلوی فی المعراج النبوی ۱۸ الاہتداء فی الاقتداء ۱۹ شرح قصیدہ بردہ ۲۰ نور القاری شرح صحیح بخاری ۲۱ شرح صحیح مسلم ۲۲ جمالین حاشیہ تفسیر جلالین ۲۳ شرح شفاء قاضی عیاض ۲۴ جمع الوسائل شرح الشمائل ۲۵ شرح جامع صغیر ۲۶ حرز الیمین شرح حصن حصین ۲۷ شرح اربعین نووی ۲۸ شرح الوتریۃ والجزریۃ ۲۹ شرح الشرح علی نخبۃ الفکر ۳۰ شرح موطای امام محمد ۳۱ سند الانام فی شرح مسند الامام ۳۲ شرح مناسک الحج ۳۳ تزئین العبارۃ لتحسین الاشارۃ ۳۴ الحظ الاوفر فی الحج الاکبر، ۳۵ رسالہ عمامہ ۳۶ رسالہ فی حت التربۃ ۳۷ رسالہ عصا ۳۸ اربعین حدیث درنکاح ۳۹ چہل حدیث فضائل قرآن ۴۰ رسالہ ترکیب لا الہ الا اللہ ۴۱ رسالہ

قراءۃ بسملہ فی اول سورۃ البراءۃ ۴۲ المصنوع فی معرفۃ الموضوع ۴۳ کشف الحذر عن امر الخضر ۴۴ معدن العدنی فضائل اویس القرنی ۴۵ رسالہ در احکام سب الشیخین ۴۶ سم العوارض فی ذم الروافض ۴۷ فتح باب العنایۃ فی شرح النقایۃ ۴۸ الاحادیث القدسیۃ والکلمات الانسیۃ ۴۹ اعراب القاری ۵۰ تذکرۃ الموضوعات ۵۱ تبعید العلماء عن تقریب الامراء ۵۲ الحزب الاعظم ۵۳ حاشیہ مواهب لدنیہ، ۵۴ شرح عین العلم وغیرھا۔

(۵۶۵ - ۱۳۵) میاں مخدوم احمد آبادی

آپ کا نام و نسب یہ ہے مولانا شیخ احمد بن شیخ برہان الدین بن ابو محمد بن ابراہیم ابن محمد خاں غوری، محمد خاں سلطان معز الدین محمد کے لڑکے ہیں جو سلطان شہاب الدین غوری کے نام سے مشہور اور ناگور کی حکومت میں باامتیاز تھے۔ مولانا احمد، جناب شیخ احمد کھتو (وفات ۸۴۹ھ) احمد آبادی کی دعائے مستجاب سے پیدا ہوئے تھے اور انھیں کے اشارہ سے آپ کا نام احمد رکھا گیا۔ آپ دیار گجرات کے علماء صوفیہ میں سے تھے علوم ظاہر مولانا صدر جہاں گجراتی سے حاصل کئے۔ ۱۲ رسال کی عمر میں حضرت سراج الدین ابوالبرکات سید محمد مشہور بہ شاہ عالم قدس سرہٗ سے بیعت و ارادت کا شرف حاصل ہوگیا تھا پھر بارہ سال انکی خدمت میں تربیت حاصل کرنے کو گذارے اسکے بعد پھر بارہ سال ظاہر و باطن کے سنوارنے میں مشغول رہے۔ ۲۲ ربیع الثانی ۸۸۰ھ (آٹھ سو اسی ہجری) میں چونسٹھ سال زندگانی کا مرحلہ طے کرکے دار فانی سے عالم جاودانی کو روانہ ہوگئے اور احمد آباد گجرات کے محلہ تاج پورہ میں دفن ہوئے "آخر الاولیا" مادہ تاریخ ہے۔

۸۸۰ھ

حرف النون

(۵۶۶-۱) مولوی سید ناصر الدین محمد ابو المنصور دہلوی

اہل کتاب کے ساتھ فن مناظرہ کے امام ولد سید محمد علی ولد سید فاروق علی، ہندوستان کے علماء اعلام میں سے مذہبی مناظرہ کے فن پر پوری واقفیت رکھتے تھے وقت کے علماء ان کے اس فن میں امام ہونے پر متفق ہیں جس کی تصدیق رسالۂ عین الیقین سے کی جاسکتی ہے، نصرانی پادریوں سے بار ہا مناظرہ کر کے ان کو ہرا چکے ہیں۔ آپ سکٹ پور کے قاضی سید عبد الغفور کی اولاد میں سے ہیں آپ کا پرانا وطن قنوج کے قریب قصبہ سید آباد ہے جسکو عرف میں وائی پور کہتے ہیں، آپ کے والد سید محمد علی ناگپور کے ریزنڈی محکمہ میں میر منشی تھے وہیں پر سید ناصر الدین محمد ابو المنصور کی پیدائش ہوئی علوم اپنے والد اور دادا جان سے حاصل کئے، توراۃ اور انجیل کو اہل کتاب کے علماء سے پڑھا عربی اور یونانی دونوں تفسیروں کے ساتھ۔ علمائے اہل کتاب کے رد میں بہت سی کتابیں لکھیں کبھی کسی کی نوکری نہیں کی ہاں چندروز رئیس بھوپال نواب جہانگیر محمد خاں کی مصاحبت میں ممتاز رہے اس وقت جبکہ عمر شریف چونسٹھ سال کی ہوچکی ہے قرآن مجید کی تفسیر فارسی زبان میں لکھ رہے ہیں اور آیت کریمہ کی تفسیر احادیث صحیحہ کے مطابق ثابت کر رہے ہیں اور استشہاد میں توراۃ و انجیل کی آیتیں پیش کر رہے ہیں درحقیقت یہ ایک عظیم کام ہے اللہ تعالیٰ اس کو مکمل کرائے سید ناصر الدین نے مولوی محمد مہدی نزیل کانپور جو مشہور عالم وفاضل تھے ان کی دختر نیک اختر سے شادی کرلی اور ان سے دو لڑکے پیدا ہوئے

مولوی سید نصرت علی، دوسرے سید ناصر علی اور وہ اس وقت اہل وعیال کے ساتھ دہلی میں مقیم ہیں اللہ آپ کو اور آپکی اولاد کو زندہ سلامت رکھے۔

عالی تصنیفات :- ۱ نوید جاوید جو عیسائیوں کے مختلف سوالوں کا جواب ہے۔ ۲ دولت فاروقی، بیت المقدس کی تاریخ میں ۳ عقوبۃ الضالین، پادری عماد الدین کی کتاب ہدایۃ المسلمین کا جواب ۴ استیصال، ماسٹر رام چندر کے رسالہ مسیح الدجال کا جواب ہے ۵ رقیمۃ الوداد پادری صفدر علی کے نیاز نامہ کا جواب ہے ۶ لحن داؤدی، پادری عماد الدین کے نغمہ طنبوری کا جواب ۷ انعام عام، پادری یونس کے بنائے ہوئے آئینہ اسلام کا جواب ۸ افحام الخصام پادری راجرس کی تصنیف تفتیش الاسلام کا جواب ۹ تصحیح التاویل، پادری عماد الدین کی تفسیر مکاشفات کا جواب ۱۰ اعزاز قرآن، ماسٹر رام چندر کی تصنیف اعجاز قرآن کا جواب ہے، ۱۱ میزان المیزان پادری فنڈر کے میزان الحق کا جواب ۱۲ مجموعہ وعظ ۱۳ یادداشت ۱۴ شلاق فی رد تہذیب الاخلاق ۱۵ حرز جان، عبداللہ آتھم عیسائی کی کتاب اصلیت قرآن کا جواب ہے ۱۶ تبیان، عیسائیوں کے بارہ قسم کے سوالات کا جواب ۱۷ مصباح الابرار، پادری فنڈر کی تصنیف مفتاح الاسرار کی تردید ۱۸ تادیب ۱۹ نمونہ تحریف ۲۰ تشویش القسیس ۲۱ محاکمہ عقوبۃ الضالین اور ہدایۃ المسلمین پر تحقیقی نگاہ ۲۲ تنقیح البیان سید احمد خاں کی تفسیر القرآن کا جواب ۲۳ رسالۃ الحق مُرّ ۲۴ تبجیل التنزیل زیر تالیف تفسیر القرآن ۲۵ تنزیہ الکاملین ۲۶ انکشاف ۲۷ تریاق ۲۸ تصحیح التاویل۔

(۵۶۷-۲) مولوی شاہ نتھن غازی پوری

آپ کا نام شاہ محمود بن مولانا شاہ حسام الدین مانک پوری ہے، علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے والد ماجد کی

وفات کے بعد ۸۵۳ھ (آٹھ سو ترپن ہجری میں سیاحت کے طور پر مانکپور سے غازی پور زمانیہ کو آئے نصیر خاں لوحانی حاکم غازیپور آپ کے کمالات ظاہر و باطن کو دیکھ کر معتقد ہوا اور دست ارادت آپکی بیعت کے دامن میں ڈال دیا اور سرکار دہلی سے ان کو غازیپور کے میر عدل کے عہدہ پر مامور کرایا، آپ نے پوری عمر غازی پور میں گذار دیا ۹۰۵ھ میں وفات ہوئی اور غازی پور میں مدفون ہوئے آپکی اولاد غازی پور کے محلوں میں محلہ قاضی ٹولہ میں ابتک موجود ہیں۔

(۵۶۸-۳) مولوی نجم الدین خاں کاکوروی

ولد مولوی حمید الدین

قصبہ کاکوری کے علوی زادوں میں سے ہیں۔ یکتائے زمانہ عالم اور جامع فضائل چہارگانہ تھے، کلکتہ کے اقضی القضاۃ کے ممتاز عہدہ پر تھے اسکے ساتھ ہی درس و تدریس اور نفع رسانی طلبہ علوم کی انتہائی کوشش کرتے تھے عظیم تصنیفات و تالیفات آپکی یادگار ہیں ان کے علمی سرمایہ کا ایک نمونہ یہ ہے کہ آپ نے شاہ غلام قطب الدین کی وفات کی ایک انوکھی تاریخ تعمیہ اور تخرجہ کے طور پر آیت کریمہ " ومن یخرج من بیتہٖ " سے نکالی جس کا ذکر کرنا لطافت سے خالی نہیں۔ مولوی نجم الدین خاں کاکوروی نے شاہ غلام قطب الدین الٰہ آبادی کی تھوڑی سوانح بھی عربی زبان میں لکھی ہے اس کے بعد وہ تاریخ مذکور ہے۔ عربی عبارت انتہائی ادیبانہ ہے مولوی رضا علی خاں کاکوروی کے رسالہ مطارح الاذکیاء سے مصنف تذکرہ نے نقل کی ہے۔ مترجم غفرلہ اس کا خلاصہ لکھتا ہے:

حمد و صلوٰۃ کے بعد شیخ غلام قطب الدین کی تعریف تین سطروں میں لکھ کر فرمایا کہ شیخ غلام قطب الدین الٰہ آبادی ذی تعدہ کی آخری تاریخوں میں ۱۱۸۷ھ

بارہویں صدی ہجری کے ۱۲۸۰ھ میں اس وقت فوت ہوئے جب کہ اپنے وطن مالوف سے بیت اللہ کا حج پانے کی اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی زیارت کیلئے خاصے صلحاء و اتقیاء کے ساتھ حجاز گئے خشکی و دریا کی مشقتوں کو جھیلنے کے بعد حجاز مقدس اس وقت پہونچے جب حج کا زمانہ ابھی نہیں آیا تھا تو عمرہ کرنے کے بعد کچھ دنوں مکہ معظمہ میں قیام کرکے مدینہ پہونچے اور روضۂ اطہر کی زیارت نیز صحابہ و اہل بیت کی قبروں کی زیارت کی پھر جب موسم حج قریب ہوا تو مکہ معظمہ کیطرف روانہ ہوئے راستے میں سخت بیمار ہوکر رہ گرائے عالم آخرت ہوگئے اور وہیں دفن کئے گئے ان کے شایانِ شان وہ آیتِ کریمہ ثابت ہوئی جو بعض اصحاب النبی کی شان میں ذکر کی جاتی ہے اور عجیب انوکھے طرز سے سالِ وفات بھی اسی آیت سے نکل آئی۔ آیتِ کریمہ مع ترجمہ

"ومن یخرج من بیتہٖ مہاجراً الی اللہ ورسولہٖ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ" (جو کوئی اپنے گھر سے اللہ و رسول اللہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلا پھر اس کو موت نے دھر لیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہوگیا)

اگر آیتِ کریمہ میں "من" کے عدد کو "بیتہٖ" کے عدد سے نکال دیا جائے پھر اس کے ساتھ "الی اللہ ورسولہٖ" کے عدد کو ملا دیا جائے، پھر لفظ "موت" کو جوڑ دیں تو گیارہ سو ستاسی کا عدد مکمل ہوکر ممدوح الصدر کا سالِ وفات برآمد ہو جائے گا، اللہ تعالٰی عزت والے علیم نے اپنے کلام قدیم کے گوشہ میں یہ خزانہ چھپا رکھا ہے جسکو نکال کر دکھانے کی توفیق اس بندہ محمد نجم الدین کو ملی جسکو حبل اللہ المتین کو تھامے رہنے کی سعادت بھی حاصل ہے۔ مولانا کی بات کا خلاصہ پورا ہوا۔

(۹۰ ؛ ۴۱۷ − ۹۰ = ۳۲۷ ؛ + ۴۴۱ ؛ = ۷۶۸ ؛ ۴۴۶)

وفات و اعقاب:۔ مولانا نجم الدین خاں کاکوروی کی وفات سہ شنبہ

۱۳؍ ربیع الثانی ۱۲۲۹ھ (بارہ سوانتیس ہجری) میں ہوئی، آپ کے تین لڑکے ہیں (۱) مولوی حکیم الدین صدر الصدور (۲) مولوی علیم الدین صدر الصدور (۳) مولوی خلیل الدین شاہ اودھ کے سفیر۔

مولوی فتح علی جونپوری نے چند قطعہ سال وفات میں منظوم کیا ہے ایک قطعہ یہ ہے ؎ حکمت کے سمندر، ملت کے آفتاب، دین کا ستارہ قاضی قضاۃ جب باغ جناں میں حور عین سے بغل گیر ہوئے، تو میں نے تاریخ کیلئے سر جھکایا تو میرے کان میں یہ صدا گونجی۔

علم اور فضل، درس اور زہد، اور دین سب کا چہرہ چھپ گیا یعنی "لم ضل درس ھدین" ۱۲۲۹ھ

(۵۶۹-۴) میر نجم الدین بھکھری

ولد میر محمد رفیع رضوان۔ آپ مخدوم محمد معین کے بھانجے اور شاگرد تھے، فضائل و کمالات کے جامع تھے، اپنے استاد کی حیات ہی میں عمدہ علمی مجلس آراستہ کئے ہوئے تھے اور طلبہ کے ایک گروہ کو باکمال بنا چکے تھے، انوکھی تصنیفات کے مالک تھے ان میں سے منطق کے رسالہ "یک روزی" کے طرز پر ایک رسالہ ایک ہی دن میں لکھ ڈالا تھا جو رسالہ "یکروزی" سے بہتر اور کافی بڑا تھا، اور فارسی میں طوطی نامہ منشور "نخشبیؒ" کے طوطی نامہ سے بہتر تصنیف کر لیا تھا۔ اشعار بھی خوب کہتے تھے اور عزلت تخلص رکھتے تھے۔ ۱۱۶۰ھ (ایک ہزار ایک سو ساٹھ ہجری) میں فوت ہوئے۔

(۵۷۰-۵) مولوی نجم الدین چریاکوٹی

ولد مولوی احمد علی بن شیخ غلام حسین بن شیخ سعد اللہ عباسی چریاکوٹی۔ تمام درسی کتابوں کو کامل استعداد کے ساتھ اپنے والد بزرگوار سے پڑھا اور تحصیلِ علم کی تکمیل، مضامین کی یادداشت

بحث مسائل کے دائرہ کی توسیع اور حجتوں اور دلیلوں کے قائم کرنے میں کوئی ان کا نظیر نہ تھا، شروع میں تعلیم دینے کا مشغلہ رکھا، لیکن اس وقت پڑھانے کی توجہ نہیں رہی، فارسی نظم ونثر میں آپ کی طبیعت کی جولانی نے نیا انداز اختیار کیا، نثر نگاری میں منفرد اور شعر گوئی میں یکتائے زمانہ ہیں۔

تصانیف:- آپکی اہم تصنیفات میں سے ۱؎ ہفت اقسام حسینی (علم صرف میں) ۲؎ اعراب اربعہ (نحو میں) ان کے علاقہ میں متعارف ومتداول ہیں ۳؎ مثنوی فیض الٰہی نیرنگ عشق کے ہم پلہ ۴؎ مثنوی چہار ضرب مختلف حالتوں میں۔ ۵؎ ایک کتاب عروض وقافیہ میں ۶؎ فسانۂ سیلاب اس طغیانی کی تاریخ جو ضلع اعظم گڈھ کے دریائے ٹونس میں ۱۲۸۸ھ (مطابق ۱۸۷۱ء میں آئی تھی) ۷؎ خمسہ محمدیہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد کے بیان ہیں، یہ سب آپ کی طبع زاد ہیں۔ مثنوی فیض الٰہی کا مطلع یہ ہے ؎

خداوندا! بجولان معانی ؛ کمیت خامہ ام رادہ روانی

الٰہی معانی کی گردش کے ساتھ ؛ میرے قلم کے کمیت گھوڑے کو رواں دواں کردے

اسی مثنوی میں قصبہ چریاکوٹ کی تعریف میں فرمایا ؎

چریاکوٹ خوانندش عوامش ؛ ولیکن یوسف آباد است نامش

یہاں کے عوام تو اس کو چریاکوٹ کہتے ہیں ؛ لیکن اس کا نام یوسف آباد ہے

فلک تا طرح ایں آباد بنہاد ؛ زخاک پاک جنت کرد بنیاد

آسمان نے جب اس آبادی کی بنیاد رکھی ؛ تو جنت کی پاک مٹی سے اس کا سنگ بنیاد رکھا

چراغ آسماں روشن زدودش ؛ زجنت می رسد ہر دم درودش

آسمان کا چراغ اسکے دھویں سے روشن ہے ؛ ہر وقت اسکو جنت سے عنایت پہنچتی ہے

مثنوی چہار ضرب کا شعر ہے ؎

مئے حمد ریزم بکام قلم — بگردش در آورد جام قلم
قلم کے منہ سے حمد الٰہی کی شراب چھلکاتا ہوں — قلم نے جام کا دور چلایا

دوسرا شعر ہے ؎

چناں تنگ شد عرصۂ رزم گاہ — کہ از دیدہ بیروں نمی شد نگاہ
لڑائی کا میدان اتنا تنگ ہوا — کہ نگاہ آنکھ سے باہر نہیں نکلتی تھی

زجا نہ جنبد و در گردش است قبلہ نما — بجائے خویش عزیبم در وطن بے تو
گھومنے کے باوجود قبلہ نما اپنی جگہ سے نہیں ٹلتا — اسی طرح آپ کے بغیر اپنی جگہ رہتے ہوئے ہم وطن میں پردیسی ہیں

اگر ز نام من بے نشاں چو می پرسی — ہمیں بس است کہ آوارہ خانماں ہستم
اگر مجھ بے نشان کا نام مجھ سے پوچھو — تو اتنا جواب کافی ہے کہ گھر بار برباد کیا ہوں

اللہ آپکو زندہ سلامت رکھے۔

(۱۷۵-۶) مولوی نجف علی جھجری سلمہ اللہ

آپ کا خطاب تاج العلماء ہے نسب محمد نجف علی خاں بن محمد عظیم الدین قصبہ جھجر کے قاضی، زمانہ کے اکابر فضلاء میں سے تھے، نواب یمین الدولہ وزیر الملک محمد علی خاں بہادر صولت جنگ محمد آباد عرف ٹونک کے فرماں روا کی بارگاہ میں ملازمین کی لڑی میں جڑے تھے قابلیت اور علمی استعداد میں ہم سروں سے فائق تھے، روشن طبیعت اور ذہن شاعرانہ تھا، بہت سی تصنیفات کے مصنف تھے ان میں سے ۱ کافل الاسعاد شرح قصیدہ بانت سعاد ۲ تکملہ صولت فاروقی جس میں پچاس ہزار سے زائد اشعار بحر متقارب میں ہیں ۳ سحر الکلام مقامات حریری کی بے نقط شرح ۴ تفسیر عزیب ۵ شرح دیوان متنبی ۶ شرح دیوان حماسہ ۷ حاشیہ مطول ۸ وغیرہ، پارزندی زبان میں شرح دساتیر ۹ رمان وسفرنگ، دری زبان میں دساتیر کی دوسری شرح ۱۰ اس کے علاوہ

پچاس رسالے پانچ زبانوں دری، پازندی، عربی، فارسی، اور اردو میں آپ کے کلاموں کے مصنفات ہیں۔

عجیب واقعہ:- ۱۲۹۵ھ میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے حکم ہوا کہ قصیدۂ بانت سعاد، قصیدہ بردہ، قصیدۂ امالی، تینوں قصیدوں کی متوسط شرحیں تین زبانوں عربی، فارسی، اردو میں لکھیں تاکہ عموم افادہ کا ضامن اور کفیل ہو۔ اللھم یسر ولا تعسر۔

(۲-۵۷۲) مولوی نجف علی سندیلی

ابن روشن علی بن چودھری نصرت اللہ، آپ مولوی حیدر علی سندیلی کے شاگرد، شیعی المذہب، نوکری پیشہ تھے، دھولپور کے رانا خاندان کی تاریخ لکھی۔

وفات:- ۲۸ رذی حجہ ۱۲۵۵ھ (بارہ سو پچپن ہجری) مرض فالج میں وفات پائی۔

(۳-۵۷۳) مولوی نصر اللہ خاں

خورجہ کے رہنے والے، خویشگی افغانوں کے قبیلہ کے تھے، ان کا نام عبدالعلیم تھا، مولوی احمد علی چریاکوٹی وغیرہ علماء عصر کی خدمت میں علوم مروجہ حاصل کرنے گئے، استعداد کامل کے ساتھ علم حاصل کیا اور علمی مزاولت میں مشغول رہے، انگریزی سرکار میں ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ پر سرفراز تھے پھر وہاں سے پنشن حاصل کرنیکے بعد نظام حیدر آباد کی سرکار میں صدر تعلقہ دار کے منصب پر عزت افزا ہوئے۔

تصنیفات:- ۱۔ ارشاد البلید فی اثبات التقلید ۲۔ شرح رباعیات یوسفی علم طب میں ۳۔ شرح خلاصہ کیدانی فقہ میں۔ اس کے علاوہ دوسرے رسالے آپ نے تالیف کئے ۱۲۹۹ھ ۸۲-۱۸۸۱ء میں وفات پائی۔

(۴-۵۷۹) مولوی نصرت علی خاں قیصر دہلوی

ولد مولوی ناصر الدین

محمد ابو المنصور امام فنِ مناظرہ ابن سید محمد علی۔ ۱۷ رشوال ۱۲۶۴ھ (مطابق ۱۸۴۸ء) کو پیدا ہوئے پوری مستعدی کے ساتھ مروجہ علوم حاصل کئے، فارسی، عربی، ترکی، انگریزی اور ہندی زبانوں کے ماہر تھے، نصرت المطابع کے نام سے ایک چھاپہ خانہ جاری کیا۔ جس سے ۱۔ نصرت الاخبار ۲۔ ناصر الاسلام ۳۔ مہر درخشاں تین رسالے نکالے۔ یہ ہندی، فارسی اور عربی زبانوں میں شائع ہوتے تھے، الغرض اپنی ذاتی لیاقت کیوجہ سے ہند، ایران، مصر، روم، فرنگستان میں پوری طرح مشہور ہوئے اور سلطانِ روم کی بارگاہ سے آپ کو جو مجیدی تمغہ ملا اس میں آپ بلا شرکت غیرے ممتاز ہیں۔

مشہور تصنیفات:۔ ۱۔ مفید عام، اردو، فارسی، عربی اور انگریزی زبانوں کی تعلیم کے بارے میں ۲۔ نصرت اللغات، اردو، فارسی، عربی اور انگریزی لغات میں ۳۔ مرآت السلاطین، روئے زمین کے بادشاہوں کی تاریخ، ہر ایک کی تصویر اور ان کی مشہور عمارتوں کے نقشوں کے ساتھ ۴۔ جواہر بے بہا، یہ فن خوش نویسی میں ایک رسالہ ہے جو خط نسخ، نستعلیق، تعلیق، کوفی، شکست، شفیعہ، جنی، طغریٰ، گلزار وغیرہ پر مشتمل ہے ۵۔ سراب عالم اسباب، دنیا و مافیہا کی ناپائداری کے بیان میں ۶۔ قیصریہ، تاریخ سلطنت روم ۷۔ جواہر زواہر، نامور خوشنویسوں کے قلم سے لکھے ہوئے مختلف اشعار و قطعات ۸۔ احسن الدلیل فی معلومات التوراۃ والانجیل، دونوں کتابوں کی فرہنگ ۹۔ گلدستۂ شاداب در مناظرہ اہل کتاب ۱۰۔ کلمۃ الحق، حضرت منصور کا قصہ مطابق قصۂ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۱۱۔ رحمت عظیم، اولیائے کرام کے

ذکر میں ۱۲ گلدستۂ رؤسا، رجواڑوں اور نوابوں کی تاریخ ۱۳ ذخیرۂ حسنات اس کتاب میں مختلف شعراء کی عربی، فارسی، اردو وہ غزلیات ہیں جن میں سرور انبیاء علیہم السّلام کی مدح سرائی کی گئی ہے۔ ۱۴ تاریخ انگلستان ۱۵ رانڈوں کی شادی کی ترغیب میں صلاح و فلاح ۱۶ تاریخ مدینہ منورہ ومکہ معظمہ ۱۷ اتالیق، زبان اردو، ترکی، فارسی، عربی اور انگریزی کی تعلیم میں ۱۸ انشائے نصرت، فارسی، اردو اور عربی مضامین ۱۹ تعلیم بالا معلم ۲۰ معلم چہل زبان ۲۱ تحریف الخیل ۲۲ ضیاء النورین ۲۳ تخطیہ ۲۴ معیار ۲۵ ذخیرۂ نصرت ۲۶ نصرت العلوم والفنون۔

(۵۷۵-۱۰) قاضی نصیر الدین گنبدی

متبحر عقلمند اور کامل درویش تھے دنیاوی چیز کچھ نہ رکھتے اور نہ دنیاداروں کیطرف توجہ کرتے، لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے طالبان علم خانقاہ میں زنجیر پکڑ کر کھڑے ہوتے تاکہ ضعف فاقہ کے سبب گر نہ پڑیں۔ منقول ہے کہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے حاشیہ کافیہ لکھ کر آپ کے پاس بھیج کر یہ درخواست دی کہ جناب عالی اسکو سبقاً پڑھا دیں تاکہ دوسروں میں مقبول ہو جائے آپ پر اس وقت اشتغال باطنی کا غلبہ تھا اسلئے بحث و نزاع کا دروازہ بند کرنے کیلئے ایک اجمالی نظر حاشیہ پر ڈال لی اور فرمایا کہ خوب لکھی ہے، ہمارے پڑھانے کی محتاج نہیں ہے۔ آپ کی قبر جونپور میں ہے۔

(۵۷۶-۱۱) مولانا نصیر الدین محمود اودھی

ولد یحیی بن عبد اللطیف یزدی، علاقہ اودھ میں پیدائش ہوئی پہلے اس زمانہ کے سمجھ دار عالم مولانا عبد الکریم

شیروانی سے ہدایہ اور اصولِ بزدوی تک تعلیم حاصل کی اس کے بعد مولانا افتخار الدین محمد گیلانی کے پاس آکر ہر قسم کے علوم میں سے اپنا مقدر حصہ پڑھا۔ پچیس سال کی عمر میں ترکِ دنیا کر کے تجرید اختیار کر کے ریاضت و عبادت میں مشغول ہوئے اور چالیس سال کی عمر میں علاقۂ اودھ سے دہلی آکر حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کی بارگاہ ارادت کی سعادت سے مشرف ہوئے اور حضرت موصوف کے خلفاء میں بہت عظیم اور مشہور ہوئے بلکہ دہلی شہر کے صاحب خدمت ولی ہوئے جیساکہ آپ کے عمدہ حالات اخبار الاخیار اور تذکرۃ الاصفیاء میں مفصل مذکور ہیں۔

وفات :- ۱۸ ر رمضان المبارک ۷۵۷ھ میں رحلت فرمائی۔ آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔

(۷۵۷-۱۲) قاضی نصیر الدین برہانپوری

ولد قاضی سراج الدین اپنے زمانہ کے مشہور فاضل ہیں۔ اٹھارہ سال کی عمر میں شکر اللہ خاں کو جس کا خطاب افضل خاں شیرازی تھا بحث میں زک دی اور شیخ علم اللہ جو اس زمانہ میں اعلم علماء تھے اور قاضی نصیر الدین کے خسر بھی تھے وہ بھی بحث میں آپ سے نہ سکتے تھے، قاضی صاحب ہر قسم کی حدیث کو ترجیح دیتے تھے اور قیاس کا انکار کرتے تھے اور حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کو جعلی کہتے تھے اس لئے شیخ علم اللہ نے دامادی کے رشتہ کے باوجود ان کو گردن زدنی قرار دیکر ان کو جلانے کا فتویٰ دیا اور ایک محضر بھی لکھا جسکی تصدیق اس وقت کے تمام علماء نے کی صرف دو بڑے بڑے مشائخ ایسے تھے جنھوں نے اس فتویٰ کی تصدیق نہیں کی، ایک شیخ محمد فضل اللہ، دوسرے شیخ

عیسٰی چونکہ خان خاناں محمد قاضی تھے اور محضر پران دونوں بزرگوں کے دستخط نہیں تھے اس لئے قاضی نصیرالدین کو کوئی نقصان نہیں پہونچا۔ پھر جسوقت جہانگیر بادشاہ نے خانخاناں پر عتاب کیا اور دعویداروں نے اس واقعہ کو بادشاہ سے عرض کیا تو بادشاہ کا فرمان شیخ علم اللہ اور قاضی نصیرالدین کو گرفتار کرکے بھیجنے کا پہونچا۔ شیخ تو ابراہیم عادل شاہ کے پاس بیجاپور چلے گئے اور قاضی عربستان بھاگ کر حرمین کے طواف اور اماکنہ شریفہ کی زیارت سے فیضیاب ہوگئے پھر پانچ سال کے بعد وطن لوٹنے کے ارادہ سے جہاز پر بیٹھے، تقدیر الٰہی سے وہ جہاز فرنگیوں کے قبضہ میں چلا گیا، فرنگی لوگ قاضی صاحب کے کمالات کو سنکر انھیں اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے اور وہاں کے مقررہ آداب قاضی صاحب بجا نہیں لائے تو فرنگیوں نے کہا کہ آپ بادشاہ کی خدمت کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے جواب دیا کہ جو آداب شاہی تم لوگ بجالاتے ہو وہ ہم سے نہیں ہوسکتا وہاں سے رہائی پاکر آپ بیجاپور پہونچے ابراہیم عادل شاہ تین چار میل آپ کے استقبال کے لئے آیا اور اپنے ساتھ لے گیا۔ جہانگیر بادشاہ نے یہ ماجرا سن کر طلبی بھیجی اور حکیم خوشحال پسر حکیم ہمام کو تاکیدی حکم دیا کہ ان کو لشکر میں روانہ کریں، چار وناچار قاضی صاحب وہاں سے روانہ ہوکر اپنے وطن برہانپور پہونچے اور عزم بالجزم کیا کہ گھر سے نہیں نکلیں گے۔ یہی حالات تھے کہ شاہزادہ شاہ جہاں اپنے والد کیطرف سے دکن کا صوبہ دار ہوکر برہانپور آیا اور قاضی کو طلب کیا آپ نے آنے سے انکار کردیا آخر حیلہ وحوالہ سے شاہزادہ شاہجہاں کے پاس آئے مگر شاہی آداب کا لحاظ نہیں کیا بادشاہ نے اس کو سنجیدگی سے نہیں لیا مگر یہ کہا کہ قاضی! میں آپ کا مشتاق تھا۔ قاضی نے کہا کس وجہ سے تم کو اشتیاق

ہوا؟ بولا تمہارے کمالات سنکر۔ قاضی نے کہا اب مجھ میں وہ حالت نہیں رہ گئی۔ خلاصہ یہ کہ صحبت کشیدگی کو پہنچ گئی اور قاضی کو جبرًا دربار میں لے گئے جب دارالخلافت آگرہ پہونچے تو راستہ ہی میں بادشاہ کی سواری باغ سے دولت خانہ کی طرف جارہی تھی قاضی سامنے آکر سلام کرنا چاہتے تھے مگر بادشاہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی آغوش میں کھینچا اور بغل گیر ہو گیا پھر چند دن کے بعد وہاں سے اجازت لے کر برہانپور آگئے اور بقیہ عمر مرضیات الٰہی میں بسر کر کے ۱۰۳۱؁ھ (ایک ہزار اکتیس ہجری) میں دنیا سے گذر گئے۔

(۵۷۸-۱۳) مولوی سید نصیر الدین برہانپوری

آپ کا لقب عبید اللہ ہے

(علیہ الرحمۃ) دینی و دنیاوی کمالات کے جامع، علوم صوری و معنوی کے ماہر فاضل افضل، محدث عظیم اور فقیہ کامل تھے سید جلال الدین برہانپوری عرف اللہ والے صاحب کے صاحبزادہ اور شاگرد تھے اور سید جلال الدین اپنے زمانہ کے بڑے عارف اور عظیم زاہد مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کے شاگرد رشید تھے، سید نصیر الدین نے فقہ، حدیث و تفسیر اپنے والد ماجد سے پڑھا اور کامل و مکمل ہو کر بہت سی کتابیں تصنیف کیں، ان میں سے کتب ذیل مشہور ہیں ۱؎ ذریعۃ الاستشفاع فی سیر سید المطاع ۲؎ مستوفی الحقوق فی ذم العقوق ۳؎ روضۃ الریحان فی فضائل رمضان ۴؎ صاعقۃ الرابیۃ علی الفرقۃ الوہابیۃ الکذابیۃ ۵؎ ایضاح الارتداد ۶؎ ساطع الانوار من کلام سید الابرار ۷؎ تیسیر فی مہمات التفسیر ۸؎ برہان الہدیٰ فی تفسیر "الرحمٰن علی العرش استویٰ" ۹؎ لباب النقائح ۱۰؎ براہین ساطعہ ۱۱؎ تنبیہ الاغبیاء ۱۲؎ کشف المعضلات ۱۳؎ غالیہ ۱۴؎ مقامتین اور ان کے علاوہ۔

وفات: ۱۲۹۲ھ (بارہ سو بیانوے ہجری) برہانپور میں وفات ہوئی۔

(۷۹ ۵-۱۴) مولانا نظام الدین محمد بدایونی قدس سرہٗ

آپ کا نام نامی محمد ابن احمد ابن علی بخاری اور لقب سلطان المشائخ اور نظام الدین اولیاء ہے۔ آپ شیخ فریدالدین گنج شکر کے خلیفہ اور درگاہِ الٰہی کے محبوب و مقرب ولی تھے آپ کے قابل تعریف اوصاف دفتروں میں نہیں سما سکتے آپ کے دادا علی بخاری اور نانا خواجہ عرب دونوں وہاں سے آکر ایک مدت لاہور میں رہے اس کے بعد بدایوں میں سکونت اختیار کرلی آپ کے والد خواجہ احمد مولانا کی صغرسنی میں فوت ہو گئے تھے جب مولانا بڑے ہوئے تو آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو مکتب کے حوالہ کیا جہاں آپ نے قرآن مجید پڑھا اور دوسری کتابیں پڑھنی شروع کیں نوعمری میں جب بارہ برس کے ہوئے تو آپ لغت کی کتاب پڑھنے لگے اس کے بعد تعلیم حاصل کرنے دھلی آئے، علم حاصل کیا اور شمس الملک کے سامنے جو کہ صدر ولایت تھے شاگردی کا زانو تہ کیا، علم حدیث اور علم ادب پڑھا، طالبانِ علم آپ کو نظام الدین بحاث کہتے تھے اس کے بعد مرید ہونے کے شوق میں "اجودھن" شیخ فریدالدین کے پاس آئے، اس وقت آپکی عمر بیس سال کی تھی، قرآن مجید کے چھ سیپارے تجوید کے ساتھ اور عوارف کے چھ باب اور تمہید ابو شکور سلمی اور بعض دوسری کتابیں شیخ فریدالدین کے سامنے پڑھیں، اس کے بعد خلافت کی دولت سے مالا مال ہوکر دھلی تشریف لائے اور آپ کو جو قبولِ عام ہوا وہ سورج سے زیادہ روشن ہے ان کی تفصیلات سیر اولیاء کی کتابوں اور مشائخ کے ملفوظات و مکتوبات میں بھری پڑی ہیں۔

وفات :۔ ۱۲ ربیع الآخر ۸۲۵ھ کو رحلت فرمائی اور دہلی میں دفن ہوئے جو زیارت گاہ اور قابلِ برکت ہے۔

(۱۵-۵۸۰) شیخ نظام الدین امیٹھوی

آپ نے شروع میں علوم رائجہ کو شیخ معروف چشتی جونپوری سے حاصل کیا جو کہ شارح کافیہ وغیرہ مولانا الہ داد کے مرید تھے، چونکہ آپکی فطرت عالی تھی اس لئے ہمیشہ نگاہ تو کتابوں کے اوراق پر اور دل حق سے جڑنے پر لگا رہتا سلوک اور جذب آپ میں گھسا رہتا تھا، ذکر کی پابندی اور شغل باطن سے غافل نہیں رہتے تھے آخر شیخ معروف موصوف سے مرید اور ان کے خلیفہ ہوئے اور ارشاد وتکمیل کی رخصت شیخ سے حاصل کر کے قصبہ امیٹھی میں دامن قناعت میں پاؤں سمیٹ لیا، محلہ کی جامع مسجد کے علاوہ کہیں نہیں آتے جاتے تھے ہاں کبھی کبھی خیرآباد مخدوم شیخ سعد کے مزار کی زیارت کرنے اور شیخ اللہ دیا کی ملاقات کو آجاتے تھے یا کبھی قاضی مبارک گوپامئوی کے پاس دوستی کا پاس کرتے ہوئے گوپامئو بھی قدم رنجہ فرمادیا کرتے۔ آپ سماع سے پرہیز کرتے تھے اور مریدوں کو بھی سماع سے منع کیا کرتے تھے اور فرماتے کہ جس چیز کے جواز میں اختلاف ہو اس میں نہیں گرنا چاہیئے اگر تقلیداً ہی سماع کرنے میں پڑنا ہو تو پہلوں کی تقلید کرنی چاہیئے جو کہ ان لوگوں سے بدرجہا بڑے ہیں۔ عبادات و معاملات میں آپ کا مدار کتاب احیاء العلوم، عوارف، رسالہ مکیہ اور آداب المریدین جیسی کتابوں پر تھا نماز جمعہ سے پہلے ظہر کی نماز باجماعت ادا کرتے تھے اس کے بعد نماز جمعہ پڑھتے تھے اور خطبہ میں کبھی بھی بادشاہوں کی تعریف نہ کرتے تھے، شاذ و نادر ہی کسی کو مرید کرتے تھے اور شغل و تلقین نہ کرتے تھے۔

وفات:۔ ملا عبد القادر بدایونی نے ان کا سنہ وفات ۹۷۹ھ لکھا ہے اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے ۹۸۱ھ لکھا ہے جب کہ دونوں معاصر ہیں واللہ اعلم بالصواب

(۵۸۱-۱۶) شیخ نظام الدین تھانیسری

ولد شیخ عبد الشکور عمری تھانیسری ظاہری وباطنی علوم کے جامع، صوری اور معنوی کمالات پر حاوی، شریعت، طریقت، معرفت وحقیقت کے رموز سے آشنا شیخ جلال الدین تھانیسری کے مرید اور خلیفہ تھے، اجنبی علوم جیسے کیمیا تک سے خبر دار تھے۔ آپ کا خرچہ چونکہ آمدنی سے بہت زیادہ تھا اس لئے حاسدوں کی چغلخوری کیوجہ سے اکبر بادشاہ نے دو دفعہ آپ کو ملک بدر کر دیا تھا، پہلی جلاوطنی کے موقع پر حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے، پھر جب ہندوستان واپس ہوتے ہوئے برہان پور پہونچے تو عیسیٰ سندھی اپنے سر برآوردہ لوگوں کے ساتھ آپ کے استقبال کیلئے ننگے پاؤں آکر انھیں اپنے پاس لے گئے اور ان کے فیوض سے نفع حاصل کیا اور دوسری جلاوطنی کے موقع پر بلخ گئے جہاں کا حاکم آپ سے بیعت ہو گیا۔

تصنیفات:۔ ۱؎ شرح سوانح امام غزالی ۲؎ شرح لمعات ۳؎ تفسیر نظامی ۴؎ رسالہ حقیقت ۵؎ رسالہ بلخیہ آپکی یادگار تصنیفات ہیں۔

وفات:۔ سنہ ۱۰۲۴ھ (ایک ہزار چوبیس ہجری) میں رحلت فرمائی۔ بلخ میں آپ کا مزار ہے۔

(۵۸۲-۱۷) ملا نظام الدین سہالوی

ملا قطب الدین شہید سہالوی کے تیسرے لڑکے ہیں علوم مروجہ کو اپنے والد کی شہادت کے بعد، حافظ امان اللہ بنارسی، مولوی قطب الدین شمس آبادی سے حاصل کیا اور مولوی غلام نقشبند لکھنوی

سے فارغ التحصیل ہوئے۔ مولانا شہید سہالوی کے فرزندوں میں آپ یکتائے زمانہ اور فاضل یگانہ تھے، ظاہری و باطنی علوم کے جامع اور ایسے کامیاب مدرس تھے کہ آپکی تدریسی گرم بازاری کے سامنے تمام مدرسین وقت کی تدریس ٹھنڈی پڑگئی تھی، دور و دراز، مشرق و مغرب سے آدمیوں کا ہجوم آپ کے پاس آتا اور آپکی تعلیم سے مستفید اور نفع اندوز ہوتا اور اس قدر آپ کا علم پھیلا کہ پورے ہندوستان میں شاید ہی کوئی جگہ ہو جہاں کے لوگ آپ سے یا آپ کی اولاد سے یا آپ کے شاگردوں سے شاگردی کا رشتہ نہ رکھتے ہوں، عقلی اور نقلی علوم میں لمبی لمبی کتابیں لکھیں۔ سید شاہ عبدالرزاق بانسوی قدس سرہٗ سے بیعت کا شرف حاصل تھا اور حضرت سید رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بارہ میں فرماتے کہ یہ شخص آیتِ کریمہؑ ان الذین اٰمنوا وَعَمِلوا الصالحاتِ کانت لھم جنّات الفردوس نزلاً" کا ایک فرد ہے، اور باطنی علوم و معارف سے بھی ایک جہاں کو نفع پہونچایا اور بہت ساری مخلوق کو اپنے حلقۂ ارادت میں داخل فرمایا اور علماء و فضلاء نامدار کا ایک جم غفیر آپ کے دامن تعلیم و تربیت سے سربلند ہوا۔ ان سب کے باوجود آپ خود بے نفس آدمی تھے، اپنے کو ناچیز محض سمجھتے تھے اس بے نفسی میں بھی آپ کا کوئی نظیر نہ تھا، رات دن عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے۔

وفات:۔ گیارہ صدیوں کے بعد ساٹھویں سال میں ۹ رجمادی الاولےٰ سنہ ۱۱۶۰ھ میں اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو چلے گئے۔ اکرمہ اللہ فی جنات النعیم۔

تصنیفات باصفا:۔ ۱؎ صدرا شرح ہدایۃ الحکمۃ کا حاشیہ ۲؎ شرح مسلم الثبوت ۳؎ صبح صادق شرح منار ۴؎ شرح میارزیہ ۵؎ حاشیہ شمس بازغہ ۶؎ حاشیہ شرح عقائد عضدیہ لجلال الدوانی ۷؎ ملفوظات شاہ عبدالرزاق بانسوی۔

(۳-۵۸۳-۱۸) قاضی نظام الدین احمد آبادی گجراتی

ولد مولانا نورالدین ابن شیخ محمد۔ آپ حافظِ قرآن، فاضل محقق و نکتہ داں تھے فنِ ریاضی پر بڑی قدرت تھی۔ ہر اعتبار سے لائق تھے اور فنِ انشار میں فائق تھے بادشاہوں اور امرائے زمانہ سے خلعت فاخرہ اور سواری خیل حاصل کئے ہوئے تھے، احمد آباد کی قضاء کے منصب پر ۱۱۶۳ھ میں فائز ہوتے۔ اور شاہ دھلی کے دربار سے سرفرازی حاصل کر کے وطن لوٹے اور شریعت کے احکام کو جاری کرنے میں جد و جہد کرتے تھے۔ ۱۱۶۳ھ میں عین شہر محلہ شاہ پور مسجد کے متصل ایک بت خانہ تعمیر ہوا تھا اور نماز و اذان کے وقت سنکھ بجایا جاتا تھا اور مسلمانوں کو تکلیف پہونچائی جاتی تھی آپ نے مسلمانوں کی جماعت لیکر اس بت خانہ پر حملہ کیا اور ڈھا کر زمین کے برابر کر دیا، حالانکہ وہاں کفار کا غلبہ تھا اور صوبہ دار سے بھی آپ نے تعاون نہیں لیا تھا۔ بادشاہ دھلی احمد شاہ یہ خبر سنکر بہت خوش ہوا اور آپ کو ایک مادہ ہاتھی سواری کیلئے مع ایک جوڑا خلعت فاخرہ کے انعام دیا۔

وفات:۔ ۱۲ / ذی قعدہ ۱۱۶۵ھ عالم فانی سے سرائے جاودانی کیطرف منتقل ہو کر اپنے والد کے پہلو میں پوربی طرف مدفون ہوئے۔

تصانیف:۔ ۱- رسالہ فضیلت عالم ۲- رسالہ میزان الساعۃ ۳- تفصیل الفصول ۴- رسالہ قہوہ اور چند دیگر رسائل آپکی یادگار ہیں۔

(۴-۵۸۴-۱۹) شیخ نظام برہانپوری

قاضی نصیرالدین برہان پوری کے شاگرد ہیں جب پہلی مرتبہ شاہ زادگی کے زمانہ میں عالم گیر بادشاہ صوبہ دکن کے ناظم کی

حیثیت سے آیا تو اسی وقت آپکو اپنے ساتھ ساتھ رکھتا تھا۔ آپ تقریباً چالیس سال عالمگیر کے ساتھ رہے اور ڈیڑھ ہزاری کے عہدہ پر فائز رہے فتاویٰ عالمگیری کے لکھنے میں بڑی کوشش کرائی۔ آپ شاہی دربار کے آداب اور دیگر تکلفات سے آزاد تھے۔ باوجودیکہ اسّی سال سے زیادہ عمر ہے مگر سب قوی برقرار ہیں۔

(۵۸۵-۲۰) قاضی نظام بدخشی

آپ اصلاً بدخشانی ملا عصام الدین کے شاگرد اور ملا سعید سے استفادہ کئے ہیں جو کہ بدخشان اور ماوراء النہر کے علماء میں سب سے بڑے عالم تھے، قاضی نظام کو تصوف میں بھی بھرپور حصہ ملا ہے، شیخ حسین خوارزمی سے شرف بیعت حاصل ہے۔ ۹ رجمادی الثانیہ ۹۸۲ھ ہجری میں مضافات جونپور میں سے خانپور میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی ملازمت سے باریاب ہوئے اور بے اندازہ رعایت پائی پہلے قاضی خاں کے خطاب سے نوازے گئے پھر غازی خاں کا خطاب پایا۔ فصاحت زباں و خوش بیانی سے موصوف تھے قابلِ اعتبار تصنیفات کیں ۱ علم کلام میں ایک رسالہ جس میں ایمان تحقیقی اور تصدیقی کا بیان ہے، ۲ شرح عقائد کا حاشیہ اور تصوف میں کئی کتابیں تصنیف کیں لیکن اسی کے ساتھ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے بادشاہ کو فتحپور میں سجدۂ تحیۃ کیا۔ اللہ ہمیں نفس کے شرور سے بچائے۔

وفات:۔ سنہ ۹۹۲ھ (نوسو بانوے ہجری) اودھ میں وفات ہوئی۔

(۵۸۶-۲۱) مولوی نعمت اللہ فرنگی محلی

ولد ملا نور اللہ بن ملا محمد ولی بندہ ولد قاضی غلام مصطفٰی، علوم مروجہ کی تعلیم اپنے والد ماجد اور اپنے چچا ملا ظہور اللہ سے حاصل کی اور عقلی و نقلی علوم میں اپنے ہم جنسوں میں سر برآوردہ شخص ہوئے

خصوصًا علمِ ریاضی کے حل کرنے میں ید طولیٰ رکھتے تھے، آپ بہت نحیف الجثہ اور نازک مزاج تھے نہایت آہستہ گفتگو کرتے تھے کہ قریب بیٹھنے والا بھی مشکل ہی سے سمجھ پاتا تھا، شروع شاہی زمانہ میں فیض آباد کی عدالت میں منصف تھے اس کے بعد کچھ دنوں کیلئے بڑودہ گجرات کے رئیس کے بلانے اور حکیم کاظم علی خاں موہانی کی رفاقت کی غرض سے ملک گجرات کے بڑودہ میں چلے گئے وہاں جلد ہی عالم ناپائیدار چھوڑنے کا پروانہ آگیا آخر ۱۲۹۵ھ (بارہ سو پنچانوے ہجری) میں موت واقع ہوگئی۔

(۵۸۷-۲۲) مولوی نعیم اللہ بہرائچی نسب کے اعتبار سے علوی تھے، حنفی مذہب اور مجددی مشرب رکھتے تھے، علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد مردانہ دار مقامات باطن کی تحصیل کے میدان میں قدم رکھ کر حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے کاشانہ مبارک پر اپنی جبینِ نیاز جھکادی اور چار سال میں طریقۂ عالیہ مظہریہ کی برکات حاصل کرکے مرتبۂ کمال کو پہونچ گئے اور اجازت مطلق حاصل ہوگئی تو وطن واپس ہوئے، پرہیزگاری، اعتماد اور قناعت یہ آپ کے خاص نشان تھے، کچھ دنوں بنگالی ٹولہ شہر لکھنؤ میں بھی مقیم رہے اور وہاں ایک مسجد بنوائی، طالبانِ حق کی ہدایت میں مشغول رہے۔ انکی تصنیفات میں سے معمولات مظہریہ مشہور کتاب ہے۔ آپکی وفات شہر بہرائچ میں ۱۲۱۸ھ میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔

{مترجم: استاذی محدث کبیر مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ عرف بڑے مولانا نے جب ترغیب وترہیب منذری کی تلخیص ابن حجر بنام انتقاء الترغیب والترہیب کو تعلیق وتحشیہ کے ساتھ منظر عام پر لانے کا قصد کیا تو اس کا نسخہ مولانا نعیم اللہ بہرائچی موصوف

الصدر ہی کے کتب خانہ میں دستیاب ہوا تھا۔ زین العابدین الاعظمی)

(۵۸۸-۲۳) مولوی نعیم اللہ فرنگی محلی

ولد ملا حبیب اللہ ابن ملا محب اللہ فرنگی محلی۔ آپ ملا ولی اللہ کے چھوٹے بھائی ہیں درسی کتابوں کو مکمل کرنے کے بعد منشی کے عہدہ پر گذر بسر کی، علم حساب و فرائض میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ ۱۶ شوال سنیچر کی رات ۱۲۸۲ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ مولوی لطف اللہ نے تاریخ وفات کا مادہ اس مصرعہ میں پایا ؎ بقصر جنت الماواش دیدم (میں نے ان کو ۱۲۸۲ھ جنت الماوی کے محل میں دیکھا)

(۵۸۹-۲۴) حاجی نعمت اللہ نوشہری

ملا مہدی علی کرڑوی کی اولاد میں سے اور شیخ الاسلام امان اللہ شہید کے شاگرد ہیں بہت متقی اور پرہیزگار تھے ۱۱۸۲ھ (گیارہ سو بیاسی ہجری میں وفات پائی۔

(۵۹۰-۲۵) مولوی نقی علی خاں بریلوی

ولد مولوی رضا علی خاں بریلوی علاقہ روہیل کھنڈ۔ یکم رجب ۱۲۴۶ھ (بارہ سو چھیالیس ہجری) میں پیدا ہوئے اپنے والد بزرگوار سے تعلیم و تربیت حاصل کرکے درسی علوم کے استفادہ سے فارغ ہوئے، ذہن باریک بیں اور رائے درست رکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو معاش اور معاد دونوں کی عقل دیگر ہم عمروں میں امتیاز بخشا تھا، فطری بہادری کے علاوہ سخاوت، تواضع اور استغنار کی صفت سے موصوف تھے، بیش قیمت عمر کو سنت کے پھیلانے اور بدعت کو ختم کرنے میں صرف کی۔ ۲۶ رشعبان ۱۲۹۳ھ کو ایک دینی مناظرہ کا اعلان شائع کیا جس کا تاریخی نام "اصلاح ذات بین" ۱۲۹۳ھ رکھا، اس کا موضوع رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مثیل کا محال ہونا تھا اور

استحالہ کی بھرپور کوشش کی تھی جس کا پتہ ان کے رسالہ تنبیہ الجہال سے چلتا ہے
پھر ۱۲۹۴ھ سید آل رسول مارہروی کی خدمت میں بیعت ہو کر خلافت کا سجادہ
اور تمام سلاسل قدیمہ و جدیدہ کی اجازت حاصل کی۔ ۱۲۹۵ھ میں حرمین شریفین
کی زیارت سے مشرف ہوئے اور سید احمد زینی دحلان وغیرہ علماء مکہ معظمہ سے مکرر
علم حدیث کی سند حاصل کی۔

وفات:۔ ذی قعدہ کی آخری تاریخ ۱۲۹۷ھ کو داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے
باغ رضواں کو جا بسے اللہ انکی روح کو شاد اور قبر کو منور کرے۔

اونکی تصنیفات:۔ ۱؎ الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح، جو ایک ضخیم مجلد ہے۔
۲؎ وسیلۃ النجاۃ، سید عالم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرتوں ہیں ۳؎ سرور القلوب فی
ذکر المحبوب، وسیلۃ النجاۃ کا خلاصہ ۴؎ جواہر البیان فی اسرار الارکان روزہ نماز وغیرہ
ارکان دین ہیں ۵؎ اصول الرشاد تصحیح مبانی الفساد، بدعت نجدی کے ابطال
میں ۶؎ ہدایۃ البریۃ الی الشریعۃ الاحمدیۃ، ان متعدد فرقوں کے رد میں جو اس زمانہ
میں انگریزی فساد کیطرف انگلی اٹھاتے ہیں ۷؎ اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد و
القیام ۸؎ ازالۃ الاوہام فرقہ نجدیہ کے رد میں ۹؎ تزکیۃ الایقان فی رد تقویۃ الایمان
۱۰؎ فضل العلم والعلماء ۱۱؎ الکوکب الزہراء فی فضائل العلم و آداب العلماء ۱۲؎ الروایۃ
الرویۃ فی الاخلاق النبویہ ۱۳؎ النقادۃ النقویۃ فی الخصائص النبویۃ ۱۴؎ لمعۃ النبراس
فی آداب الاکل واللباس ۱۵؎ التمکین فی تحقیق مسائل التزئین ۱۶؎ احسن الدعاء
لآداب الدعاء ۱۷؎ خیر المخاطبۃ فی المحاسبۃ والمراقبۃ ۱۸؎ ہدایۃ المشارق الی سیر الانفس
والآفاق ۱۹؎ ارشاد الاحباب الی آداب الاحتساب ۲۰؎ اجمل الفکر فی مباحث
الذکر ۲۱؎ عین المشاہدہ لحسن المجاہدہ ۲۲؎ تشوق الاواہ الی طریق محبۃ اللہ۔
۲۳؎ نہایۃ السعادۃ فی تحقیق الہمۃ والارادۃ ۲۴؎ اقوی الذریعۃ الی تحقیق الطریقۃ

۲۵؎ ترویح الارواح فی تفسیر سورۃ الانشراح۔

(۵۹۱-۲۶) قاضی نور اللہ شوستری

شیعی مذہب، عدالت، نیک نفسی، حیا، تقویٰ، سیر چشمی کی صفت سے موصوف تھے، علم، فہم کی عمدگی، طبیعت کی تیزی، اور اندرون کی صفائی میں مشہور تھے، لائق تصنیفات والے جن میں سے ایک کتاب کا نام مجالس المؤمنین ہے۲؎ شیخ فیضی کی بے نقط تفسیر پر ایک ایسی تقریظ لکھی ہے کہ تعریف و توصیف کی حد سے باہر ہے۔ طبیعت موزون تھی۔ حکیم ابو الفتح کی وساطت سے اکبر بادشاہ کی ملازمت پائے تھے۔ لاہور کے قاضی شیخ معین جب ضعف و پیرانہ سالی کیوجہ سے معزول ہوئے تو اکبر کے دربار سے قاضی نور اللہ شوستری کو لاہور کی قضا کا عہدہ عنایت ہوا اور اس عہدہ کا انصرام بحسن و خوبی امانت و دیانت کے ساتھ نبھایا۔

وفات:۔ ۱۰۱۹ھ (ایک ہزار انیس ہجری) کو وفات ہوئی۔

(۵۹۲-۲۷) اخوند نور الہدیٰ کشمیری

ولد اخوند عبد اللہ مقیم السنہ۔ آپ کا لقب علامۃ الوریٰ تھا، ۱۱۲۹ھ (گیارہ سو انتیس ہجری) میں پیدا ہوئے اپنے والد اور ملا سعد الدین صادق، اور شیخ رحمت اللہ سے علوم حاصل کر کے درجۂ افادہ تک پہونچے، پھر ہمیشہ علوم کے پھیلانے اور طلبہ کو نفع پہونچانے میں مشغول رہے۔ آپ کے شاگردوں میں سے کشمیر کے بہت سے نامور علماء مثلاً ملا مقصود متو، میر نظام الدین، بابا اسد اللہ، ملا محمد ولی، شیخ الاسلام مولوی قوام الدین محمد وغیرہ ہیں۔

وفات:۔ آپ اپنے پیچھے دو صاحب علم و فضیلت فرزند، ملا عبد اللہ اور ملا محمد انور کو چھوڑ کر ماہ جمادی الثانیہ ۱۱۹۹ھ میں فوت ہوئے۔

(۵۹۳-۲۸) مولوی نور احمد بدایونی

ولد مولوی محمد شفیع بن مولوی عبد المجید بدایونی۔

بدایوں کے بڑے عالموں اور صالحین میں سے تھے، تیرہویں صدی ہجری کے بتیسویں سال (۱۲۳۲ھ) میں پیدا ہوئے عقلی و نقلی علوم کی تحصیل و تکمیل مولوی فیض احمد بدایونی سے کر کے شاہ عبد المجید بدایونی سے مرید ہوئے، طلبہ کی تعلیم و تدریس کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہیں کرتے تھے آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں سے زیادہ پہونچ گئی ہوگی، صاحب برکت بافیض بزرگ تھے جس کسی نے آپ سے ایک سبق بھی پڑھ لیا وہ علم سے محروم نہیں رہا۔ ان دنوں بدایوں اور اس کے آس پاس کم ہی کوئی ایسا شخص ملے گا جو آپ کی شاگردی سے باہر رہا ہو۔

وفات :- چودھویں صدی ہجری کے دوسرے سال (۱۳۰۲ھ) خلد بریں کو چل دیئے۔ ادخلہ اللہ بحبوحۃ الجنان۔

(۵۹۴-۲۹) میر نور الہدیٰ اورنگ آبادی

ابن سید قمر الدین اورنگ آبادی۔

تاریخ ۱۷ ربیع الاول ۱۱۵۳ھ کو اورنگ آباد میں پیدا ہوئے، اپنے والد کے شاگرد اور مرید تھے، ۱۶ سال کی عمر میں درسیات سے فارغ ہوگئے اور قرآن مجید حفظ کر کے اپنے والد ماجد کے ساتھ حرمین شریفین کی زیارت سے سرفراز ہوئے۔ وطن مالوف واپس آکر اپنی بیش بہا عمر کو درس و تدریس میں گذارا اپنے والد محترم کی کتاب مظہر النور کی ایک شرح لکھی، آپ کا سالِ وفات مجھے معلوم نہیں۔

(۵۹۵-۳۰) مولانا نور الحق دہلوی

ابن مولانا شیخ عبد الحق محدث دہلوی اپنے والد مرحوم

کے شاگرد اور خواجہ محمد معصوم مجددی کے مرید تھے، شاہجہاں بادشاہ کے عہد میں اکبر آباد کے قضاء کے منصب پر معزز تھے آپکی تصنیفات بھی بہت ہیں ان میں سے ایک تیسیر القاری فی شرح صحیح البخاری ہے ۲ دوسری صحیح مسلم کی شرح مشہور ہے۔

وفات:۔ نوّے ۹۰ سال کی عمر میں ۱۰۷۳ھ میں رحلت فرمائی انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

(۵۹۶-۳۱) ملا نور الحق فرنگی محلی

یہ ملا احمد انوار الحق ولد ملا احمد عبد الحق کے بڑے لڑکے ہیں۔

ظاہر و باطن کے عالم اور اپنے والد ماجد کے خلیفہ خاص ہیں علوم کا درس دینے اور یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے اور اللّٰہ کے بندوں کی پاس داری اور کسر نفسی میں مشہور تھے ۲۳ ربیع الاول یکشنبہ کی رات ۱۲۳۸ھ میں رحلت فرمائی شاعرانِ زمانہ نے آپکی تاریخ رحلت کو منظوم فرمایا۔ ان میں سے بسمل نے یہ کہا۔ قطعہ

پئے تاریخ ترحیلش چو بسمل ——— دُر معنی بہ کلک فکر می سُفت

جب بسمل نے ان کی تاریخ وفات کیلئے ——— فکر کے قلم سے معنی کے موتی کو پرو دیا

سروش غیب ناگہ با دل زار ——— بسوئے حق برفتہ نور حق گفت ۱۲۳۸ھ

تو ہاتف غیبی نے زخمی دل سے کہا کہ ——— حق کے پاس نور الحق چلے گئے۔

{ مترجم۔ ئ دونوں لینے سے اڑتیس ہوگا، اگر ہمزہ کو نہ شمار کریں تو ۱۲۳۷ھ ہوگا جس میں ایک عدد کم ہو رہا ہے }

دوسرے شاعر نے کہا۔ قطعہ

علامۂ عصر مولوی نور الحق ——— جاں را با جل سپرد ہیہات اے وائے

ہائے ہائے وقت کے علامہ مولوی نور الحق نے ——— جان کو اجل کے حوالہ کر دیا۔

تاریخ وفات او نمودم مرقوم ——— نور الانوار مرد ہیہات اے وائے ۱۲۳۸ھ

ان کی تاریخ وفات میں نے لکھ کر دکھائی

(۵۹۷-۳۲) نورالدین محمد ترخان سفیدونی

نوری تخلص تھا آپ علم حکمت اور کلام، نجوم، ریاضی اور ہندسہ تمام قسموں کے جامع تھے۔ نصیرالدین محمد ہمایوں شاہ کے رازدار مصاحب تھے، خرچ، فیاضی، نچھاور ہونے، دوسروں کو ترجیح دینے کے ساتھ خوش باش تھے اسی وجہ سے "ترخان" کے خطاب کے ساتھ فخر حاصل کیا۔ اپنے اشعار کا ایک دیوان مرتب کیا تھا، پرگنہ "سفیدون" کے جاگیردار تھے جو کہ سرہند کے توابع میں ہے اس لئے سفیدونی کہلائے۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ شروع زمانہ ۹۷۶ھ ۱۵۶۸ء میں دریائے جمنا سے ایک نہر کھدوا کر ساٹھ میل سے زائد کرنال کیطرف لے گئے تھے تاکہ لوگ اس کے پانی سے زراعت کریں اور رعایا خوش حال ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ نہر اسی زمانہ کے قریب مکمل ہوئی جب کہ شاہزادہ سلیم شیخ سلیم چشتی کے گھر پیدا ہوا تھا اور اکبر بادشاہ شہزادہ سلیم کو شیخ سلیم چشتی کی مناسبت سے شیخو بابا کہا کرتا تھا، اسی وجہ سے اس نہر کا نام "شیخونی" رکھا تھا جس سے تکمیل نہر کا سال بھی نکلتا ہے۔ ۹۷۶ھ "نی" نون کے کسرہ کے ساتھ ہندی زبان میں نہر کو کہتے ہیں۔ اکبر بادشاہ نے جس وقت حکیم مرزا کے اوپر ۹۸۹ھ ۱۵۸۱ء میں لشکر کشی کی تو نورالدین محمد ترخان اس میں اکبر کے ساتھ نہیں گیا اور پنجاب سے لوٹ کر اپنی جاگیر پر چلا گیا اس وجہ سے اکبر بادشاہ کو اس سے بدگمانی ہو گئی لوٹنے کے بعد فتحپور پہونچا تو حساب کتاب پیش کرنے کا مطالبہ کیا اور اسی سبب سے چند سال خان کو خوب تکلیف پہونچائی آخر ناموافق زمانہ سے خان پوری شکستگی میں گھر گیا پھر جب ۹۹۴ھ میں اکبر شاہ لوٹ نک کی جانب جانے لگا تو خان کو مقبرہ ہمایوں کا متولی بنایا اور خان اسی سال

اسی جگہ وفات پاگئے۔

(۵۹۸-۴۳) مولانا شیخ نورالدین احمد آبادی گجراتی

ولد حاجی الحرمین الشریفین شیخ محمد قدس سرہٗ، آپکی ولادت ۱۰ ر جمادی الاولیٰ ۱۰۶۳ھ میں ہوئی فطرت سلیمہ اور اصلی بناوٹ ہی سے خدا طلبی کے جذبہ اور طلب علم کے داعیہ سے سرشار تھے چنانچہ شیخ سعدی کی گلستاں معانی کے ساتھ اپنی والدہ محترمہ کی خدمت میں بچپن ہی میں صرف سات دن میں پڑھ لئے تھے، اکثر ظاہری علوم آپنے اخوند مولانا احمد بن اخوند مولانا سلیمان سے حاصل کئے اور علم باطنی، علم قرارت اور علم حدیث سید محمد ابوالمجد محبوب عالم سے مکمل کرلئے سلسلہ سہروردیہ اور جمیع سلاسل کی خلافت بھی آپ کو آنجناب ہی سے حاصل ہو چکی تھی عربیت کے علم میں یکتائے عالم تھے اور مولانا کے علم کا شہرہ تمام اطراف واکنافِ عالم میں پہونچ گیا تھا، دور اور نزدیک بہت سے لوگ آپ کے پاس آکر مدرسہ "ہدایت بخش" میں سکونت اختیار کرکے مولانا سے علم حاصل کرتے اور اپنا ضروری خرچہ خوراک آپکی طرف سے وظیفہ کے طور پر پاتے تھے ہزاروں آدمی آپکی بابرکت صحبت کے فیض سے کامل مکمل ہوگئے تھے۔ الغرض آپکی مبارک ذات بزرگانِ سلف کا نمونہ تھی، متعینہ اوراد و وظائف روزانہ ایک ختم قرآن مجید کیا کرتے اور صلوٰۃ اللیل رات میں دوبارا ادا کرتے تھے اور دونوں مرتبہ ایک ایک ہزار بار درود شریف پڑھا کرتے، پندرہ سال کی عمر سے آخر تک نہ چلہ فوت ہوا اور نہ اعتکاف چھوٹا ۱۰۴۳ھ (ایک ہزار تینتالیس ہجری) میں حرمین شریفین کی زیارت سے شرف اندوز ہوئے، زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً۔ اس زیارت سے واپس وطن لوٹے۔

وفات :- جب عمر گرامی اکیانوے سال کی ہوئی تو منگل کو ٹھیک دوپہر ۹ شعبان ۱۱۵۵ھ میں واصل بحق ہو گئے اور اپنی اسی خانقاہ میں جو مدرسہ ہدایت بخش کے متصل تھی سپرد خاک ہوئے۔ "اعظم الاقطاب" ۱۱۵۵ھ تاریخ وفات کا مادہ ہے۔

تصنیفات :- آپ کی تصنیفات اتنی ہیں کہ انکی تعداد ایک سو ستر عدد سے کچھ زائد ہیں ان میں سے ۱ کلام اللہ کی مختصر تفسیر ۲ التفسیر النورانی للسبع المثانی بارہ ہزار اشعار ۳ تفسیر ربانی، سورۂ بقرہ کی تفسیر تیس ہزار اشعار ۴ تفسیر بیضاوی کے اوائل پر حاشیہ ۵ نور القاری شرح صحیح البخاری ۶ حاشیہ قویمہ بر حاشیہ قدیمہ ۷ حاشیہ شرح مواقف ۸ حل المعاقد لحاشیۃ شرح المقاصد ۹ حاشیہ شرح مطالع ۱۰ حاشیہ تلویح ۱۱ حاشیہ عضدی ۱۲ معول حاشیہ مطول ۱۳ حاشیہ شرح وقایہ ۱۴ حاشیہ شرح ملا جامی بر کافیہ ۱۵ حاشیہ منہل ۱۶ حاشیہ شمسیہ منطق میں ۱۷ حاشیہ تہذیب المنطق ۱۸ طریق الامم شرح فصوص الحکم لابن عربی۔

مدرسہ ہدایت بخش :- آپ کے ایک شاگرد اور مرید محمد اکرم الدین جنکا خطاب شیخ الاسلام خاں تھا، صوبہ احمد آباد کے صدر تھے انھوں نے ایک لاکھ اور کئی ہزار روپیہ صرف کر کے مولانائے موصوف کیلئے ۱۱۰۲ھ میں اس مدرسہ کی بنیاد رکھی اور ۱۱۰۹ھ میں یہ مدرسہ تکمیل تک پہونچا۔

شیخ نور الدین رفیقی کشمیری (۵۹۹-۳۴)

ولد عبداللہ بن مصطفےٰ رفیقی کشمیری۔

۱۲۲۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور چچازاد بھائی شیخ طیب بن احمد بن مصطفےٰ سے معارف کا علم حاصل کیا اور دیگر علوم مروجہ مولوی محمد حسن بن نظام الدین سے حاصل کئے، اکثر شہروں میں سیر و سیاحت کر کے مشائخ وقت کی صحبت میں پہونچے اور مستفید ہوئے، تمام عمر مجرد رہ کر گذاردی، طبیعت موزون تھی،

لطیف اشعار اور اونچے ابیات کہتے تھے جو کہ ان کی یادگار ہیں۔

وفات:۔ ۹ رجب ۱۲۷۸ھ (بارہ سو اٹھہتر ہجری) میں کوچ کیا۔

(۶۰۰-۳۵) ملا نور محمد کشمیری

جو نور بابا پیتلو سے مشہور تھے، ملا عبد الستار کشمیری کے شاگرد تھے، دھلی میں مولوی حسام الدین محمد، قاضی مستعد خاں، اور قاضی مبارک سے علوم حاصل کر کے کشمیر آکر افادہ طلبہ علوم و افاضہ علوم میں مشغول ہو گئے، مطول اور خیالی پر تعلیقات لکھی ہیں۔

وفات:۔ ۴ ربیع الاول ۱۱۹۵ھ (گیارہ سو پنچانوے ہجری) میں رحلت فرمائی اور کشمیر میں واقع مقبرہ داتا گنج بخش میں مدفون ہوئے۔

حرف الواو

(۶۰۱-۱) مولوی وارث علی سندیلی

ابن شاہ امین اللہ بن شاہ وصف اللہ بن مولوی فضل اللہ ابن شاہ غلام علاء الدین۔ سندیلہ کے مخدوم زادہ ۱۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے ابتدائً مولوی احمد بخش سندیلی سے علم حاصل کیا پھر مولوی نور الحق لکھنوی، مولوی سراج الحق لکھنوی، مولوی جعفر علی ساکن کسمنڈی، مولوی مظہر علی سوداگر لکھنوی اور حکیم فرزند علی فرخ آبادی کی شاگردی اختیار کی اور بھرپور حصہ حاصل کیا پھر طلبہ کے پڑھانے اور مریضوں کے علاج کرنے میں پوری کوشش کرنے لگے، اپنے دادا محترم کے مرید اور خلیفہ اور مخدوم صاحب کی درگاہ کے سجادہ نشین ہوئے۔

وفات:۔ ۱۰ رمضان ۱۲۴۷ھ میں رحلت فرمائی اور قصبہ سندیلہ میں درگاہ مخدوم صاحب کے احاطہ میں سپرد خاک ہوئے۔

(۶۰۲-۲) شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی

ماہ محرم ۹۱۱ھ موضع جاپانیر علاقہ گجرات میں پیدا ہوئے، علوم ظاہری ملا عماد طارمی سے حاصل کر کے شیخ قاضی کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے، کمالات ظاہر و باطن کے جامع تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسم مبارک "شافی" کا مظہر بنایا تھا، ہر دن بیمار آدمیوں کی بھیڑ آپکے آستانہ پر آکر دعا کی درخواست کرتی اور بہت جلد اس کا اثر پالیتے، لگاتار مخلوق کو آپکی انفاس مبارک سے فیض پہونچتا رہا اور آپ کا مرتبہ اس زمانے کے ابرار و اخیار سے بہت اونچا تھا۔ اسی کے ساتھ تدریس و تصنیف کا مشغلہ بھی برابر جاری رہتا، وضع قطع اور پوشاک میں عام لوگوں سے کوئی امتیاز نہیں رکھتے تھے، کھردرے کپڑے پر اکتفاء کرتے اور کچھ فتوحات حاصل ہوتی اس کو خرچ کر دیتے اور دوسروں کو ترجیح دیتے۔

حکایت عبرت:۔ سلطان محمود گجراتی کی حکومت کے وقت شیخ محمد غوث گوالیاری مصنف جواہر خمسہ گجرات تشریف لائے اس وقت اس دیار کے ایک بہت بڑے عالم اور عظیم شیخ طریقت علی متقی نے انکی بعض شطحیات کی بنا پر ان کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ دیا، سلطان محمود نے اس فتویٰ کو نافذ کرنے میں پس و پیش کیا اور کہا کہ جب تک شیخ وجیہ الدین (موصوف الصدر) اس فتویٰ کی موافقت نہ کریں گے اس وقت تک اس فتویٰ پر عمل نہیں کروں گا تو شیخ وجیہ الدین نے فرمایا کہ جب تک میں محمد غوث کو دیکھ نہ لوں گا اس وقت تک فتویٰ کی تائید یا انکار میں ایک حرف نہ کہوں گا آخر جب شیخ وجیہ الدین کی شیخ محمد غوث گوالیاری سے ملاقات ہوئی تو ان کے جمال و کمال کو دیکھتے ہی گرویدہ ہو گئے اور استفتاء کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے

اور شیخ محمد غوث گوالیاری کو اس مصیبت سے نجات ملی اور وہاں کے امراء و حکام شیخ محمد غوث کے معتقد ہو گئے۔

وفات:- شیخ وجیہ الدین کی وفات ۲۹ر صفر یکشنبہ کے دن ۹۹۸ھ میں ہوئی اور احمد آباد گجرات میں دفن ہوئے۔ "لھم جنات الفردوس نزلا" ۹۹۸ھ تاریخ وفات کا مادہ ہے۔

تصنیفاتِ عالیہ:- ۱ حاشیہ تفسیر بیضاوی ۲ شرح النخبۃ، اصول حدیث میں ۳ شرح عضدی ۴ حاشیہ تلویح ۵ حاشیہ بزدوی ۶ حاشیہ ہدایت الفقہ ۷ حاشیہ شرح وقایہ ۸ حاشیہ مطول ۹ حاشیہ مختصر ۱۰ حاشیہ تجرید ۱۱ حاشیہ اصفہانی ۱۲ حاشیہ شرح عقائد تفتازانی ۱۳ حاشیہ بر حاشیہ قدیمہ محقق دوانی ۱۴ حاشیہ شرح مواقف ۱۵ حاشیہ شرح چغمینی ۱۶ حاشیہ تحفہ شاہیہ ۱۷ شرح رسالہ ملا قوشجی ۱۸ حاشیہ فوائد ضیائیہ ۱۹ شرح ارشاد قاضی شہاب الدین دولت آبادی ۲۰ شرح ابیات منہل ۲۱ شرح جام جہاں نما، تصوف میں۔ ۲۲ شرح کلید مخازن ۲۳ رسالہ حقیقت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

جاپانیر (جاپا نِ ر) نیر میں یائی مجہول کے بعد راء مہملہ ساکن۔ بلاد دکن گجرات میں ایک شہر کا نام ہے۔

(۶۰۳-۳) مولانا وجیہ الدین پاملی

متبحر عقلمند، استاد وقت تقویٰ و احتیاط میں ممتاز شخص گذرے ہیں۔ آخر میں شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کے مرید اور ان کے کامل معتقد ہو گئے تھے، انکی قبر دہلی کے حوض شمسی پر قاضی کمال الدین حیدر خاں اور قتلغ خاں کے باڑہ میں ہے جو دونوں مولانا کے شاگردوں میں سے ہیں۔

(۶۰۴-۴) مولوی وزیر علی سندیلی

ولد مولوی انور علی بن مولوی اکبر علی بن مولوی حمد اللہ

سندیلی، کلکتہ میں علوم خصوصاً عربی ادب حاصل کر کے کمال کے مرتبہ پر پہونچے اور پوری مہارت پیدا کرلی، عربی اشعار کے کئی ایک دیوان بھی ان کے ہیں۔ جس زمانہ میں لکھنؤ کے فرماں روا نصیر الدین حیدر تھے اسی زمانہ میں آپ کی وفات کلکتہ میں ہوئی۔

(۶۰۵-۵) سید شاہ ولی ٹھٹھوی

ولد سید ابوالقاسم بزرگی کی صفت سے متصف صاحب

فضل اور نیک حال تھے، مخدوم رحمت اللہ ٹھٹھوی کے شاگرد تھے۔ املا اور شعر گوئی میں صاف طبیعت، اور کافی مہارت رکھتے تھے، آپ کے نتائج فکر میں سے ایک جامع کتاب تحفۃ المجالس یادگار ہے جس میں کئی علوم اکٹھا جمع ہیں۔ ۱۱۵۰ھ ہجری میں موضع جگت پور میں انتقال ہوا۔

(۶۰۶-۶) مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی

آپ کا نام نامی (احمد) اور لقب گرامی ولی اللہ

بن عبد الرحیم العمری الحنفی، النقشبندی المحدث الدہلوی ہے، بدھ کے دن طلوع آفتاب کے وقت ۴ شوال ۱۱۱۴ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام "عظیم الدین" ہے، لیکن اس کا عدد ۱۱۱۴ کے بجائے (۱۱۱۵) نکلتا ہے، آپ پانچ سال کی عمر میں مکتب میں بیٹھے اور سات سال میں قرآن شریف ختم کیا۔ اور اسی سال ان کے والد ماجد نے ان کو نماز میں کھڑا کر دیا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ الغرض فارسی کتابیں اور عربی کی مختصر کتابیں پڑھ کر دس سال کی عمر میں شرح جامی شروع کر دی۔ چودہ سال کی عمر میں نکاح ہو گیا،

پندرہ سال کی عمر میں سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کا شرف اور صوفیہ صافیہ کا خرقہ، فراغ علمی اپنے والد بزرگوار سے پاکر، درس دینے کی اجازت پا گئے۔ والد ماجد نے اس خوشی میں ایک عام دعوت کی جس میں خاص و عام اہلِ اسلام کو بلایا، اور نہایت سیر چشمی سے کھانا کھلایا جب آپکی عمر سترہ سال کی ہوئی تو والد صاحب اس دنیائے فانی سے عالمِ آخرت کو جا بسے۔ والد محترم کی وفات کے چند سال بعد تک آپ نے مسند درس و ارشاد کو باقی رکھا کہ فیوض ظاہر و باطن پر آپ کو قابو حاصل تھا اور درس میں فقہائے محدثین کا طریقہ اختیار کیا پھر ۱۱۴۳ھ میں حرمین شریفین کی زیارت سے شرف اندوز ہو کر کچھ دنوں وہیں قیام فرمایا کہ وہ دیار ہمیشہ سے فیض آثار ہیں، وہاں پر شیخ ابو طاہر مدنی وغیرہ علمائے حرمین محترمین سے کافی فیض حاصل کر کے ۱۱۴۵ھ میں پھر مناسکِ حج ادا کر کے خیر البلدان سے بجانب ہندوستان مراجعت فرمائی، پھر رات و دن مخلوق کی ہدایت و ارشاد میں منہمک رہ کر عمر گرانمایہ کو خرچ کرنے لگے۔

وفات:۔ یہاں تک کہ ۱۱۷۶ھ (گیارہ سو چھہتر ہجری) میں اپنے پیچھے چار سعادت مند بیٹوں کو چھوڑ کر رحلت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کے مبارک اسلاف پر رحمت نازل کرے۔

باقیات صالحات:۔ فرزندانِ گرامی: آپ کے چاروں لڑکے آپ ہی کی طرح دین متین کے خادم تھے ان کے اسماء گرامی بہ ترتیب یہ ہیں:

(۱) مولانا شاہ عبد العزیز {محدث دہلوی} (۲) مولانا رفیع الدین {جنھوں نے قرآن کریم کا تحت اللفظ اردو ترجمہ لکھا} (۳) مولانا عبد القادر {موضح القرآن والے} (۴) مولانا عبد الغنی {جن کے صاحبزادہ مولانا اسمٰعیل شہید ہیں}

تصنیفاتِ عالیہ:۔ (۱) فتح الرحمٰن، قرآن کریم کا فارسی ترجمہ۔ (۲) الفوز الکبیر فی

اصول التفسیر مع فتح الخبیر ۳ المسوی، مؤطا کی عربی شرح ۴ المصفیٰ، مؤطا کی فارسی شرح ۴ القول الجمیل ۵ فیوض الحرمین ۶ انسان العین فی مشائخ الحرمین ۷ عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید ۸ ہمعات ۹ الطاف القدس ۱۰ مقالات مرضیہ فی النصیحۃ والوصیۃ ۱۱ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف ۱۲ لمعات ۱۳ سطعات ۱۴ المقدمۃ السنیہ فی انتصار الفرقۃ السنیہ ۱۵ انفاس العارفین ۱۶ شفاء القلوب ۱۷ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ۱۸ البدور البازغۃ ۱۹ زہراوین ۲۰ الخیر الکثیر ۲۱ الانتباہ ۲۲ الدر الثمین ۲۳ حجۃ اللہ البالغۃ ۲۴ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء ۲۵ تفہیمات ۲۶ الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف ۲۷ وصیت نامہ ۲۸ رسالہ دانشمندی ۲۹ الفتح الخبیر فیما لابد من حفظہ فی علم التفسیر ۳۰ سرور المحزون ۳۱ مکتوبات المعارف ۳۲ الاعتقاد الصحیح۔ اور اس کے علاوہ دوسری کتابیں۔

سند دانشمندی:۔ آپ نے اپنے علوم وفنون کی سند اپنے رسالہ دانشمندی میں یوں تحریر فرمائی ہے:

امابعد فقیر ولی اللہ بن عبدالرحیم نے دانشمندی کا فن اپنے والد محترم سے حاصل کیا انھوں نے میر محمد زاہد بن قاضی اسلم ہروی سے انھوں نے ملا محمد فاضل سے اور انھوں نے میرزا جان سے اور انھوں نے ملا محمود مشہور یوسف کوسج شیرازی سے اور انھوں نے ملا جلال الدین دوانی سے انھوں نے اپنے والد ملا اسعد بن عبدالرحیم اور ملا مظہر الدین گازرونی سے ان دونوں نے ملا سعد الدین تفتازانی اور سید شریف جرجانی سے انھوں نے قطب الدین رازی سے اور قطب الدین رازی اور ملا سعد الدین تفتازانی دونوں نے قاضی عضد سے انھوں نے ملا زین الدین سے، انھوں نے قاضی بیضاوی سے اور ان کی وہ سند جو ابوالحسن اشعری تک پہونچتی ہے، کتب تواریخ

میں مشہور و معروف ہے ۔ رسالہ دانشمندی کی عبارت پوری ہوئی ۔

(۶۰۷-۷) مولوی ولی اللہ برہانپوری

ولد مولوی غلام محمد، شروع کی ابتدائی کتابیں اپنے والد بزرگوار سے پڑھکر اور حدیث کی کتابوں کی سند مکہ معظمہ میں شیخ ابوالحسن آفندی محدث سے لیکر اپنے وطن برہانپور لوٹ آئے اور اپنے والد کی حیات مستعار تک وہیں درس و تدریس اور افادۂ علمی میں مشغول رہے پھر اپنے والد کے انتقال کے بعد سورت بندر تشریف لائے وہیں پر وطن منتخب کر لیا اور عمر گرانمایہ افادہ طالبین میں صرف کی اور ۱۲۰۷ھ میں رحلت فرمائی ۔ انکی قبر شہر سورت کے محلہ سید پور میں ہے ۔

(۶۰۸-۸) مولوی ولی اللہ فرخ آبادی

ولد سید احمد علی، عالم باعمل، فاضل اجل جنھوں نے ۱۲۳۶ھ میں تفسیر نظم الجواہر تصنیف فرمائی جو درحقیقت موتیاں پروئی ہیں اور وہی نام اس کتاب کی تکمیل کی تاریخ ہے ۔ تیرہویں صدی ہجری کے انچاسویں برس فوت ہوئے اللہ ان کی قبر کو ٹھنڈی رکھے ۔

(۶۰۹-۹) مولوی ولی اللہ لکھنوی

ولد ملا حبیب اللہ بن ملا محب اللہ فرنگی محلی فن کی مختصر کتابیں اپنے والد بزرگوار سے اور متوسطات سے مسلم الثبوت تک اپنے چچا جان ملا محمد مبین سے پڑھکر فارغ التحصیل ہوئے اسکے بعد تکمیل اور تحقیق میں مکمل کوشش کرتے ہوئے ساری عمر طلبہ کو پڑھانے میں گذار دی، ایک جہان ان سے فیضیاب ہوا، آپ نقلی و عقلی علوم کے جامع اصلی اور فرعی فنون پر حاوی تھے بہت سی عمدہ تصنیفات

ان کی یادگار ہیں۔ ۱۰ صفر ۱۲۷۰ھ کو دارِ فانی سے عالم جاودانی کو روانہ ہو گئے اس وقت انکی عمر اسّی سال تھی، حکیم ظہیر الدین جو آدفتحپوری نے ان کی تاریخ میں کہا کہ انکی وفات سے "ورع و شرع و فضل و علم و ہنر" سب کے سر پیر کٹ گئے۔ ۱۲۸۰ھ

تصنیفات:۔ ۱۔ نفایس الملکوت شرح مسلم الثبوت ۲۔ تفسیر معدن الجواہر ۳۔ حاشیہ ہدایۃ الفقہ، عبادات اور معاملات پر ۴۔ شرح عقائد جلالی کے حاشیہ کمالیہ پر حاشیہ ۵۔ زواہد ثلثہ کے حواشی ۶۔ صدرا کا حاشیہ ۷۔ شرح غایۃ العلوم معارج العلوم ۸۔ تذکرۃ المیزان ۹۔ تکملہ شرح سلم ملا احمد عبدالحق ۱۰۔ تکملہ شرح سلم ملا حسن ۱۱۔ رسالہ تشکیک ۱۲۔ کشف الاسرار فی خصائص سید الابرار ۱۳۔ مرأۃ المومنین و تنبیہ الغافلین فی مناقب آل سید المرسلین ۱۴۔ آداب السلاطین ۱۵۔ رسالہ عمدۃ الوسائل ۱۶۔ رسالہ اغصان اربعہ۔

(۶۱۰-۱۰) حافظ ولی اللہ لاہوری

دانشمند متبحر، فقیہ و مناظر اور واعظ معتبر تھے، نصاریٰ کی تردید میں پوری مہارت حاصل تھی، آپ نے مروجہ علوم مولوی غلام رسول قلعہ والا ۲۔ مولوی نور احمد ساکن کھائی کوٹلی اور مولوی احمد الدین بگوی سے حاصل کئے، لاہور کی جامع مسجد میں ہر جمعہ کو وعظ کہتے اور مسائل پوچھنے والوں کے مرجع بنے ہوئے تھے۔

تصنیفات:۔ ۱۔ مباحثۂ دینی ۲۔ صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیطان ۳۔ ابحاث ضروری۔ ان کی یادگار تصانیف ہیں۔

وفات:۔ جمعہ کے دن بوقت ظہر تاریخ ۲۴ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۶ھ کو مرض اسہال میں وفات پائی۔

حرف الھاء

(۱۱۶-۱) ہمایوں شاہ

اس کا نام نصیر الدین محمد بن بابر بادشاہ ہے۔ ہندوستان میں تیموری سلطنت کا بانی، وہ ایسا بادشاہ تھا جو حکومتی صلاحیتوں سے آراستہ، اور تمام صوری و معنوی کمالات سے پیراستہ، علم ہیئت، علم نجوم اور تمام عربی علوم میں بے نظیر تھا، فضل و کمال والوں کا مربی اور صلاح و تقویٰ والوں کا مرجع تھا۔ بغیر وضوء کے ایک منٹ نہ رہتا تھا اور اللہ اور اسکے رسول کا نام بلا طہارت نہ لیتا تھا، بے حیائی اور گالی اس کی زبان نہ چھو سکتی تھی کسی پر جب انتہائی غصہ ہوتا تو صرف عتاب میں، اسے سفیہ یعنی اے بیوقوف کہتا، اس سے زیادہ گندہ کلمہ ہرگز نہ استعمال کرتا، گھر میں اور مسجد میں پہلے دایاں پیر ہی رکھتا حیادار اور پوری مروت والا آدمی تھا۔

وفات:۔ ۷ ربیع الاول ۹۶۳ھ کو اس شاہ دیں پناہ نے اپنے بالاخانہ پر جوں ہی فجر کی اذان سنی اس کی عظمت کے واسطے اٹھ بیٹھا اور نیچے اترنے کیلئے چاہا کہ کھڑا ہو، شاہ کی لاٹھی بے موقع جگہ پر پڑ گئی اور شاہ کا پاؤں پھسلا پھر چند زینہ تک نیچے لڑکھڑاتے گر پڑا سخت گھائل ہو گیا اور اسی مہینہ کی پندرہ تاریخ کو عالم ناپائدار سے بے وفائی کی اور دنیا سے گذر گیا۔ مولانا قاسم کاہی نے ان کی تاریخ رحلت یوں کہی ؎

ملک معنیٰ کا بادشاہ ہمایوں + اس جیسی بادشاہت کوئی نہیں کرسکتا +
اپنے محل کی چھت سے اچانک گر گیا + جس سے اس کی عمر برباد ہوگئی +

ان کی تاریخ کیلئے کاہی نے یہ لکھا ہے "ہمایوں بادشاہ از بام افتاد"
{مترجم۔ لیکن اس مصرعہ سے نو سو باسٹھ نکلتا ہے، ترسیٹھ نہیں نکلتا}
انکی کل عمر اکیاون ۵۱ سال، مدتِ حکومت پچیس سال اور کچھ مہینے۔

(۶۱۲-۲) حاجی ہاشم سندھی

ولد عبد الغفور مخدوم ضیاء الدین کے شاگردوں میں بہت پرانے شاگرد اور علماء میں مشہور، نظم و نسق میں اکثر علماء سے فائق گذرے ہیں۔ اگرچہ آپکی مخالفت علمائے عصر، مثلاً مخدوم محمد معین وغیرہ سے رہا کرتی تھی، لیکن سنت و جماعت کے دین کی تقویت اور سنتوں کو زندہ کرنے میں، نادر زمانہ تھے ایسے بہت سے ٹھوس اقدامات جو دین مبین کیلئے پشت پناہی کا کام کریں ان کے زمانہ میں کامیابی سے ہم کنار ہوئے مشرکین اور معاندین پر ان کا عمل خوب چلتا تھا، ذمیوں میں سے سیکڑوں آدمی ان کے زمانہ میں مشرف بہ ایمان ہوئے، اس وقت کے بادشاہوں، احمد شاہ اور نادر شاہ سے سفارت و پیام کا تعلق اور رسم و راہ کھلی رکھی تھی، دین کی مضبوطی کا کام ان کی استدعاء پر خاطر خواہ ہو جایا کرتا تھا الغرض آپکی ذات بسا غنیمت تھی ہر علم میں بہت تصنیفات کیں۔ سنہ ۱۱۷۴ھ کو جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے۔

(۶۱۳-۳) مولوی ہادی علی لکھنوی

ولد شیخ حسین علی ولد شیخ مجیب الدین خلف شیخ غلام قادر، لکھنؤ کے شیوخ میں سے بجنوریوں میں مشہور تھے، انتہائی ذہین و فطین فارغ التحصیل تھے، لکھنؤ کے چھاپہ خانوں میں تصحیح کتب کی بہت کامیاب کوشش کیا کرتے تھے، الواب صرفیہ کے خواص میں ایک کتاب لکھی جس کا تاریخی نام ہے "گہر منظوم" دوسرے رسائل بھی انکی

۱۲۶۱ھ

تصنیف ہیں۔ راقم الحروف نے تیرہویں صدی ہجری کے چونسٹھویں سال اپنی کتاب فوائد جلالیہ منظومہ آپکی خدمت میں پیش کی تو آپنے اسکو مستحسن فرمایا۔

حرف الیاء التحتانیۃ

(۶۱۴-۱) سید یاسین گجراتی

سید شاہ میر کے چچا کی اولاد میں سے ہیں، اکثر مروجہ کتابیں گجرات میں میاں وجیہ الدین کے پاس پڑھکر ان کے مرید ہوئے اور حج اسلام کی فضیلت سے مشرف ہوئے اور علم حدیث وہیں پڑھکر اس کی اجازت پائی پھر واپس ہندوستان آئے اور لاہور میں کچھ دنوں رہے پھر سرہند میں پیروں کے لباس میں گذار کر اپنے نیل پوش خدام کی تربیت کرتے ہوئے بنگالہ کیطرف چلے گئے۔

(۶۱۵-۲) مولانا یعقوب شافعی سنجری

معقول و منقول کے جامع اور صاحب تصنیف عالم تھے علاقہ سنجر سے الف خاں سنجر کے ہمراہ نہروالہ گجرات میں آکر رہ پڑے، اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ جب سلطان سنجر نے الف خاں سنجر کو ستر ہزار سوار و پیادہ لشکر کے ساتھ نہروالہ فتح کرنے کو راجہ بیر دھول باگھیلہ کی حکومت کے زمانہ میں بھیجا اور راجہ باگھیلہ کے ساتھ پانچ سال گیارہ ماہ تک الف خاں کا مقابلہ اور محاصرہ رہا تو اسی مدت میں الف خاں نے قلعہ ارک کے سامنے سنگی مسجد بنوائی، ابھی مسجد کا کام مکمل نہیں ہوا تھا

کہ سلطان سنجر کا انتقال ہو گیا الف خاں کو جب سلطان کی خبر وفات پہونچی تو الف خان راجہ سے مال صلح کا محصول وصول کر کے وطن لوٹ گیا۔ اور مولانا یعقوب جو الف خان کے ساتھ علاقہ سنجر سے نہر والہ آئے تھے وہ واپس نہیں گئے اور اسی سنگی مسجد میں درس قرآن دیتے رہ گئے، الف خان نے رخصت ہوتے وقت دس ہزار سکہ رائجہ مولانا کی خدمت میں نذر کی اور اس عالی مسجد کی تکمیل ۶۵۵ھ ماہ ذی قعدہ میں ہوئی۔

(۶۱۶-۳) مولانا یعقوب پٹنی

ولد خواجگی علوی۔ آپ قاضی زین الدین چشتی دولت آبادی کے مرید اور خلیفہ تھے، علوم ظاہر و باطن حاصل کر کے اور شیخ رجب کی برکت سے فیض حاصل کر کے ۱۳ر جمادی الثانیہ ۸۰۰ھ (آٹھ سو ہجری) میں رحلت فرمائی۔

(۶۱۷-۴) قاضی یعقوب مانکپوری

قاضی فضیلت کے قرابت دار تھے علم فقہ اور اصول فقہ خوب جانتے تھے، طبیعت کے باغ و بہار تھے؛ عربی اشعار ہندی بحور میں ایسے کہتے جو لوگوں کو ہنسانے کا سبب بن جائے۔ محمد اکبر بادشاہ کے زمانہ میں ہندوستان کے قاضی القضاۃ تھے، اس کے بعد تنزل کرتے کرتے صرف بنگالہ کے قاضی رہ گئے، اکبر کی مخالفت میں معصوم کابلی کے ساتھ شریک رہے اسی وجہ سے انکو بنگالہ سے طلب کر کے قلعہ گوالیار میں قید کر دیئے جانے کا حکم ہوا تھا، گوالیار کے راستہ ہی میں مر گئے۔

(۶۱۸-۵) شیخ یعقوب صرفی تخلص کشمیری

شیخ حسن گنائی عاصمی کے پس ماندگان میں سے اور کشمیر کے اکابرین سے تھے۔ ۹۷۸ھ (نو سو اٹھہتر ہجری) میں پیدا ہوئے، سات سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید کی فضیلت حاصل کر لی، بچپن ہی سے ذکاوت، تیز فہمی، اور بزرگی کے آثار ان کی پیشانی سے ظاہر تھے، علوم رسمی کو مولانا عبد الرحمن جامی کے شاگرد مولانا محمد شاہ آنی سے حاصل کیا، نیز ملا نصیر کی خدمت میں بھی اکتساب علم کر کے حرمین شریفین

کی زیارت سے شرف اندوز ہوئے تھے اور شیخ حسین خوارزمی سے تعلیم باطن اور حافظ ابن حجر مکی سے علمِ حدیث کی اجازت حاصل کی اور پیری کے لباس میں سفر کرکے عرب و عجم کے اکثر بڑے بڑے مشائخ کی خدمت میں بہت سے فیوض و برکات حاصل کئے تھے اور ارشاد و ہدایت کی رخصت پالئے تھے (خلافت حاصل کرلی تھی) آپ کے مریدین بہت تھے۔

وفات:- شب پنجشنبہ ۱۲ ذی قعدہ ۱۰۰۳ھ (ایک ہزار اور تین ہجری) کو رحلت فرمائی۔

تصنیفات:- تفسیر قرآن مجید ناتمام ۲۔ مسلک الاخیار ۳۔ مثنوی وامق و عذرا ۴۔ مثنوی لیلیٰ مجنون ۵۔ مغازی النبوت ۶۔ مقامات مرشد۔ یہ پانچ کتابیں مولانا جامی کی خمسہ کے مقابل لکھی ہیں ۷۔ مناسکِ حج ۸۔ شرح صحیح بخاری ۹۔ حاشیہ توضیح و تلویح ۱۰۔ حاشیۂ روائح ۱۱۔ حاشیۂ رباعیات ۱۲۔ رسالہ اذکار وغیرہا۔

(۶۱۹-۶) مفتی یعقوب علی ساکن راجمندری ولد مولوی فضل علی

خاں ۱۲۰۷ھ (بارہ سو سات ہجری) میں پیدا ہوئے۔ مولوی تراب علی خیرآبادی اور قاضی ارتضا علی کے پاس عقلی و نقلی علوم حاصل کرکے کچھ دنوں انگریزی حکومت کیطرف سے عہدۂ افتاء پر فائز رہے پھر ملازمت چھوڑ کر راجمندری شہر میں جو ملک مدراس میں واقع ہے متوطن ہوگئے اور طلبہ کو علوم پڑھانے میں مشغول رہے، مدراس کے اکثر طلبہ آپ کے فیوض سے مستفیض ہوئے۔ ۲۰ رمضان ۱۲۸۳ھ (بارہ سو تراسی ہجری) میں وفات پاکر راجمندری شہر میں مدفون ہوئے۔

(۶۲۰-۷) شیخ یوسف دہلوی

شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے خلیفہ، عالم ربانی، حدیث و تفسیر قرآن کے ماہر تھے، ان کی ایک کتاب بنام "تحفۃ النصائح" ہے جس میں فرائض سنن اور آداب کے احکام کو نظم کر دیا ہے اس کا حرف روی رائے مہملہ ہے

وفات:- ۷۷۰ھ (سات سو ستر ہجری) میں وفات پاکر غریق رحمت ہوئے۔

(۶۲۱-۸) سید یوسف ملتانی

ولد سید جمال حسینی، جامع معقول و منقول مولانا جلال الدین رومی کے شاگرد تھے ان کے بزرگوں میں سے کوئی صاحب مشہد سے ملتان آکر بس گئے تھے اور سلطان فیروز کی عہد حکومت میں سید یوسف دہلی سپاہی کی شکل میں آئے، سلطان نے ان کی قابلیت و استعداد کو دیکھ کر اپنے اس مدرسہ میں مدرس مقرر کر دیا جسکو حوض پر بنوایا تھا، چند سال مسند درس و افادہ پر متمکن رہ کر عوام و خواص کو فائدہ پہونچاتے رہے۔ علم نحو میں قاضی بیضاوی کا ایک متن متین ہے "لب الالباب" اس کی ایک مبسوط شرح آپ نے لکھی اس کا نام "یوسفی" رکھا ہے دوسری کتابوں میں منار کی شرح توجیہ الکلام ہے علم اصول فقہ میں۔

وفات:- ۷۹۰ھ (سات سو نوے ہجری) میں وفات پاکر اسی حوض پر دفن ہوئے

(۶۲۲-۹) شیخ یوسف بدھ ایرجی

آپ کے آبائے کرام بعض حوادث سے متاثر ہو کر خوارزم سے ممالک ہندوستان آئے تھے اور خطہ ایرج کو وطن بنا لیا تھا آپ خواجہ اختیار الدین کے مرید اور خلیفہ تھے اور شیخ سید جلال بخاری اور شیخ راجو قتال کی خدمت سے بھی نعمت خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے تھے

تصنیفات :- آپ کی پر رونق تصنیفات میں سے امام غزالیؒ کی منہاج العابدین کا ترجمہ ہے اور دوسرے اشعار بھی ہیں۔

وفات :- آپ کے ایک مرید صاحب تاریخ محمدی لکھتے ہیں کہ ایک دن اپنی خانقاہ میں شغل سماع میں مشغول تھے اسی حالت میں جان جان آفریں کے سپرد کردی یہ واقعہ ۸۳۴ھ میں پیش آیا اور اپنی خانقاہ کے صحن میں سپرد خاک ہوئے، سلطان علاؤ الدین مندوی نے ایک عالی شان گنبد ان کی قبر پر بنوادیا۔

(۱۰-۴۱۰) مفتی یوسف چچک کشمیری

فقاہت میں بے نظیر تھے، ملا فاضل اور ملا عبدالرزاق کشامرہ آپ کے کمالات کے معترف ہیں۔

آپ اکثر خواجہ محمود کشمیری کی خدمت میں حاضر ہو کر فقہ و تفسیر کے دقیق مسائل حل کیا کرتے تھے۔

خاتمہ

اس میں تین چیزیں بیان کی گئی ہیں

۱ــــ وہ کتابیں جن سے اس کتاب میں نفع اٹھایا گیا۔
۲ــــ وہ علما جنھوں نے اس کتاب کے لکھنے میں مصنف کو تعاون پیش کیا ہے۔
۳ــــ مصنفِ کتاب کے حالات۔

(۱) کتاب کے مآخذ

(۱) سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان مصنفہ حسان الہند سید غلام علی آزاد بلگرامی المتوفی ۱۲۴۰ھ

(۲) منتخب التواریخ مصنفہ ملا عبدالقادر بدایونی

(۳) اخبار الاخیار ″ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ت ۱۰۵۲ھ)

(۴) تاریخ جدولیہ مولفہ منشی خادم علی سندیلی

(۵) مفتاح التواریخ ″ مسٹر بیل انگریز

(۶) حدیقۃ الاقالیم ″ اللہ یار عثمانی بلگرامی

(۷) طبقات اکبری ″ ملا نظام الدین احمد ہروی

(۸) تاریخ فرشتہ ″ محمد قاسم ہندو شاہ

(۹) خزانۂ عامرہ ″ غلام علی آزاد بلگرامی ت ۱۲۴۰ھ

(۱۰) طرب الاماثل فی تراجم الافاضل مولفہ مولوی عبدالحی لکھنوی ت ۱۳۰۴ھ

(۱۱) الاغصان الاربعہ مولفہ مولوی ولی اللہ لکھنوی

(۱۲) آمدنامہ ″ مولوی فضل امام خیرآبادی۔

(۱۳) خزینۃ الاصفیاء مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری
(۱۴) تاریخ الاولیاء " مولوی سید اشرف علی عرف مفتی عبدالفتاح ساکن گلشن آباد ناسک
(۱۵) سفینۃ الاولیاء " سلطان داراشکوہ گورگانی
(۱۶) گنج تاریخ " مفتی غلام سرور لاہوری
(۱۷) تاریخ فیروز شاہی " خواجہ ضیاء الدین برنی
(۱۸) مسودہ مولوی محمد اشرف لکھنوی از کتب خانہ حافظ محمد شوکت علی رئیس سندیلہ
(۱۹) ابجد العلوم مولفہ سید صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی
(۲۰) تذکرۃ الکرام " ابوالحسنات پھلواروی
(۲۱) بحر زخّار " مولوی وجیہ الدین لکھنوی
(۲۲) تذکرۃ الاصفیاء " شیخ رحمت اللہ عرف شیخ بری لکھنوی
(۲۳) القول الجلی فی تذکرۃ المولوی سخاوت علی۔ مولفہ مولوی محمد محفوظ ساکن بلیا۔
(۲۴) حسرت العالم فی وفات مرجع العالم مولفہ مولوی عبدالحی لکھنوی
(۲۵) کنز البرکات لمولٰنا ابی الحسنات " مولوی حفیظ اللہ اعظم گڈھی
(۲۶) سیر المتاخرین مولفہ غلام حسین طباطبائی حسنی
(۲۷) حدائق الحنفیہ " مولوی فقیر محمد جہلمی لاہوری
(۲۸) واقعاتِ کشمیر المعروف بتاریخ عظمی مولفہ خواجہ محمد اعظم بن خیر الزماں
(۲۹) انوار الصفی مولفہ مولوی حسین علی ردولوی
(۳۰) آئینۂ اودھ " سید شاہ ابوالحسن مانک پوری
(۳۱) ہدیۂ مہدویہ " مولوی محمد زماں خاں شاہجہاںپوری
(۳۲) نجوم السماء فی تراجم العلماء۔ از اہل تشیع
(۳۳) انموذج الکمال و مطارح الاذکیاء مصنفہ مولوی رضا حسن خاں کاکوروی

(۳۴) عماد السعادت

(۳۵) الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف مصنفہ شاہ ولی اللہ دہلوی

(۳۶) القول الجلی بذکر آثار الولی مولفہ شیخ محمد عاشق بارہوی

(۳۷) مرآت احمدی تاریخ گجرات

(۳۸) تحفۃ الکرام تاریخ سندھ

(۲) ان حضرات کے اسمائے گرامی جنہوں نے تالیف کتاب کے وقت بذریعہ مراسلات تعاون اور فائدہ پہونچایا

۱۔ مولوی حافظ محمد شوکت علی رئیسِ اعظم قصبہ سندیلہ ضلع ہردوئی

۲۔ مفتی سید عبد الفتاح عرف مولوی اشرف علی ساکن گلشن آباد ناسک

۳۔ مولوی محمد ادریس نگرامی

۴۔ مولوی شاہ عبد القادر بن شاہ فضل رسول بدایونی

۵۔ مولوی محمد نعیم بن مولانا عبد الحکیم فرنگی محلی

۶۔ مولوی عبد الباقی فرنگی محلی

۷۔ مولوی محمد شبلی ولد مولانا سخاوت علی جونپوری

۸۔ سید شاہ ابو البرکات چشتی بہاری

۹۔ مولوی حافظ عبد الکافی احمد آبادی

۱۰۔ مولوی سید شاہ صدر الدین کاظمی کڑوی احمد آبادی

۱۱۔ مولوی محمد فاروق عباسی چریاکوٹی

۱۲۔ مولوی سید محمد عبد الحی بن مولوی سید فخر الدین احمد ساکن تکیہ رائے بریلی

۱۳۔ مولوی شاہ محمد عادل شاگرد و جانشین مولانا محمد سلامت اللہ

احوالِ مؤلّف

أُحِبُّ الصَّالِحِينَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ	لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِي صَلَاحًا

اس فقیر حقیر کو اس کی کیا مجال کہ ارباب علم کی جوتیوں کی صف سے آگے بڑھکر انکے پہلو میں جا بیٹھے اور اپنے کو مصنفین اور مؤلفین کے حلقہ میں شمار کرے۔ لیکن " اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ " کی فرمانبرداری نے الجھے ہوئے قلم کو حرکت دینا لازم کر دیا اس لئے عرض کرتا ہوں کہ:

ان اوراق کو سیاہ کرنے والا بندہ محمد عبدالشکور عرف رحمان علی تجاوز اللہ عنہ ذنبہ الخفی والجلی ولد حکیم الحکما حکیم شیر علی غفراللہ لہٗ، جمعہ کے دن ذی الحجہ کی دوسری تاریخ تیرہویں صدی ہجری کے چوالیسویں سال {۲ رذی الحجہ ۱۲۴۴ھ بروز جمعہ مطابق ۵ رجون ۱۸۲۹ء} عدم کے پردے سے وجود کے میدان میں ظہور پذیر ہوا اور والد محترم غفران مآب کے آغوش تربیت میں بسم اللہ کی رسم ادا کرنیکے بعد ہندوستانی رواج کے مطابق قرآن مجید ناظرہ پڑھا پھر فارسی ابتدائی پڑھنی شروع کی، ابھی ابو النصر فراہی کے نصاب تک ہی پہونچا تھا کہ والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو میرے حقیقی بڑے بھائی جناب حکیم احسان علی خاں نے میری تادیب و تربیت کی ذمہ داری قبول فرمائی اور اپنی رہائش گاہ فتحپور مجھ کو لے گئے وہاں پر فارسی کی ضروری کتابوں سے فراغت کے بعد جناب مولانا محمد شکور مچھلی شہری صدر الصدور ضلع فتحپور اور مولانا ثابت علی سھکوی، مولوی سید حسین علی فتحپوری، مولانا عبداللہ زیدپوری اور مولانا شاہ محمد سلامت اللہ بدایونی کانپوری اور مولانا قاری عبدالرحمن پانی پتی سے درسی کتابوں کا استفادہ کیا۔

۱۸ ربیع الثانی ۱۲۶۷ھ (مطابق ۲۰ فروری ۱۸۵۱ء) کو اپنے بڑے بھائی مولوی حکیم امان علی خاں مرحوم کی وساطت سے ریوان کی ریاست میں پہنچا۔ جب میں بابو رگھوراج سنگھ سپتر اور ولی عہد مہاراجہ بشناتھ سنگھ حاکم ریوان کی خدمت میں حاضر ہوا تو موصوف نے میرا نام پوچھا، میں نے عرض کیا کہ میرا نام محمد عبدالشکور ہے۔ تو بولے یہ لفظ تو ہماری زبان پر بہت ثقیل ہے تمہارا نام رحمان علی رہنا بہتر ہے جو تمہارے بھائی کے نام امان علی کے وزن پر ہے۔ میں نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور اسی دن سے میرا نام رحمان علی مشہور ہو گیا اور میں نے اس ریاست میں جے پور کی سفارتی کی خدمت انجام دینے کے ساتھ ساتھ باغیوں کو سر کرنے پر جو فوج متعین تھی اسکے نظم و انصرام کو سنبھالا۔ یہ باغی دکن کی شاہراہ پر بھی ڈاکہ ڈالا کرتے، اسی کے ساتھ مجھکو ریاست کے دیوان کی پیشی اور پرمٹ کی منتظمی، ڈپٹی مجسٹریٹی، سول ججی، درجہ اول کی مجسٹریٹی پر بھی کبھی کبھی کام کرنا پڑتا تھا۔

پھر میں ۱۸۸۴ء ۱۳۰۱ھ میں ریاست کی کونسل کا ممبر ہوا جس میں مجھے سکریٹری کے اختیارات ملے اور ابھی تک اسی عہدہ پر فائز ہوں۔ ۱۶ فروری ۱۸۸۷ء عیسوی قیصر ہند کی جوبلی کے موقعہ پر ہند گورنمنٹ کی بارگاہ سے مجھکو خان بہادر کا خطاب مرحمت ہوا۔ ۲۲ اپریل ۱۸۸۷ء ۱۳۰۴ھ کو جناب میجر ڈی۔ ڈبلیو، کے۔ بار صاحب بہادر پولٹکل اجنٹ اور ریاست کے سپرنٹنڈنٹ نے مقام ریوان میں ایک دربار عام مقرر کیا، خطبہ دینے کے بعد خطاب کی سند گورنمنٹ ہند بہادر کیطرف سے مجھے اپنے دست خاص سے عنایت فرمائی جس پر گورنر جنرل بہادر ہند کی مہر لگی ہوئی تھی اسی کے ساتھ چاندی کی لاٹھی، خلعت اور چوبدار بھی مجھے مرحمت فرمائے گئے اس سے پہلے ۱۲۷۸ھ ۱۸۶۱ء میں میں نے مقام ریوان میں پتھر کی ایک مسجد بنوائی، اس میں کتنا صرفہ ہوا ہوگا اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جو اس

مسجد کو گہری نگاہ سے ملاحظہ فرمائیے۔ اور معافی کا جو گاؤں مجھکو دوامی طور پر ریاست کیطرف سے ملا تھا مسجد مذکور کے خرچہ کیلئے میں نے وقف کر دیا کہ اس موضع کی آمدنی سے مؤذن اور پیش امام کی تنخواہ اور مرمت وجائے نماز وغیرہ متعلقاتِ مسجد کا خرچہ چلتا رہے۔

اس مسجد کی تعمیر و تکمیل سے متعلق چند تاریخی قطعے جنکو لکھنؤ کے شعراء نے منظوم کئے ہیں میرے محترم مولانا ابوالخیر سید معین الدین کاظمی نے بھیجے ہیں، ناظرین کی ضیافتِ طبع کیلئے چند قطعے تحریر کئے جاتے ہیں ؎

حبذا مسجد کہ صحنش چوں رخ حور از نور + ہر ستونش ساق عرش کبریا یا ساق حور

وہ مسجد کیا بھلی ہے جس کا صحن جنتی عورت کے مکھڑے کیطرح منور ہے اسکا ہر ستون یا تو عرش کا پایہ ہے یا حور کی پنڈلی ہے

بہر تاریخ بنائش منشی فکر رسا + زد رقم: مسجد بنای قبلۂ عبدالشکور

۱۲۷۸

اس کی بناء کی تاریخ کیلئے فکر رسا انشاء پرداز نے لکھدیا

{مترجم:- زد رقم کو چھوڑ کر اعداد صرف (۹۴۰) نکلتے ہیں اور ملا کر (۱۲۹۱) جو کوئی بھی تاریخ بنا نہیں ہے۔ واللہ اعلم}

دوسرا قطعہ عربی زبان میں:

اَسَّسَ العَبدُ مَسجِدَ الفِرَقِ	فَجَزَاهُ المُهَیمِنُ المُطلَق
بندہ نے تمام جماعتوں کیلئے مسجد بنوائی	اللہ نگہبانِ مطلق اس کو جزائے خیر دے
اَرَّخَ الفِکرُ ذَالِکَ مِصرَاعًا	ذٰلک المسجد الحرام بحق

فکر نے ایک مصرع میں اسکی تاریخ نکالی یہ حرمت والی برحق مسجد ہے۔ ۱۲۷۸ھ

اس مسجد کے صدر دروازہ پر یہ آیت کریمہ کھدی ہوئی ہے جس سے اسکی تعمیر کی تاریخ نکلتی ہے:

لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء

۱۲۷۸ھ

بیعت وخلافت :۔ مولانا حافظ حاجی محمد حسین عمری محب اللہی الہ آبادی جو قطب عالم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ تھے انھیں کے ہاتھ پر مؤلف کو بیعت ہونیکا شرف حاصل ہے اور مولانا الہ آبادی نے مولف کو چاروں خاندان طریقت کی اجازت بسلسلۂ چشتیہ صابریہ مرحمت فرمائی { اور حضرت حاجی صاحب نے اس کی توثیق فرمائی جیساکہ حاجی امداد اللہ صاحب کے تذکرہ میں گذر چکا۔ مترجم }

تصنیفات وتالیفات :۔ اہلِ علم کے سامنے اپنی تالیفات کو پیش کرنا ایسا ہی ہے جیساکہ خاقان کے سامنے موزہ اور تھیلا کا تحفہ پیش کرنا ؎

نم چشم قلم را شرم دارم ۔۔۔ کہ سوئے چشمۂ حیواں فرستم

مجھ کو شرم آتی ہے کہ قلم کی تراوٹ کو آب حیات کے چشمہ کے سامنے پیش کروں لیکن پھر بھی اپنا کھوٹا سکہ دکھلا رہا ہوں۔

میری مطبوعہ کتابیں :۔ فوائد جلالیہ، نحوی مسائل کو فارسی اشعار میں مأتہ عامل کے طرز پر لکھا ہے ۲ تحفۂ مقبول اردو میں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل مطبع نظامی میں چھپ چکا ہے ۳ طریقہ حسنہ اردو مولد و قیام کے بیان میں۔ ۴ آداب احمدی مطبوعہ بنارس، سنن زوائد کا بیان اردو میں ۵ ریاض الامراء ان ہندوستانی وغیر ہندوستانی امیروں کی تاریخ جو ہندوستان گورنمنٹ سے توپ کی سلامی پاتے ہیں (اردو) ۶ نخبۃ البحرین، اردو میں حفظان صحت، اور یونانی ہندوستانی اطباء کے مسلمہ قواعد کے بیان میں ۷ ابنیۃ الاسلام، (عربی) حدیث بنی الاسلام علی خمس کی شرح یہ دار الخلافہ قسطنطنیہ میں چھپ کر حرمین شریفین، بغداد مصر، شام، بصرہ ٹیونس وغیرہ میں تقسیم ہوئی ۸ طب رحمانی (فارسی) قلیل الاجزاء نسخہ جات شفاء ۹ صحت جسمانی، اردو جسمیں فصول سہ گانہ اور ماکول و مشروب کے خواص کا بیان ہے ۱۰ ہر ہفت ہر نوع کی سات چیزوں کا اردو میں بیان ۱۱ کفارۃ الذنوب

میت کے روزہ نماز کے فدیہ دینے کی تفصیلات میں ۱۲ عجالہ نافعہ، اس میں نصیحت آمیز کلمات اردو میں جمع کئے گئے ہیں ۱۳ تحفۂ خان بہادر اسمیں بگھیل قوم کے کرسی نامہ کا بیان ہے۔

غیر مطبوعہ کتابیں:۔ بغیۃ اللبیب فیما یسر بہ الادیب (عربی نثر) دریائے لطافت لطائف وظرائف اردو۔ "آفتاب حکمت" حکمائے سلف کے اقوال (اردو) تواریخ بگھیل کھنڈ (اردو)

ناتمام کتابیں:۔ ان کے علاوہ چند کتابیں زیر تالیف ہیں۔ خدا تعالےٰ ان کے پورا کرنیکی توفیق بخشے۔ ۱ تاریخ التواریخ ۲ میزان الموازین ۳ جغرافیہ عرب ۴ تعلیم رحمانی ۵ ندیم الاطبا۔

تکملۃ الکتاب

میری یہ کتاب اسوقت تک ناقص سمجھی جائے جب تک کہ درج ذیل علماء زمانہ و فضلائے یگانہ کے تفصیلی حالات نہ لکھدیئے جائیں اور ان بزرگوں کو حروف تہجی کے مطابق ذیل میں قوم کے ان فرزندوں کیلئے تحریر کردیتا ہوں جو ابھی عالم وجود میں نظر نہیں آتے ہمارے بعد آئیں تو جنکو توفیق الٰہی مل جائے ان بزرگوں کے تفصیلی حالات حیز تحریر میں لے آئیں توفیق تو اللہ تعالیٰ دیتے ہیں اور انھیں کے ہاتھ میں تحقیق کی لگام ہے۔

حرف الالف

۱ قاضی ابراہیم سندی ساکن دربیلہ علاقہ سوسنان، ملک سند ۲ قاضی ابراہیم ٹھٹھوی جو مخدوم فیروز کے پوتے ہیں، صوری اور معنوی کمالات کے جامع شاہجہاں بادشاہ کے زمانہ میں شاہجہاں آباد کے افتا اور لشکر کے قضاء کے عہدہ پر جلوہ افروز تھے۔ ۳ میر ابو البقاء نصیر الدین محمد ہمایوں شاہ کے ہم عصر

بہت سی کتابوں کے مصنف ۷۴ ابو جعفر عمر لاہوری بن اسحٰق لاہوری؛ جو فضل و دانش میں طاق اور زہد و تقویٰ میں شہرۂ آفاق تھے۔ ۵ مولوی ابو الحسن ساکن کاندھلہ ۶ ملا ابو الحسن کشمیری معروف بشاہم بابا، شہاب الدین محمد شاہجہان بادشاہ کے ہم عصر تھے ۷ قاضی ابو الخیر بھکری ۸ محمد ابو الخیر ٹھٹوی فتاویٰ عالمگیری میں مسائل کے استنباط کے سلسلہ میں شریک تھے ۹ قاضی ابو سعید بھکری ولد قاضی زین الدین فضل و کمال اور حاضر جوابی کے اندر یکتائے زمانہ تھے ۱۰ ابو الفتح ولد شیخ آلہداد خیر آبادی سلیم شاہ ابن شیر شاہ سوری کے ہم عصر ۱۱ قاضی ابو القاسم ابن ملا جمال الدین سیالکوٹی نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ کے ہم عصر ۱۲ میر ابو المعالی امیر علاء الملک کے بھائی، جنکی تصنیفات میں سے سورۂ اخلاص کی تفسیر، رسالۂ عدالت، انموذج العلم ہیں ۱۰۴۶ھ بنگالہ میں فوت ہوئے۔ ۱۳ ملا احمد پٹنی گجراتی ۱۴ ملا احمد ٹھٹوی شاہ فتح اللہ کے شاگرد، جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے زمانہ میں تھے ۱۵ مولوی احمد حسن صراط الاہتداء وغیرہ کے مصنف ۱۶ مولوی احمد گل نائب مفتی بھوپال ۱۷ مولوی احمد شاہ سندی ۱۸ مولوی احمد کبیر ساکن قصبہ پھلواری ۱۹ مولوی سید ارشاد حسین ساکن پٹنہ ۲۰ مولوی ارشاد حسین رامپوری ۲۱ ملا اسحٰق رامپوری ولد ملا احمد ولایتی ۲۲ ملا اسحاق بھکری ۲۳ مولوی اسد اللہ ساکن پٹنہ ۲۴ قاضی اسمٰعیل اصفہانی گجراتی سلطان محمود بیگڑہ کے ہم عصر ۲۵ قاضی اشرف حسین ساکن مہونہ ضلع لکھنؤ ۲۶ مولوی اعز الدین سندیلی ولد سید غلام اولیاء، قصبہ سندیلہ کے مخدوم زادہ، مولوی حیدر علی کے شاگرد، ۱۸ صفر ۱۲۵۶ھ (بارہ سو چھپن ہجری) میں وفات پائی۔ ۲۷ مولانا افتخار الدین برنی معاصر علاء الدین خلجی ۲۸ مولانا افتخار الدین گیلانی معاصر غیاث الدین تغلق ۲۹ ملا افضل ٹٹو کشمیری ولد ملا حیدر چرخی محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے

زمانہ میں تھے ۳۰ مولوی اکبر علی پشاوری ۳۱ مولوی آل محمد ساکن قصبہ پھلواری ضلع پٹنہ ۳۲ مولوی آل حسن موہانی مصنف رسالہ استفسار عقائد نصاریٰ کے رد میں ۳۳ مولوی الفت حسین شیعی، مصنف معجزہ فرقان وغیرہ ۳۴ ملا الہداد سہرندی بہلول لودھی کے ہم عصر ۳۵ مولوی الہداد ساکن کلکتہ ۳۶ مولوی الٰہی بخش فیض آبادی، عمدۃ المرام فی تحقیق الجملۃ والکلام کے مصنف ۳۷ الیاس منجم آردبیلی ہمایوں بادشاہ کے استاد پرگنہ موہان ضلع لکھنؤ کے جاگیردار ۳۸ ملا امام الدین دہلوی، اصل میں لاہوری تھے، علم ریاضی کے ماہر تھے، دھلی کو وطن بنالیا تھا، تشریح الافلاک جو بہاء الدین آملی کی تصنیف ہے اسکی ایک مختصر شرح بنام التصریح فی شرح التشریح ۱۰۳۰ھ میں لکھی ۳۹ مولوی امام الدین ساکن ٹونک ۴۰ سید امان قنوجی بہلول لودھی کے ہم عصر ۴۱ مولوی امین اللہ ساکن پھلواری ۴۲ مولوی امین اللہ مدرس کلکتہ جن کا نعتیہ کلام قصیدہ غرا مشہور ہے۔ ۴۳ مولوی امین احمد بہاری ۴۴ سید امیر احمد نقوی سہسوانی ۴۵ مولوی امیر حسن سہسوانی ۴۶ مولوی امیر الدین ساکن کاری ضلع گیا ۴۷ مولوی انوار الحق بنگلوری، ۴۸ مولوی انور علی لکھنوی، مصنف انوار الحواشی۔

حرف الباء

۴۹ بابا خواجہ قاضی اجین، اکبر بادشاہ کے زمانہ میں تھے۔
۵۰ مولوی باب اللہ جونپوری ۵۱ ملا باقر صباغ کشمیری، شاگرد ملا باقر داماد ۵۲ ملا باقر للو کشمیری شاگرد ملا باقر صباغ ۵۳ شیخ بایزید برہانپوری، پرہیزگار عالم، پابند شریعت فاضل تھے، خرقۂ خلافت شیخ محمد معصوم سہرندی سے حاصل تھا ۵۴ مولانا بایزید مفتی لاہور، اکبر بادشاہ کے زمانہ میں تھے ۵۵ مولوی بدر الدین ساکن قصبہ پھلواری ۵۶ مولانا بدر الدین واعظ علاء الدین

خلجی کے زمانہ میں اودھ سے دہلی آئے، وعظ کہتے، صاحب زہد وافتار تھے، انکی مجلس تذکیر میں بہت لوگ جڑتے اور ان کا وعظ دلوں کو پگھلا دیتا، رونا، گڑگڑانا مجمع پر طاری ہو جاتا ۵۷ بدر الدین ولد شیخ ابراہیم سہرندی شارح خلاصۂ کیدانی ۵۸ بدر قوام نہروالی بھڑوچی ۵۹ شیخ بدہ ساکن لکھنوتی جنکو گوڑ وندیا بھی کہا جاتا ہے، بہلول لودھی کے ہم عصر تھے ۶۰ مولوی برکت اللہ آبادی ۶۱ مولانا برہان الدین بھکری علاء الدین خلجی کے زمانہ میں تھے ۶۲ مولانا برہان الدین بزاز، سلطان غیاث الدین بلبن کے ہم عصر تھے ۶۳ مولوی بشارت حسین مدرس مدرسہ رام پور ۶۴ مولوی بشیر الدین قنوجی ۶۵ مولوی بشیر الدین دہلوی ۶۶ حکیم بقاء اللہ خاں سندیلی، حکیم ببر علی خاں موہانی کے شاگرد، ۱۷ شوال ۱۲۶۴ھ کو وفات فرمائی طبیب حاذق اور سچے نبض شناس تھے ۶۷ مخدوم بلال سندھی ساکن نلنی سوسنان ملک سندھ کے مضافات میں سے، علم ظاہر میں بڑی شان رکھتے تھے ۶۸ سید بندگی حسن بلگرامی عربی فارسی اور ہندی میں پوری استعداد کے مالک تھے تخلص ایمان رکھتے تھے میر عظمت اللہ بےخبر کے شاگرد تھے۔ ۶۹ ملا بڈھن امیٹھوی، ملا جیون کے بھائی ۷۰ قاضی پیارہ ساکن لکھنوتی بہلول لودھی کے ہم عصر تھے۔

حرف التاء

۷۱ ملک تاج الدین گہرامی، جلال الدین خلجی کے زمانہ میں تھے ۷۲ تاج الدین کلاہی ۷۳ سید تاج الدین قاضی اودھ، جلال الدین خلجی کے دور میں تھے۔ ۷۴ شیخ تاج الدین دہلوی، اکبر بادشاہ کے زمانہ میں تھے ۷۵ ملا تقیا جو فضلاء زمانہ میں سے تھے، تاریخ میں بڑی مہارت رکھتے تھے، علم ہیئت میں ایک

کتاب بھی انکی تصنیف ہے، پہلے عبدالرحیم خاں خاناں کے ملازم تھے، پھر اکبر بادشاہ کے منظورِ نظر ہو گئے اور ترقی کرکے جہانگیر کے عہد میں صدارت تک پہونچے، مورخ خان کا خطاب پائے۔ ۱۰۲۰ھ میں گذر گئے۔ ۷۶ تقی الدین واعظ فیروز شاہ کے عہد میں تھے۔

حرفُ الجیم

۷۷ میر جان محمد بلگرامی، عالم و فاضل و حافظ و بے مثال قاری، رنگین فکر کے مالک تھے۔ ۱۱۴۰ھ میں زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور بلند درجہ پایا ۷۸ مولوی جعفر علی ساکن کسمنڈی ناظم نظم الفرائض ۷۹ مولوی جعفر علی رامپوری ۸۰ ملا جلال الدین سلطان شمس الدین التمش کے ہم عصر ۸۱ قاضی جلال الدین کاشانی ولد قاضی قطب سلطان غیاث الدین بلبن کے ہم عصر ۸۲ خواجہ جلال الدین امیرچہ و نائب وزیر ۸۳ مولانا جلال الدین بھکری جلال الدین خلجی کے زمانہ میں تھے ۸۴ مولانا جلال حسام، خدا رسیدہ واعظ تھے علاء الدین خلجی کے زمانہ میں، ان کا تذکرہ خوف و خشیت سے ملا ہوا ہوتا، چٹکلے بھی کہا کرتے ۸۵ قاضی جلال الدین ولوالجی علاء الدین خلجی کے زمانے میں کچھ ممالک کے قاضی تھے ۸۶ مولوی جلال الدین رام پوری ۸۷ مولانا جمال الدین ساطبی علمائے قرارت میں سے، علاء الدین خلجی کے زمانے میں تھے ۸۸ مولوی جمال الدین مونگیری ۸۹ مولوی جمال الدین مدراسی ۸۹ ملا جمال ملتانی با استعداد عقل مند، جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے ہم عصر ۹۰ ملا جمال لاہوری، انکی شاگردی میں بہت سے نیک مرد کامل ہوئے ۹۱ مولوی جمال شاہ صرفی رامپوری ۹۲ مولوی جمیل احمد سہسوانی ۹۱ مولوی جمیل احمد بلگرامی

حرف الحاء

۹۴ ملا حاجی پانڈی کشمیری، یعقوب صرفی کے شاگرد، نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں تھے ۹۵ ملا حاجی گنائی کشمیری عرف ملا رضوی، اکثر علوم و فنون کا سبق پڑھاتے، جب شاہزادگی کے زمانہ میں عالمگیر نے شاہ جہاں سے بغاوت کرنے کا قصد کیا اور اردوئے معلیٰ کے علماء سے اس کا فتویٰ طلب کیا تو سب نے بغاوت کی تصدیق کی مگر ملا حاجی موصوف نے کنارہ کشی اختیار کی اور کہا کہ اگرچہ بادشاہ کیطرف سے فسق و فجور ظاہر ہو گیا ہے لیکن بغاوت فتنہ کا باعث ہونیکی وجہ سے خصوصاً باپ کے مقابلہ میں جائز نہیں ہے ۹۶ ملا حامد جونپوری، اکثر کتابیں محمد زاہد کے پاس پڑھیں اور کچھ علوم دانشمند خاں سے بھی حاصل کئے، شاہ جہاں کے زمانہ میں وظیفہ یاب ہوئے اور عالمگیر کے زمانہ میں فتاویٰ ہندیہ کے مؤلفین کی جماعت میں شریک ہوئے اور شاہزادہ محمد اکبر کی تعلیم کی ذمہ داری پائی ۹۷ ملا حبیب جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے زمانے میں مدرس تھے ۹۸ ملا حبیب کشمیری، نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ کے دور میں میر عدل تھے ۹۹ مولانا حجت ملتانی، علاء الدین خلجی کے ہم عصر ۱۰۰ ملا حسام الدین سرخ لاہوری جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے ہم عصر ۱۰۱ مولانا حسام الدین اندرپتی غیاث الدین بلبن کے ہم عصر ۱۰۲ مولانا حسام الدین سرخ ۱۰۳ مولانا حسام الدین شادی علاء الدین خلجی کے ہم عصر تھے ۱۰۴ مولانا حسام الدین متقی ملتانی، زمانہ کے جلیل القدر اور اس علاقہ کے کاملین میں سے تھے، شریعت کے پاس ادب کا بہت اہتمام کرتے تھے، ان کے اکثر اوقات عبادت میں یا طلبہ کو درس دینے میں گذرتے تھے ان کا مرقد ملتان کے قریب حسام پور گاؤں میں ہے ۱۰۵ مولوی حسن جان

سندیلی، علماء سندیلہ کے پاس، اور حافظ محمد شوکت علی کے پاس مختصرات اور مطولات پڑھ چکے ہیں اور فارغ ہونیکے قریب ہیں ۱۰۶ شیخ حسن تبریزی جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے زمانہ میں دہلی میں مدرس تھے ۱۰۷ مولانا حمید الدین مخلص ۱۰۸ مولانا حمید مقری، علاء الدین خلجی کے زمانہ میں بڑے قراء میں سے تھے۔ ۱۰۹ مولانا حمید مفسر سنبھلی نصیر الدین محمد ہمایوں شاہ کے ہم عصر ۱۱۰ شیخ حمید احمد آبادی جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے ہم عصر ۱۱۱ شیخ حمید سندی شیخ رحمت اللہ ولد قاضی عبد اللہ بن قاضی ابراہیم کے بھائی، ساکن دربیلہ، عالی اوصاف سے متصف عقلی و نقلی علوم میں پورا حصہ، حدیث و تفسیر میں پوری مہارت رکھتے ہیں، اعظم خاں کوکہ کے ساتھ جب مکہ معظمہ گئے، حدیث پڑھانے والوں کے پیشوا ثابت ہوئے۔ ۱۱۲ قاضی حماد عباسی ٹھٹھوی، فضیلت و کمال میں پورے، تقویٰ و پرہیزگاری میں معظم تھے۔ ۱۱۳ حمید الدین مسعود لاہوری ابن سعد لاہوری زمانہ کے معروف اور یکتا تھے۔

حرف الخاء

۱۱۴ مولوی خادم حسین سندیلی عرف بو علی بن حکیم بقاء اللہ خاں سندیلی ۱۶ ذیقعدہ ۱۲۶۵ھ بھوپال میں رحلت کی ۱۱۵ مولوی خدا بخش پنجابی ۱۱۶ مولوی خلیل الرحمٰن رامپوری محشی دائرۃ الاصول ۱۱۷ خواجہ علی، ایک عقل مند تھے جو جلال الدین محمد اکبر شاہ کے زمانہ میں ماوراء النہر سے ہندوستان آکر مراحم خسروانہ سے مستفید ہوئے ۱۱۸ مولوی سید خواجہ احمد نصیر آبادی، مولوی سخاوت علی کے شاگردوں میں سے تھے، صورت و سیر میں صلحائے سلف کی یادگار تھے، میں نے ان کو باندا میں دیکھا ۱۱۹ خواند میر مورخ تاریخ حبیب السیر، خلاصۃ الاخبار اور دستور الوزراء کے مصنف، ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کے زمانہ میں تھے ۱۲۰ مخدوم خیر الدین برہانپوری ۱۲۱ مولوی خیر الدین مدراسی۔

حرف الدال

۱۲۲ ملا داؤد سوستانی صاحب علم و فضل تھے ۱۲۳ ملا داؤد مشکوتی کشمیری خواجہ حیدر جرخی کے شاگرد، محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر کے ہمعصر تھے۔ ۱۲۴ ملا دانیال جولاسی ملا عبدالسلام ساکن دیوہ کے شاگرد تھے ۱۲۵ شیخ دانیال جونپوری ۱۲۶ ملا دراز پشاوری ۱۲۷ قاضی دنا سوستانی ولد قاضی شرف الدین جو مخدوم سے مشہور تھے نامور علماء کے پیش رو، اور قاضی القضاۃ تھے، بہت سے علمائے باطن کی خدمت میں پہنچکر فیض کی نظر لی تھی، اپنے والد بزرگوار سے فضائل حاصل کر کے مخدوم بلال سے علم حدیث حاصل کی، اور اکثر علوم فخر بوہرہ مخدوم محمود، اور مخدوم عبدالعزیز ہروی سے پائے۔ قرآن مجید کی ۱۸ تفسیروں کا مطالعہ کر کے ان کے مضامین کو مستحضر کرلیا تھا اور دوسرے اجنبی علوم بھی حاصل کرلئے تھے جیسے علم جفر میں مہارت رکھتے تھے اور حافظہ اتنا قوی تھا کہ اکثر کتابیں زبانی یاد تھیں، ان سے مرزا حسن شاہ کو تلقین حاصل ہوئی اور مخدوم عثمان توان کا لقب اوستاد رکھتے تھے، وفات کے بعد باغیان گاؤں میں دفن ہوئے۔ سوستان سندھ کے علاقہ میں سے ہے۔ ۱۲۸ ملا دوست محمد کابلی ولد ملا محمد امیر، عین الاصابہ فی رفع السبابہ کے مؤلف ہیں۔

حرف الذال

۱۲۹ مولوی ذوالفقار علی ساکن دیوہ ۱۳۰ مولوی ذوالفقار علی ساکن کلکتہ۔ ۱۳۱ مولوی ذوالفقار احمد ساکن بھوپال ۱۳۲ ملا رجب گنائی کشمیری، محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں تھے ۱۳۳ شیخ رحمۃ اللہ سندی ولد قاضی عبداللہ ولد قاضی ابراہیم ساکن دربیلہ نوع بنوع کے فضل و کمال سے آراستہ تھے، مناسک

حج میں ان کے تین رسالے یادگار ہیں ۱۳۴ مولوی رحمت اللہ کرانوی، مناظر پادری فنڈر، ازالۃ الاوہام، اعجاز عیسوی اور اظہار الحق وغیرہ کے مصنف نزیل مکہ معظمہ ۱۳۵ مولوی رستم علی رامپوری، میرزاہد رسالہ کے محشی۔ ۱۳۶ مولوی رشید احمد گنگوہی ۱۳۷ مولوی رضی الدین ولد مولوی برکت الہ آبادی ۱۳۸ رضی الدین احمد ساکن پھلواری ۱۳۹ مولانا رفیع الدین گازرونی، سلطان غیاث الدین بلبن کے ہم عصر ۱۴۰ قاضی رکن الدین سامانہ، سلطان غیاث الدین بلبن کے ہم عصر ۱۴۱ مولانا رکن الدین سنامی، علاء الدین خلجی کے ہم عصر ۱۴۲ سید رکن الدین قاضی کڑا، سلطان علاء الدین خلجی کے زمانہ میں تھے ۱۴۳ مخدوم روح اللہ بھکری ۱۴۴ ملا رہنورد لاہوری، اپنے وقت کے مایۂ ناز علماء میں سے گذرے ہیں ۱۴۵ مولوی ریاضت حسین، مؤلف ریاض العرفان۔

حرف الزاء والسین

۱۴۶ شیخ زین الدین خوافی، ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کے ہمعصر ۱۴۷ مولوی زین العابدین، قاضی بھوپال۔

۱۴۸ مولانا سراج الدین سنجری غیاث الدین بلبن کے ہم عصر ۱۴۹ مولوی سراج الدین الہ آبادی زبدۃ الصرف کے شارح ۱۵۰ قاضی سراج الدین علی خاں اقضی القضاۃ کلکتہ جنھوں نے ۱۲۲۰ھ ہجری {مطابق ۱۸۰۵ء} میں کتاب جامع التعزیرات عربی زبان میں تالیف کی پھر اس کا فارسی زبان میں ترجمہ بنام "جواہر زواہر" کیا۔ ۱۵۱ مولوی سراج احمد سہارنپوری، شارح ترمذی ۱۵۲ مولوی سراج احمد سہسوانی ۱۵۳ قاضی سدید الدین غیاث الدین بلبن کے ہمعصر ۱۵۴ مولوی سدید الدین دہلوی ۱۵۵ مولوی سعادت علی سہارنپوری ۱۵۶ مولوی سعادت علی بہاری ۱۵۷ ملا سعد اللہ لاہوری علم وفضل کے باوجود

ملامتی روش پر تھے ۱۵۸ ملا سعد سندی، فضیلت میں اتم اور کمالات میں مرجع امم تھے ۱۵۹ ملک سعد الدین منطقی، علاء الدین خلجی کے زمانہ میں صاحب طبل و نقارہ تھے ۱۶۰ ملا سلطان، اکبر بادشاہ کے زمانہ کے مشہور مدرسین کے بادشاہ تھے ۱۶۱ شیخ سلیمان بلگرامی، اکبر بادشاہ کے زمانے کے علماء میں سے ایک باصلاحیت شخص تھے۔ ۱۶۲ میران سید اخی قنوجی، مستعد عالم، بہلول لودی کے ہمعصر ۱۶۳ سید محمد ولد سعید خاں دہلوی عظیم دانشمند، بہلول لودی کے ہمعصر ۱۶۴ مولوی سید محمد کالپوی، مدرس سیہور محروسۂ بھوپال ۱۶۵ مولوی سید میاں ساکن سورت، مولوی سید عبد الفتاح گلشن آبادی کے اساتذہ میں سے تھے ۱۶۶ مولوی سیف الدین مدرس مدرسہ رام پور۔

حرف الشین

۱۶۷ ملا شاہ محمد، شاہ آبادی، علم ریاضی اور نجوم کے ماہر، اکبر بادشاہ کے ہم عصر۔ ۱۶۸ ملا شاہ محمد خاں رامپوری ۱۶۹ شاہ امیر، آگرہ کے علماء صوفیہ میں سے اکبر بادشاہ کے ہمعصر تھے ۱۷۰ قاضی شایندہ سوستانی، بزرگ عالم متقی زمانہ تھے، شریعت کو طریقت کا دوست اور دونوں کو جڑواں کہتے تھے، ان کے فرزند رشید شیخ میر محمد جو میاں میر لاہوری سے مشہور ہوئے جن کی وفات ۱۰۴۵ھ میں ہوئی۔ ۱۷۱ مولانا شرف الدین ولوالجی، غیاث الدین بلبن کے ہمعصر ۱۷۲ قاضی شرف الدین سرباہی، علاء الدین خلجی کے ہمعصر ۱۷۳ مولانا شہاب الدین خلیل جو علاء الدین خلجی کے زمانہ میں تھے، وعظ گوئی میں خوف اور خشیت کو ملحوظ رکھتے تھے، نظم بھی پڑھتے اور قرآن کی تفسیر بیان فرماتے، سلوک کی حکایتیں، علمائے آخرت کے اثر انگیز واقعات بیان کرتے، ان کے وعظ میں بڑا مجمع ہوتا، سننے والوں پر رقت طاری ہو جاتی ۱۷۴ مولانا شہاب الدین ملتانی، علاء الدین خلجی کے ہم عصر۔

۱۷۵ مولوی شہاب الدین احمد ساکن نہسہ ضلع پٹنہ ۱۷۶ خواجہ شمس الدین خوارزمی مولانا نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے استاد، غیاث الدین بلبن کے ہمعصر ۱۷۷ مولوی شمس الدین بدایونی ولد مولوی محمد علی عثمانی بدایونی محشی شرح وقایہ ۱۷۸ قاضی شمس الدین مراجی، عالم متبحر، غیاث الدین بلبن کے ہمعصر ۱۷۹ مولانا شمس الدین نم، علاء الدین خلجی کے ہمعصر ۱۸۰ قاضی شمس الدین گازرونی، علاء الدین خلجی کے ہمعصر ۱۸۱ شیخ شمس الدین جونپوری، شیخ محمد ماہ جونپوری کے چھوٹے بھائی، عالمگیرؒ کے زمانہ میں جونپور کے اندر علم اور سلوک سکھانے میں مشغول رہتے تھے ۱۸۲ مولانا شمس الدین باخرزی، سلطان فیروز شاہ کے ہمعصر ۱۸۳ شمس خاں لاہوری، صاحب استعداد عالم، اکبر بادشاہ کے ہمعصر ۱۸۴ مولوی شمس الاسلام بدایونی، ذی استعداد عالم تھے ۱۸۵ ملا شیری لاہوری ولد قاضی عبدالحی ساکن کوکوال صوبہ پنجاب، ایک صاحب استعداد فاضل تھے ــ

حرف الصاد

۱۸۶ ملا صالح سہرندی، سلطان بہلول لودی کے زمانہ میں تھے ۱۸۷ خواجہ صادق کشمیری جہانگیر بادشاہ کے ہمعصر ۱۸۸ مولانا صدر جہاں گجرات کے عظیم عالم تھے، صفت احتیاط اور تقویٰ سے متصف تھے، طلبہ کو علوم کا درس دیتے تھے، مولانا شیخ احمد بن شیخ برہان ان کے شاگرد ہیں پہلے سید محمد جو شاہ عالم گجراتی کے نام سے مشہور تھے ان کا انکار کرتے پھر ان سے عقیدت رکھنے لگے ۱۸۹ صدر جہاں قنوجی، اونچی شان والے سادات میں سے تھے عالمگیر کے زمانہ میں فتویٰ نویسی میں ممتاز تھے ۱۹۰ مولانا صدر الدین گندھک علاء الدین خلجی کے ہمعصر ۱۹۱ مولانا صدر الدین تاری، علاء الدین خلجی کے ہمعصر

۱۹۲ قاضی صدر الدین عارف علاء الدین خلجی کے زمانہ میں صدر جہاں تھے ۱۹۳ شیخ صدر الدین ٹھٹھوی، عظیم عالم اور متقی فاضل تھے، نظام الدین شاہ سندھ کے ہمعصر تھے، علوم میں اتنی جامعیت رکھتے تھے کہ ہزاروں شاگردوں کو مرتبۂ کمال تک پہونچادیا تھا۔ جب سید محمد جونپوری مہدویت کا مدعی آیا تو اس کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے لیکن تھوڑے ہی دنوں بعد اس کے مرید راسخ ہوگئے۔ ۱۹۴ سید صدر الدین قنوجی، شہر قنوج کے اکابر علماء میں سے تھے سنہ ۶۰۴ھ تک سلطان سکندر لودھی کی رکاب تھامے رہے ۱۹۵ قاضی صدر الدین لاہوری نقلی و عقلی علوم میں پوری مہارت رکھتے تھے ۱۹۶ سید صفای بھکری، عالم باعمل، عظیم فاضل اور بھکر کے شیخ الاسلام تھے سنہ ۹۹۱ھ میں فوت ہوئے۔
بھکر: صوبہ سندھ میں ایک شہر کا نام ہے۔ ۱۹۷ مولانا صلاح الدین سترکی، علاء الدین خلجی کے معاصر، ایک نامور مدرس تھے ۱۹۸ قاضی صوفی، اکبر شاہ کے زمانہ میں لاہور کے قاضی تھے۔

حرف الضّاد

۱۹۹ مولانا ضیاء الدین پرانہ، علاء الدین خلجی کے زمانہ میں صدر جہاں تھے ۲۰۰ قاضی ضیاء الدین جنکو قاضی خاں کا خطاب ملا تھا قطب الدین مبارک شاہ کے ہم عصر تھے ۲۰۱ خواجہ ضیاء الدین واعظ، مصنف مناقب ابرار وغیرہ۔

حرف الظاء والعین

۲۰۲ قاضی ظہیر الدین، سلطان غیاث الدین بلبن کے معاصر ۲۰۳ مولانا ظہیر الدین لنگ ۲۰۴ مولانا ظہیر الدین بھکری، علاء الدین خلجی کے معاصر تھے۔
۲۰۵ ملا عالم بھکری علوم ظاہر و باطن کے عالم تھے ۲۰۶ قاضی عباس برہانپوری

ولد قاضی نصیر الدین، دانشمند، بحرذخار تھے، شاہجہاں بادشاہ نے کافی اعزاز کے ساتھ انکو بلاکر شاہی اعزاز سے نوازا۔ وطن لوٹنے کے بعد وفات پاگئے ۲۰۷ شیخ عبداللہ متقی ولد مولانا سعد اللہ ساکن دربیلہ صوبہ سندھ، اپنے وقت میں علم حدیث وتفسیر میں بے نظیر تھے ۹۴۷ھ میں گجرات جاکر وہاں سے قاضی عبداللہ ساکن دربیلہ کے ساتھ حرمین شریفین چلے گئے، وہیں آخر عمر تک رہ گئے۔ تمام علوم میں اچھی تصنیفات اور رسالے لکھے ہیں۔ ۲۰۸ خواجہ عبداللہ غازی کشمیری ۲۰۹ ملا عبداللہ ملاری کشمیری، شاہجہاں کے زمانہ کے نامور علماء میں سے تھے ۲۱۰ بابا عبداللہ ولد مسعود کشمیری، جہانگیر بادشاہ کے ہم عصر تھے ۲۱۱ مولوی عبیداللہ، تحفۃ الہند کے مصنف ۲۱۲ قاضی عبداللہ سندی ولد قاضی ابراہیم ساکن دربیلہ، مخدوم عبدالعزیز ابہری سے فضائل سیکھ کر مکمل صاحب تقویٰ اور عمومی محتاط تھے، شاہ بیک کی فتح کے بعد دربیلہ سے باغیان کو منتقل ہوگئے ۹۳۴ھ میں دکن گجرات تشریف لائے، وہاں سے مستقل سکونت کی نیت سے مدینہ طیبہ تشریف لے جاکر گذر گئے ۲۱۳ ملا عبداللہ سیالکوٹی ولد ملا عبدالحکیم سیالکوٹی، علمی گرہوں کو کھولنے میں والد سے فوقیت لے گئے ۲۱۴ مولوی عبداللہ ساکن موضع بھکڑا جو پنجاب کے علاقہ بنوں کا ایک دیہات ہے جنھوں نے کشف الحال عن التعزیر بالمال لکھی ہے ۲۱۵ مولوی عبداللہ پٹنی ۲۱۶ مولوی عبداللہ دہلوی ۲۱۷ مولوی عبداللہ رامپوری ۲۱۸ مولوی عبداللہ سہارنپوری ۲۱۹ مولوی عبداللہ محمد آبادی، عرفان العرفان کے مصنف۔ ۲۲۰ مولوی عبیداللہ رامپوری ۲۲۱ مولوی عبیداللہ مدرس جامع مسجد بمبئی۔ ۲۲۲ مولوی عبدالباری، اعلام الاخبار وغیرہ کے مصنف ۲۲۳ مولوی عبدالباری ساکن کلکتہ ۲۲۴ مولوی عبدالباری ساکن بردوان ۲۲۵ ملا عبدالباقی بنگالی جو ملا محمود جونپوری کے شاگرد ہیں ان کے فیض صحبت سے کافی عقل وحکمت والے ہوگئے

ملا محمود کی وفات کے بعد جونپور میں رہ گئے اکثر علوم میں خصوصاً معقولات میں یکتائے زمانہ تھے اور وہاں کے علماء پر فوقیت لے گئے، عالمگیر بادشاہ کے دربار میں پہونچے ایک دیہات جس کی آمدنی نوسو روپیہ تھی حاصل کر کے واپس لوٹے اور وہیں پوری عمر عزیز طالبان علم کی خدمت میں صرف کردی ۲۲۶ ملا عبدالجلیل جو اکبر بادشاہ کے دور میں لاہور کے مفتی تھے ۲۲۷ مخدوم عبدالجلیل ٹھٹوی، فضیلت میں مشہور زمانہ تھے، اصلا لاہری بندر کے تھے، یہ شاہجہاں کے زمانہ کے ہیں، ان کے تینوں لڑکے ابوالفتح، محمد شریف، محمد شفیع فضیلت اور قابلیت میں نامور تھے -

۲۲۸ مولوی عبدالحق کانپوری شمس العلماء ۲۲۹ مولوی عبدالحق پنجابی ۲۳۰ مولوی عبدالحق سہارنپوری ۲۳۱ ملا عبدالحکیم بن ملا عبدالکریم کشمیری، عالمگیری دور کے ہیں۔ ۲۳۲ مولوی عبدالحکیم واعظ مصنف عشرہ کاملہ وغیرہ ۲۳۳ مولوی عبدالحلیم سہارنپوری ۲۳۴ مولوی عبدالحمید رام پوری ۲۳۵ شیخ عبدالحی ولد شیخ جمال کنبوہ دہلوی سلطان سلیم کے ہمعصر تھے ۲۳۶ میر عبدالحی خراسانی اکبر شاہ کے زمانے میں صدر الافاضل تھے ۲۳۷ مولوی عبدالخالق دیوبندی ۲۳۸ ملا عبدالرحمٰن ساکن سیکری بہلول لودھی کے ہمعصر ۲۳۹ مولانا عبدالرحمٰن ٹھٹھوی، علوم عقلیہ ونقلیہ میں بے نظیر تھے، درس افادہ میں مشغول رہتے، مرزا عیسیٰ اور مرزا باقی کے ہمعصر ۲۴۰، ۲۴۱ ملا عبدالرحمٰن بوہرہ احمد آبادی اور ملا عبدالرحمٰن لاہوری، اکبر بادشاہ کے یہ دونوں ہمعصر تھے ۲۴۲ قاضی عبدالرحمٰن سندی، بڑے عالم اور عظیم فاضل تھے، شاہجہاں بادشاہ کے زمانہ سے عالمگیر کے عہد تک حرمین شریفین کی منتوں کے متولی تھے اور اسی خدمت کی شرط پر جاگیر دار تھے، مدینہ طیبہ میں رحلت فرما کر محمد حیات سندھی کی قبر میں دفن ہوئے۔ ۲۴۳ مولوی عبدالرحمٰن ساکن پھلواری ۲۴۴ مولانا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی ۲۴۵ ملا عبدالرحیم کشمیری، عالمگیر کے دور میں تھے ۲۴۶ مولوی عبدالرحیم رامپوری ۲۴۷ مولوی

عبدالرحیم جونپوری ۲۴۸؀ ملا عبدالرزاق پانڈی کشمیری ۲۴۹؀ ملا عبدالرزاق تجرید کے محشی اور رد محاکمات کے مصنف، شاہ جہاں کے زمانہ میں کشمیر کے نامور علماء میں سے تھے ۲۵۰؀ ملا عبدالرزاق کشمیری شاگرد خواجہ حیدر چرخی، عالمگیر کے زمانہ میں تھے ۲۵۱؀ مولوی عبدالرسول سہارنپوری، علم نحو میں متن متین کے مصنف ۲۵۲؀ ملا عبدالرشید زرگر کشمیری محمد افضل چرخی کے شاگرد، عالمگیر کے زمانہ میں تھے ۲۵۳؀ مخدوم عبدالرشید ساکن بالکندی صوبہ سندھ، علماء میں عظیم اور اصحاب تقویٰ میں کامل ترین تھے ان سے بڑے گروہ نے استفادہ کیا اور علمی وعملی کمالات میں زمانہ کے ہدایت یافتہ ہوئے۔

۲۵۴؀ مولوی عبدالسبحان پشاوری ۲۵۵؀ ملا عبدالسلام ساکن دیوہ، شارح تہذیب المنطق اور منار اصول، ملا عبدالسلام لاہوری کے شاگرد تھے ۲۵۶؀ مولوی عبدالسلام آروی ۲۵۷؀ مولوی عبدالسلام پانی پتی ۲۵۸؀ ملا عبدالشکور لاہوری، اکبر شاہ کے زمانے میں جونپور کے قاضی تھے ۲۵۹؀ مولوی عبدالشکور فیض آبادی ۲۶۰؀ مولوی عبدالصمد پشاوری ۲۶۱؀ مولوی عبدالصمد سہسوانی ۲۶۲؀ مخدوم عبدالعزیز کاہانی ساکن کاہان، علاقہ سوستان صوبہ سندھ، پر رونق محدث، تبحر ودقائق بیانی کے شہر کے بادشاہ اور ملک تحقیق کے منتخب شخص تھے جس زمانہ میں شاہ اسمٰعیل ماضی نے جام فیروز کے خلاف بغاوت کی، اسوقت آپنے اپنے دونوں لڑکوں مولانا اثیر الدین اور مولانا یار محمد کے ساتھ ہرات چھوڑ دیا اور موضع کاہان میں آبسے اور اس زمین کو اشاعت علم کے نور سے منور کر دیا اور اسی جگہ اقامت کا لجادہ اتار دیا اور وہیں آپ نے زندگانی کے مطالعہ سے آنکھیں بند کرلیں، عربی تصنیفات جیسے شرح مشکوٰۃ اور اکثر مروجہ کتابوں کے حواشی آپکی یادگار ہیں ۲۶۳؀ مولوی عبدالعزیز دریابادی۔

۲۶۴؀ مولوی عبدالعزیز لکھنوی، پیغام محمدی وغیرہ کے مؤلف ۲۶۵؀ حافظ عبدالعلی رام پوری ولد ملا محمد عمران ولد ملا محمد غفران ۱۲۹۷ھ میں وفات پائی ۲۶۶؀ مولوی

عبد العلی بن مولوی فضل الرحمٰن رامپوری ۲۶۷ مولوی عبد العلی ساکن ڈومری ضلع پٹنہ ۲۶۸ مولوی عبد العلی ساکن جائس ۲۶۹ سید عبد الفتاح گجراتی، محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر کے ہمعصر ۲۷۰ ملا عبد القادر اخوند، نصیر الدین محمد ہمایوں شاہ کے ہمعصر ۲۷۱ مولوی عبد القادر سندیلی جو شارح سلم مولوی حمد اللہ سندیلی کی اولاد امجاد میں سے ہیں ۱۹ ذی الحجہ ۱۲۷۲ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے ۲۷۲ مولوی عبد القادر رامپوری ۲۷۳ مولوی عبد القادر باعلکہ ساکن بمبئی ۲۷۴ مولوی عبد القادر ساکن کتھانہ ضلع بمبئی۔ ۲۷۵ مولوی عبد القادر ساکن ہوگلی، عالم با عمل، صاحب تصانیف، ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۰۷ھ میں اپنے پیچھے اپنے فرزند عبد الظاہر کو چھوڑ کر مر گئے ۲۷۶ مولوی عبد القدوس بنگلوری ۲۷۷ میر عبد القدوس ٹھٹھوی ولد سید عابد، کامل دانشمند، وقت کے ماہر، شان والے، ابنائے جنس میں ممتاز، ۱۱۴۶ھ میں وفات پاکر آیت کریمہ کے مصداق بن گئے جس سے تاریخ "ھم مکرمون فی جنات النعیم" نکلی۔

۲۷۸ ملا عبد القوی احمد آبادی برہانپوری، عالمگیر نے اس کو اعتماد خاں کا خطاب دیا تھا اور لفظ اخوند سے اس کو زیادہ یاد کرتا ۲۷۹ مولانا عبد الکریم شروانی، غیاث الدین تغلق کے ہمعصر ۲۸۰ سید عبد الکریم قنوجی ولد سید محمد قنوجی، عالمگیر کے زمانے میں متداولات کے درس میں مشغول رہے ۲۸۱ قاضی عبد الکریم کشمیری، ملا ابو الفتح کے شاگرد، عالمگیر کے عہد میں تھے ۲۸۲ مولوی عبد الکریم ساکن ٹونک، ناظم رسالہ سبیل الرسول فی الناسخ والمنسوخ ۲۸۳ مولوی عبد الکریم رام پوری ۲۸۴ ملا عبد اللطیف ساکن دربیلہ صوبہ سندھ، صاحب بلاغت عالم تھے۔ شرح ملا جامی پر ان کا حاشیہ ہے اور الکلام ما تضمن...... تا فلا یلزم اتحاد ھما کے مضمون کو دو شعر میں حل کر دیا ہے ؎

قائم زید ہیئت مجموعیش	اسم فاعل را تضمن می شمر
ور بخواہی اسم مفعولی ازو	ہیئت افرادیش را کن نظر

۲۸۵ شیخ عبداللطیف برہانپوری، محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر کے ہم عصر تھے ۲۸۶ مولوی عبداللطیف دیلوری ۲۸۷ مولوی عبداللطیف فقیہ رامپوری ۲۸۸ مولوی عبدالمجید برہانپوری ۲۸۹ ملا عبدالنبی کشمیری، عالمگیر کے زمانے میں تھے ۲۹۰ مولوی عبدالوہاب ساکن سوات بنیر ۲۹۱ قاضی عبدالوہاب دکنی ساکن قصبہ مونگی، جو علم فقہ اور اصول فقہ میں بڑی مہارت رکھتے تھے، عالمگیر کے زمانہ میں لشکر کے قاضی تھے ۲۹۲ ملا عثمان گجراتی، علمائے قرارت میں سے اور ۲۹۳ ملا عثمان سامانہ اور ۲۹۴ ملا عثمان بنگالی سنبھلی اکبر بادشاہ کے زمانے میں مشہور علمار میں سے گذرے ہیں ۲۹۵ خواجہ عزیزالدین صوفی، تحفۃ الابرار فی کرامۃ الاخیار کے مؤلف، غیاث الدین تغلق کے ہمعصر تھے ۲۹۶ عزیزالدین خالدخانی، دلائل فیروزی کے مؤلف جو علم نجوم میں ہے، سلطان فیروز کے معاصر تھے ۲۹۷ ملا عصام الدین، نصیرالدین محمد ہمایوں شاہ کے ہمعصر ۲۹۸ علارالدین تاجر ۲۹۹ علارالدین کرک ۳۰۰ علارالدین صدرالشریعۃ ۳۰۱ علارالدین مقری، عہد علارالدین خلجی کے نامور علمار میں سے ہیں ۳۰۲ مولانا علارالدین اصولی بدایونی۔ ۳۰۳ سید علارالدین اودھی ۳۰۴ امیر علارالملک مرعشی شہزادہ شجاع کے زمانہ میں تھے منطق میں کتاب مہذب، الہیات میں انوارالہدیٰ، اثبات واجب میں صراط الوسیط ان کی یادگار تصنیفات ہیں ۳۰۵ مولانا علم الدین، شیخ بہارالدین زکریا ملتانی کے پوتے، علارالدین خلجی کے دور میں تھے ۳۰۶ مولوی علی اعظم ساکن پھلواری۔ ۳۰۷ مولوی علی اکبر الٰہ آبادی، فصول اکبری اور اصول اکبری کے مصنف ۳۰۸ ملا علی الماس کشمیری، ملا جوہرناتھ کے شاگرد، شاہ جہاں کے زمانے میں تھے۔ ۳۰۹ علی بن احمد غوری ساکن کڑا جو مانک پور کے قریب ہے، شیخ رکن الدین قدس سرہٗ کے مریدوں میں سے تھے، بہارالدین قدس سرہٗ کی "الاوراد" کی شرح کنزالعباد فی شرح الاوراد لکھی ۳۱۰ خواجہ علی بیو کشمیری، ملا شمس پال کے

شاگرد، جہانگیر بادشاہ کے دور میں تھے ۳۱۱ ملا علی پستک کشمیری اگرچہ آدمی میانہ قد تھے لیکن جہانگیر انکو پستک کہتے تھے اسی لئے پستک سے مشہور ہو گئے ان کے سالِ وفات کی تاریخ میں بھی پستہ کا لفظ آیا ہے "وای پست، و بلند ہمت گو" ۱۰۴۲ھ ۳۱۲ مولوی علی حبیب، سجادہ نشین پھلواری ۳۱۳ مولانا علی شاہ جاندار، وقت کے بڑے عالم، شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کے مرید تھے، تصوف میں کتاب خلاصۃ اللطائف لکھی ۳۱۴ ملا علی قاری ٹھٹوی، فضیلت میں افضل اور قرارت میں اکمل، مرزا جانی کے دور میں تھے ۳۱۵ ملا علی گرد، ایک مستعد ملا ہیں جو اکبر بادشاہ کے ہمعصر تھے ۳۱۶ ملا عماد الدین، شمس الدین التمش کے معاصر تھے۔ ۳۱۷ مولانا عماد، دانشمند علم کے سمندر تھے، محمد تغلق شاہ دہلی کے زمانے میں ایک بزرگ راست گو اور حق پسند آدمی تھے، محمد تغلق نے سلطنت کے غرور میں ایک دن کہہ دیا کہ خدا کا فیض بند نہیں ہوا تو نبوت کے فیض کو بھی بند نہیں ہونا چاہیئے، اگر اس زمانے میں کوئی پیغمبری کا دعویٰ کرے اور معجزہ دکھا کر سچ ثابت کر دے تو کیا اس کی تصدیق کروں یا نہیں۔ آپ نے فوراً جواب دیا کہ گندہ خور کیا بکتا ہے؟ محمد تغلق خفا ہوا اس کے حکم سے مولانا عماد کو ذبح کر کے زبان گدی سے کھینچ لی گئی۔ اللہ آپ پر رحم کرے۔ ۳۱۸ مولانا عماد الدین حسام، علاء الدین خلجی کے زمانہ میں بیس برس تک وعظ کہتے رہے، ان کے وعظ میں عقلمند، صاحب اعتبار کاملین، فاضلان علوم اور شعراء حضرات سب شریک ہوا کرتے تھے۔ ۳۱۹ مولانا عماد الدین محمد طارمی۔ طارم شیراز کے آس پاس ہے وہاں سے آپ گجرات آ کر ملک قطب الدین کی خدمت میں مرید ہو گئے جو کہ حضرت سید محمد مشہور شاہِ عالم کے خلیفہ تھے، علوم ظاہر میں یکتائے وقت اور علم باطن میں ممتاز و یگانہ تھے مخلوق کی ارشاد و ہدایت میں مشغول رہتے تھے میاں وجیہ الدین گجراتی

ان کے شاگرد ہیں ۳۲۰ سید عنایت اللہ مجددی بالاپوری، عامل کامل اور فاضل لاثانی، اپنے وقت کے معروف و مشہور تھے ۱۱۱۷ھ میں فوت ہوئے ۳۲۱ مولوی عنایت احمد ساکن پٹنہ ۳۲۲ مولوی عنایت اللہ ساکن بردوان ۳۲۳ مولوی عنایت حسین ساکن مونگیر۔

حرف الغین

۳۲۴ قاضی غضنفر سمرقندی، جلال الدین محمد اکبر شاہ کے زمانہ میں ہندوستان آئے، گجرات کے قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز ہوئے، اپنے عہدہ کا انصرام بحسن و خوبی انجام دیا، متداول علوم میں بے نظیر تھے ۳۲۵ سید غضنفر ولد سید جعفر نہروالی جو منسوب ہیں نہروالہ گجرات کیطرف ۳۲۶ مولوی غلام اکبر خاں، ہدایۃ المنکرین وغیرہ کے مصنف ۳۲۷ غلام علی نابینا، اکبر بادشاہ کے زمانہ کے بڑے فاضل تھے ۳۲۸ مولوی غلام حسین بنگالی ۳۲۹ مولوی غلام سبحان، کلکتہ کے قاضی القضاۃ ۳۳۰ مولوی غلام نبی شاہجہانپوری، رسالہ میر زاہد کے محشی۔ ۳۳۱ مولوی غلام علی ساکن مہی احاطہ بمبئی ۳۳۲ مولوی غلام احمد نصیر آبادی ۳۳۳ مولوی غلام محمد ہوشیار پوری۔ ۳۳۴ ملا غوثی گجراتی ۳۳۵ مولانا غیاث بھڑوچی۔

حرف الفاء

۳۳۶ سید فاضل، اکبر بادشاہ کے ہمعصر تھے ۳۳۷ حکیم فتح اللہ گیلانی، جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے دور کے حکیموں میں سے فاضل حکیم تھے، تمام طبی کتابوں کو پوری تحقیق سے پڑھا تھا، علم ہیئت میں بھی ماہر تھے شیخ الرئیس کے قانون کی شرح فارسی زبان میں لکھی ۳۳۸ قاضی فتح علی قنوجی، مولوی اصغر علی قنوجی

کے شاگرد، تمام مروجہ علوم سے مناسبت رکھتے تھے۔ شرح تہذیب جلالی کا حاشیہ۔ مقامات حریری کی شرح انکی عمدہ تالیفات میں سے ہیں ۳۳۹ مولوی فتح علی بردوانی، ۳۴۰ مولوی فتح علی جونپوری، با استعداد عالم، مولوی معشوق علی جونپوری کے چچا تھے، طبیعت موزون تھی اور برجستہ گوئی میں تولاجواب تاریخ برجستہ کہنے میں انکا کوئی ثانی نہ تھا ۳۴۱ قاضی فخر الدین، علاء الدین خلجی کے دور میں علامہ عصر تھے ۳۴۲ مولانا فخر الدین ہانسوی اور ۳۴۳ مولانا فخر الدین مقاتل یہ دونوں علاء الدین خلجی کے ہمعصر تھے ۳۴۴ مولوی فخر الدین لکھنوی ۳۴۵ مولوی فخر الدین علی خاں شافعی المذہب، چیناپٹن کے قاضی ۳۴۶ مولوی فدا حسین ساکن ضلع پٹنہ ۳۴۷ فرید بنگالی، متبحر دانشمند اور محدث، جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے ہمعصر تھے۔ ۳۴۸ ملا فضلی ملتانی، اپنے زمانہ کے جید علماء میں سے تھے ۳۴۹ مخدوم فضل اللہ ٹھٹھوی اپنے وقت کے ماہر، فضائل قدسیہ کے جامع، انسانی شرافت پر حاوی، ورع و تقویٰ کے زیور سے آراستہ ہمیشہ تدریس میں مشغول رہنے والے، مرزا علیسی اور مرزا باقی کے ہمعصر تھے ۳۵۰ مولوی فضل اللہ لکھنوی ۳۵۱ مولوی سید فضیلت حسین ساکن ضلع پٹنہ ۳۵۲ مولوی فضل اللہ بنگلوری ۳۵۳ مولوی فصیح الدین شہر قنوج کے علماء کاملین میں سے تھے اپنی عمر شریف تدریس اور عبادت میں صرف کی ۳۵۴ مولوی فیض الحسن لاہوری جو علم ادب پڑھانے میں یکتائے زمانہ تھے ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۴ھ میں اس فانی جہان سے روانہ ہوگئے ۳۵۵ مولوی فیض اللہ پنجابی ۳۵۶ مولوی فیض الحسن سہارنپوری، تحفۂ صدیقہ شرح حدیث ام زرع کے مصنف۔

حرف القاف

۳۵۷ میاں قادن ولد شیخ جونو، معتبر عقلمند، بہلول لودھی کے زمانے میں تھے۔

۳۵۸ سید قادری بلگرامی ولد حافظ ضیاء الدین بلگرامی حاجی حرمین شریفین، فاضل، حافظ، قاری قرآن تھے، وطن میں گوشۂ عافیت اختیار کرکے معبود حقیقی کی عبادت میں مشغول رہتے ہوئے ۱۱۴۳ھ میں فوت ہوئے۔

۳۵۹ قاسم ترمذی کشمیری، عالمگیر کے زمانہ میں نامور عالم تھے ۳۶۰ ملا قاسم واحد العین قندھاری، جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے وقت میں علوم عقلیہ ونقلیہ کے بہترین مدرس تھے ۳۶۱ مولوی قاسم علی سندیلی ولد مولوی حمد اللہ سندیلی، اپنے والد کے شاگرد، مرد فاضل و کامل، بہت درس دینے والے حج بیت اللہ سے مشرف تھے ۳۶۲ مولوی قدرت اللہ برہانپوری ۳۶۳ مولانا قطب الدین نافلہ، غیاث الدین بلبن کے ہمعصر ۳۶۴ ملک قطب الدین سہرندی بہلول لودھی کے زمانہ میں تھے ۳۶۵ شیخ قطب برہان پوری فاضل، متقی، عمدہ حافظ، تیر انداز، قرآن پڑھانے والے تھے، عربی اشعار بہت یاد تھے اور خوب پڑھتے تھے، فضل و کمال کی زیادتی کے ساتھ غریبی اور مسکینی میں بھی کافی حصہ ملا تھا، ماہ رمضان میں عالمگیر کی امامت کیا کرتے تھے اور صاحبزادہ معظم کی تعلیم پر مامور تھے، عالمگیر کے جلوس کے پانچویں سال وفات پا گئے۔

حرفُ الکاف

۳۶۶ مولوی سید کاظم علی دریابادی ولد سید قاسم علی ۱۴ ربیع الاول ۱۳۰۵ھ میں وفات ہوئی ۳۶۷ ملا کبیر الدین مورخ، علاء الدین خلجی کے دور میں تھے۔ ۳۶۸ مولوی کبیر خاں قاضی محمد پور احاطہ بمبئی ۳۶۹ شیخ کبیر ناگوری، جو شیخ فرید الدین بن عبدالعزیز بن شیخ حمید الدین صوفی ناگوری کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ بزرگ، صاحب مقاماتِ عالیہ، جامع علم ظاہر و باطن تھے، کتاب ذہن کے مصنف ہیں جو

کہ شرح مصباح کا روشن حاشیہ ہے، ناگوریں کا فروں سے نا اتفاقی کے سبب گجرات کیطرف جاکر سکونت اختیار کر لی تھی ۳۷۰ شیخ کبیر ولد ملا منور، بچپن میں کمال کو پہونچے پیروں سے گذرتے ہوئے اپنے والد اور اپنے خسر سعد اللہ بنی اسرائیل سے اکثر مروجہ کتابیں پڑھی تھیں، صحبت اور اختلاط کے طریقہ کو اچھی طرح جانتے اور برتتے تھے، جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے حکم سے اپنے والد کے ساتھ بجواڑہ پرگنہ جو کوہ شمالی کے دامن میں ہے جاکر وہاں کے ضبط و نظم کو سنبھالا ۳۷۱ مولانا کریم الدین علاؤ الدین خلجی کے زمانہ میں وعظ کہتے اور اسیں حمد اور نعت منظوم بہ نظم جدید، موقع و محل کے مناسب پڑھتے لیکن انکی آواز اچھی نہ تھی اس وجہ سے عوام ان کے وعظ میں کم جڑتے تھے ۳۷۲ مولانا کریم الدین ٹھٹھوی، فضائل و کمالات کے جامع، رزائل معضلات کو زہد و تقوی سے ختم کرنیوالے ملا عبد الرحمن ٹھٹھوی کے نامور معاصر تھے ۳۷۳ مولانا کریم الدین جوہری، علاء الدین خلجی کے زمانہ میں تھے ۳۷۴ ملا کمال رامپوری نامورئ کے ساتھ زندگی گذاری ۳۷۵ مولانا کمال الدین کولی، علاء الدین خلجی کے زمانہ میں تھے ۳۷۶ مولانا کمال الدین اودھی اور ۳۷۷ کمال الدین سامانہ فیروز شاہ کے زمانہ میں مشہور علماء میں سے تھے ۳۷۸ قاضی گھاسی الہ آبادی، شیخ محب اللہ الہ آبادی کے خلیفہ و شاگرد ۳۷۹ شاہ گدای کشمیری جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں نامور علماء میں سے تھے ۳۸۰ مولوی گلزار علی پھلواری، پھلواری کیلئے بہت مناسب تھے۔

حرفُ اللام والمیم

۳۸۱ مولوی لطف حق ساکن پیتھاپور گجرات ۳۸۲ مولوی لطف علی ساکن ضلع پٹنہ ۳۸۳ مولانا لطیف مقری، علماء قرارت میں سے علاء الدین خلجی کے زمانہ میں تھے ۳۸۴ مولانا میران ماربکلہ، علاء الدین خلجی کے ہم عصر ۳۸۵ مبارز خان سلطانپوری

نظام الدین سہالوی کے ہمعصر تھے، علم کلام میں رسالہ مبارزیہ انکی تصنیفات میں سے ایک مضبوط متن ہے ۳۸۶ ملا مجنون کشمیری، شاہ جہاں کے ہمعصر تھے ۳۸۷ شیخ محمد اشرف شطاری لاہوری، صلاح وفضیلت میں نیکنام عالمگیر کے ہمعصر تھے ۳۸۸ مولوی محمد ادریس سلہٹی جمع الجوامع سیوطی کے محشی ۳۸۹ مولوی محمد اسرائیل سلہٹی، تفسیر بیضاوی وصدرا کے محشی ۳۹۰ مولوی محمد علی ساکن تھانہ، کشاف اصطلاحات الفنون کے مؤلف ۳۹۱ قاضی محمد افضل بھکری ۳۹۲ ملا محمد افضل کشمیری، جہانگیر بادشاہ کے ہمعصر تھے ۳۹۳ ملا محمد اکرم لاہوری، متداول کتابوں کو بار بار پڑھاتے ہوئے حلم، بردباری، صلاح، پرہیز گاری کی صفت کے ساتھ شاہزادہ کام بخش کے معلم تھے ۳۹۴ قاضی محمد احمد آبادی، حضرت قطب عالم احمد آبادی قدس سرہٗ کے مرید تھے۔ آپ کے تین لڑکے تھے، ایک قاضی حمید جو قاضی چاپلندہ سے مشہور ہوئے یہ قاضی محمود دریائی کے والد ہیں، دوسرے قاضی العالم شاہ حماد، تیسرے قاضی حامد یہ تینوں بھائی حضرت شاہ عالم احمد آبادی کے مرید اور خلیفہ تھے، قاضی العالم شاہ حماد مولانا میاںجی گجراتی کے پاس بارہ سال تک علم حاصل کرنے میں مشغول رہے اور بارہ سال کافروں سے سپاہیانہ لباس میں جہاد کرتے رہے اور بارہ سال تک سب چھوڑ چھاڑ کر عبادتِ الٰہی میں مشغول رہے جب سے شعور حاصل ہوا حلال کھانا اور سچ بولنا انجام خیر کے ساتھ مقارن رہا یہانتک کہ ان کا تقویٰ ان کے گھوڑے میں سرایت کر گیا، حرام دانہ اور چارہ وہ بھی نہیں کھاتا تھا رات کو بہت کم سوتے تھے، آپ پر جلال کا اتنا غلبہ تھا کہ کوئی نگاہ سے نگاہ نہیں ملا سکتا تھا، پردہ کے پیچھے سے لوگ اپنی حاجتیں پڑھ کر سناتے، آپ بعض کے جواب میں کہدیتے کہ "دیدیا" اور بعض کا جواب دیتے کہ "نہیں دیا" یا "دے رہا ہوں" اور "نہیں دوں گا۔ اس وجہ سے ان کے قتل کا فتویٰ

دیدیا گیا تھا ۳۹۵ حاجی محمد افضل سیالکوٹی ۳۹۶ خواجہ محمد امین ولی اللّٰہی ۳۹۷ ملا محمد امین کشمیری، عالمگیر کے معاصر تھے ۳۹۸ ملا محمد باقر کشمیری شاہ جہاں کے ہمعصر تھے ۳۹۹ شیخ محمد بھڑوچی ۴۰۰ ملا خواجہ محمد ٹوپی گر و کشمیری، عالمگیر کے ہمعصر تھے ۴۰۱ مولوی محمد جیلانی رام پوری، جنگ نامہ کے مصنف ۴۰۲ قاضی محمد حسین جونپوری علم و فضل سے بھرپور حصہ ملا تھا، شاہجہاں کے زمانہ میں جونپور کے قاضی تھے اور عالمگیر کے ابتدائی زمانہ میں الہ آباد کے قاضی ہوئے، عالمگیر کے جلوس تخت کے ساتویں سال جب وہ عالمگیر کے پاس آئے تو عہدہ میں ترقی ہوئی اور لشکر کا احتساب بھی ذمہ میں آیا فتاویٰ عالمگیری کی تالیف میں بہت کوشش کی تھی ۴۰۳ مولوی محمد حسین، اشاعۃ السنہ وغیرہ کے مصنف ۴۰۴ مولوی محمد حسین، تیغ فقیر اور حربۂ فقیر وغیرہ کے مصنف ۴۰۵ مولوی محمد حسن امروہوی، تفسیر معالمات الاسرار فی مکاشفات الاخبار، جس کا مشہور نام تفسیر حضرت شاہی اس کے مصنف ۴۰۶ مولوی محمد حسن اسرائیلی سنبھلی ۴۰۷ ملا محمد دماغی ٹھٹھوی، جو شاہزادگی کے زمانے میں شاہ جہاں بادشاہ کے امام تھے ۴۰۸ شیخ محمد سعید ولد حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی، اپنے والد کے خلیفہ تھے، فاضل باشرع، عالم باورع تھے ہمیشہ طالبین خدا کے ارشاد و ہدایت میں مشغول رہتے، طالب علموں کو پڑھاتے رہتے، حاشیہ خیالی کا حاشیہ لکھ کر عالمگیر کے پاس پہونچے تو ان کا بڑا اکرام کیا گیا ۴۰۹ مولوی محمد شاہ، مدار الحق کے مصنف ۴۱۰ ملا محمد صادق ٹھٹھوی ۴۱۱ ملا محمد صالح، جہانگیر بادشاہ کے ہمعصر تھے ۴۱۲ ملا محمد صلاح گجراتی ۴۱۳ مولوی محمد صدیق اصولی پشاوری ۴۱۴ مولانا محمد صدیقی ملتانی گجراتی ۴۱۵ مولوی محمد عادل، شروع سے اخیر تک سب کتابیں مولانا محمد سلامت اللہ سے پڑھی اس وقت مولانا محمد سلامت اللہ کے جانشین ہو کر کانپور میں مخلوق کی ہدایت و ارشاد میں مشغول ہیں، اللہ زندہ سلامت رکھے ۴۱۶ شاہ محمد عاشق پھلتی

۴۱۷ بابا محمد عثمان کشمیری ولد شیخ محمد فاروق ملا سعد الدین صادق کے شاگردوں میں سے تھے اور مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی کے پاس پہونچکر حدیث و فقہ کی اجازت پائی تھی ۴۱۸ مولوی محمد عمر دہلوی ولد مولوی کریم اللہ دہلوی سنہ ۱۲۶۸ ہجری میں پیدا ہوئے، اپنے والد ماجد سے تعلیم و تربیت حاصل کی، درس و تدریس میں مشغول رہتے ہیں، زندہ سلامت ہیں ۴۱۹ مولوی محمد علی ولد مفتی یار محمد دکنی، کواکب العرفان فی تحقیق السبحان کے مؤلف ۴۲۰ مولوی محمد علی نصیر آبادی، جلاء العیون نظم سرور المحزون کے مؤلف ۴۲۱ مولوی محمد فصیح غازیپوری، رسم تبیح کے ختم کرنیوالے واعظ ۴۲۲ ملا محمد قاسم استر آبادی جن کا لقب ہندو شاہ مشہور ہے، گلزار ابراہیمی انکی تصنیف ہے جس کا مشہور نام تاریخ فرشتہ ہے ۴۲۳ ملا محمد لاہوری، لاہور کے اکابر علماء میں سے ہیں ۴۲۴ مرزا محمد صادق، صبح صادق کے مصنف انھیں کے شاگرد ہیں، شاہجہاں کے زمانہ میں بنگالہ کی قضا پر فائز تھے ۴۲۵ شیخ محمد لاہوری ولد عبد الملک نامور فضلاء میں سے ہیں۔ علمائے حجاز کے سامنے تفسیر، حدیث اور فقہ پڑھکر وطن لوٹے اور مدۃ العمر پڑھانے میں رہے ۴۲۶ محمد لبیب کشمیری جہانگیر بادشاہ کے ہمعصر۔ ۴۲۷ شیخ محمد ماہ جونپوری علم صوری و معنوی سے آراستہ تھے ۴۲۸ مولوی محمد مصطفٰے پنجابی ۴۲۹ مولوی محمد موسیٰ ولد مولانا رفیع الدین دہلوی ۴۳۰ شیخ محمد واعظ لاہوری، لاہور کے مشہور واعظوں میں سے تھے ۴۳۱ مولوی محمد وجیہ ساکن پھلواری ۴۳۲ شیخ محمد یحیٰی سہرندی ولد حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی قدس سرہ صلاح و تقویٰ سے موصوف تھے اپنے اکثر اوقات کو علوم متداولہ کے پڑھانے میں لگاتے، عالمگیر بادشاہ کی ان پر نظر عنایت تھی ۴۳۳ ملا محمد یزدی جونپور کے قاضی القضاۃ، اکبر بادشاہ کے خلاف خروج کرنے کا فتویٰ دینے کیوجہ سے منصب سے اتار کر دریا میں ڈوبا دیئے گئے ۴۳۴ مولوی محمد یعقوب دہلوی

ولد کریم اللہ دہلوی، مولوی محمد عمر کے بڑے بھائی اپنے والد سے علوم سیکھ کر طلبہ کو نفع پہونچانے میں مشغول ہیں سلمہ اللہ تعالیٰ ۴۲۵ ملا محمود ثانی جونپوری، دانشمند خان کے شاگرد شاہ جہاں کے آخر زمانہ میں گذر گئے ۴۲۶ شیخ محمود بھکری علماء زمانہ میں عظیم تھے ۴۲۷ قاضی محمود علامہ عباسی ٹھٹھوی، مرزا عیسیٰ اور مرزا جانی امراء سندھ کے معاصر تھے؛ حقائق اور کمالات میں انوکھے تھے اور انوکھے علوم کی جامعیت میں فائق تھے بہت سی تصنیفات لکھیں ان میں سے تذکرۃ الاولیاء اور دوسرے متون کے حواشی ہیں ۴۲۸ قاضی محمود دریای ولد قاضی چالندہ آپ کی بزرگی اور خوارق نے دنیا کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا آپ صاحب خدمت تھے عالم آب کی خدمت آپ کے حوالہ تھی، کشتیوں کی تباہی کے موقعہ پر جب آپ کا نام لیا جاتا تھا تو وہ ساحل مراد پر پہونچ جاتی تھی اسی لئے آپ کا لقب دریای پڑگیا تھا، جب آپ ستر برس کے ہو گئے تو تاریخ ۱۳ ماہ ربیع الثانی سنہ ۹۴۱ھ میں جان بحق ہو گئے، آپ کا مرقد بھیرپور صوبہ گجرات میں واقع ہے ۴۲۹ قاضی محی الدین کاشانی علاؤالدین خلجی کے ہم عصر تھے ۴۴۰ مخدوم جہاں سندھی اکبر بادشاہ کے زمانہ میں نامور عالم تھے ۴۴۱ سید مربی بلگرامی صاحب علم و معرفت تھے بہت مخلوق آپ سے نفع پائی تھی ۱۱۱۷ھ میں وفات ہوئی۔

۴۴۲ سید مرتضیٰ سوستانی، فضیلت میں بہت کامل حسان الہند سید غلام علی آزاد بلگرامی کے شاگرد تھے ۴۴۳ مولوی مرتضیٰ حسن ساکن پھلواری ۴۴۴ ملا مظہر ساکن کڑا، فیروز شاہ کے ہمعصر ۴۴۵ قاضی معمار الدین غیاث الدین تغلق کے زمانے میں دہلی کے منصب قضاء پر فائز تھے ۴۴۶ قاضی معروف بھکری زمانہ کے مشہور و معروف، شہر بھکر کے قاضی تھے: علم و فضیلت سے بھرپور صلاح و تقوی، لطافت طبع اور خوش مزاجی سے موصوف تھے، سندھ کے

حاکم، جام سنجر کے کانوں میں یہ خبر پہونچائی گئی کہ قاضی مدعی، مدعا علیہ سے فیصلہ کی اجرت لیتے ہیں تو جام سنجر نے بلاکر یہ بات پوچھی، قاضی نے کہا کہ ہاں ابھی تو انھیں دونوں سے لیتا ہوں۔ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ گواہوں سے بھی کچھ لیا کروں، کیونکہ پیسہ صرف ہو جانیکی وجہ سے انفصال مقدمہ سے پہلے ہی دونوں مقدمہ سے دست بردار ہوکر اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں، شاہ جام یہ بات سنکر بہت خوش ہوا جب قاضی نے بادشاہ کو خوش خوش دیکھا تو فرمایا کہ جناب من تمام دن تو میں مقدمات چکانے میں صرف کرتا ہوں اور میرے متعلقین فاقہ کی زندگی گذارتے ہیں یہ حالت کیا مناسب ہے؟ چنانچہ جام سنجر نے مناسب وظیفہ مقرر کردیا ۔ ۴۴۷ مولانا معزالدین اندپتی، علاءالدین خلجی کے ہم عصر ۔ ۴۴۸ مولانا معین الدین لونی، علاءالدین خلجی کے ہمعصر ۔ ۴۴۹ قاضی مغیث الدین بیانہ۔ ۴۵۰ سید مغیث الدین ساکن کیتھل، علاءالدین خلجی کے ہم عصر تھے ۔ ۴۵۱ مولوی مقبول احمد گوپامئوی، رسالہ تنبیہ الانسان کے مؤلف جو حیوان کی حلت اور حرمت کے بیان میں ہے ۔ ۴۵۲ ملا مقیم، اکبر بادشاہ کے دور میں دہلی میں مدرس تھے۔ ۴۵۳ سید منتخب الدین ساکن کیتھل، سید مغیث الدین کے بھائی اور علاءالدین خلجی کے ہمعصر تھے ۔ ۴۵۴ شیخ منصور لاہوری، شیخ اسحٰق کاکو کے شاگردوں میں سے ہیں، زیادہ تر علوم کو ملا سعد اللہ کے پاس حاصل کئے اور انھیں کے داماد بھی تھے، بہت متبحر معقولی تھے ان تمام علوم پر استحضار تھا جو ہندوستان میں رائج ہیں۔ اسلئے آپکی حیثیت علماءِ زمانہ کے نزدیک مرجعیت کی تھی۔ اکبر کے زمانہ سے کئی بار ملک مالوہ کے قاضی القضاۃ رہے پھر پرگنہ بجورا اور دامن کوہ کے بندوبست پر مامور ہوئے ۔ ۴۵۵ ملا منور شیخ اسحٰق کاکو کے شاگرد، اکبر بادشاہ کے زمانہ میں تھے ۔ ۴۵۶ مولانا منہاج الدین جرجانی، غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں تھے۔ ۴۵۷ مولانا منہاج الدین تلبنی، علاءالدین خلجی کے زمانہ میں تھے ۔ ۴۵۸ ملا موسیٰ

احمد آبادی اکبر بادشاہ کے زمانہ میں تھے ۴۵۹ ملا مومن جیل کشمیری، عالمگیر کے ہمعصر تھے ۴۶۰ ملک موید جاجرمی جلال الدین خلجی کے زمانہ میں تھے ۴۶۱ شاہ مہدی عطا ابن شاہ حسین عطا ابن شاہ نباہ عطا سلونی، کریمی، اشرفی، اڈھنی، شیخ اڈھن جونپوری قدس سرہٗ کی اولاد میں سے ہیں ۱۲۶۶ھ میں پیدا ہوئے باطنی علوم اپنے دادا جان اور والد بزرگوار سے حاصل کر کے سلسلہ چشتیہ کا خرقہ عنایت ہوا۔ اور علوم ظاہری میں مولوی نور احمد پنجابی کے شاگرد تھے، انتہائی علم دوست ذاکر و شاغل، طلبہ کی تعلیم میں منہمک سجادہ سلون کو رونق بخشنے والے ہیں اللہ آپ کو زندہ سلامت رکھے ۴۶۲ ملا میر شاہ کشمیری، عالمگیر کے ہمعصر تھے۔

حرفُ النّون

۴۶۳ ملا ناصر، اکبر بادشاہ کے زمانہ میں آگرہ کے قاضی تھے ۴۶۴ مولوی ناصر علی غیاث پوری، مناصر الحسنات اور عناصر البرکات وغیرہ کے مؤلف ۴۶۵ ملا نازک کشمیری، عالمگیر کے زمانے میں تھے ۴۶۶ مولوی نجف حسین سندیلی ۱۹ محرم الحرام ۱۲۵۵ھ کو اجمیر میں وفات ہوئی ۴۶۷ مولانا نجم الدین دمشقی، مولانا فخر الدین رازی کے شاگرد، غیاث الدین بلبن کے معاصر ۴۶۸ مولانا نجم الدین انتشار علاء الدین خلجی کے ہمعصر ۴۶۹ مولانا نجیب الدین شادی، علاء الدین خلجی کے ہمعصر ۴۷۰ مولوی نذیر حسین محدث، معیار الحق وغیرہ کے مصنف ۴۷۱ ملا نسیم منطقی رام پوری ۴۷۲ مولانا نصیر الدین عنی اور مولانا نصیر الدین ۴۷۳ ساکن کرا اور مولانا نصیر الدین ۴۷۴ صابونی، یہ تینوں علاء الدین خلجی کے زمانہ کے نامور علماء میں سے تھے ۴۷۵ سید نظام الدین ٹھٹھوی، فقہ میں لوگوں کے بہت موافق اور علوم میں بہت بڑے عالم مکرم ہوئے طبعی جذبہ سے شاہ جہان آباد گئے اور

فتاویٰ عالمگیری کی تالیف میں بہت سے مشکل مسائل کو حل کئے۔
ٹھٹھہ: سندھ کے شہروں میں سے ایک شہر ہے ۴۷۶ مولانا نظام الدین کلاہی علاء الدین خلجی کے زمانہ میں تھے ۴۷۷ مولانا نظام الدین علی، بابر بادشاہ کے ہمعصر تھے ۴۷۸ ملا نظام الدین ہروی، طبقات اکبری کے مصنف ۴۷۹ شیخ نظام تھانیسری ولد شیخ عبدالشکور آپنے باوجودیکہ متداول کتابیں نہ دیکھی تھیں، اور صوفیہ کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا تھا علم تصوف میں ایسی کتاب لکھ ڈالی کہ تمام اہلِ معرفت کی من پسند ہے، نیز انکی ایک تفسیر بھی ہے جسکو تصوف کے ڈھانچہ میں ڈھال دیا ہے ۴۸۰ قاضی نعمت اللہ عباسی ٹھٹھوی، آپ کا نسب آلِ عباس سے جاملتا ہے، آپ خلفاء عباسیہ کے وکلا اور ان کے پسماندہ لوگوں میں سے ہیں، جام صلاح الدین ولد جام تماجی شاہ سندھ کے زمانے کے علماء کے پیش رو اور متقی لوگوں میں مکرم ترشخص تھے ۴۸۱ مولوی نعیم الدین ولد مولوی فصیح الدین قنوجی، جو مولوی عبدالباسط قنوجی کے شاگردوں میں سے ہیں سلم العلوم کی تصدیقات کی شرح لکھی اور صدرا کا حاشیہ بھی آپکی تصنیف ہے۔
۴۸۲ شیخ نورالدین کنبوہ لاہوری، اکبر کے زمانہ کے صاحب استعداد ملا گذرے ہیں ۴۸۳ مولوی نور کریم دریابادی ۴۸۴ ملا نور محمد بھکری۔

حرف الواؤ

۴۸۵ مولوی واجد علی، رسالہ معروف العرفان کے مؤلف ۴۸۶ مولانا وجیہ الدین ملہور اور مولانا وجیہ الدین پائلی ۴۸۷ اور مولانا وجیہ الدین رازی ۴۸۸، جلال الدین خلجی کے زمانہ کے علماء میں سے ہیں ۴۸۹ مولوی وحیدالحق بہاری، آپکی وفات ۲۴ صفر ۱۲۰۰ھ (ایک ہزار دو سو ہجری) میں ہوئی۔ کتاب زاد الآخرۃ، شرح کلمۂ طیبہ،

ذکر الصلاۃ، قرۃ العاشقین فی حلیۃ سید المرسلین، رسالہ تحقیق الایمان آپکی یادگار باقی ہیں ۴۹۰ مولوی وحید الزماں ولد مولوی مسیح الزماں لکھنوی، نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ کے مؤلف ۴۹۱ مولوی وکیل احمد، رسالہ حد العرفان کے مؤلف ۴۹۲ قاضی ولی اللہ خاں ساکن بڑودہ۔

حرف الہاء

۴۹۳ ملا ہاشم کنبوہ، جلال الدین محمد اکبر شاہ کے ہمعصر ۴۹۴ میر ہاشم منور آبادی ملا حیدر کشمیری کے شاگرد، عالمگیر کے ہمعصر۔

حرف الیاء

۴۹۵ مولوی سید یاد علی مشہدی کرڑی، فقیہ وقت تھے ۴۹۶ مولوی سید یار علی، ہادی المضلین کے مصنف ۴۹۷ مفتی یار محمد ملیباری دکنی، شرح تہذیب یزدی کے محشی ۴۹۸ ملا یار محمد بھکری جو مشہور ہیں ملا یاری کے ساتھ ۴۹۹ شیخ یاسین قنوجی، بلدۂ قنوج کے سر برآوردہ علماء میں سے کامل و مکمل شخص تھے، ان کی شاگردی کے فیض سے بہت لوگ انتہائی فضیلت تک پہونچ گئے جن میں سے مشہور فضلاء سید مربی بلگرامی اور ملا فیضی امروہی بھی ہیں۔

۵۰۰ مولوی یعقوب علی خاں رام پوری ۵۰۱ ملا یوسف کادسو کشمیری، اور ملا یوسف ۵۰۲ چچک کشمیری شاہ جہاں کے زمانہ میں مشہور تھے ۵۰۳ مولوی یوسف علی سندیلی، اصل آپکی جائے ولادت گوپامئو اور وطن لکھنؤ تھا جو نظم الفرائض کے مصنف ہیں۔

کتاب ختم ہونے کے بعد محبی محمد ابراہیم خاں رسالہ دار سنٹرل انڈیا ہارس نے جو

کہ ایک دیندار آدمی، اسلام اور مسلمانوں سے محبت کرنیوالے ہیں، مولوی شاہ محمد رمضان شہید کے حالات مجھ ناچیز کی کتاب میں شامل کرنے کیلئے بھیجے ہیں چونکہ صاحب ترجمہ نامور عالم باعمل تھے، دین متین کی اشاعت میں شرفِ شہادت سے مشرف ہوئے اس لئے انکا نام شامل کرنا برکت سے خالی نہیں اس لئے درج ذیل کیا جاتا ہے

(م - ١٣٦) مولوی شاہ محمد رمضان مہیمی

قصبہ مہیم کے شیوخ عالم باعمل، واعظ باکمال، سرزمین ہریانہ کی قابلِ فخر ہستی تھے، اچھے اخلاق وخصائل کے ساتھ مشہور رہیں۔ ہریانہ کے مسلم راجپوت (جو رانگر کہے جاتے ہیں) آپ ہی کی بابرکت ذات کیوجہ سے اتباع شریعت میں راسخ القدم ہیں آپ خود سنت وجماعت کے سخت پابند تھے آپ کے وعظ کا عجیب اثر ہوتا تھا کہ سامعین ہزار جان سے مطیع فرمان ہوجاتے اور غیر مسلم سامعین اپنی جنیو کو کندھے کا بوجھ سمجھ کر توڑ دیتے اور اسلام میں داخل ہوجاتے تھے، آپ حرمین شریفین کی زیارت کے بعد بمبئی بندرگاہ سے جب وطن لوٹے تو جہاں جہاں پہونچتے عادت کے موافق مجلسِ وعظ گرم کرتے اور اتباع شریعت کی ہدایت کرتے۔ اسی طرح مقام مندسور میں پہونچے اور وہاں کی مسجد میں وعظ فرمایا، وہاں پر قوم بوہرہ نے جو اہلسنت والجماعۃ کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں وعظ گوئی کی حالت میں بندوق سے حملہ کرکے آنجناب کو شہید کر ڈالا۔ یہ واقعہ سنہ ۱۲۴۰ھ ہجری میں پیش آیا اور آپ کو وہیں دفن کردیا گیا۔ ایک شاعر نے آپکی تاریخ شہادت یوں لکھی ہے ؎

(۱) جناب شاہ رمضاں قطب آفاق　　سراپا معرفت عرفاں مآبے

(شاہ رمضان جو قطب عالم اور معرفت کے سراپا عرفان مآب تھے)

ظہور از بہر تاریخ شہادت   خرد گفتہ خسوف آفتابے
۱۲۴۰ھ
(انکی تاریخ شہادت اے ظہور عقل نے کہا ایک آفتاب کا گہن ہے)

(۲) در خلد چو رفت شاہ رمضان   وے شیخ شہید گفت رضوان
۱۲۴۰ھ
(جب شاہ رمضان خلد میں گئے تو رضوان نے کہا" خوب شیخ شہید)

آپ کی مفید تصنیفات یہ ہیں۔ ۱۔ آخر گت ۲۔ بلبل باغ ۳۔ عقائد عظیم ۴۔ رنگیلے

[مترجم :- آخر گت کے عدد (۱۲۲۱) اور عقائد عظیم کے (۱۲۱۶) نکلتے ہیں۔ یہ دونوں تاریخی نام معلوم ہوتے ہیں۔ دوسرے مادہ سے تاریخ صحیح نہیں نکلتی، ہمارے خیال میں "وے" کے بجائے "وہ" ہونا چاہئے جو "واہ" بمعنے خوب کی تخفیف ہے۔
"وہ شیخ شہید گفت رضواں"
۱۲۴۰ھ

مندسور (مَندسور) سین کو پیش اور واؤ مجہول کے بعد راء ساکن، مالوہ کی سرزمین میں ایک شہر کا نام۔

مہیم (مہےم) میم کو زبر ہاء مکسورہ کے بعد یاء مجہول اور میم موقوف: ہریانہ، ضلع رہتک کا ایک قصبہ ہے۔

(الف ۷۵) مولوی امام الدین کانوڈی

ولد مراد خاں، عالم باعمل، زہد و تقویٰ سے موصوف تھے

ان کی ہدایت وارشاد سے بہت سے لوگ راستبازی سے جڑ گئے ۱۲۲۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۰۰ھ ہجری میں چار لڑکوں کو چھوڑ کر مر گئے ان چاروں میں سے حافظ عزیب اللہ کو میں نے بھی دیکھا ہے دیانت و تقویٰ میں اپنے والد کے نقش قدم پر (سچ ہے الولد سر لابیہ)

کانوڈ: ریاست پٹیالہ میں ایک قصبہ ہے جسکو اس وقت مہندر گڈھ کہتے ہیں۔

(ب: ۱۶ د: ۷) مولوی ببر دہلوی اور مولوی دھومن سہارنپوری

یہ دونوں بالکل

اَن پڑھ تھے لیکن مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہٗ کی صحبت میں چمٹے رہتے تھے، حافظہ اتنا قوی تھا کہ مولانا سے جو کچھ سنا لفظ بہ لفظ یاد کرلیا، بارہا مولانا موصوف کی زبان سے قرآن مجید کا وعظ سنا تھا جب ان سے کوئی کہتا کہ کچھ فرمایئے تو کہتے کہ آپ قرآن پڑھئے! اگر وہ غلط پڑھ دیتا تو یہ دونوں غلطی ٹھیک کراتے اور اس آیت کا ترجمہ اور تفسیر پوری شرح وبسط کے ساتھ بیان کرتے۔

مفتی اسداللہ مرحوم الہ آبادی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں دہلی گیا اس وقت مولوی ببر زندہ تھے، ان کے اوصاف کی شہرت سنکر انکی ملاقات کا مشتاق ہوکر مسجدِ شاہجہانی میں نماز جمعہ ادا کرنے گیا نماز کے بعد وعظ گوئی کی مجلس منعقد ہوئی بعض لوگوں نے بتایا کہ مولوی ببر یہی ہیں جو وعظ کہتے ہیں تو میں نے پوری توجہ سے ان کا وعظ دھیان دیکر سنا جتنی انکی تعریف سنی تھی اس سے زائد قابلِ تعریف پایا۔ وعظ سے فارغ ہوئے تو میں سلام کرکے مصافحہ کیلئے بڑھا اور "وَ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَۃِ الْکَوَاکِب" پڑھ کر کہا کہ سبعہ سیارہ کے علاوہ تمام ستارے فلک الافلاک پر ہیں جس کا ثبوت حدیثوں سے بھی ہوتا ہے تو ان ستاروں سے سمارِ دنیا کی زینت کا کیا مطلب ہوا؟

مولوی ببر نے فرمایا کہ آپنے سنا ہوگا کہ فلاں آدمی نے آئینہ اور شیشہ سے گھر کو سنوارا ہے حالانکہ آئینہ اور شیشہ چھت اور دیواروں میں ہوتا ہے لیکن مکان کا سنوارنا مقصود ہوتا ہے اسی طرح یہ ستارے اگرچہ فلک الافلاک پر ہوں لیکن مقصود سمارِ دنیا کو ہی زینت دینی ہوتی ہے کہ اسکو ہی روشنی اور زینت حاصل ہوتی ہے ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند

مادہ ہائے تاریخی

در کتاب تذکرہ علمائے ہند مصنفہ عالم بے مثال رحمٰن علی خاں صاحب مرحوم

نمبر شمار	تاریخی مادے بقید صفحات	کس چیز کی تاریخ ؟	کیفیت
۱	میر ستودہ سیر ص ۱۸ ۹۹۵ھ	وفات میر ابوالغیث بخاری	
۲	سورۂ اخلاص ص ۱۹ ۹۹۳ھ	اتمام سواطع الالہام	فیضی کی بے نقط تفسیر
۳	تفسیر اکبری ص ۱۹ ۹۸۳ھ	علامی کی تفسیر آیۃ الکرسی کا تاریخی نام	
۴	رفت اندر ہزار و یکصد سال ص ۲۱	وفات خواجہ ابوالفتح کشمیری ۱۱۰۰ھ	
۵	ذہب العلم من السند ص ۲۲ ۱۱۱۳ھ	وفات ابوالقاسم سندی	
۶	شیخ زاہد ص ۲۷ ۹۲۷ھ	وفات قاضی احمد مجد نارنولی	
۷-۸	مقامش جنت الفردوس بادا ۱۲۹۴ھ / داخل ہے بے خلد ۱۲۹۴ھ / ندا آئی غیب سے	وفات حکیم احسان علی برادر مصنف تذکرہ مؤلف طب احسانی وغیرہ	
	رفیع المراتب	وفات مجدد الف ثانی	
-	رحمت حق بہ روح انور باد ص ۲۳ ۱۲۳۶ھ	وفات ملا احمد انوار الحق فرنگی محلی	
-	۱۲ کتابوں کے اسماء کل تاریخی ہیں ص ۲۷	مولوی احمد رضا خاں بریلوی سلمہ اللہ	
	۱۲ کتابوں کے تاریخی نام ص ۲۰۶	یہ کتابیں بھی مولوی احمد رضا خاں کی ہیں	
۴۰	نسخ جہاں آرا ص ۴۰ ۹۷۱ھ	قاضی احمد غفاری قزوینی کی کتاب کا نام ہے	
۴۱	شرح اسباب و علامات ص ۴۳ ۱۱۲۲ – ۱۰ = ۱۱۱۲ھ	حروف علت نکال کر حکیم ارزانی کی مشہور کتاب	

نمبر شمار	تاریخی مادے بلقب صفحات	کس چیز کی تاریخ ؟ مع کیفیت	
۴۲	مات بخیر ص۵۰ ۱۲۵۳ھ	وفات مولوی آل حسن قنوجی والد محترم نواب صدیق حسن خاں	
۴۳	سرِ ہوش رفت از غم دردِ دل ص۵۴ ۱۲۸۷ - ۵ = ۱۲۷۷ھ	وفات مولوی امان علی احمد آبادی برادر کلاں رحمان علی مصنف تذکرہ	
۴۴	سرمیداں کفن بردوش دارم ص۵۸ ۱۲۷۲ھ	شہادت مولوی امیر علی امیٹھوی در حفاظت عالمگیری مسجد ہنومان گڑھی - اصل کتاب میں مولوی امیر الدین علی تحریر ہے۔	یہ بابری مسجد کے بغل میں اجودھیا کے اندر تھی۔
۴۵-۴۶	برخوردار ۱۲۱۳ھ فارغ ۱۲۸۱ھ ص۶۰	تاریخ پیدائش و وفات جناب مولوی تراب علی لکھنوی	
۴۷	فھم مکرمون فی جنت النعیم ص۶۱ ۱۲۲۵ھ	وفات مولانا قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی صاحب مالابد منہ و تفسیر مظہری	لقب بیہقی وقت اور علم الہدیٰ
۴۸	شیخ الاولیاء ص۷۵ ۹۸۹ھ	وفات شیخ جلال تھانیسری	خلیفہ شیخ عبد القدوس گنگوہی
۴۹	خسروِ ہندوای ص۷۹ ۹۴۲ھ	وفات مولانا شیخ جمال دہلوی	صاحب سیر العارفین
۵۰	نوزدہم بود ز شہر صفر ص۸۳ ۱۰۰۶ھ	وفات حاجی محمد کشمیری	
۵۱	شد بعرش بریں حبیب اللہ ص۸۳ ۱۲۲۶ھ	وفات ملا حبیب اللہ فرنگی محلی	
۵۲	کر خزینے سے خرچ ساٹھ عدد بولا ہاتف "خزینۃ الامثال" ۱۲۷۵-۶۰=۱۲۱۵ھ ص۸۶	تاریخ کتاب خزینۃ الامثال مولفہ سید حسین شاہ، جس میں عربی، فارسی اور ہندی ضرب الامثال کا بیان ہے اس کا عدد ۱۲۷۵ ہوتا ہے اسمیں سے ۶۰ نکالنے پر ۱۲۱۵ برآمد ہوگا جو سال تالیف ہے۔	
۵۳	دام ظلہ ص۸۹ ۹۸۰ھ	شیخ حسین ہروی کے ہندوستان سے روانہ ہونیکی تاریخ : مگر روانگی ۹۷۹ھ میں ہوئی اسلئے مادۂ تاریخ صحیح نہیں ہوا	
۵۴	الٰہی او در بہشت باشد ص۹۰ ۱۲۷۱	وفات برجستہ مولوی خادم احمد فرنگی محلی	
۵۵	غایۃ الاوطار ص۹۰ ۱۲۶۴ھ	در مختار کا اردو ترجمہ جسکو مولوی خرم علی بلہوری نے کیا اور کتاب الاذان سے کتاب الحج تک مولوی محمد احسن نانوتوی نے کیا پوری تصنیف ۱۲۵۸ھ سے ۱۲۷۳ھ تک مکمل ہوئی۔ درمیان سال کی تاریخ ۱۲۶۴ھ لکھی گئی۔	

نمبر شمار	تاریخی مادے بقید صفحات	کس چیز کی تاریخ؟	مع کیفیت
۵۶	مسجد اقصلئے ثانی شد بنا ص ۱۰۱ ۱۲۲۷ھ	مولوی دلدار علی مجتہد الشیعہ کی تعمیر کردہ لکھنؤ کی مسجد کی تاریخ	
۵۷	کان الشیخ قطبا ص ۱۰۱ ۱۱۲۴ھ	وفات شاہ خوب اللہ الہ آبادی لیکن کتاب میں انکی وفات ۱۱۴۴ھ تحریر ہے اس لئے بیس عدد کم ہوتے ہیں اور در حقیقت یہ مادہ شاہ صاحب کے چچا شیخ محمد افضل الہ آبادی کی وفات کی تاریخ ہے (مترجم)	
۵۸	شد از دنیا مسیح وقت افسوس ص ۱۰۵ ۱۲۰۸ + ۱ = ۱۲۰۹ھ	وفات حکیم ذکا خان + از سر افسوس	
۵۹	مشتاق حتم ص ۱۰۶ ۹۸۹ھ	وفات شیخ رزق اللہ دہلوی عم مکرم شیخ عبدالحق محدث دہلوی	
۶۰	شرف العصر مولود وفاق ص ۱۰۶ ۱۲۴۶ھ	پیدائش مولوی رضا حسن خاں کاکوروی	
۶۱	معدن للخیر قد زان الوجود ص ۱۰۶ ۱۲۴۶ھ	" " " "	
۶۲+۶۳	ظہور حق ۱۲۱۹ — بیدار بخت ۱۲۱۹ ص ۱۱۲	پیدائش مفتی سعد اللہ مرادآبادی	
۶۴	ہائے ہائے دریغ ص ۱۱۱ ۱۲۶۲ھ	وفات مولوی رضی الدین قاضی کانپور	
۶۵	اظہار الحق ص ۱۱۱ ۱۲۴۶ھ	مولوی سراج الحق بدایونی کا تاریخی نام	
۶۶	رحمت اللہ علیہ ص ۱۱۰ ۸۲۹ھ	وفات شیخ سعد اللہ کندوری فراز لکھنوی	
۶۷	بوجہ الجمیل مثواہ طاب طیب ثراہ ج ۳ + ۱۲۹۱ = ۱۲۹۴ھ	وفات مفتی سعد اللہ مرادآبادی	
۶۸	گنجینۂ علم و فضل صد آہ ص ۱۱۳ ۱۲۹۴ھ	" "	
۶۹	مخدوم قطب الاولیاء ص ۱۱۶ ۸۸۱ھ	وفات شیخ سعد الدین لکھنوی	
۷۰	ہو الفضل الکبیر ص ۱۲۶ ۱۲۱۵ھ	مولانا سلام اللہ محدث رامپوری کی محلی شرح موطا کی تاریخ تصنیف	اصل میں "ہو الفوز الکبیر" غلط چھپا ہے -
۷۱	ان ہذا الا بیت اللہ ص ۱۲۵ ۱۲۶۷ھ	مولانا سلامت اللہ کانپوری کی تعمیر کردہ مسجد کانپور کی تاریخ کے تین مادے	
۷۲	ما ہذا الا مسجد الفردوس " ۱۲۶۷ھ		
۷۳	واللہ ہو الغنی الحمید " ۱۲۶۷ھ		

نمبر	تاریخی مادے بقید صفحات	کس چیز کی تاریخ؟	کیفیت
۷۴	یوم ہفتہ سوم از ماہ رجب شد ز جہاں ص ۱۲۱ ۱۲۸۱	تاریخ وفات مولانا سلامت اللہ	
۷۵	"ظہور حق" ص ۱۲۲ ۱۲۱۹	پیدائش مولوی سناء الدین بدایونی	
۷۶	صد افسوس مرزا محمد شریف ص ۱۲۳ ۱۲۳۱ھ	وفات حکیم شریف خاں دہلوی	محشی شرح اسباب
۷۷	شہاب الثاقب ص ۱۲۵ ۹۴۲ھ	وفات شہاب الدین معمائی	
۷۸	افسوس بے علاج طبابت شد سقیم ۱۲۵۶ھ ص ۱۲۶	وفات حکیم شیر علی۔ والد مصنف	تذکرہ علماء ہند کے مصنف رحمان علی اپنے والد حکیم شیر علی ساکن احمد آباد نارہ ضلع الٰہ آباد کی وفات کے وقت گیارہ سال سے چند مہینے زیادہ کی عمر رکھتے تھے
۷۹	خادم بو تراب ۱۲۵۶	"	
۸۰	ہزار حیف مسیح زماں نے رحلت کی از سر آہ - ۱ + ۱۲۵۵ = ۱۲۵۶ھ		
۸۱	از سر جہد + بود با علی حشر شیر علی ۳ + ۱۲۵۳ = ۱۲۵۶ھ		
۸۲	چراغ ص ۱۴۸ ۱۲۰۴ھ	پیدائش مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی۔	حاشیہ بخاری پر آپ نے تقریظ لکھی
۸۳	چراغ دو جہاں بود ص ۱۵۲ ۱۲۸۵ھ	وفات مفتی صاحب بعمر ۸۱ سال	
۸۴	خانۂ جنت ۱۱۰۹ھ زبی ... دوست خدا ص ۱۵۳ ۱۰۷۵	بناء مقبرہ ۱۱۰۹ " وفات مفتی صدر الدین لکھنوی ۱۰۷۵ھ	
۸۵	بباغ جناں باد مسکن ص ۱۶۳ ۱۲۸۶	وفات مولوی عالم علی مراد آبادی	لیکن انکی وفات کتاب میں دوازدہ صد و نود و پنج تحریر ہے ۱۲۹۵ھ اسلئے مادہ میں کچھ سقط معلوم ہوتا ہے۔
۸۶	اولٰئک لہم الدرجات العلیٰ ۹۲۲ھ ص ۱۶۴	وفات شیخ عبد اللہ تلنبی	
۸۷	بجنت پاک عبد اللہ رفتہ ص ۱ ۱۳۰۵ھ	وفات حافظ عبد اللہ بلگرامی	جنکا حاشیہ التحفۃ العلیۃ علی الہدیۃ السعیدیہ ہے فلسفہ میں
۸۸	کرد آرام گہ خود بجناں ص ۱	وفات مولوی عبد الاعلیٰ فرنگی محلی	
۸۹	للذین احسنوا الحسنیٰ و زیادہ ص ۱۶۶ ۱۱۳۸ھ	وفات میر عبد الجلیل بلگرامی	غلام علی آزاد بلگرامی نے یہ تاریخی مادہ نکالا ہے

نمبر شمار	تاریخی مادے بقید صفحات	کس چیز کی تاریخ ؟	کیفیت
۹۰	گلزار فتح شاہ ہند ۱۱۱۱ھ صـــ ۱۰۲	عالمگیر بادشاہ نے ستارہ کا قلعہ فتح کیا اسی کی یہ دونوں تاریخیں سید عبدالجلیل بلگرامی نے کہیں	
۹۱	طوی نامہ فیروزی شاہ عالمگیر ۱۱۱۱ھ		
۹۲	شیخ اولیاء صـــ ۱۰۲ ۹۵۸ھ	پیدائش مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی۔	
۹۳	فخر العلماء صـــ ۱۰۱ ۱۰۵۲	وفات " "	
۹۴	فضل رسول صـــ ۱۰۱ ۱۲۰۶ھ	ولادت مولوی عبدالحق بنارسی	
۹۵	فضل رسول " ۱۲۸۶ھ	وفات " "	
۹۶	وان موت الاعلم موت العالم صـــ ۱۰۱ ۱۲۹۳ھ	وفات مولوی عبدالحکیم لکھنوی	لیکن کتاب میں انکی وفات ۱۲۸۸ مرقوم ہے اس حساب سے مادہ میں پانچ عدد زائد ہو جاتے ہیں۔
۹۷	غفرہ صـــ ۱۰۳ ۱۲۸۵ھ	وفات مولوی عبدالحلیم فرنگی محلی	
۹۸	قدس سرہ اللہ القصر ولقاء " ۱۲۸۵ھ	" "	
۹۹	واقف راہ خدا مولوی عبدالحلیم ۱۲۸۵ھ	" "	
۱۰۰	شد فرنگی محل زعلم تہی صـــ ۱۰۵ ۱۳۰۴ھ	تاریخ وفات مولوی عبدالحی فرنگی محلی	
۱۰۱	وائے استاد زمان ما برفت " ۱۳۰۴ھ	" " "	
۱۰۲	درود ایزدی باد انارش صـــ ۱۰۹ ۱۳۰۵ھ	وفات مولوی عبدالرب واعظ دہلوی	
۱۰۳	سید ریاض الحسن صـــ ۱۹۳ ۱۲۳۴ھ	پیدائش مولوی عبدالسلام ساکن ہنسوہ ضلع فتحپور	
۱۰۴	نور اللہ تربتہ صـــ ۱۹۳ ۱۲۹۹ھ	وفات مولوی عبدالسلام مذکور	
۱۰۵	زاد الآخرت صـــ ۱۹۳ ۱۲۴۴ھ	تفسیر منظوم اردو قاضی عبدالسلام بدایونی	

نمبر شمار	تاریخی مادے بقید صفحات	کس چیز کی تاریخ ؟	کیفیت
۱۰۶	لا مات بوفاته عالمًا ص ۱۹۴ ۱۱۱۳ھ	وفات ملا عبدالشکور پتلو کشمیری	
۱۰۷	قاضی منصف ″ ۱۱۷۱ھ	وفات قاضی عبدالصمد چریاکوٹی	
۱۰۸	قطب طریقت نماند ص ۱۹۵ ۹۷۵ھ	وفات مولوی عبدالعزیز چشتی دہلوی	
۱۰۹	ذرۂ ناچیز: ۹۷۶	″ ″ ″	اپنے کو خود لکھتے تھے وہی تاریخ وفات ہوگئی لیکن اس میں ایک عدد زائد ہو جاتا ہے۔
۱۱۰	غلام حلیم ص ۱۹۵ ۱۱۵۹	مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کا تاریخی نام	
۱۱۱	بے سروپا گشتہ انداز دست بیداد اجل + عقل و دیں ۱۰۰ + ۱۰ + لطف و کرم فضل و ہنر ۹ + ۲۰۰ + ۸۰۰ + ۵۰ + علم و عمل ۳۰ + ۴۰ = ۱۲۳۹ھ	وفات مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی	محفلِ غم آفرین تعزیت میں میں بھی تھا جب کہی تاریخ مومن نے یہ آکر بے بدل دست بیداد اجل سے بے سروپا ہوگئے عقل و دیں، لطف و کرم فضل و ہنر علم و عمل (دیوان مومن)
۱۱۲	بہترین محدثین ای آہ ص ۲۰۲ ۱۲۹۶ھ	وفات شاہ مولوی عبدالغنی محدث دہلوی ثم المدنی	
۱۱۳	مظہر حق ص ۲۰۳ ۱۲۵۳	مولوی شاہ عبدالقادر بدایونی کی تاریخ پیدائش	
۱۱۴	"انتخابی" کہ ندارد ثانی ص ۲۰۸ ۱۰۶۴ - ۶۰ = ۱۰۰۴ھ	کتاب منتخب التواریخ عبدالقادر بدایونی کی مشہور کتاب کی تاریخ	"انتخابی" میں دوسرا کلمہ ہر جز کا مراد ہے "ن" اور "ی"
۱۱۵	نامہ خرد افزا ص ۲۰۸ ۹۸۹ھ	سنگھاسن بتیسی کا ترجمہ از ملا عبدالقادر بدایونی۔	
۱۱۶	شمع ارشاد حق ص ۲۱۰ ۱۰۲۴ھ	تاریخ وفات شیخ عبدالکریم سہارنپوری	
۱۱۷	آفتاب علم را آمد کسوف ص ۲۱۱ ۱۰۳۶ھ	وفات ملا عبداللطیف سلطانپوری	اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے ایک استاذ و معلم تھے۔
۱۱۸	فخر آل یٰسٓ ص ۲۱۱ ۹۸۱ھ	وفات میر عبداللطیف قزوینی	پختہ اہلسنت تھے اسلئے ایران کے شیعی حاکم نے انکی زمین و جائداد کو ضبط کر لیا تھا۔

نمبر شمار	تاریخی مادے بقید صفحہ	کس چیز کی تاریخ؟	کیفیت
۱۱۹	ظہور اللہ ص ۲۱۱ ۱۱۷۷ھ	پیدائش مولوی عبدالمجید بدایونی	
۱۲۰	گردید واصل بخلد بریں ص ۲۱۲ ۱۲۶۳ھ	وفات مولوی عبدالمجید بدایونی	یہ تخریج تاریخ مفتی سعداللہ مرادآبادی مؤلف لنادرالاصیل کی ہے۔
۱۲۱	افضال حق ص ۲۱۶ ۱۰۲۰ھ	اتمام کتاب نواتح الانوار مؤلفہ عبدالنبی شطاری	
۱۲۲	چو رفت واحد صوری و معنوی گفتم ہزار و ہفدہ شب جمعہ ماہ صوم سوم ص ۲۱۷ ۱۰۲۱-۴ = ۱۰۱۷ھ	وفات عبدالواحد بلگرامی وفیہ نظر؟ صورت حساب یوں ہوگی جس سے صحیح تاریخ نہیں نکلتی دس سو اکیس میں سے بیس نکالیں گے تو دس سو ایک بچے گا حالانکہ وفات سنہ ۱۰۱۷ھ ہے۔	دوسرے مصرعہ میں سے واحد صوری و معنوی کا عدد گھٹانے سے تاریخ وفات نکلے گی۔ مؤلف کے قول کے مطابق ہزار و ہفدہ شب جمعہ ماہ صوم سوم ۱۰۲۱-۲۰ = ۱۰۰۱
۱۲۳	کنت کنزا مخفیا ص ۲۲۰ ۱۲۷۹ھ	وفات مولوی عبدالوالی فرنگی محلی	
۱۲۴	شیخ حاجی ص ۲۲۲ ۹۳۲	وفات حاجی سید عبدالوہاب بخاری	
۱۲۵	خیر المدارس ص ۲۲۵ ۱۱۴۶ھ	سندیلہ کے مدرسہ منصوریہ کا تاریخی نام	
۱۲۶	خلداللہ مدار النعیم " ۱۱۱۳	وفات مولانا عصمت اللہ لکھنوی	تینوں الف علت کو نکال کر
۱۲۷	مدرسہ خس ص ۲۲۷ ۹۶۹ھ	مولانا علاء الدین لاری کا مدرسہ خس اور مولانا کی وفات	
۱۲۸	شد نہاں آفتاب صبح علوم ص ۲۲۵ ۱۱۴۰ھ	وفات مولوی علی اصغر قنوجی	استخراج مولوی غلام علی آزاد بلگرامی
۱۲۹	مرد ملا علی محدث ص ۲۳۵ ۹۷۷ھ	وفات ملا علی محدث سمرقندی	لیکن انکی تاریخ وفات سنہ ۹۸۱ھ تحریر ہے
۱۳۰	قضیٰ نحبہ ص ۲۳۶ ۹۷۵	وفات شیخ علی متقی محدث	صاحب کنز العمال
۱۳۱	مقدم شریف او ص ۲۳۸ ۷۸۱ھ	امیر کبیر سید علی ہمدانی کی کشمیر میں تشریف آوری	

نمبر	تاریخی مادے بقید صفحات	کس چیز کی تاریخ ؟	کیفیت
۱۳۲	غلام علیم صـــ ۲۴۱ ۱۲۲۱ھ	پیدائش مولوی غلام حسین قنوجی	
۱۳۳	فرمود کہ بود او حاکم شرع صـــ ۲۴۵	وفات مفتی غلام حضرت لکھنوی ۱۲۳۴ھ میں فوت ہوئے	لیکن مادہ سے ۱۲۰۱ھ نکلتا ہے
۱۳۴	مہ سپہر ہدایت شدہ طلوع صـــ ۲۵۰ ۱۱۵۶ھ	ولادت غلام علی آزاد بلگرامی	
۱۳۵	نور اللہ مضجعہٗ صـــ ۲۵۰ ۱۲۴۰ھ	وفات " "	
۱۳۶	مہ سپہر ہدایت نہفت صـــ ۲۵۱ ۱۲۷۲ - ۳۲ = ۱۲۴۰ھ	" " " بصنعت تخرجہ	گزیدہ "لب" یعنی ۳۲ عدد کاٹ کر تاریخ نکلے گی اصل کتاب میں نہفتہ کی ہا چھوٹ گئی ہے۔
۱۳۷	نیک بخت ازلی بادا صـــ ۲۵۱ ۱۱۳۸ھ	ولادت شاہ غلام قطب الدین الہ آبادی	
۱۳۸	قطب دیں رفت زیں جہاں افسوس صـــ ۲۵۲ ۱۱۸۸ھ	وفات " "	
۱۳۹	فضل رحمن صـــ ۲۶۳ ۱۲۰۸	مولانا فضل رحمن گنج مراد آبادی کا تاریخی نام	
۱۴۰	ظہور محمد صـــ ۲۶۴ ۱۲۰۳	مولانا فضل رسول بدایونی کا تاریخی نام	لیکن مصنف نے تاریخ ولادت ۱۲۱۳ھ بتائی ہے اس لحاظ سے تاریخی نام "ظہور محمدی" ہونا چاہئے - واللہ اعلم
۱۴۱	انا فضل الرسول صـــ ۲۶۵ ۱۲۸۹ھ	وفات مولوی فضل رسول بدایونی	
۱۴۱	شد از بہر دین ملا شہید صـــ ۲۶۵ ۹۷۳ھ	شہادت ملا فیروزہ کشمیری از دست اہل تشیع	
	برد الودود مضجعہٗ صـــ ۲۷۹ ۱۱۷۵ھ	وفات ملا کمال الدین سہالوی	

نمبر شمار	تاریخی مادے بقید صفحات	کس کی تاریخ ؟	کیفیت
۱۴۲	ملحق حق قطب زہ / تاج اولیا ملا کمال ۱۰۷۳ ص ۲۰۱	وفات ملا کمال الدین لاہوری استاد مجدد الف ثانی و عبدالحکیم سیالکوٹی	
۱۴۳	موت العلماء ثلمۃ ص ۲۰۵ ۱۱۹۳ھ	وفات سید قمر الدین حسین اورنگ آبادی	
۱۴۴	قاضی مولوی محب اللہ ص ۲۸۴ ۱۱۱۹ھ	وفات ملا محب اللہ بہاری، مصنف سلم العلوم و مسلم الثبوت ۱۱۰۹ھ	
۱۴۵	رفتہ سوئے ارم محب اللہ ص ۲۸۴ ۱۱۱۹ھ		
۱۴۶	نور الانوار رفت از دنیا ص ۲۸۶ ۱۲۶۷ھ	مولوی محمد احمد فرنگی محلی متوفی ۱۲۶۹ھ	
۱۴۷	قضی نحبہ عالم ماجد ص ۲۸۸ ۱۱۶۴ھ	وفات مولانا شیخ محمد اسعد حنفی مکی	
۱۴۸	بقعہ افضل ص ۲۹۵ ۱۰۸۸	تعمیر مسجد الہ آباد / تعمیر خانقاہ } تعمیر کردہ شیخ محمد افضل الہ آبادی	
۱۴۹	مقام افضل " ۱۰۹۲		
۱۵۰	واقعات کشمیر ص ۲۹۳ ۱۱۴۸	خواجہ محمد اعظم کشمیری کی تاریخی کتاب کا تاریخی نام	
۱۵۱	کان الشیخ قطباً ص ۲۹۵ ۱۱۲۴ھ	وفات شیخ محمد افضل الہ آبادی	
۱۵۲	شہید شد محمد بیرام ص ۲۹۸ ۹۶۸ھ	وفات محمد بیرم خاں خانخاناں	تاریخ شہادتش ز دل پرسیدم گفتا کہ "شہید شد محمد بیرام"
۱۵۳	عبائے شہادت ز حق شد عطا ص ۳۰۶ ۱۲۹۲ھ	وفات محمد زماں خاں شاہجہانپوری	مولوی محمد زماں خاں کو مہدویہ فرقہ والوں نے شہید کر دیا تھا
۱۵۴	آہ سید محمد ظاہر ص ۳۲۱ ۱۲۷۸ھ	وفات مولوی محمد ظاہر حسنی حسینی	مولانا علی میاں کے اسلاف کرام میں سے تھے
۱۵۵	کرد رحلت زیں جہاں قطب زماں ۱۱۹۷ھ ص ۳۳۰	وفات مولوی محمد علی بدایونی	

نمبر شمار	تاریخی مادے بقید صفحات	کس چیز کی تاریخ ؟	کیفیت
۱۵۶	زماہ رجب نصف لیل الخمیس ص ۳۳۱ ۱۲۸۹	تاریخ وفات صوری ومعنوی مولوی محمد علی صدرپوری	
۱۵۷	خورشید ص ۳۲۵ ۱۱۲۰ھ	پیدائش + عمر اور وفات شاہ محمد فاخر الٰہ آبادی	
۱۵۸	زوال خورشید + ۴۴ = ۱۱۶۴ھ		
۱۵۹	خورشید حسین ص ۳۴۳ ۱۲۴۸ھ	تاریخی نام مولوی محمد قاسم نانوتوی	
۱۶۰	ماہ برج علوم پنہاں گشت ص ۳۴۵ ۱۲۲۵ھ	وفات ملا محمد مبین لکھنوی شارح سلم العلوم	
۱۶۱	بنائے شیخ ص ۳۴۹ ۹۷۳ھ	شیخ حسن محمد چشتی کی تعمیر کردہ مسجد احمد آباد گجرات	
۱۶۲	مرادبخش ص ۳۵۱ ۱۱۴۷ھ	وفات پیر بابا گجراتی	اصل نام محمد صالح احمد آبادی
۱۶۳	وارث رسول ص ۳۵۲ ۱۰۰۳ھ	پیدائش سید جلال مقصود عالم احمد آبادی گجراتی	
۱۶۴	رفت میرک آہ آہ ص ۳۵۴ ۹۶۲ھ	وفات میرک محمود ٹھٹھوی	
۱۶۵	علامہ وارث الانبیاء ص ۳۵۵ ۹۴۹ھ	وفات مخدوم میراں ٹھٹھوی	
۱۶۶	آہ الٰہ آباد ویرانہ شد ص ۳۵۵	وفات شاہ محمد ناصر الٰہ آبادی	صحیح تاریخ ۱۱۶۳ھ نہیں نکلتی کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے
۱۶۷	محوذات الہ + دل چاک ۱۱۹۱+۳۴ = ۱۲۲۵ - چ ۳ = ۱۲۲۲ھ	وفات مولوی محمد نافع فرنگی محلی ص ۲۱۸	
۱۶۸	خلیفۂ رسول اللہ ص ۳۵۷ ۱۰۸۷ھ	ولادت مولانا محمد وارث رسول نما بنارسی	
۱۶۹	شمع مجالس تحقیق ص ۳۵۹ ۱۱۶۲ھ	وحدت شہودی کے اثبات کی ایک تصنیف (میر یوسف بلگرامی)	تخریج کردہ حسان الہند آزاد بلگرامی

نمبر شمار	تاریخی مادے بقید صفحات	کس چیز کی تاریخ؟	کیفیت
۱۷۰	ہو فرع مثمر بہدی ص ۲۵۹ — ۱۱۶۲ھ	وحدت شہودی کے اثبات کی ایک تصنیف ز میر یوسف بلگرامی	تخریج کردہ حسان الہند آزاد بلگرامی
۱۷۱	زقید ہستی موہوم آمد یوسفے بیرون ص ۲۶۰ — ۱۱۷۲ھ	وفات میر محمد یوسف بلگرامی	
۱۷۲	عَلَیکہ رضوان ص ۲۶۰ — ۱۱۷۲ھ	〃 〃	
۱۷۳	بلیغ ص ۲۶۰ — ۱۰۴۲ھ	الفرائد در معانی و بیان مؤلفہ ملا محمود جونپوری	
۱۷۴	مظہر محمود ص ۲۶۳ — ۱۲۴۳ھ	پیدائش مولوی محی الدین بدایونی	
۱۷۵	فاضل جہاں ص ۲۶۴ — ۹۷۰ھ	ملا عبدالقادر بدایونی کے نانا مخدوم اشرف کی وفات	
۱۷۶	مخدوم زمانہ مرد صد حیف 〃 — ۱۲۲۹ھ	وفات مولوی مخدوم لکھنوی	امام بخش ناسخ نے یہ تاریخ کہی ہے
۱۷۷	علامۂ زعالم رفت ص ۲۶۶ — ۹۷۴ھ	وفات میر مرتضیٰ شریفی	
۱۷۸	عاش حمیدًا مات شہیدًا ص ۲۷۱ — ۱۱۹۵ھ	شہادت مرزا مظہر جان جاناں	
۱۷۹	آہ او بود بینظیر جہاں 〃 — ۱۲۵۶	وفات مولوی معزالدین ۱۲۵۵ھ ایک عدد زائد ہے۔	
۱۸۰	یکے کم کرد و گفت جنت الفردوس بادا منزلش ص ۲۷۲ — ۱۲۶۹ - ۱ = ۱۲۶۸ھ	وفات مولوی معشوق علی جونپوری	
۱۸۱	بروحش بود رحمت حق پدید ص ۲۷۵ — ۱۳۰۴ھ	وفات مولانا سید معین الدین کڑوی	
۱۸۲	جہان فضل ص ۲۷۷ — ۹۶۹ھ	وفات ملوک شاہ والد محترم مولوی عبدالقادر بدایونی	
۱۸۳	آخر الاولیاء ص ۲۷۹ — ۸۸۰ھ	وفات میاں مخدوم احمد آبادی گجراتی	

نمبر	تاریخی مادے بقید صفحات	کس چیز کی تاریخ ؟	کیفیت
۱۸۴	علم و فضل و درس و زہد و دین ہمہ رو پوش شد ۱۲۲۹ھ ص ۲۱۲	وفات قاضی القضاۃ نجم الدین کاکوروی	روپوش کا مطلب یہ ہے کہ پانچوں کلمات کے پہلے حروف چھوڑ کر تاریخ نکلے گی یہ ہو جائے لم ضل رس ھدین ۱۲۲۹ھ
۱۸۵	بقصر جنت الماواش دیدم ۱۲۸۲ھ ص ۲۰۴	وفات مولوی نعیم اللہ فرنگی محلی	
۱۸۶	اصلاح ذات بین ۱۲۹۳ھ 〃	ایک مناظرہ کا اشتہار	
۱۸۷	بسوئے حق برفتہ نور حق ۱۲۳۸ھ ص ۲۰۴	وفات مولوی نور الحق فرنگی محلی	ہمزہ کو مستقل الف گنا ہے۔
۱۸۸	نور الانوار مرد ہیہات ایوائے ۱۲۳۸ھ		
۱۸۹	شیخونی ۹۷۶ھ ص ۲۰۸	تکمیل نہر جمنا۔ تا کرنال	اکبر بادشاہ کے زمانہ میں کھدائی ہوئی
۱۹۰	اعظم الاقطاب ۱۱۵۵ھ ص ۲۰۸	وفات مولانا نور الدین احمد آبادی	
۱۹۱	لہم جنات الفردوس نزلا ۹۹۸ھ ص ۲۱۱	وفات شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی	اصل میں ”ولہم الخ“ غلط چھپا ہے
۱۹۲	عظیم الدین ۱۱۱۵ھ ص ۲۱۱	ولادت شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۱۱۴ھ	عظیمؒ لدین ہونا چاہیے۔
۱۹۳	نظم الجواہر ۱۲۳۶ھ ص ۲۱۴	مولوی ولی اللہ فرخ آبادی کی منظوم تفسیر کا تاریخی نام	
۱۹۴	ہمایوں بادشاہ از بام افتاد ۹۶۲ھ ص ۲۱۷	وفات ہمایوں بادشاہ ۹۶۳ھ	مادہ میں ایک عدد کم ہے

نمبر شمار	تاریخی مادے بقید صفحات	کس چیز کی تاریخ ؟	کیفیت
۱۹۵	گہر منظوم ص ۲۱۳ ۱۲۶۱ھ	مولوی ہادی علی لکھنوی کے رسالہ کا تاریخی نام	یہ رسالہ فصول اکبری کے آخر میں چھپا ہے
۱۹۶	ذلك المسجد الحرام بحق ص ۲۲۰ ۱۲۷۸ھ	تعمیر کردہ مولوی رحمان علی مسجد بمقام ریوان	
۱۹۷	لیعبدوا الله مخلصین له الدین حنفاء ص ۲۲۵ ۱۲۷۸ھ	"	
۱۹۸	هم مکرمون فی جنات النعیم ص ۲۲۳ ۱۱۴۶ھ	وفات میر عبد القدوس ٹھٹھوی	اصل میں "هم" چھوٹ گیا ہے -
۱۹۹	وای پست، و بلند ہمت کو ص ۲۲۳ ۱۱۴۲ھ	وفات ملا علی پستک کشمیری	
۲۰۰	خرد گفتہ : خسوف آفتاب ص ۲۲۶ ۱۲۴۰ھ	وفات شاہ محمد رمضان مہیمی	
۲۰۱	وہ شیخ شہید : گفت رضوان ص ۲۲۶ ۱۲۴۰ھ	شہادت شاہ محمد رمضان مہیمی	اصل میں وے چھپ گیا ہے جس سے تاریخ ۱۲۴۵ھ ہو جاتی ہے -

فہرست مضامین تذکرۂ علمائے ہند

مترجم مدظلہ العالی کی دیگر تالیفات

(۱) تکمیل امداد الباری شرح بخاری (اُردو ۳ جلدیں)

(۲) اسماء حسنیٰ سے استفادہ (اُردو)

(۳) جزء القراۃ المسنونہ (عربی اُردو)

(۴) المرتضیٰ کا علمی احتساب (اُردو)

(۵) عقیدہ نما (اُردو)

(۶) التعليقات السنيه على شرح العقائد النسفيه (عربی)

(۷) تحقيق وتعليق كتاب المغنى فى ضبط الاسماء لرواة الانباء (عربی)

(۸) تحقيق وتعليق على رسالة الاوائل لمحمد سعيد سنبل (عربی)

(۹) دلائل الامور السته (عربی)

(۱۰) وفيات "من يعتمد قوله فى الجرح والتعديل" للامام الذهبى (عربی) غیر مطبوعہ

(۱۱) عدد احاديث جامع الترمذى مع حكم الترمذى عليها من حسن، صحيح، حسن صحيح وغيرها (عربی) غیر مطبوعہ

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ نعیمیہ دیوبند (۲) کتب خانہ محمودیہ سہارنپور